مثنوی مولانا روم

الہامِ منظوم

ترجمہ اُردو

مثنوی مولانائے رُوم

دفترِ ششم

اُردو ترجمہ از

سیّد عاشق حسین سیمابؔ اکبر آبادی



ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

(دین محمدی پریس لاہور)

فہرست مضامین الہام منظوم مثنوی مولانا رومؒ

دفتر ششم

۷۸۶

الہامِ منظوم

ترجمۂ اُردو

مثنویِ مولانائے رُومؒ

دفترِ ششم

اے حیاتِ دل حسام الدینؒ بسے — میل مے جوشد بقسم سادسے

اے حسام الدین رح دل کی زندگی — ہے چھٹے دفتر پہ اب رغبت مری

گشت از جذبِ چو تو علامۂ — در جہاں گرداں حسامی نامۂ

تجھ سے علامہ کا یہ اک جذب تھا — جو حسامی نامہ پھیلا جا بجا

پیشکش بہرِ رضایت میکشم — در تمام مثنوی قسمِ ششم

پیشکش تیری رضا کو کر دیا — مثنوی کا خاتمہ دفتر چھٹا

پیشکش مے آرمت اے معنوی — قسمِ سادس در تمام معنوی

نذر کرتا ہوں تجھے اے معنوی — یہ چھٹا دفتر ہے ختمِ مثنوی

شش جہت را نور دہ زیں شش صحف — کی یطوف حولہ من لم یطف

شش جہت تجھ دفتروں سے جگمگا — وہ فدا ہوں جو نہیں اب تک فدا

عشق را با پنج و با شش کار نیست — مقصد او جز کہ جذب یار نیست

عشق کو ہے پنج و شش سے کام کیا — جذب کرنا یار کا ہے مدعا

بو کہ فیما بعد دستورے رسد — رازہائے گفتنی گفتہ شود

اذن شاید بعد اس کے مل سکے — راز جو کھلنے کے لائق ہو کھلے

با بیانے کاں بود نزدیک تر — زیں کنایاتِ دقیق مستتر؎

ہو بیان ایسا جو ہو نزدیک تر — ان کنایوں سے کہ جو ہیں مستتر

راز جز با رازداں انباز نیست — راز اندر گوش منکر راز نیست

راز کو ہمراز ہی سے ہے نیاز — گوش منکر میں نہیں ہے راز راز

لیک دعوت وارد است از کردگار — با قبول و ناقبول او را چہ کار

دینا دعوت، عادتِ حق ہے بکام — رد ہو یا مقبول کیا ہے اس سے کام

نوحؑ نہصد سال دعوت مینمود — دمبدم انکار قومش مے فزود

نوحؑ نے نو سو برس دیں دعوتیں — پر بڑھا انکار ان کی قوم میں

ہیچ از گفتن عناں واپس کشید — ہیچ اندر غار خاموشی خزید

باز کوئی بھی نہ آیا گفتن سے — کب ہوئے خاموش چلاتے ہوئے

گفت از بانگ و علالائے سگاں — ہیچ واگردد ز راہے کارواں

جیسے کتے بھونکتے ہیں بے گماں — اور چلا جاتا ہے دھن میں کارواں

یا شب مہتاب از غوغائے سگ — سست گردد بدر را در سیر تگ

چاندنی میں یا ہیں کتے بھونکتے — چاند پر رکتا نہیں ہے سیر سے

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند — ہر کسے بر خلقتِ خود مے تند

کتے لالاں ہیں تو نور افشاں قمر — کام ہر اک کا ہے اپنی اصل پر

؎ پوشیدہ ۔

هر کسے را خدمتے دادہ قضا ۔۔۔ در خورِ آں گوہرش در ابتلا

سب کو اک خدمت قضا[1] سے ہے ملی ۔۔۔ اصل ہی سے سب کو ہے وابستگی

چونکہ نگذارد سگ آں بانگِ سقم ۔۔۔ من مہم سیرانِ خود را کے ہلم

جبکہ سگ چھوڑے نہ آوازِ زبوں ۔۔۔ چاند ہوں میں سیر کیونکر چھوڑ دوں

چونکہ سرکہ سرکگی افزوں کند ۔۔۔ پس شکر را واجب افزونی بود

جبکہ سرکہ لازمی ترشی بڑھائے ۔۔۔ کیوں شکر اپنی نہ شیرینی بڑھائے

قہرِ سرکہ لطف ہمچوں انگبیں ۔۔۔ کایں دو باشد اصلِ ہر سکنجبیں

قہر سرکہ اور کرم ہے انگبیں[3] ۔۔۔ بس انہی دونوں سے ہے اسکنجبیں

انگبیں گر پائے وا وارد ز خل ۔۔۔ اندراں اسکنجبیں آید خلل

روک لے گر شہد اپنے دخل کو ۔۔۔ تو خلل اسکنجبیں میں کیوں نہ ہو

قوم بر وے سرکہا مے ریختند ۔۔۔ نوح را دریا فزوں مے ریخت قند

قوم سرکہ ڈالتی تھی نوحؑ پہ ۔۔۔ نوحؑ کا دریا بڑھاتا تھا شکر

قند او را بُد مدد از بحرِ جود ۔۔۔ پس ز سرکہ اہلِ عالم مے فزود

قند انہیں ملتا تھا بحرِ جود سے ۔۔۔ ترشی اہلِ جہاں پہ چھا گئے

واحد کالالف کہ بود آں ولی ۔۔۔ بلکہ صد قرن ست آں عبد العلی[2]

اک ولی جو بعد سالِ یک ہزار ۔۔۔ بلکہ جو سو قرن[4] میں اک دیندار

خم کہ از دریا در و راہے بود ۔۔۔ پیش او جیحون ہا زانو زند

سوت جس خم کی کہ دریا سے ملے ۔۔۔ ہوں سمندر ہیچ اس کے سامنے

خاصہ آں دریا کہ دریاہا ہمہ ۔۔۔ چوں شنیدند آں مثال و دمدمہ

اور وہ دریا کہ جیب دریاؤں نے ۔۔۔ تذکرے اور قلقلے اس کے سنے

---

[1] حکمِ خدا [2] تعالے [3] شہد [4] ایک قرن سو یا اسی یا تیس سال کا ہوتا ہے۔ غرضکہ ایک مدتِ دراز سے مراد ہے۔

شدہ باشاں تلخ زیں شرم و خجل — کز قریش شد نام اعظم با اقل

شرم سے تلخ ان کی سو تیں ہو گئیں — کیونکہ چھوٹا تھا بڑے کا ہم نشیں

در قرآں ایں جہاں باآں جہاں — ایں جہاں از شرم میگردد جہاں

اس جہاں سے یہ جہاں جس دم ہے — یہ جہاں بس بھاگ نکلے شرم سے

ایں عبارت تنگ و قاصر رتبت ست — ورنہ خس را با اخص چہ نسبت است

تنگ و قاصر یہ عبارت ہے فتا! — ورنہ خس کو خاص سے نسبت ہے کیا

زاغ در رز نعرۂ زاغاں زند — بلبل از آواز خوش کے کم کند

گو انگوروں میں گر کاں کاں کرے — بلبل اپنے نغمہ کو کیوں چھوڑ دے

پس خریدارست ہر یک را جدا — در مرادِ یفعل اللّٰہُ مَا یَشَاءُ[1]

مشتری ہر اک کا ہے ہر اک جدا — یعنی وہ کرتا ہے جو چاہے خدا

نقل خارستان غذائے آتش ست — بوئے گل قوت دماغ سرخوش ست

یہ اگر جھاڑ جھنکاڑ غذا ہیں آگ کی — بوئے گل سے ہیں دماغ و دل قوی

گر پلیدی پیش ما رسوا بود — خوک و سگ را شکر و حلوا بود

ہر پلیدی اپنے آگے جو ہے خوار — خوک و سگ کو شکر و حلوا ہے یار

گر پلیدان ایں پلیدی ہا کنند — آبہا بر پاک کردن مے تنند

جب ہیں پھیلاتے پلیدی یہ پلید — پاک کر دیتے ہیں بادل اے سعید

در جہانے پُر شود از خار و خس — آتشے محوش کند در یک نفس

گر جہاں پُر ہو خس و خاشاک سے — صاف کر دے آگ اک دم میں اُسے

گرچہ ماراں زہر افشاں میکنند — ور چہ تلخاں ماں پریشاں میکنند

سانپ اگرچہ زہر افشانی کریں — اور یہ۔ وجہ پریشانی بنیں!

[1] خدا تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے گا کرے گا۔

نحلها بر کوه و کندو[1] و شجر — مے تنند از شهد انبار شکر

مکھیاں لیکن درخت و کوه پے — شہد سے کرتی ہیں انبار شکر

زہرہا ہرچند زہرے مے کنند — زود تریاقات شاں بر مے کنند

زہر ہر چند اپنی خاصیت دکھائے — پر اثر تریاق سب اس کا مٹائے

ایں جہاں جنگ ست چوں کل بنگری — ذرہ ذرہ ہمچو دیں با کافری

یہ جہاں اک جنگ کا میدان ہے — ذرہ ذرہ کفر اور ایمان ہے

آں یکے ذرہ ہمے پرّد بچپ — واں دگر سوئے یمیں اندر طلب

ایک ذرہ بائیں جانب ہے رواں — دوسرا سیدھی طرف کو ہے رواں

ذرہ بالا و آں دیگر نگوں — جنگ فعلی شاں ببیں اندر رکون[2]

ایک اوپر سرنگوں ہے دوسرا — فعلی حملہ دیکھ ان کے میل کا

جنگ فعلی ہست از جنگ نہاں — زیں تخالف آں تخالف را بداں

جنگ فعلی جنگ پوشیدہ سے جان — وہ تخالف اس تخالف سے تو مان

ذرہ کو محو شد در آفتاب — جنگ او بیروں شد از وصف و حساب

ہوگیا جو ذرہ محو آفتاب — جنگ اس کی باہر ہے بے وصف و حساب

چوں ز ذرہ محو شد نفس و نفس — جنگش اکنوں جنگ خورشید ست بس

محو جب ذرہ کے ہوں نفس و نفس — جنگ سے [illegible] کارج بس اب وہ جنگ بس

رفت ازوے جنبش و طبع و سکوں — از چہ از انّا الیہ راجعون[3]

مٹ گئی وہ جنبش و طبع و سکون — از رو انّا الیہ راجعون

ما بہ بحر تو ز خود راجع شدیم — وز رضاع اصل مسترضع شدیم

ہم بھی لوٹے سمت تیرے بحر کے — دودھ اپنی اصل سے پینے لگے!

---

[3] یعنی تحقیق ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ✦ [1] کندو ــ وہ برتن جس میں وہ شہد لگاتی ہیں۔ [2] رکون بمعنی اعتماد۔

در فروع راہ اے مائدہ ز غول — لاف کم زن از اصول اے بے اصول

غول نے رستہ بھلایا ہے اگر — ناز اصول پہ بے اصولی پہ نہ کر

جنگ ما و صلح ما در نور عین — نیست از ما ہست بین الاصبعین[1]

ہے یہ صلح و جنگ اُسی سے بالیقیں — ہم سے کب ہے، دیکھ بین الاصبعین[1]

جنگ فعلی جنگ طبعی جنگ قول — در میان جزوہا حربیست ہول

جنگ فعلی، جنگ طبعی، جنگ قول — جنگ ہے اجزا میں سے پُر خوف و ہول

ایں جہاں زیں جنگ قائم مے بود — در عناصر در نگر تا حل شود

یہ جہاں قائم ہے ایسی جنگ سے — تو عناصر دیکھ تا عقدہ کھلے

چار عنصر چار استون قوی ست — کہ بدیشاں سقف دنیا مستوی ست

چار عنصر چار کھم ہیں یہ قوی — جن پہ ہے، دنیا کی چھت ٹھہری ہوئی

ہر ستونے اشکنندہ آں دگر — استن آب اشکنندہ ہر شرر

ہر ستون ہے دوسرے کی تاک میں — جیسے پانی ہے شکست ہر شرر

پس بنائے خلق بر اضداد بود — لاجرم جنگی شدند از ضر و سود

یہ بنائے خلق ہے اضداد[2] پر — اس لئے ہے حملۂ سود و ضرر

ہست احوالت خلاف یکدگر — ہر یکے با ہم مخالف در اثر

حالتیں تیری ہیں سب باہم خلاف — اور اثر میں بھی ہے سب کے خلاف

چونکہ ہر دم راہ خود را مے زنی — با دگر کس سازگاری چوں کنی

چونکہ اپنی راہ تو ہے مارتا — دوسروں کے کام و تنہا ہے بنا

[1] بمضمون: قلب المؤمنین بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن۔
یعنی مومن کا دل خدا کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔

[2] یعنی ضدوں پر کہ ایک شے دوسری شے کی مخالف ہے۔

فوج لشکرہائے احوالت ببیں ‎ ‎ ہر یکے با دیگرے در جنگ و کیں
تو خود اپنی حالتوں پر غور کر ‎ ‎ جنگ اور غصہ میں ہیں باہم دگر

مے نگر در خود چنیں جنگِ گراں ‎ ‎ پس چہ مشغولی بجنگِ دیگراں
دیکھ اپنی ذات میں جنگِ گراں ‎ ‎ جنگ میں اوروں کی پڑتا ہے کہاں

تا مگر زیں جنگ حقت وا خرد ‎ ‎ در جہانِ صلحِ یک رنگت برد
دے رہائی تو خدا دے جنگ سے ‎ ‎ صلحِ یک رنگی عطا کر کے تجھے

آں جہاں جز باقی و آباد نیست ‎ ‎ زانکہ ترکیبِ وے از اضداد نیست
وہ جہاں باقی بھی ہے آباد بھی ‎ ‎ اس میں ترکیبیں نہیں اضداد کی

ایں تفانی از ضد آید ضد را ‎ ‎ چوں نباشد ضد نبود جز بقا
ہے فنا ہر ضد کو ضد سے یہ ملا ‎ ‎ گر نہ ہو ضد پھر فقط ہے اک بقا

نفی ضد کرد از بہشت بے نظیر ‎ ‎ کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر[1]
خلد میں رکھا نہ ضد کو بیگماں ‎ ‎ کیونکہ سورج ہے۔ نہ سردی ہے واں

ہست بیرنگی اصولِ رنگہا ‎ ‎ صلحہا باشد اصولِ جنگہا
صرف بیرنگی اصولِ رنگ ہے ‎ ‎ صلح کی صورت اصولِ جنگ ہے

آں جہانست اصل ایں پرغم وثاق ‎ ‎ وصل باشد اصلِ ہر ہجر و فراق
وہ جہاں ہے اصل یہ ہے عارضی ‎ ‎ اصل ہر فرقت کی ہے بس وصل ہی

ایں تخالف از چہ آید وز کجا ‎ ‎ وز چہ زاید وحدت ایں اضداد را
اس تخالف کی ہے وجہ و اصل کیا ‎ ‎ وحدتِ اضداد کیوں ہے لے فنا

زانکہ ما فرعیم و چار اضداد[2] اصل ‎ ‎ خوئے خود در فرع کرد ایجاد اصل
کیونکہ ہم ہیں فرع چار اضداد اصل ‎ ‎ خو کرے گی فرع میں ایجاد اصل

---

[1] کما قال اللہ تعالےٰ عزّ و جلّ: لَا یَرَوْنَ فِیْہَا شَمْسًا وَّلَا زَمْہَرِیْرًا۔ یعنی نہ اُس میں سورج دیکھیں گے اور نہ سرد طبقہ۔ [2] یعنی آگ۔ پانی۔ خاک اور ہوا۔

گوہر جاں چوں ورائے فصلہاست	خوئے آں ایں نیست خوئے کبریاست
روح ان فصلوں سے مطلق ہے جدا	اس لئے ہے اس کی خو خوئے خدا
جنگہا بیں کاں اصول صلحہاست	چوں نبی کہ جنگ او بہر خداست
دیکھ جنگیں جن میں ہے اصل صلح کا	جیسے لڑتے تھے نبیؐ بہر خدا
طرفہ آں جنگے کہ اصل صلحہاست	شاد آں کایں جنگ او بہر خداست
ہو جو اصل صلح۔ طرفہ ہے وہ جنگ	بہر حق جو ہے۔ خجستہ ہے وہ جنگ
غالب است و چیرہ بر دو جہاں	شرح ایں غالب نگنجد در دہاں
دو جہاں پر وہ ہے غالب بر ملا	شرح اس غالب کی ہو سکتی ہے کیا
آب جیحوں را اگر نتواں کشید	ہم ز قدر تشنگی نتواں برید
گو کہ ہے ناممکن سمندر کھینچنا!	پیاس اُس سے تو بھی لیتے ہیں بجھا
گر شدی عطشان بحر معنوی	فرجۂ کن در تمام مثنوی
ہے جو تشنہ کام بحر معنوی	کر ذرا سیر تمام مثنوی
فرجہ کن چندانکہ اندر ہر نفس	مثنوی را معنوی دانی و بس
اس قدر کر سیر۔ تا ہر سانس میں	مثنوی کے معنوی عقدے کھلیں
باد گر راز آب جو چوں وا کند	آب یکرنگی خود پیدا کند
آب جو سے جب ہوا سبزہ اگائے	اپنی یکرنگی کا اک عالم دکھائے
شاخہائے تازۂ مرجاں ببیں	میوہائے رستۂ از جاں ببیں
تازہ شاخیں دیکھ لے مرجان کی	دیکھ میووں میں بھی اس کی تازگی
چوں ز حرف و صوت و دم یکتا شود	آں ہمہ بگذارد و دریا شود!
دم جو حرف و صوت سے یکسو ہوا	چھوڑا سب کو اور دریا ہو گیا

ف مصداق ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ یعنی جس چیز کا کل دریافت نہ کر سکے تو اس کو بالکل چھوڑ دینا بھی نہ چاہئے +

حرف گوئے و حرف نوش و حرفہا	ہر سہ جاں گردند اندر انتہا
قائل و سامع و حرف اے جانِ جاں	ہو گئے ہیں تینوں بالآخر ایک جان
نان دہندہ و نان ستان و نان پاک	سادہ گردند از صور گردند خاک
دے جو روٹی، اور جو لے اور نان پاک	چھوڑ کر ہر شکل بن جاتے ہیں خاک
لیک معنی شان بود در سہ مقام	در مراتب ہم ممیز ہم مدام
ہیں مگر تین اُن کے معنی کے مقام	مرتبے میں فرق ہے اُن کے مدام
خاک شد صورت ولے معنی نشد	ہر کہ گوید شد تو گویش نی نشد
خاک صورت ہو گئی، معنی نہیں	اس کے منکر کا نہ کر ہرگز یقین
در جہان روح ہر سہ منتظر	گہ ز صورت ہارب و گہ مستقر
عالم بالا میں ہیں سب منتظر	بھاگتے ہیں اور کبھی ہیں مستقر[1]
امر آید در صور رَو در رَوَد	باز ہم ز امرش مجرد مے شود
حکم ہو، صورت میں جا، جاتے وہاں	حکم سے پھر ہو مجرد بے گماں
پس لہ الخلق لہ الامرش بداں	خلق صورت امر جاں راکب بداں
اُس کی خلقت ہے، اُسی کا حکم یار	خلق صورت، امر جاں اس پہ سوار
راکب و مرکوب در فرمان شاہ	جسم بر درگاہ و جاں در بارگاہ
راکب و مرکوب ہیں خدام شاہ	جسم بردر، اور خود اندر بارگاہ!
چونکہ خواہد کآب آید در سبو	شاہ گوید جیش جاں را کارکبو
جب کہ وہ چاہے، سبو میں آب آئے	فوج جاں کو حکم چڑھنے کا سنائے
باز جانہا را چو خواہد بر علو	بانگ آید از نقیباں کانزلو
اور جب جانوں کو دیتا ہے علو	تو پھر آتی ہیں صدائیں کہ انزلوا[2]

[1] قرار لینے والا ۔ [2] یعنی پہلے تو روحوں کو جسموں کے گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اور پھر اُترنے کا "انزلوا" یعنی اُترو ۔

بعد ازیں باریک خواہد شد سخن ! — کم کن آتش ہیزمش افزوں مکن

بات ہونے کو ہے نازک بعد ازیں — آگ بھڑکانا مناسب اب نہیں

تا نجوشد دیگہائے خرد زود — دیگ ادراکات خرد است و فرود

تا اُبل جائیں نہ چھوٹی ہانڈیاں — دیگ ادراک اب ہے چھوٹی بیگماں

پاک سبحانے کہ سیبستاں کند — در غمام حرف شاں پنہاں کند

پاک ہے پیدا جو سیبستاں کرے — ابر میں باتوں کے پھر پنہاں کرے

زیں غمام صوت و حرف و گفتگو — پردۂ گو سیب تا ید غیر بو

ابر میں یہ حرف و صوت و گفتگو — تا کہ ظاہر سیب سے ہو صرف بو

بارے افزوں کش تو ایں بو را بہوش — تا سوئے اصلت برد بگرفتہ گوش

ہوش ہے تو سونگھ اس بو کو مگر — تا کرے جانے سوئے اصل اے پسر

بو نگہدار و بپرہیز از زکام — تن بپوش از باد و بود سرد عام

بو کو سونگھ اور وہ تو محفوظ زکام — تا دکھائے باد و بود سرد عام

تا نیند اید مشامت از اثر — اے ہوا شاں از زمستاں سرد تر

تا دماغوں پہ نہ آئے کچھ اثر — ہے ہوا سردی سے ان کی سرد تر

چوں جمادند و فسردہ تن شگرف — مے جہد انفاس شاں از تل برف

ہیں جمادی برف ہے اُن کا بدن — برف سے آتی ہیں سانسیں بے سخن

چوں زمیں زیں برف در پوشد کفن — تیغ خورشید حسام الدینؒ بزن

جب زمیں یوں برف سے ہو مردہ وار — تیغ خورشید حسام الدینؒ تو مار

ہیں بگرداز شرق سیف اللہ را — گرم کن زاں شرق ایں درگاہ را

شرق سے لے آ تو سیف اللہ کو — گرم کر پھر اس سے اس درگاہ کو

برف را خنجر زند آں آفتاب — سیل ہا ریزد ز کوہ ہا بر تراب

کاٹ دے گا برف کو وہ آفتاب — کوہ سے برسائے گا وہ سیل آب

زاں کہ لاشرقی و لاغربی ست او ‏ ‏ با منجم روز و شب حربی ست او

کیوں کہ شرقی ہے نہ غربی وہ عجیب ‏ ‏ ہے منجم سے لڑائی روز و شب

کہ چرا جز من نجوم بے ہدیٰ ‏ ‏ قبلہ کردی از لئیمی و دغا

ان نجوم نحس کو میرے سوا ‏ ‏ قبلہ کیوں نجل و دغا سے کر دیا

تا خوشت آید مقارن آں امین[1] ‏ ‏ در بنی کہ لا اُحِبُّ الْآفِلِین

اُس امیں سے کیوں ترا دل خوش نہیں ‏ ‏ کہتا تھا جو لا احب الآفلین

از فرح در پیش مہ بستی کمر ‏ ‏ زاں ہمے ترسی ز انشق القمر

چاند کے آگے ہے تو بستہ کمر ‏ ‏ خوفِ انشق[2] القمر بھی ہے مگر

منکرے ایں را کہ شمس کورت ‏ ‏ شمس پیشت ہست عالی مرتبت

ہے تجھے انکارِ شمس کورت[3] ‏ ‏ اس لئے سورج ہے عالی مرتبت

از ستارہ دیدہ تصریف ہوا ‏ ‏ تا خوشت آید اذا النجم ہویٰ

تاروں سے دیکھا تغیّر حرص کا ‏ ‏ خوش نہیں آتا اذا النجم[4] ہویٰ

خود مؤثر تر نباشد مہ ز ناں ‏ ‏ اے بسا نانے کہ ریزد عرق جاں

ہے اثر میں چاند تگڑا نان کا ‏ ‏ نان سے اکثر عرق جانوں کا بہا

---

[1] امین سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جو فرماتے تھے کہ ڈوبنے والے میرے دوست نہیں۔ یعنی چاند اور سورج وغیرہ جو طلوع ہونے کے بعد غروب ہو جائیں

[2] کما قولہ تعالیٰ عزوجل:۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ یعنی وہ ساعت نزدیک ہے کہ چاند شق ہو جائے گا۔

[3] کما قولہ تعالیٰ عز اسمہ:۔ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ۔ یعنی جب آفتاب تاریک ہو جائے گا۔

[4] کما قولہ تعالیٰ عزوجل:۔ وَالنَّجْمِ اِذَا ہَوٰی۔ یعنی قسم ہے تاروں کی جبکہ وہ گر جائیں گے۔

خود موثر تر نباشد زہرہ ز آب
اے بسا آبا کہ کرد او تن خراب

پانی سے زہرہ موثر تر نہیں
آب سے جانیں بہت سی بہ گئیں

مہر او در جان تست و پند دوست
میزند بر گوش تو بیرون پوست

دل میں اُس کا عشق ہے اور پند دوست
کان تک محدود ہے بیروں پوست

پند مادر تو نگیرد اے فلاں
پند تو در ما نگیرد ایں بداں

جب نہیں اپنی نصیحت کارگر
ہم پہ تیری پند کا ہو کیا اثر

جز مگر مفتاح خاص آید ز دوست
کہ مقالید السمٰوٰت آنِ اوست

ہاں جو پائے خاص کنجی دوست کی
کنجیاں ہیں چرخ کی جس کو ملی

ایں سخن ہمچوں ستارہ ست و قمر
لیک بے فرمان حق ندہد اثر

گو سخن اونچا ہے تارا اور قمر
پھر بھی بے حکم خدا کیا ہو اثر

ایں ستارہ بے جہت تاثیر او
مے زند بر گوش ہائے وحی جو

بے جہت تارا ہے اور اس کا اثر
وحی جو کانوں پہ ہوگا کارگر

کہ بیا سُو از جہت تا بے جہات
تا ندرانند شمارا گرگِ مات

بے جہت ہو کر کرو ترک جہات
تا نہ پھاڑے تم کو وہ گرگِ ممات

آں چناں کہ لمعۂ دُر پاش وست
شمس دنیا در صفت خفاش اوست

نور اُس کا اس طرح ضو پاش ہے
سورج اس کے سامنے خفاش ہے[1]

ہفت چرخ ازرقی در رق اوست
پیکِ مہ اندر تپ و در دق اوست

بندۂ در اس کے ہیں ہفت آسماں
چاند اس کی جستجو میں ہے رواں

زہرہ چنگِ مسئلت در وے زدہ
مشتری با نقدِ جاں پیشش شدہ

زہرہ اک سائل ہے اس کے نور کا
مشتری نے نقدِ جاں ہدیہ دیا

[1] چمگادڑ۔

در ہوائے پائے بوسِ او زحل	لیک خود را مے نہ بیند آں محل
طالبِ پابوس ہے اُس سے زحل	پر اُسے ملتا نہیں اُس کا محل
دست و پا مریخ چندیں جست ازو	واں عطارد صد قلم بشکست ازو
اُس سے پائے دست و پا مریخ نے	سَو قلم ٹکڑے عطارد نے کئے
با منجم ایں ہمہ انجم بجنگ	کاے رہا کردہ تو جاں بگزیدہ زنگ
ہیں منجم سے ستارے صرفِ جنگ	جان کو تُو چھوڑ کر ہے محوِ زنگ
جاں ولیست و ما ہمہ نقشِ درقوم	کوکبِ ہر فکر او جانِ نجوم
جان وہ ہے ہم ہیں سب نقشِ درقوم	کوکب اس کی فکر کا جانِ نجوم
فکر کو آنجا ہمہ نور ست پاک	بہرِ تست ایں لفظ و فکرے فکرناک[1]
فکر کیا۔ وہ ہے سراپا نور پاک	فکر ہے تیرے لئے اے فکرناک
ہر ستارہ خانہ دارد بر علا	ہیچ خانہ در نگنجد نجمِ ما!
ہر ستارے کا ہے خانہ برتریں	وہ کسی خانے میں آسکتا نہیں
جان بے سو در مکاں کے در رود	نورِ نامحدود را حد کے بود
روح[2] بے سُو کب مکاں میں رُک سکی	حد کہاں ہے نورِ نامحدود کی
لیک تمثیلے و تصویرے کنند	تا کہ دریابد ضعیفے دردمند
یہ مثالیں اور تصویریں ہیں چند	تا انہیں سمجھیں ضعیف و دردمند
مثل نبود لیک آں باشد مثیل	تا کند عقلِ محمد را کفیل
مثل کیا ہو اُس کا ہاں لیکن مثیل	جن کی ہے عقلِ محمد اک دلیل
عقل سر تیز ست لیکن پا سست	زانکہ دل ویراں شد ست و تن درست
تیز ہیں عقلیں مگر ہیں پاؤں سست	کیونکہ دل ویران ہے اور تن درست

[1] اے فکر سے بھرے ہوئے۔ یعنی اے مبتلائے فکر ۔

[2] یعنی بے جہت ۔

عقلِ شاں در نقلِ دنیا پیچ پیچ ۔۔۔ فکرِ شاں در ترکِ شہوت ہیچ ہیچ

اُن کی عقلیں نقلِ دنیا میں اسیر ۔۔۔ اُن کی فکریں ترکِ شہوت میں حقیر

صدرِ شاں وقتِ دعویٰ ہمچو شرق ۔۔۔ صبرِ شاں وقتِ تقویٰ ہمچو برق

اُن کے سینے وقتِ دعویٰ مثلِ شرق ۔۔۔ صبر اُن کا وقتِ تقویٰ مثلِ برق

عالمے اندر ہنرہا خود نماست ۔۔۔ ہمچو عالم بے وفا وقتِ وفاست

ہے ہنر میں ایک عالم خود نما ۔۔۔ وقت پر ہے مثلِ دنیا بے وفا

وقتِ خود بینی نگنجد در جہاں ۔۔۔ در گلو و معدہ گم گشتہ چو ناں

وقتِ خود بینی نہ دنیا میں سمائیں ۔۔۔ گلے حلق و معدہ میں سب کچھ چھپائیں

ایں ہمہ اوصافِ شاں نیکو شود ۔۔۔ بد نماند چونکہ نیکو جو شود

نیک ہو جائیں شعار اُن کے بُرے ۔۔۔ نیک جُو ہوں تو بُرائی کیوں رہے

گر منی گندہ بود ہمچوں منی ۔۔۔ چوں بجاں پیوست گردد روشنی

خود سری گندہ ہے گو مثلِ منی ! ۔۔۔ روح سے مل کر ہو لیکن روشنی

ہر جمادے کو کند رو در نبات ۔۔۔ از درختِ بخت او روید حیات

جو جمادی رخ کرے سوئے نبات ۔۔۔ اس کے پودے سے اُگے نخلِ حیات

ہر نباتے کو بجاں رو آورد ۔۔۔ خضر وار از چشمۂ حیواں خورد

جو نباتی رُوح کا پائے شعار ۔۔۔ چشمۂ حیواں سے چکھے خضر وار

باز چوں جاں رو سوئے جاناں نہد ۔۔۔ رخت را در عمرِ بے پایاں نہد

جان پھر جب رُخ سوئے جاناں کرے ۔۔۔ عمر کو اپنی وہ بے پایاں کرے

ایک سائل کا کسی واعظ سے سوال کرنا

واعظے را گفت روزے سائلے ۔۔۔ کاے تو منبر را ستی تر قائلے

پوچھا اک سائل نے واعظ سے کہیں ۔۔۔ واقفِ منبر ہے تو قابل تریں

یک سوالستم بگو اے ذولباب — اندریں مجلس سوالم را جواب

ہے سوال اک میرا تجھ سے خوش خطاب — دے اسی مجلس میں تو اس کا جواب

بر سر بارو یکے مرغے نشست — از سر و دمش کدامیں بہتر ست

مرغ اک بیٹھا ہے آ کر قلعہ پر — خوب اسکی دم ہے یا اچھا ہے سر

گفت اگر رویش بشہر و دم بدہ — روئے او از دم او میداں کہ بہ

بولا۔ منہ ہو شہر کو دم گاؤں کو — اس کے منہ کو دم سے بہتر جان لو

ور سوئے شہر ست دم رویش بدہ — خاک آں دم باش و از رویش بجہ

منہ جو سوئے قصبہ ہو، دم سوئے شہر — خاک ہو اس دم کی۔ منہ کو جان قہر

گر بسوئے شہر دمِ او بود — دمِ او بہتر ز روئے او شود

شہر کی جانب اگر اس کی ہو دم — منہ سے بہتر دم ہے۔ سمجھو اسکو تم

مرغ را پر مے برد تا آشیاں — پرِ مردم ہمت ست اے مرداں

مرغ کو لے جائیں پر تا آشیاں — آدمی کے پر ہیں ہمت اے جواں

عاشقے کآلودہ شد در خیر و شر — خیر و شر منگر تو در ہمت نگر

ہو اگر عاشق اسیر خیر و شر — دیکھ ہمت، خیر و شر کو ترک کر

باز اگر باشد سپید و بے نظیر — چونکہ صیدش موش باشد حقیر

باز اگرچہ ہو سفید و بے نظیر — صید اگر چوہا کرے تو ہے حقیر

ور بود چغدے و میل او بشاہ — او سر باز است منگر در کلاہ

چغد کا میلان ہو گر سوئے شاہ — شاہ باز اں ہے۔ نہ دیکھ اس کی کلاہ[1]

ور بود شیرے خورد از مردہ خر — سگ بود او شکل شیرے کم نگر

مردہ خر کا گوشت کھائے شیر اگر — شکل شیری میں ہے کتا سر بسر

[1] یعنی وہ تاج جو باز کے سر پہ ہوتا ہے۔

در پلنگ و گرگ را افگند سگ	شیر میداں مرد را بے ریب و شک
کتا چیتے بھیڑیئے کو گر گرا دے	بے گماں شیر اس کو جان اے نیک رائے
آدمی بسرشتہ از یک مشتِ گل	بر گذشت از چرخ و از کوکب بدل
ایک مٹھی خاک سے انساں بنا	پر وہ دل سے آسماں سے بڑھ گیا
آدمی بر قدر یک طشتِ خمیر	بر فزود از آسمان و از اثیر
آدمی تھا طشتری بھر اک خمیر	ہوگیا بالاتر از چرخ و اثیر[1]
ہیچ کرمنا شنید ایں آسماں	کہ شنید ایں آدمی پر غماں
آسماں نے کب ہے کرمنا سنا[2]	جس طرح انساں پر غم نے سنا
بر زمین و چرخ عرضہ کرد کس	خوبیِ عقل و عبارات و ہوس
کھول کر کس نے بچھے چرخ و زمیں	خوبیاں عقل و عبارت کی رکھیں
جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں	خوبیِ روئے و اصابت در گماں
آسماں پر تو نے ڈالی آج تک	خوبروئی و درستی کی جھلک!
پیش صورتہائے حمام اے ولد	عرضہ کردی ہیچ سیم اندام خود
صورتیں حمام میں تھیں ضو فشاں	اپنی سیمینی بھی کی اُن پر عیاں!
بگذری زاں نقشہائے ہمچو حور	خلوت آری با عجوزے نیم کور
حور سی شکلوں سے کی قطع نظر	اندھی اک بڑھیا سے خلوت ہے مگر
در عجوزی چیست کایشاں را نبود	کو ترا زاں نقشہا با خود ربود
کیا ہے وہ بڑھیا میں جو اُن میں نہیں	جس نے اُن جلووں سے روکا بالیقیں
تو نگوئی من بگویم در بیان	عقل و حس و درک و تدبیرست و جاں
کیا کہیگا تو، میں کرتا ہوں بیاں	اس عجوزہ میں ہے عقل و حس و جاں

[1] کرۂ نار جو تمام کروں سے بلند تر ہے ◆

[2] قولہ تعالیٰ۔ لقد کرمنا بنی آدم۔ یعنی بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت دی ◆

در عجوزے جاں آمیزش کنی ست | صورت گر با بہار روح نیست

جان بڑھیا تک لگا لاتی تھے | اور بے جاں نقش تھے حمام کے

صورت گرمابہ گر جنبش کند | در زمان از صد عجوزت بر کند

کرتی جنبش صورتِ حمام اگر | تو اُکھڑ جاتا عجوزہ سے لیسرا!

جاں چو باشد باخبر از خیر و شر | شاد از احسان و گریاں از ضرر

خیر و شر سے باخبر ہوتی ہے جاں | شاد احساں سے، ضرر سے نوحہ خواں

چوں سر و ماہیتِ جاں مخبر ست | ہر کہ او آگاہ تر باجاں تر ست

راز اور ماہیتِ جاں ہے خبر | جو ہے واقف تر وہ ہے باجان تر

اقتضائے جاں چو اے دل آگہی ست | ہر کہ آگہ تر بود جانش قوی ست

اقتضائے جاں ہے اے دل آگہی | جو ہے آگہ، روح اس کی ہے قوی

روح را تاثیرِ آگاہی بود! | ہر کرا زیں بیش اللٰہی بود

روح میں تاثیر ہے عرفان کی | جس کو آگاہی ملی، ہے اللٰہی[1]

خود جہانِ جاں سراسر آگہی ست | ہر کہ بیجان ست از دانش تہی ست

خود جہانِ جاں ہے یکسر آگہی | جو ہے بے جاں۔ عقل سے ہے وہ تہی

چوں خبرہا ہست بیروں زیں نہاد | باشد ایں جانہا دراں میدان جماد

ہے جو خالی روح سے ان کی نہاد | ہیں یہ اُس میدان میں جائیں جماد

جانِ اول مظہرِ درگاہ شد | جانِ جاں خود مظہرِ اللہ شد

جانِ اول مظہرِ درگاہ ہے | جانِ جاں خود مظہرِ اللہ ہے

آں ملائک جملہ عقل و جاں بُدند | جانِ نو آمد کہ جسم آں شدند

سب فرشتے صرف عقل و روح تھے | جان دیکھی، جسم تیرے بن گئے

[1] یعنی خدا والا۔

از سعادت چوں پراں جاں بر زدند　　ہمچو تن آں روح را خادم شدند

جب سعادت سے وہ پیش جاں گئے　　مثل تن خادم ہوئے سب رُوح کے

آں بلیس از جان زاں در پردہ بود　　یک نشد با جاں کہ عضوِ مردہ بود

وہ شیطان رُوح سے پردے میں تھا　　عضوِ مردہ تھا۔ نہ جاں سے مل سکا

چوں نبودش آں فدائے آں نشد　　دست بشکستہ مطیع جاں نشد

تھی نہ جاں اُس میں، نہ قرباں ہو سکا　　تھا شکستہ دست نافرماں رہا

جاں نشد ناقص گراں عضوش شکست　　کاں بدستِ او ست تاند کرد ہست

جاں نہ ہو ناقص شکستِ عضو سے　　وہ اگر چاہے درست اس کو کرے

سِرّ دیگر ہست کو گوش دگر　　طوطئے کو مستعدِ آں شکر

بھید ہیں اک مانند کان ایسے کہاں　　طوطیاں شکر کے لائق ہیں کہاں

طوطیانِ خاص را قندیست ژرف　　طوطیانِ عام ازیں خود بستہ طرف

طوطیاں خاص کو کیا کم ہے قند　　طوطیانِ عام پہ ہے راہ بند

کے چشند درویش صورت آں نکات　　معنی ست آں نے فعولن فاعلات

ظاہری درویش کیا سمجھے نکات　　معنی ہے کب ہے فعولن فاعلات

آں خرِ عیسیٰ مزاجش نیست قند　　لیک خر آمد بخلقت کہ پسند

وہ خرِ عیسیٰ ہے، کھا لیگا ہے قند　　گھاس ہے لیکن گدھے کو ہے پسند

قند خر را گر طرب انگیختے　　پیش خر قنطار شکر ریختے

قند سے مسرور خر ہوتا اگر　　گون بھر شکر میں رکھتا پیش خر

معنی نختم علیٰ افواھہم[1]　　ایں شناس اینست رہرو را مہم

پڑھ دیا نختم لہ علیٰ افواھہم　　سوچ اس کو ہے یہ رہرو کو مہم

[1] کما قال اللہ تعالیٰ۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ
یعنی قیامت کے دن ہم انکے منہ پر مُہر لگا دینگے اور ہم سے انکے ہاتھ گفتگو کرینگے اور انکے پاؤں گواہی دینگے۔

تا زراو خاتم پیغمبراں	بو کہ برخیزد زلب ختم گراں
تا چلے گر راہ ختم مرسلاں	ٹوٹ جائے لب کی یہ مہر گراں
ختم ہائے کانبیا بگذاشتند	آں بدین احمدی برداشتند
اگلے نبیوں نے جو مہریں چھوڑ دیں	دین احمدؐ نے وہ مہریں توڑ دیں
قفل ہائے ناکشادہ ماندہ بود	از دم انا فتحنا برکشود
بے کھلے تھے قفل مدت سے پڑے	اب وہ سب انا فتحنا سے کھلے
او شفیع است ایں جہان و آں جہاں	ایں جہاں دین و آنجا در جناں
ہیں محمدؐ ہی شفیع دو جہاں	دین میں اس جا تو جنت میں وہاں
ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما	آں جہاں گوید کہ تو مہ شاں نما
یہ جہاں کہتا ہے تو ہو رہنما	وہ جہاں کہتا ہے دے مہ کی ضیا
پیشہ اش اندر ظہور و در کموں	اہد قومی انہم لا یعلمون[1]
ظاہر و باطن شعار ان کا ہوا	قوم ناواقف کو میری رہ دکھا
باز گشتہ از دم او ہر دو باب	در دو عالم دعوت او مستجاب
کھل گئے دونوں دعا سے ان کے باب	دونوں عالم میں دعا ہے مستجاب
بہر ایں خاتم شدست او کہ بجود	مثل او نے بود و نے خواہند بود
ختم یوں پیغمبری ان پہ ہوئی	کوئی ان سا تھا، نہ پھر ہوگا کوئی
چونکہ در صنعت برد استاد دست	نے تو گوئی ختم صنعت در تو است
کرتا ہے استاد جب صنعت کوئی	کہتے ہیں بس ختم ہے صنعت گری
در کشاد ختمہا تو خاتمے	در جہان روح بخشاں حاتمے
خاتموں کا صرف خاتم ہے تو ہی	روح کی دنیا میں حاتم ہے تو ہی

[1] یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر بے شک وہ واقف نہیں۔

هست اشارات محمد المراد — کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
ہیں اشاراتِ محمد ۔ المراد — مشکلاتِ ہر دو عالم کی کشاد

صد ہزاراں آفریں بر جان او — بر قدوم و دورِ فرزندان او
رحمتیں لاکھوں ہوں انکی جان پہ — اور اُن کے دورِ فرزندان پہ

آں خلیفہ زادگان مقبلش — زادہ اند از عنصرِ جان و دلش
وہ خلیفہ زادگان مقبل جو تھے — اُن کی جان و دل سے جو پیدا ہوئے

گر ز بغداد و ہری یا از ریند[۱] — بے مزاج آب و گل نسل وے اند
ہوں وہ بغدادی ہراتی یا ربی[۲] — ہیں انھیں کی نسل سے یہ سب ہی

شاخِ گل ہر جا کہ میروید گل ست — خمِ مُل ہر جا کہ میجوشد مُل ست
شاخِ گل جس جا اُگے بس ہے گلاب — جس جگہ اُبلے خُم تو ہے شراب

گر ز مغرب بر زند خورشید سر — عین خورشید ست نے چیزِ دگر
گو کہ مغرب سے ہو سورج جلوہ گر — عین سورج ہے ۔ نہیں چیزِ دگر

عیب جویاں را ازیں دم کور دار — ہم بستاری خود اے کردگار
عیب جیئوں کو خدا اندھا بنا — شانِ ستاری کا بھی جلوہ دکھا

گفت حق چشمِ خفاش بد سگال — بستہ ام من ز آفتابِ بیمثال :
قولِ حق ہے ۔ چشمِ بد خفاش کی — نور سے سورج کے میں نے روک دی

از نظرہائے خفاش کم و کاست — انجم و آں شمس نیز اندر خفاست
آنکھ سے چمگادڑوں کی بے گماں — انجم اور سورج بھی ہیں بالکل نہاں

انجم آمد چوں مرید و شمس پیر — شمس آمد در یقیں بدرِ منیر
ہیں مرید انجم ، تو ہے خورشید پیر — بالیقیں ہے شمس ہی بدرِ منیر

۱ یہ اشارہ خلفائے بنی اُمیہ وغیرہ کی طرف معلوم ہوتا ہے ۔

۲ ابلہ ہے ۔

پوشیدہ ناموسوں کی برائی

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ بیا — اے صیقلِ روح و سلطانِ ہدیٰ
اے ضیاء الحق حسام الدین رہ آ — اے جلائے روح! اے شاہِ ہدیٰ

مثنوی را مسرحؔ و مشروحؔ دہ — صورتِ امثال او را روح دہ
مثنوی پہ اک نظر کر شرح کی — دے مثالوں کو تو اس کی روح بھی

تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند — سوئے خلدستانِ جاں پرّاں شوند
تا حروف اُس کے ہوں سب عقل اور جان — جان کی جنت کو ہو جائیں رواں

ہم بسعی تو ز ارواح آمدند — سوئے دامِ حرف مستحضر شدند
تو ہی لایا عالمِ ارواح سے — دام میں الفاظ کے وہ آ گئے

باد عمرت در جہاں ہمچوں خضر — جاں فزا و دستگیر و مستمر
عمر تیری ہو بڑی مثلِ خضر — جاں فزا و دستگیر و مستمر

چوں خضرؑ و الیاسؑ مانی جاوداں — تا زمین گردد ز لطفت آسماں
شکلِ الیاس و خضر رہ جاوداں — لطف سے تیرے زمیں ہو آسماں

گفتمے از لطفِ تو جزوے ز صد — گر نبودے طمطراق چشمِ بد
کچھ میں تیرے لطف کا کرتا بیاں — چشمِ بد میں گر نہ ہوتیں گرمیاں

لیک از چشمِ بد زہراب دم — زخمہائے روح فرسا خوردہ ام
میں نے لیکن چشمِ بد کے زہر سے — روح فرسا زخم کھائے ہیں بڑے

غیرِ رمز ذکرِ حالِ دیگراں — شرحِ حالت مے نیارم در بیاں
راس ہے اوروں کی مجھ کو داستاں — حال تیرا کر نہیں سکتا بیاں

[1] یعنی ہمیشہ ہمیشہ + [2] مشرح - یعنی چراگاہ - [3] مسرح: شرح

ایں بہانہ ہم زدستان ولیست
یہ بہانہ ہے فریب عشق دل

کہ ازویم پائے دل اندر گلیست
جس سے دل میرا ہے خود ہی پا بگل

صد دل و جاں عاشق صانع شدہ
سو دل و جاں عاشق صانع ہوئے

چشم بد یا گوش بد مانع شدہ
چشم بد اور گوش بد مانع ہوئے

خود بُدے بوطالب آں عمِّ رسولؐ
تھے ابو طالب جو عمِّ مصطفےٰ

می نمودش تشنیعِ عرباں مہول
طعنے سے عربوں کے اُن کو خوف تھا

کہ چہ گویندم عرب کز طفل خود
کیا کہیں گے یہ کہ اپنے طفل کے

او بگردانید دینِ معتمد
کہنے میں آکر پھرا ہے دین سے

منصب اجداد و آبا را بماند
منصب اجداد ترک اس نے کیا

در پئے احمدؐ چنیں بیرہ براند
پیچھے احمدؐ کے یہ بے رہ چل دیا

آں رسولؐ پاک باز مجتبےٰ
وہ رسولؐ پاک باز و مجتبےٰ

از پئے آں تا رہاند مرد را
آتش دوزخ سے کرنے کو رہا!

گفتش اے عم یک شہادت تو بگو[1]
پھر کہا اس نے شہادت دیجیئے

تا کنم با حق شفاعت بہر تو
تا شفاعت کا مجھے موقع ملے

گفت لیکن فاش گردد از سماع
وہ یہ کہتے تھے کہ سن لیگا کوئی!

کل سرٍّ جاوز الاثنین شاع
منہ سے نکلی بات اور کوٹھوں چڑھی

مے نمانم در زبان ایں عرب
دوں گواہی میں اگر عربوں میں اب

پیش ایشاں خوار گردم زیں سبب
سامنے اُن کے ہو ذلت کا سبب

لیک اگر بودیش لطف ما سبق
ہوتا گر لطفِ ازل اس پہ کبھی

کے بدے ایں بد دلی با جذب حق
یوں نہ ہوتی جذب حق سے بد دلی

[1] یعنی کلمۂ شہادت۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ دیجیئے۔

الغیاث اے تو غیاث المستغیث — زیں دو شاخہ اختیاراتِ خبیث
تجھ سے ہے فریاد اے فریاد رس — ہیں دو شاخہ اختیارات نفس

من ز دستان و مکرِ دل چناں — مات گشتم کہ بماندم از نشاں
دل کے ہاتھوں اور حیلوں سے یہاں — مات ہوں کچھ نہیں میرا نشاں

من کہ باشم چرخ با صد کار و بار — زیں کمیں فریاد کرد از اختیار
میں تو کیا ہوں، چرخ بھی با صد وقار — اس سے ہے فریاد میں بے اختیار

کاے خداوند کریم و برد بار — دہ اماں زیں دو شاخہ اختیار
اے خداوندِ کریم و بُرد بار — کر نہ مجبوریں دو شاخہ اختیار

جذبِ یک راہہ صراط المستقیم — بہ ز دو راہہ تردد اے کریم
سیدھے رستے میں سمانا اے خدا — ہے تردّد کے دوراہے سے بھلا

زیں دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی — لیک خود جاں کندن آید ایں دوئی
گو ہے دونوں راہ کا مقصد تو ہی — یہ دوئی لیکن ہے خود ہی جاں کنی

زیں دو رہ گرچہ بجز تو عزم نیست — لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست
دونوں رستوں کا تو ہی مقصد ہے ہاں — رزم لیکن بزم کی ہمسر کہاں

در نبی بشنو بیانش از خدا — آیۂ اَشْفَقْنَ[۱] اَنْ یَّحْمِلْنَہَا
سُن یہ قرآں میں پیامِ کبریا — بار اٹھانے سے ڈرے ارض و سما

ایں تردد ہست در دل چوں وغا — کایں بود بہ یا کہ آں حالت مرا
یہ تردّد دل میں ہے مثلِ وغا — حال یہ ہے خوب تر یا وہ مرا

۱؎ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ یعنی ہم نے اپنی ایک امانت آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کی۔ پس سب نے اُس کے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے۔ مگر انسان نے اسکو اُٹھا لیا۔ تحقیق وہ ظالم اور نادان ہے۔

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید — قرعۂ فال بنام منِ دیوانہ زدند

در تردد مے زند بر ہمدگر | خوف و امید بہی در کر و فر

میں تردد میں یہ باہم حملہ ور | خوف پہ اُمید، خوف اُمید پہ

زیں تردد عاقبتاں خیر باد | اے خدا مر جان ما را کن تو شاد

ہو بخیر اس سے مرا انجام کار | روح میری شاد ہو اے کردگار

مُناجات

اے کریم ذوالجلال مہرباں | دائم المعروف والئے جہاں

اے کریم ذو الجلال و مہرباں | ہے تو ہی مشہور سلطانِ جہاں

یا کریمُ العفو حیّ لم یزل | یا کثیرَ الخیر شاہِ بے بدل

اے کریم العفو، زندہ۔ لم یزل | نیکیوں والے خدا تُو بے بدل

اوّلم ایں جزر و مد از تو رسید | ورنہ ساکن بود ایں بحرِ مجید

اوّل اوّل جزر و مد تو نے دیا | ورنہ ساکن تھا یہ دریا اے خدا

ہم از انجا کایں تردد دادیم | بے تردد کن مرا ہم از کرم

جس طرح تو نے تردد دے دیا | بے تردد کر کرم سے کبریا

ابتلایم مے کنی آہ الغیاث | اے ذکور از ابتلایت چوں اناث

امتحاں سے ہوں ترے نالہ کناں | مرد عورت ہو چکے از امتحاں

تا بکے ایں ابتلا یارب مکن | مذہبے ام بخش و دہ مذہب مکن

امتحان کی اے خدا حد بھی کوئی | ایک مذہب دے نہ کر دہ مذہبی

اشترے ام لاغر و ہم پشت ریش | ز اختیار ہمچوں پالاں شکل خیش [1]

پیٹھ ہے زخمی۔ میں ہوں لاغر شتر | کھیس سے بھی ہے سوا پالاں بتر

ایں کژادہ گہ شود ایں سو گراں | آں کژادہ گہ شود آں سو کشاں

یہ کجاوہ ہے کبھی اس سو گراں! | وہ کجاوہ اُس طرف کو ہے کشاں

[1] خیش: موٹے تاروں سے بنا ہوا تنگ کپڑا۔

بفکن از من حمل ناہموار را	تا ببینم روضۂ انوار را
بوجھ ناہموار یہ میرا ہٹا	تاکہ میں دیکھوں چمن انوار کا
ہمچو آں اصحاب کہف از راہ جود	می چرم زالیقاظ نے بل ہم رقود[1]
صورتِ اصحاب کہف اے ربِ دیں	دیکھوں بیداری میں، سوتے میں نہیں
خفتہ باشم بر یمیں یا بر یسار	برنگردم جز چو گوئے اختیار
بائیں کروٹ سوؤں میں یا داہنی	گیند کی صورت ہوں وقفِ بے بسی
ہم بتقلیب تو تا ذات الیمین[2]	یا سوئے ذات الشمال اے رب دیں
سیدھی کروٹ ہے بدلوا تا تو ہی	بائیں کروٹ پر ہے لے آتا تو ہی
صد ہزاراں سال بودم در مطار[3]	ہمچو ذرات ہوا بے اختیار
میں اڑا لاکھوں برس تک بار بار	مثل ذرات ہوا بے اختیار
گر فراموشم شدہ ست آں وقت حال	یادگارم ہست در خواب ارتحال
گو بھلا بیٹھا ہوں میں اپنا وہ حال	یادگار خواب ہے اک ارتحال[4]
میرہم زیں چار میخ چار شاخ	می جہم در مسرح جاں زیں مناخ[5]
چھوڑتا ہوں چار عنصر کی قید میں	کودتا ہوں مرغزار روح میں!
شیر آں ایام ماضی ہائے خود	می چشم از دایۂ خواب اے صمد
دکھو وہ تھا جو عہدِ ماضی میں پیا	خواب کی دایہ سے ہوں پھر پی رہا
جملہ عالم ز اختیار و ہست خود	می گریزد در سر سرمست خود
ساری دنیا اختیار و ہست سے	بھاگتی ہے خود سر سرمست سے

[1] قولہ تعالیٰ۔ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ۔ یعنی گمان کرے تو ان پر کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں۔

[2] قولہ تعالیٰ۔ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ۔ ہم ان کو سیدھی اور الٹی طرف بدلتے ہیں۔

[3] ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جانا۔ [5] اونٹوں کی فرودگاہ۔

تا مے از ہوشیاری وا رہند ۔۔۔ ننگِ خمر و بنگ بر خود می نہند

تاکہ ہو دم بھر ہوشیاری سے بچیں ۔۔۔ ننگ خمر و بنگ اپنے سر پہ لیں

جملہ دانستہ کایں ہستی فخ ست ۔۔۔ ذکر و فکرِ اختیاری دوزخ ست

جانتے ہیں سب کہ یہ ہستی ہے دام ۔۔۔ اختیاری کو فکر کا ہے دوزخ تمام

مے گریزند از خودی در بیخودی ۔۔۔ یا بمستی یا بہ شغل اے مہتدی

بے خودی سے دوڑ سوئے بیخودی ۔۔۔ شغل ہو کوئی کہ مستی ہو کوئی

نفس را زاں نیستی وا مے کشی ۔۔۔ زانکہ بے فرماں شد اندر بیہشی

نفس تیرا نیستی میں ہے اسیر ۔۔۔ بے ہشی سے ہے وہ نا فرماں پذیر

نیستی باید کہ او از حق بود ۔۔۔ تا کہ بیند اندر آں حسنِ احد

نیستی حق کی طرف سے ہے بھلی ۔۔۔ تا کہ دیکھے خوبیاں اللہ کی

لَیْسَ لِلْجِنِّ وَلَا لِلْاِنْسِ[1] اٰن ۔۔۔ تنفذوا من حبسِ اقطارِ الزمن

جن میں یا انسان میں یہ طاقت نہیں ۔۔۔ عرصۂ عالم سے نکل جائے کہیں

لَا نفوذَ اِلَّا بسلطانِ الھدیٰ ۔۔۔ من تجاویفِ السّمٰوٰت العلیٰ

ہاں مدد دے گر وہ سلطانِ ہدیٰ ۔۔۔ بھاگ نکلو، چھوڑ کر جوفِ سما

لا ھدیٰ الا بسلطان یقی ۔۔۔ من حراس الشہب روح المتقی

پھر ہدایت کون دے اُس کے سوا ۔۔۔ ہے شہابوں سے نگہبان روح کا

ہیچ کس را تا نگردد او فنا ۔۔۔ نیست رہ در بارگاہِ کبریا

کوئی بھی جب تک نہ ہو جائے فنا ۔۔۔ جا نہیں سکتا حضورِ کبریا

[1] اس آیہ شریف کی طرف اشارہ ہے۔ یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی اے جن و انسان کی جماعت تم میں استطاعت نہیں ہے کہ تم زمین و آسمان کے اطراف سے نکل جاؤ۔

ہست معراج فلک ایں نیستی	عاشقاں را مذہب و دیں نیستی!
ہیں یہ معراج فلک ایں نیستی!	عاشقوں کا مذہب و دیں نیستی
پوستیں و چارق آمد از نیاز	در طریق عشق محراب ایاز
پوستین، جوتا تھا از روئے نیاز	عشق کے مشرب میں محراب ایاز
گرچہ او خود شاہ را محبوب بود	ظاہر و باطن لطیف و خوب بود
گو کہ وہ خود شاہ کو محبوب تھا	ظاہر و باطن لطیف و خوب تھا
گشتہ بے کبر و ریا و کینہ	حسن سلطاں را رخش آئینہ
چھوڑ کر وہ کینہ و کبر و ریا	حسن سلطان کا بنا تھا آئینہ
چونکہ از ہستی خود مفقود شد	منتہائے کار او محمود شد
اپنی ہستی میں جو خود گم ہو گیا	انتہائے کار میں محمود تھا
زاں قوی تر بود تمکین ایاز	کہ ز خوف از کبر کردے احتراز
تھی قوی تر اس سے تمکین ایاز	کرتا تھا کبر و ریا سے احتراز
او مہذب گشتہ بود و آمدہ	کبر را و نفس را گردن زدہ
وہ مہذب ہو گیا تھا دیکھ لو	ترک کر کے کبر کو اور نفس کو
یا پئے تعلیم میکرد آں حیل	یا برائے حکمتے دور از علل
یا وہ حیلے از پئے تعلیم تھے	یا کوئی حکمت تھی، دور علت سے
یا کہ دید چارق زاں شد پسند	کہ نسیم نیستی ہستی ست بند
یا پسند اس واسطے جوتا کیا	کہ نسیم نیستی میں ہے بقا
تا گشاید دخمہ کاں بر نیستی ست	تا بیاید آں نسیم عیش و زیست
تا کہ کھولے نیستی کی قبر کو	تا میسر اس کو عیش زیست ہو

[1] یعنی جوتے اور پوستین کے حیلے ۔

[2] جوتے اور پوستین رکھنے کی جگہ سے مراد ہے ۔

تا نہ بندد وخمہ برایں مردگاں ! — تا بیابد بوئے عیش آں جہاں

تا نہ گور اُن مردہ لوگوں پہ ہو بند — عیش اُس عالم کا آجائے پسند

ملک و مال و اطلس ایں مرحلہ — ہست بر جان سبکرو سلسلہ

ملک و مال اور یہ لباس اور یہ مزے — قید ہیں جان سبک سیر کے لئے

سلسلۂ زریں بدید و غرہ گشت — ماند در سوراخ چاہے جاں ز دشت

دیکھ کر زنجیر زریں ہے غرور — روح کو وسعت سے کر رکھا ہے دور

صورتش جنت بمعنی دوزخے — افعی پر زہر و نقش گل رخے

ظاہری جنت، جہنم باطنی — سانپ زہریلا ہے، صورت ہے بھلی

گرچہ مومن را سقر ندہد ضرر — لیک ہم بہتر بود زانجا گذر

گو نہیں دوزخ سے مومن کو ضرر — ہے مگر اُس سے گذرنا خوب تر

گرچہ دوزخ دور دارد زاں نکال — لیک جنت بہ ورا فی کل حال

گرچہ دوزخ سے نہیں کچھ اضطرار — ہے مگر جنت ہی اچھی خوشگوار

الحذر اے ناقصاں زاں گل رخے — کو بگاہ صحبت آمد دوزخے

ناقصو! اُن گلرخوں سے الحذر — وقتِ صحبت جو ہوں مانندِ سقر

الفرار اے غافلاں زاں گلشنے — کو حقیقت بدترست از گلخنے

بھاگو اُس گلشن سے دور اے غافلو — بھاڑ سے بدتر حقیقت میں جو ہو

زینہار اے جاہلاں زاں گل شکر — کہ بسوزاند دہاں را چوں شرر

جاہلو! اُس گل شکر سے ہوشیار — جو کرے منہ کو دے جلا مثلِ شرار

چند گویم من ترا کایں انگبیں ! — زہر قتال ست زاں وری گزیں

تجھ سے میں کب تک کہوں یہ انگبیں — زہر قاتل ہے۔ بچ اس سے بالیقیں

لیک تلخ آمد ترا گفتار من — خواب مے گیرد ترا از انذار من

تلخ لگتی ہیں تجھے باتیں مری — اور ڈرانے سے ہے آتی نیند بھی

خواجہ آخر یک زماں بیدار شو
وز حیاتِ[1] خویش برخوردار شو!

خواجہ آخر اک ذرا بیدار ہو
زندگی سے اپنی برخوردار ہو

بیں روشِ بر گیر و ترکِ ریش کن
وز فنا و نیستی تفتیش کن!

دین پہ چل کر کے ترکِ ریش تو
کر فنا و نیستی کی جستجو!

ایک غلام کا آقازادی سے عشق

خواجۂ را بود ہندو بندۂ
پروریدہ کردہ او را زندۂ

ایک خواجہ کا تھا اک ہندو غلام
پال کر اُس کو کیا تھا شاد کام

علم و آدابش تمام آموختہ
در دلش شمعِ ہنر افروختہ

علم و آداب اس نے سیکھے سربسر
روشن اُس کے دل میں تھی شمعِ ہنر

پروریدہ از طفولیت بناز
در کنارِ لطفش آں اکرام ساز

پالا تھا بچپن سے اس کو ناز سے
گود میں راحت کی اُس با مہر نے

بود ہم ایں خواجہ را یک دخترے
سیم اندامے گشتے خوش گوہرے

ایک لڑکی بھی تھی خواجہ کی حسین
خوش خرام و سیم تن گوہر جبیں

چوں مراہق گشتہ دختر طالباں
بذل میکردند کابین گراں

جب ہوئی بالغ تو طالب شوق سے
مہر اس کو قیمتی دینے لگے

مے رسید از جانب ہر مہترے
بہرِ دختر دمبدم خواہش گرے

آئے ہر مہتر کی جانب سے ہزار
دمبدم اُس مہ لقا کے خواستگار

گفت خواجہ مال را نبود ثبات
روز آید شب رود واندر حیات

بولا خواجہ۔ مال کو کب ہے بقا
دن کو آئے رات کو جائے چلا

[1] یعنی محض ڈاڑھی بڑھا لینے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ روشِ اسلام پر چلا چلنے سے فائدہ ہے +

حسن صورت هم ندارد اعتبار — گر شود رخ زرد از یک زخم مار
حسن صورت کا بھی کیا ہے اعتبار — منہ پڑے پیلا جو کھائے زخم مار

سهل باشد نیز مهتر زادگی — کو بود غره بمال از سادگی
ہے یہ مہتر زادگی بھی سہل تر — سادہ لوحی سے ہے نخوت مال پر

اے بسا مهتر پسر کہ شور و شر — شد ز فعل زشت خود ننگ پدر
ہیں بہت ایسے شریفوں کے پسر — جو بُرے فعلوں سے ہیں ننگ پدر

پر هنر را نیز اگرچه شد نفیس — کم پرست و عبرتے گیر از ابلیس
پُر ہنر ہر چند ہوتا ہے بھلا — حال شیطاں ہے مگر عبرت کی جا

علم بودش چوں نبودش عشق دیں — او ندید از آدمؑ اِلّا نقش طین
علم تھا، اور تھا نہ عشق دیں مگر — نقش خاکی آدمؑ آتے تھے نظر

گرچه دانی دقت علم اے امیں — زانت نگشاید دو دیده غیب بیں
مشکلاتِ علم بے حق اے امیں — کب مگر کھلتی ہے چشم غیب بیں

او نه بیند غیر دستارے و ریش — از معرّف پرسد از بیش و کمیش
ریش و دستار اس کو آتی ہے نظر — پوچھتا ہے وہ کمی بیشی مگر

عارفا تو از معرف فارغی — خود همے بینی که نور بازغی
ہے معرّف سے تو اے عارف بری — نور روشن ذات ہے خود ہی تیرا

کار تقوی دارد و دین و صلاح — که ازو باشد بدو عالم فلاح
کام کا تقوی ہے یا دین و صلاح — جس سے ہے دین اور دنیا کی فلاح

کرد یک داماد صالح اختیار — که بد او فخر همه خیل و تبار
کر لیا داماد اک نیکو اختیار — تھا جو فخر خاندان و باوقار

پس زناں گفتند کو را مال نیست — مهتری و حسن و استقلال نیست
عورتیں بولیں کہ وہ کنگال ہے — اُس میں کب حسن اور استقلال ہے

گفت اینہا تا لیغ زد مردو دیں	بے زر او گنجے ست بالائے زمیں
بولا خواجہ یہ ہیں سب ماتحتِ دیں !	بے زری میں بھی وہ ہے گنجِ زمیں
چوں بجد تزویج دختر گشت فاش	دست پیماں و نشانی و قماش
کوششوں سے عقدِ دختر ہوگیا	سب نشانی اور چڑھاوا آچکا!
پس غلام خواجہ کاندر خانہ بود	گشت بیمار و ضعیف و زار زود
پس جو تھا خواجہ کے گھر میں وہ غلام	ہوگیا بیمار و غمگیں لاکلام
ہمچو بیمار دقے او مے گداخت	علت او را طبیبے کم شناخت
مثل مدقوقوں کے وہ گھلنے لگا	چارہ گر علت سے تھا ناآشنا
عقل مے گفتے کہ رنجش از دل است	داروئے تن در غمِ دل باطل است
عقل کہتی تھی ہے اُس کا دل ملول	بے دوا ہے تن غمِ دل میں فضول
آں غلامک دم نزد از حالِ خویش	گرچہ مے آمد ازو در سینہ ریش
حال اپنا کچھ نہ کہتا تھا غلام	گو کہ سینہ اُس کا زخمی تھا تمام
گفت خاتوں را شبے شوہر کہ تو	باز پرس اندر خلا احوالِ او
بیوی[1] سے اک رات شوہر نے کہا	پوچھ خلوت میں تو اُس کا حال جا
تو بجائے مادرے او را بود	کہ غمِ خود پیشِ تو پیدا کند
تو تو ہے ماں کی جگہ اُس کے لئے	تیرے آگے شاید اپنا غم کہے
چونکہ خاتوں کرد در گوش ایں کلام	روز دیگر رفت نزدیک غلام
جب سُنا بیوی نے شوہر کا کلام	دوسرے دن وہ گئی پیشِ غلام
آں چناں کہ مادرانِ مہرباں	نرم گردش تا ورا آمد در بیاں
مثلِ مادر اپنی مہرباں	اُس سے کی نرمی کہ کچھ کر دے بیاں

[1] یعنی خواجہ نے اپنی بیوی سے کہا ۔

هم سرش را شانه میکرد آں ستی | بادو صد مہر و دلال و دوستی
اُس کے سر میں اُس نے کنگھا بھی کیا | سو طرح پیار اور محبت سے کہا

گفت امید من از تو ایں نبود | کہ دہی دختر بہ بیگانہ عنود
بولا تجھ سے یہ توقع تو نہ تھی | دے گی غیروں کو تو اپنی لاڈلی

خواجہ زادہ ماو ما خستہ جگر | حیف نبود کو رود جائے دگر
خواجہ زادی ہے وہ ہیں خستہ جگر | حیف ہے جائے اگر اوروں کے گھر

خواست آں خاتون ز خشمے کہ کشش | کہ زند و ز بام زیر اندازدش
اس نے چاہا۔ آیا جو غصہ اُسے | مار کر کوٹھے سے نیچے پھینک دے

کو کہ باشد ہندو و مادر غرے | کہ طمع دارد ز خواجہ دخترے
ہیں! یہ قحبہ زادہ اک ہندو غلام | لے ہوس سے دختر خواجہ کا نام

گفت صبر او لی بود خود را گرفت | گفت با خواجہ کہ بشنو ایں شگفت
صبر کر کے وہ گئی خاموش ہو | اور کہا خواجہ سے، لو طرفہ سنو

ایں چنیں گستاخ خائن را ببیں | ما گماں بردہ کہ او باشد امیں
کس قدر خائن ہے یہ بدفعل غلام | ہم امیں سمجھے ہوئے تھے لاکلام

حال خود را ایں چنیں گفت او مرا | خواستم کز خشم بکشم مر ورا
حال اپنا اُس نے کچھ ایسے کہا | چاہتی تھی میں اُسے کر دوں فنا

خاتون کو خواجہ کا جواب

گفت خواجہ صبر کن او را بگو | کہ از و بر گیر و بدہ بہش بتو
بولا خواجہ، صبر کر اور کہہ دے | ہم چھڑا کر اس سے دے دیں گے تجھے

تا بمکر ایں از دلش بیروں کنم | تو تماشا کن کہ فعلش چوں کنم
بس کسی حیلے سے کر دوں گا فضول | دیکھ تو کس ڈھب سے کر دیتا ہوں دور

تو ورا خوش کن بگو میداں ست | کہ حقیقت دختر ما آن تست
اس کے خوش کرنے کو کہہ دے ماں سے | سے مری دختر یہ تیرے ہی لئے

ماندانستیم اے خوش مشتری | چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری
ہم سمجھتے تھے نہ تجھ کو مشتری | اب جو سمجھے ہیں تو ہے اولیٰ تو ہی

آتش ما ہم دریں کانون ما | لیلی آن ما و ہم مجنون ما
آگ اپنی اپنے چولھے میں رہی | یعنی لیلے بھی ہماری، قیس بھی

تا خیال و فکر چوں برمے زند | فکر شیریں مرد را فربہ کند
جب خیال و فکر ایسا و کمیں آئے | فکر شیریں مرد کو موٹا کرے

جانور فربہ شود لیک از علف | آدمی فربہ ز عزت است و شرف
جانور کی فربہی ہے گھاس سے | آدمی موٹا ہو عزت سے دے

آدمی فربہ شود از راہ گوش | جانور فربہ شود از حلق و نوش
کان کے رستے سے ہے موٹا آدمی | جانور کھانے سے موٹے ہوں سبھی

گفت آں خاتوں کزیں ننگ مہیں | خود زبانم مے بجنبید ایں چنیں
بولی عورت، ہیں یہ باتیں شرمناک | پھر زباں آنے کی کیا حرکت میں خاک

ایں چنیں ژاژی چہ خائیم بہر او | گو بمیر ایں خائن ابلیس خو
کیوں میں بیہودہ بکوں اس کے لئے | خائن و ابلیس، مرتا ہے، مرے

گفت خواجہ نے مترس و دم دہش | تا رود علت ازو زیں لطف خوش
بولا خواجہ، تو نہ ڈر، دم اس کو دے | تا مرض اس تلطف سے جاتا رہے

دفع او را دلبرا بہر من نویس | ہل کہ صحت یابد ایں باریک ریس
میرے ذمے ہے پھر اس کا دفع حال | پائے تا صحت یہ بیہودہ خیال

چوں بگفت آں خستہ را خاتون چنیں | مے نگنجید از فخر بند میں
جا کے عورت نے جو سمجھایا اسے | وہ نہ جامے میں سمایا فخر سے

فربہ و زفت آمد و سرخ و شگفت ۔۔۔ چوں گل سرخ و بہ زاراں شگفت
موٹا تازہ سرخ ہو کر کھل گیا ۔۔۔ مثل گل، اور شکر بے حد کیا

گر گہے بشگفت کاے خاتون من ۔۔۔ کہ مبادا باشد ایں افسون و فن
وہ کبھی کہتا تھا، اے بی بی سنو ۔۔۔ یہ کہیں حیلہ نہ ہو۔ افسوں نہ ہو

لیک خاتون جزم مے گفتش کہ ما ۔۔۔ در پے اینیم فارغ باش ہا
لیکن عورت اس سے کہتی تھی کہ ہم ۔۔۔ ہیں اسی تدبیر میں تو کر نہ غم

خواجہ چوں دیدش کہ سرخ و زفت گشت ۔۔۔ رفت از وے علت و آمد بگشت
خواجہ نے دیکھا جو تازہ دم اسے ۔۔۔ اور سب وہ دکھ درد اس کے مٹ گئے

او دمش دادے تبرزد و فسوس ۔۔۔ تا فزوں میشد نشاطش چوں خروس
دم دلاسوں سے کیا پھر شاد ہاں ۔۔۔ مثل مرغ اس میں بڑھا دیں مستیاں

خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے ۔۔۔ کہ ہمے سازم فرج را وصلتے
خواجہ نے پھر جمع لوگوں کو کیا ۔۔۔ اب فرج کا عقد ہے تام تھا

تا جماعت مژدہ مے دادند کال[1] ۔۔۔ کاے فرج بادت مبارک اتصال
مژدہ لوگوں نے دیا ہو کر نہال ۔۔۔ اے فرج تجھ کو مبارک ہو وصال

تا یقیں شد مر فرج را ایں سخن ۔۔۔ علت از وے رفت کلی زیخ و بن
کچھ فرج کو بھی یقیں سا ہو گیا ۔۔۔ دکھ گیا سب اور اچھا ہو گیا

بعد ازاں اندر شب عشرت لگن ۔۔۔ امرشے را بست حنا ہمچو زن
رات جب عشرت کی آئی کرکے فن ۔۔۔ لونڈے کے مہندی لگائی مثل زن

پر نگارش کرد ساعد چوں عروس ۔۔۔ ناگہاں بنمودش و دادش خروس
پھر دلہن کی طرح ہاتھوں کو رنگا ۔۔۔ مرغی دکھلا کر اسے مرغا دیا

[1] غلام کا نام ہے ۔

مقنعه و حلهٔ عروسانه نکو — کنگ امرد را بپوشانید رو

چادر اور کپڑے عروسانہ تھے ہاں — اک قوی ہیکل تھا گھونگھٹ میں نہاں

شمع را هنگام خلوت زود کشت — ماند هندو با چنان کنگ دُرشت

شمع دی جلدی سے خلوت میں بجھا — خادم اُس مرد قوی کے پاس تھا

هندوک فریاد مے کرد و فغاں — و زبروں نشنید کس از کف زناں

کر رہا ہندو تھا بس آہ و فغاں — کون سنتا بج رہی تھیں تالیاں

ضرب کف و دف و نعرهٔ مردوزن — کرد نہاں نعرهٔ آں نعره زن

تھے بجاتے تالی اور دف مرد و زن — قل میں غائب تھی فغان نعره زن

تا بروز آں هندوک را مے فشارد — چوں بود در پیش سگ انبان آرد

صبح تک اُس نے جھنجھوڑا خوب سا — جیسے کتا چیرے تھیلا آرد کا

روز آوردند طاق و بوق زفت — رسم داماد آں فرج حمام رفت

بھاری جوڑا صبح دم لایا گیا — اور فرج حمام کو رستا چلا

رفت در حمام بس رنجور جاں — کوں دریده همچو دلق تونیاں

وہ گیا حمام ۔ با صد بیکسی — کون گدڑی ریزوں کی بن گئی

آمد از حمام در کروک فسوس — پیش او بنشست دختر چوں عروس

آیا پھر خرگاہ میں حمام سے — اور دُلھن آ بیٹھی اس کے سامنے

مادرش آنجا نشسته پاسباں — کہ مبادا او کند زو امتحاں!

ماں بھی بیٹھی پاس بن کر پاسباں — وہ مبادا دن میں کر لے امتحان

ساعتے در وے نظر کرد از عناد — وا نگهاں بر هر دو دستش وہ بداد

دیکھتا کچھ دیر تک اس کو رہا — کرکے نفریں اس کو پھر دی بددعا

سلہ آ اٹھا۔

سلہ حجلۂ عروسی کو خرگاہ کہا ہے۔

گفت خود را کس مبادا اتصال — با چو تو ناخوش عروس بدخصال

ہو نہ تجھ سے کوئی نازیں وصال — اے عروس ناگوار و بدخصال!

روز زیبا چوں نکویان تنتر — کیر زفتت شب بتر از کیر خر

تو تناری جو روں کو ہے مگر — رات کو ہے کیر تیرا - کیر خر

ہر شخص اس غلام کی طرح ہے

ہمچنیں جملہ نعیم ایں جہاں — بس خوش است از دور پیش از امتحاں

ہیں یہ سب ایسی ہی لذاتِ جہاں — دُور سے بہتر ہے اِن کا امتحاں

مے نماید در نظر از دور آب — چوں روی نزدیک آں باشد سراب

دُور سے دیکھو نظر آتا ہے آب — پاس جب جاؤ تو نکلے گا سراب

گندہ پیر است او و از بس چاپلوس — خویش را جلوہ دہد چوں نو عروس

ہے یہ دُنیا اک پرانی چاپلوس — جلوہ گر ہوتی ہے مانند عروس

ہیں مشو مغرور ایں گلگونہ اش — نیش نوش آلودہ او را مچش

اس کے گلگونہ پہ تو نازش نہ کر — نیش[1] نوش آلودہ ہے، چکھنے سے ڈر

تا نیفتی چوں فرج اندر حرج — صبر کن کالصبر مفتاح الفرج

تا نہ تو مثلِ فرج ہو مبتلا — صبر کر، ہے صبر حلِ صد بلا

آشکارا واں نہ پنہاں دام او — خوش نماید اوّل لذت انعام او

جال ظاہر اس کا ہے پنہاں نہیں — اوّلاً لذت ہے اس کی بہتریں

چوں بہ پیوستی بدام اے ہوشیار — چند نالی در ندامت زار زار

اور جب تو جال میں پھنس جائے گا — پھر تو روئیگا بھی اور پچھتائے گا

[1] یعنی نیش پر نوش کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔

نام میری و وزیری و شہی — نیست الا درد و مرگ جاں دہی

یہ امیری و وزیری اور شہی — درد ہے اور موت ہے یا جاں دہی

بندہ باش و بر زمیں رو چوں سمند — چوں جنازہ نے کہ برگردن نہند

بندہ بن اور چل زمیں پر اسپ سال — چڑھ نہ کندھوں پر جنازہ کے یاں

جملہ را حمال خود خواہد کفور — بار مردم گشتہ چوں اہل قبور

ہیں سوار اوروں پہ نا شکرے ضرور — بار مردم صورت اہل قبور

بر جنازہ ہر کرا بینی بخواب — فارس منصب بود عالی رکاب

جو جنازے پہ ہو کوئی محو خواب — تو سوار اس کو سمجھ عالی رکاب

زانکہ آں تابوت بر خلق ست بار — بار بر خلقاں نہادند ایں کبار

کیونکہ وہ تابوت ہے خلقت پہ بار — بار ہیں خلقت پہ رکھتے یہ کبار

بار خود بر کس منہ بر خویش نہ — سروری را کم طلب درویش بہ

بوجھ اپنا جس طرح ہو خود اٹھا — خوب درویشی ہے۔ سرداری ہے کیا

مرکب اعناق مردم را مپائے — تا نیاید نقرست اندر دو پائے

تو نہ ہو لوگوں کی گردن پہ سوار — تا نہ پیدا درد ہو پاؤں میں یار

مرکبے را کاخرش تو وہ دہی — کہ بشہرے مانی و ویراں دہی

ہر سواری کو ہے آخر چھوڑنا — شہر بن کر کیوں ہے ویرانہ بنا

دہ دہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود — تا نیابد رخت در ویراں کشود

چھوڑ اسے، جو شہر آتا ہے نظر — تا نہ ویرانے میں ہو تیرا گذر

دہ دہش اکنوں کہ صد بستانت ہست — تا نمانی عاجز و ویراں پرست

چھوڑنا لیے ہیں باغ تیرے سیکڑوں — تا نہ تو ویران اور عاجز ہو یوں

گفت پیغمبرؐ کہ جنت از الٰہ — گر ہمے خواہی ز کس چیزے مخواہ

ہے سرورؐ، فکر ہے جنت سے اگر — تو کسی سے کچھ نہ مانگ اے بیخبر

چوں نخواہی من کفیلم مر ترا	جنت الماوا و دیدارِ خدا
میں ہوں ضامن، پھر تجھے ہوگا عطا	جنت الفردوس، دیدارِ خدا
آں صحابی زاں کفالت شد عیاں	تا یکے روزیکہ گشتہ بُد سوار
اک صحابی نے کیا جب امتحاں	تو سواری پہ وہ نکلے ناگہاں
تازیانہ از کفش افتاد راست	خود فرود آمد ز کس چیزے نخواست
ہاتھ سے کوڑا جو اُن کے گر پڑا	خود ہی اُترے اور لیا اس کو اُٹھا
آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد	داند او بے خواہشی خود میدہد
جو بُرے جانے - یہ نہیں وہ دو عطا	بے طلب دیتا ہے - وہ ہے جانتا
ور بامرِ حق بخواہی ہم رواست	آں چناں خواہش طریقِ انبیاست
امرِ حق سے مانگنا بھی ہے روا	ایسی خواہش ہے طریقِ انبیا
بد نماند چوں اشارت کرد دوست	کفر ایماں شد چو کفر از بہرِ اوست
بد کہاں، جب ہوں اشارے دوست کے	کفر ایماں ہے جو ہو اس کے لیے
ہر بدی کہ امرِ او پیش آورد	آں ز نیکی ہائے عالم بگذرد
جو بدی ہو حکم سے اُس کے میاں	بہتر ہیں اُس سے جہاں کی نیکیاں
زاں صدف گر خستہ گردد نیز پوست	دُرّ دہ کہ صد ہزاراں دُرّ دروست
اُس صدف سے ہو جو خستہ جسم بھی	چھوڑ مت - اس میں ہیں موتی لاکھوں ہی
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	سوئے شاہ و ہم مزاج باز گرد
اس سخن کی حد نہیں، پھر لوٹ جا	سوئے سلطان و مزاجِ بے وفا
باز رو در کاں چو زرِ دہ دہی	تا رہد دستانِ تو از دہ دہی
زرِ خالص کی طرح تو کان سے	تا تجھے نقلی سے چھٹکارا ملے

لہ سلطان مراد روح سے ہے - اور بدل جانے والا مزاج "نفس" کو کہا ہے۔

صورتِ بد را چو در دل رہ دہند	از ندامت آخرش ہم رہ دہند
صورتِ بد کو جو دل میں راہ دیں	ترک پھر اس کو ندامت سے کریں
دزد را چوں قطع تلخی مے دہد	ذوقِ دزدی را چو زاں رہ میدہد
ہاتھ کٹنے کا جو دکھ ہو چور کو	ذوق سے چوری کے کیوں تائب نہ ہو
دیدہ دہ دادن از دستِ حزیں	دہ بدادن زیں بریدہ دست ہیں
ہاتھ سے دیتے ہوئے دیکھا دے	اب کٹے ہاتھوں سے دُنیا دیکھ لے
ہمچنیں قلاب و خوفی و لوند	وقتِ تلخی عیش را رہ میدہند
بس یونہی خوفی و قلاباز و ور برے	وقتِ تلخی عیش کے تارک ہوئے
توبہ مے آرند ہم پروانہ وار	باز نسیاں میکشدشاں سوئے کار
توبہ گو کرتے ہیں وہ پروانہ وار	بھول کر کرتے ہیں پھر کام اختیار
ہمچو پروانہ ز دور آں نار را	نورِ دیدہ بستہ آں سو بار را
دُور سے پروانوں نے دیکھی جو نار	نور جانا اور ہوئے اُس پہ نثار
چوں بیامد سوخت پرش وا گریخت	باز چوں طفلاں فتاد و طمع ریخت
جب گرے اور پر جلے بھاگے کہیں	پھر گرے طفلانہ رو دھو کر وہیں
بار دیگر بر گمان و طمعِ سود	خویش را زد بر لہیبِ شمع زود
حرص اور لالچ میں پڑ کر بے گماں	شمع کے شعلوں پہ گرتے ہیں وہاں
بار دیگر سوخت پر واپس بجست	باز کردش حرص دل اعمی و مست
لوٹ جاتے ہیں، جو پھر جلتے ہیں پر	حرص پھر کرتی ہے مست و بے خبر
آں زماں کز سوختن وا مے جہد	ہمچو ہندو شمع را رہ میدہد
جلتے جلتے پھر جو بچتا ہے وہ خام	چھوڑتا ہے شمع کو مثلِ غلام
کاے رخت تاباں چو شمع دلفروز	وے بہ صحبت کاذب و مغرور سوز
تیرا رخ تو شمع ساں ہے دلفروز	صحبت کاذب مگر ہے مغرور سوز

سلہ بچے کو گرنے کا صدمہ ہو جاتا ہے کہ اپنے بچنے ہیں کر دیکھو [illegible] گیا ہے۔

بازار زیادش رود تو بہ وانین ۔ گا وھن الرحمٰن کید الکافرین[1]

ٹال دو توبہ کو پھر ہے بھولتا ۔ کید کافر سست کرتا ہے خدا

کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ کی تفسیر

کُلَّمَا ھُمْ اَوْقَدُوْا نَارًا لوغی ۔ اَطْفَاھَا اللّٰہُ نَارَھُمْ حَتّٰی انطفا[2]

آگ جب روشن لڑائی کی ہوئی ۔ تو اسے حق نے بجھایا ۔ بجھ گئی

عزم کردہ کہ دلا اینجا مانیست ۔ گشتہ ناسی عزم زاں عزمم نیست

عزم کرتے ہیں ۔ دل رک اس جگہ یہاں ۔ بھولتے ہیں ۔ عزم صادق ہے کہاں

چوں نبودش تخم صدقے کاشتہ ۔ حق براں نسیان او بگماشتہ

راستی کا بیج جب بویا نہ تھا ۔ حق نے اُن پہ بھول کو غالب کیا

گرچہ برآتش زنہ دل میزند ۔ آں ستارہ اش را کفِ گل میزند

دل تو ہے ٹوٹا ہوا چقماق ہے ۔ وہ بجھائے آگ کو اُس کی گر

ایک خواجہ اور ایک چور

رفت دزدے شب بخانہ یک بزرگ ۔ از رہ پنہاں درآمد ہمچو گرگ

چور اک شب کو کسی کے گھر گیا ۔ راہ پوشیدہ سے جیسے بھیڑیا

سرقہ بشنید شب آں معتمد ۔ برگرفت آتش زنہ کاتش زند

کھٹکے کی جب صدا اُس نے سنی ۔ روشنی کو خواجہ نے چقماق دی

---

[1] قولہ تعالیٰ:۔ وَاَنَّ اللّٰہَ مُوْھِنُ کَیْدِ الْکَافِرِیْنَ ۔ یعنی تحقیق اللہ کافروں کے مکر کو خوار اور سست کر دیتا ہے ۔

[2] قولہ تعالیٰ:۔ کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَھَا اللّٰہُ ۔ یعنی جب کبھی انہوں نے لڑائی کی آگ بھڑکائی ۔ اللہ نے بجھا دی ۔

می‌زد آتش بہرِ شمع افروختن	تا سرِ آواز را بیند علن !
آگ بہرِ شمع تھا وہ جھاڑتا	تا بچا لے چور کی آواز کا
دزد آمد در زماں پیشش نشست	چوں گرفتے سوختہ کردیش پست
چور بیٹھا آکے اس کے سامنے	سوختے کو تاکہ اس کے گل کرے
می‌نہاد آنجا سرِ انگشت را	تا شود استارہ آتش فنا
رکھ دیا اُس جا پہ انگلی کا سرا	جس سے نکلے ہی نہ شعلہ آگ کا
تر بہے کرد او سرِ انگشت را	زاصبع آں استارہ را کردے فنا
تر وہ کر لیتا تھا انگلی کا سرا	اس سے کرتا تھا وہ شعلے کو فنا
خواجہ مے پنداشت کو خود میرد	ایں نمے دید آں کہ دزدش میرد
خواجہ سمجھا بجھ رہی ہے آپ سے	یہ نہ سمجھا۔ ہے بجھاتا چور اُسے
خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بود	مے مُرد استارہ از تریش زود
خواجہ سمجھا۔ سوختہ شاید ہے تر	روشنی پر اس تری کا ہے اثر
بسکہ ظلمت بود و تاریکی ز پیش	مے ندید آتش کشے را نزدِ خویش
تھی جو ظلمت اور تاریکی بڑی	کچھ خبر گل کرنے والے کی نہ تھی
ایں چنیں آتش کشے اندر دلش	دیدہ کافر نہ بیند از عمش
ایسا آتش کش ہے دل میں بھی نہاں	جو نہیں ہے اندھے کافر پہ عیاں
چوں نمے داند دلِ دانندۂ	ہست با گردندہ گردانندۂ
جانتا آگاہ دل ہے واقعی	پھرنے والے کو پھراتا ہے کوئی
چوں نمے گوئی کہ روز و شب بخود	بے خداوندے کے آید کے رود
کیوں نہیں کہتا کہ یہ دن اور رات	کیونکر آتے جاتے ہیں بے حکمِ ذات
گردِ معقولات مے گردی ببیں	ایں چنیں بے عقلی خود اے مہیں
گرد معقولات کو پھرتا ہے دیکھ	اپنی بے عقلی پہ کیوں بھولا ہے دیکھ

خانہ با بنّا بود معقول تر · یا کہ بے بنّا بگو اے بے ہنر
گھر بنے معمار سے معقول تر · یا کہ بے معمار۔ بول اے بے ہنر

خانۂ با ایں بزرگی و وقار · کے بود بے اوستادے خوبکار
ایک گھر اتنا بلند و با وقار · ہوگا بے استاد کیونکر پائدار

خط با کاتب بود معقول تر · یا کہ بے کاتب بیندیش اے پسر
خط تو ہے کاتب ہی سے معقول تر · یا کہ بے کاتب! ذرا سوچ اے پسر

جیم گوش و عین چشم و میم فم[1] · چوں بود بے کاتبے اے متّہم
میم منہ کا۔ جیم گوش، عین آنکھ کا · کیسے بے کاتب کے ہے لکھا گیا

شمع روشن بے زگیرانندۂ · یا بگیرانندۂ دانندۂ!
شمع گیرانندہ سے روشن ہوئی · یا بغیر اس کے۔ سمجھ تو اے اخی

صنعت خوب از کف شل ضریر · باشد اولیٰ یا ز گیرائے بصیر
ہے کسی مفلوج اندھے کا یہ کام · یا کسی روشن دل کا ہے یہ اہتمام

پس چو دانستی کہ قہرت میکنند · بر سرت دبوس محنت مے زنند
پس جو تجھ کو قہر کا احساس ہے · گرز محنت سے اگر پڑے یاس ہے

پس بکن دفعش چو نمرودے بجنگ · سوئے او کش در ہوا تیر خدنگ
مثل نمرود اس سے لڑ کر دفع کر · تیر پھینک اس کی طرف با شور و شر

ہمچو آں قوم مغل بر آسماں · تیر اندازید بہر نزع جاں
صورت قوم مغل، تا آسماں · تیر پھینکو اس کی لے اس طرح جاں

یا گریز از وے اگر تانی برو · چوں روی چوں در کف اوئی گرو
بھاگ سکتا ہے تو اس سے بھاگ جا · ہاتھ میں اس کے ہے تو بھاگے کا کیا

[1] یعنی منہ شکل میم کے ہے اور کان شکل جیم کے ہے اور آنکھ شکل عین کے ہے۔ تو آخر یہ حروف بغیر لکھے صحیفۂ جسم کو کس طرح نمایاں ہو گئے ۱۲ منہ جلالے ۱۲

در علام بودی نرستی از کفش ‏ ‏ از کفِ وچوں ماہی اے دستِ خوش

تو علام میں بھی اُسی کا تھا اسیر ‏ ‏ ہاتھ سے اُس کے نہ ہوگا راہ گیر

آرزو جستن بود بگریختن ‏ ‏ پیشِ عدلش خونِ تقویٰ ریختن

آرزو کا ڈھونڈنا ہے بھاگنا ‏ ‏ خونِ تقویٰ پیشِ عدل گیرنا

ایں جہاں دام ست و دانش آرزو ‏ ‏ در گریز از دامہائے آرزو

یہ جہاں ہے دام دانہ آرزو ‏ ‏ حرص کے دانوں سے فوراً بھاگ تو

چوں چنیں رفتی بدیدی صد کشاد ‏ ‏ چوں شدی در ضدِ آں دیدی فساد

جب چلے گا یوں تو پائے گا مراد ‏ ‏ پڑ گیا ضد میں، تو دیکھے گا فساد

چوں شدی ز ضد بدانی ضدِ آں ‏ ‏ ضد را از ضد شناسد اے جواں

ضد میں چل کر رنگِ ضد ہوگا عیاں ‏ ‏ ضد سے ضد پہچانتے ہیں اے جواں

پس پیمبر گفت استفت القلوب ‏ ‏ گرچہ مفتی شاں بروں گوید خطوب

قول پیمبر ہے، دل سے رائے لے ‏ ‏ گو کہ مفتی کیسے ہی خطبے پڑھے

حدیث استفت قلبک[1] کا بیان

گفتہ است استفت قلبک آں رسول ‏ ‏ گرچہ مفتی بروں گوید فضول!

کہتے ہیں لے دل سے فتویٰ۔ مصطفٰے ‏ ‏ گو کہے بیہودہ بھی مفتی تو کیا

آرزو بگذار تا رحم آیدش ‏ ‏ آزمودم کایں چنیں میبایدش

آرزو چھوڑے تو رحم آئے اُسے ‏ ‏ کر چکا ہوں امتحاں یہ چاہئے

چوں نتانی جست پس خدمت کنش ‏ ‏ تا روی از حبس او در گلشنش!

ڈھونڈ سکتا گر نہیں، خدمت ہی کر ‏ ‏ تا کہ ہو زنداں سے گلشن میں گذر

[1] استفت قلبک و ان افتاک المفتون۔ یعنی اپنے دل سے فتویٰ لے۔ اگرچہ مفتی کیسا ہی فضول فتویٰ دے۔

دمبدم چوں تو مراقب مے شوی — داد مے بینی ز داور اے غوی
جب توجہ تو کرے گا دمبدم — دیکھے گا اس کے الطاف و کرم

ور ببندی چشم خود را احتجاب — کار خود را کے گزارد آفتاب
اور اگر آنکھوں پہ ڈالے گا حجاب — کام چھوڑے گا نہ اپنا آفتاب

بازداں سوئے ایاز و رتبتش — واں فضیلت کز کمال رفعتش
کر ایاز اور اس کے رتبے کا بیاں — وہ فضیلت جس سے رفعت تھی عیاں

ایاز اور محمود

چوں امیراں از حسد جوشاں شدند — عاقبت بر شاہ خود طعنہ زدند
جب امیروں کو ہوا جوشِ حسد — شاہ کو دینے لگے طعنے وہ بد

کایں ایاز تو ندارد سی خرد — جامگی سی امیر او چوں برد
جب نہ عقلیں تیس ایاز اپنی رکھے — تیس امیروں کا وظیفہ کیوں لے

شاہ بیروں رفت با آں سی امیر — سوئے صحرا و کہستاں صید گیر
لیکے ہمراہ تیس امیر انجام کار — شاہ صحرا کو گیا بہر شکار

کاروانے دید از دور آں ملک — گفت میرے را کہ رو اے مؤتفک
دیکھا شہ نے دور سے اک قافلہ — اک امیر بدگماں سے یوں کہا

رو بپرس آں کارواں را بر رصد — کز کدامیں شہر اندر مے رسد
جائے یہ اس قافلے سے پوچھ لے — وہ ادھر وارد ہوا کس شہر سے

رفت و پرسید و بیامد کہ ز رے — گفت عزمش تا کجا درماند وے
وہ گیا۔ آیا۔ کہا۔ رے سے تھا — پوچھا "جائیگا کہاں!" وہ چپ رہا

دیگرے را گفت رو اے بوالعلا — باز پرس از کارواں کہ تا کجا
بھیجا اور اک آدمی۔ ہاں اے جواں — قافلے سے پوچھ "جائیگا" کہاں

رفت و آمد گفت تا سوئے یمین

وہ گیا، آیا۔ کہا "سوئے یمین"

گفت رختش چیست ہاں اے مؤتمن

پوچھا کیا سامان ہے ہمرہ۔ کر سخن؟

ماند حیراں گفت با میرے دگر

تھا وہ حیراں، تیسرا بھیجا امیر

کہ برو وا پرس رخت آں نفر

دیکھ کیا لائے ہیں ساماں راہ گیر

باز آمد گفت از ہر جنس ہست

"ہے ہر اک جنس" اُس نے آکر کہہ دیا

اغلب آں کاسہائے راز لیست

ہیں مگر رَے کے پیالے کچھ سوا

گفت کے بیروں شدند از شہرِ رَے

پوچھا یہ رَے سے ادھر کب تھے چلے

ماند حیراں آں امیرِ سست پے

تھا تحیّر میں امیر۔ اب کیا کہے

آں دگر را گفت رو وا پرس ہاں

چوتھے کو بھیجا کہ جا کر پوچھ ہاں

تا کہ کے بودہ است نقلِ کارواں

کب ہوا ہے رَے سے نقلِ کارواں

بازگشت و گفت ہفتم از رجب

لوٹا اور کہنے لگا ہفتم رجب

گفت قدرے چیست تسعیر العجب

پوچھا شہ نے نرخ کیا ہے رَے میں اب

چوں نمی دانست دیگر دم نزد

چونکہ وہ واقف نہ تھا بس چپ ہوا

شہ فرستاد آں دگر را زاں جلد

انمیں سے اک اور پھر بھیجا گیا

ہمچنیں تا سی امیر و بیشتر

اس طرح وہ تیس امیر بے ہنر

سست رائے و ناقص اندر کرّ و فر

عقل میں ناقص رہے بے کرّ و فر

ہر یکے رفتند بہر یک سوال

سب نے جا جا کر کیا بس اک سوال

ناقص و عاجز ز ادراکِ کمال

کیونکہ تھا کمزور اُن سب کا کمال

گفت امیراں را کہ من روزے جدا

بولا شہ اک دن الگ ہوں میں نے چُنا

امتحاں کردم ایازِ خویش را

امتحاں اپنے ایاز چُست کا

کہ بپرس آں کارواں را کز کجاست

پوچھا تھا آیا کہاں سے قافلہ

او برفت و جملہ را پرسید راست

وہ گیا اور آکے سب کچھ کہہ دیا

بے وصیلت بے بشارت یک بیک ۔۔۔ حال شاں دریافت بے ریب و شک

بے کہے اور بے سنے خود یک بیک ۔۔۔ پر جو آیا حال سب بے ریب و شک

ہر چہ زیں سی میر اندر سی مقام ۔۔۔ کشف شد زو آں بیک دم شد تمام

تیس امیروں سے جو تیس بار ۔۔۔ کر دیا دم بھر میں اُس نے آشکار

پس بگفتندش امیراں کایں فن ست ۔۔۔ از عنایتہاست کار جہد نیست

پس امیروں نے کہا یہ بھی ہے فن ۔۔۔ جہد کب ہے یہ ہے فضل ذو المنن

قسمت حق ست مہ را روئے نغز ۔۔۔ داوہ بخت ست گل را بوئے مغز

چاند کو چہرہ حسیں قسمت کیا ۔۔۔ ہے وہی پھولوں کو خوشبو بخشتا

بلکہ سلطاں چوں عنایت میکند ۔۔۔ از تفاخر خیمہ بر مہ مے زند

اور جس پہ عنایت شاہ کی ۔۔۔ ہو عطا اس کو بلندی ماہ کی

گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد ۔۔۔ ریع تقصیر است و دخل اجتہاد

بولا شہ ہے نفس سے گویا مراد ۔۔۔ نقص کا محصول ۔ دخل ۱؎ اجتہاد

ورنہ آدم کے بگفتے با خدا ۔۔۔ رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا!

ورنہ آدمؑ کیوں یہ کہتے اے خدا ۔۔۔ ظلم ہم نے اپنے نفسوں پہ کیا

خود بگفتے کایں گناہ از نفس بود ۔۔۔ چوں قضا ایں بود جرم ما چہ سود

یوں جو کہتے یہ گناہ نفس تھا ۔۔۔ حکم جب یوں تھا تو کیا اپنی خطا

ہمچو ابلیسے کہ گفت اَغْوَیْتَنِی ۔۔۔ تو شکستی جام و ما را مے زنی

تھا کلام اَغْوَیْتَنِی ۲؎ ابلیس کا ۔۔۔ جام توڑے آپ ، ہم کو دے سزا

بل قضا حق ست و جہد بندہ حق ۔۔۔ ہیں مباش اعور چو ابلیس خلق

حکم حق بر حق ہے سعی خلق بھی ۔۔۔ ہو نہ کانا ۳؎ مثل شیطاں اے غوی

۱؎ آمدنی ۔ مطلب یہ کہ سرشت و فطرت کا قصور ہے ۲؎ تو نے مجھ کو بہکا دیا ۔ ۳؎ یعنی تصویر کا ایک ہی رُخ نہ دیکھو بلکہ دونوں آنکھیں کھول کے دونوں پہلوؤں پہ غور کرو ۔

در تردد ماندہ ایم اندر دو کار	این تردد کے بود بے اختیار
ہم دو عملوں میں تردد سے پڑے	بے تردد اختیار اپنے ہی سے
این کنم یا آں کنم خود کے شود	چوں دو دست و پائے او بستہ شود
یہ کروں یا وہ کروں، ہو آپ کب	دست و پا بستہ تردد کے ہوں جب
ہیچ باشد این تردد بر سرم	کہ روم در بحر یا بالا پرم
یہ تردد کب ہوا اے ذو فنوں	گر پڑوں دریا میں، یا اوپر اڑوں
این تردد ہست کہ موصل روم	یا برائے سحر تا بابل روم
یہ تردد ہے کہ موصل جاؤں میں!	یا برائے سحر بابل جاؤں میں
پس تردد را بباید قدرتے	ورنہ آں خندہ بود بر سبلتے
پس تردد میں بھی قوت چاہئے	ورنہ ہے تضحیک مونچھوں کے لئے
بر قضا کم نہ بہانہ اے جواں	جرم خود را چہ نہی بر دیگراں
حکم حق کا لے نہ حیلہ اے جواں	رکھ قصور اپنا نہ اوروں پہ یہاں
خوں کند زید و قصاص او بہ عمرو	مے خورد عمرو و بر احمد حدِّ خمر
خوں کرے زید اور پھر بدلے عمرو	مے پئے عمرو اور لگے پہ [1] حدِّ خمر
گرد خود برگرد و جرم خود ببیں	جنبش از خود بیں تو از سایہ مبیں
غور کر اپنے پہ۔ دیکھ اپنی خطا	جنبشیں تجھ میں ہی سائے میں ہیں کیا
کہ نخواہد شد غلط پاداش میر	خصم را مے داند آں میر بصیر
ہو نہیں سکتی غلط پاداش میر [2]	جانتا ہے دشمنوں کو وہ بصیر
تو عسل خوردی نیاید تب بغیر	مزد روز تو نیاید شب بغیر
شہد تو کھائے۔ ہو تپ اوروں کو کیا	دن کی اجرت رات کو بھی پائے گا

[1] شراب کی قانونی سزا۔

[2] خداوند تعالیٰ سے مراد ہے۔

تو چہ کردی جہد کاں با تو نگشت — تو چہ کاریدی کہ نامد ریع کشت
تو نے کیا قرض نہ پایا سعی کا — کب نہ محصول اپنی کھیتی کا ملا

فعل تو کاں زاید از جان و تنت — ہمچو فرزندے بگیرد دامنت
فعل جو کچھ جان و تن سے ہیں کئے — مثل بچوں کے ہیں دامن کش ترے

فعل را در غیر صورت مے کنند — فعل دزدی را بدارے مے زنند
فعل کی صورت بدل جاتی ہے یار — فعل دزدی کو بنا دیتے ہیں دار

دار کے ماند بدزدی لیک آں — ہست تصویر خدائے غیب داں
دار چوری سے مشابہ گو نہیں — ہے وہ اک تصویر رب العالمین

در دل شحنہ چو حق الہام داد — کایں چنیں صورت بسازاں زیں داد[2]
حق نے یہ الہام شحنہ کو کیا — ایسی صورت داد دینے کو بنا

تا تو عالم باشی و عادل قضا — نامناسب چوں دہد داور سزا
تا کہ تو عالم ہو اور عادل قضا — کب خدا دیتا ہے ناموزوں سزا

چونکہ حاکم ایں کند اندر گزیں — چوں کند حکم احکم ایں حاکمیں
حاکموں میں یہ تناسب ہے یہاں — کیا کرے گا حاکموں کا حکمراں[1]

چوں بکاری جو نروید غیر جو — قرض تو کردی کہ مے خواہی گرو
جو اگر بوئے گا تو کاٹے گا جو — قرض کرکے کس سے لیتا ہے گرو

جرم خود را بر کسے دیگر منہ — گوش و ہوش خود بریں پاداش دہ
جرم اپنا تو نہ رکھ غیروں کے سر — ہوشیار اپنی سزا پہ غور کر

جرم بر خود نہ کہ تو خود کاشتی — با جزا و عدل حق کن آشتی
تو نے بویا، جرم نے خود اپنے سر — اور جزا و عدل حق سے صلح کر

؎ یعنی احکم الحاکمین خداوند تعالیٰ مطلب یہ کہ اس کی سزاؤں میں کیسی کچھ مناسبت نہ ہوگی ۔ ؎ زدر ہین ۔

رنج را باشد سبب بد کردنے ۔ بد ز فعل خود شناس از بخت نے
رنج بدیوں کا سبب ہے بالیقیں ۔ ہے برائی تجھ سے قسمت سے نہیں

آں نظر بر بخت چشم احول کند ۔ قلب را کہدانی و کاہل کند
آنکھ قسمت پہ پڑے احول بنے ۔ قلب کو تیرے وہی کاہل کرے

متہم کن نفس خود را اے فتے ۔ متہم کم کن جزاے عدل را
متہم کر نفس کو تو اے پسر ۔ اور نہ رکھ تہمت جزاے عدل پہ

توبہ کن مردانہ سر آور بہ رہ ۔ کہ فمن یعمل بمثقال یرہ[1]
توبہ کر مردانگی کی راہ چل ۔ دیکھے وہ۔ کوئی کرے جیسا عمل

در فسون نفس کم شو غرہ ۔ کافتاب حق نپوشد ذرہ
تو فریب نفس پہ کم ناز کر ۔ ذرہ سورج سے نہیں چھپتا پسر

ہست آں ذرات جسمی اے مفید ۔ پیش ایں خورشید جسمانی پدید
جیسے یہ ذرات جسمی ظاہری ۔ جسم کے خورشید پہ ہیں منجلی!

ہست ذرات خواطر و افتکار ۔ پیش خورشید حقائق آشکار
یوں ہی ذرے خاطر و افکار کے ۔ پیش خورشید حقیقت ہیں کھلے

پیش حق پیدا و پیش تو نہاں ۔ سر غیب ست ایں مکن فکرے دراں
حق پہ ظاہر ہے۔ مگر تجھ سے نہاں ۔ فکر مت کر۔ یہ ہے راز غیب ہاں

شکاری اور پرندہ

رفت مرغے در میان لالہ زار ۔ بود آنجا دام از بہر شکار
جب گیا اک مرغ سوئے لالہ زار ۔ جال تھا پھیلا وہاں بہر شکار

[1] قولہ تعالیٰ:۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ
یعنی جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا۔ وہ اسے دیکھے گا اور جو ذرہ برابر بھی بدی کریگا۔ وہ اُسے بھی دیکھے گا۔

دانۂ چندے نہادہ بر زمیں | واں صیاد آنجا نشستہ در کمیں
دانے تھوڑے سے زمیں پر تھے پڑے | گھات میں صیاد تھا اُس دام کے

خویش را پیچیدہ در برگ و گیاہ | وز گل و لالہ ورا بر سر کلاہ
گھاس پتے جسم پر باندھے ہوئے | سر پہ پھولوں کی کلہ رکھے ہوئے

در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ | تا در افتد صید بیچارہ ز راہ
گھات میں وہ کر رہا تھا انتظار | راستے سے گر پڑے کوئی شکار

مرغک آمد سوئے او از ناشناخت | پس طوافے کرد و سوئے مرد تاخت
اک پرندہ آیا نہ پہچانا اُسے | چو طرف پھر کر کہا اُس مرد سے

گفت او را کیستی اے سبز پوش | در بیاباں در میان ایں وحوش
کون ہے اے سبز پوش اتنا بتا | وحشیوں کے بیچ میں کیونکر آ گیا

گفت مردے زاہدم من منقطع! | با گیاہ و برگ اینجا مقتنع!
بولا وہ اک تارک دنیا ہوں میں | پھول پتوں پہ گزر کرتا ہوں میں

زہد و تقوی را گزیدہ دین و کیش | زانکہ مے بینم اجل را پیش خویش
زہد و تقویٰ ہے فقط مشرب مرا | سامنے ہوں میں قضا کو دیکھتا

مرگ ہمسایہ مرا واعظ شدہ | کسب و دکان مرا برہم زدہ
مرگ ہمسایہ سے عبرت میں نے لی | سب کمائی اور دکاں چھوڑ دی

چوں بآخر فرد خواہم ماندن | خو نباید کرد با ہر مرد و زن
جب ہے تنہائی مرا انجام کار | مرد و زن سے کیوں رکھوں میں کاروبار

روئے خواہم کرد آخر در لحد | آں بہ آید کہ کنم خو با احد
گور میں آخر میں اک دن جاؤں گا | خوب ہے ہو جاؤں کا خوگیر خدا

چوں زنخ را بست خواہید اے صنم | آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم
جبکہ ٹھوڑی میری باندھی جائے گی | اب نہ پھر بیہودہ سرائی ہے مری

اے بزر بفت و کمر آموختہ — آخر ستت جامہ نا دوختہ

ایک ہے زربفت سے آراستا — ملتے کو آخر کفن سے بے سِلا

رو بخاک آریم کز وے رستہ ایم — دل چرا در بیوفایاں بستہ ایم

خاک سے راغب ہوں، جس سے ہم بنے — بے وفاؤں سے ہیں ناحق دل لگے

جد و خویشاں ماں قدیمی چار طبع — ما بخویش عاریت بستیم طمع

جد ہمارے چار عنصر ہیں قدیم ! — عارضی خویشوں کے ہم کیوں ہیں ندیم

سالہا ہمصحبتی و ہمدمی ! — با عناصر داشت جسم آدمی

ہم نشین و یار صحبت سالہا ! — جسم انساں ان عناصر سے رہا

روح او خود از نفوس و از عقول — روح اصل خویش را کردہ نکول

روح آئی تھی نفوس[1] و عقل سے — کر لیا اعراض اپنی اصل سے

از نفوس و از عقول با صفا — نامہ مے آید بجاں کاے بیوفا

اُن نفوس و عقل سے اب آ رہا — آ رہے ہیں خطے، کہ جان بے وفا

یارگان پنج روزہ یافتی — روز یاران کہن بر تافتی

پنج روزہ یار تجھ کو کیا ملے — رُخ ترے یاران کہنہ سے پھرے

کودکاں گرچہ کہ در بازی خوشند — شب کشاں کشاں سوئے خانہ مے کشند

کھیل بچوں کو گوارا ہو تو ہو — لوٹتے ہیں گھر کی جانب رات کو

شد برہنہ وقت بازی طفل خرد — دزد ناگاہش قبا و کفش برد

کھیل میں بچہ برہنہ ہو گیا — چور جوتا اور کپڑے لے اُڑا

آنچناں گرم او ببازی در فتاد — کاں کلاہ و پیرہن رفتش زیاد

کھیل میں اس درجہ وہ مصروف تھا — ٹوپی کرتا بھی نہ یاد اُس کو رہا

[1] یعنی انفاس قدسیہ اور فرشتوں سے ۔

شب شد و بازی او شد بے مدد	زو نداری کہ سوئے خانہ رود
رات آئی ختم بازی ہو گئی	جانے کس منہ سے وہ اپنے گھر گئی
نے شنیدی انما الدنیا لعب	باد و ادی رخت و گشتی مرتعب
"کھیل ہے دنیا" نہیں کیا یہ سنا	تو ہے غمگیں اور ساماں لٹ گیا
پیش از آں کہ شب شود جامہ بجو	روز را ضائع مکن در گفتگو!
رات سے پہلے ہی ساماں ڈھونڈ لے	دن کو ضائع گفتگو میں کیوں کرے
من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام	خلق را من دزد جامہ دیدہ ام
کی تو ہے یوں صحرا میں خلوت اختیار	چور ہے کپڑوں کی خلقت بیشمار
نیم عمر از آرزوئے دلستاں	نیم عمر از غصہ ہائے دشمناں
عمر آدھی عشق دلبر میں کٹی	دشمنوں کے غم میں آدھی صرف کی
جبہ را برد آں کلہ را ایں ببرد	غرق بازی گشتہ ما چوں طفل خرد
وہ تو سر سے لے گئی اور یہ کلاہ	کھیل میں ہم مثل طفلاں تھے تباہ
نک شبانگاہ اجل نزدیک شد	خل ہذا اللعب بسک لا تعد
اب شبانگاہ اجل ہے سامنے	چھوڑ دے یہ کھیل تا فرصت ملے
ہیں سوار توبہ شو و دزد رس	جامہا از دزد بستاں بازپس
ہو سوار توبہ - اور جا چور تک	کپڑے واپس چور سے لے یک بیک
مرکب توبہ عجائب مرکب ست	بر فلک تازد بیک لحظہ ز پست
مرکب توبہ سواری ہے عجیب	پہنچے اک لحظہ میں گردوں کے قریب
لیک مرکب را نگہ میدار از آں	کو بدزدید آں قبایت نا گہاں
ہاں سواری کو مگر اس سے بچا	جو چرا کر تیرے کپڑے لے گیا

لہ وہی صیاد گل پوش کہہ رہا ہے ۔

تا نزدد مرکبت را نیز هم — پاس دار ایں مرکبت را و مهم
وہ سواری بھی چرا کر لے نہ جائے — کر سواری کی حفاظت۔ مان لائے

ایک مرد اور ایک چور

آں یکے قچ داشت از پس میکشید — دزد قچ را برد و حبلش را برید
مینڈھا پیچھے باندھا تھا اک شخص نے — لے گیا چور اس کی رسّی کاٹ کے

چونکہ آگہ شد دوان شد چپ و راست — تا بیابد کاں قچ بردہ کجاست
جب ہوا معلوم، تھا ہر سو دواں — تا کرے دریافت۔ مینڈھا ہے کہاں

بر سر چاہے بدید آں دزد را — در فغان و گریہ و وا ویلتا
چور وہ اک چاہ پہ بیٹھا مِلا — رونے چلانے میں پایا مبتلا

گفت نالاں از چہ اے اوستاد — گفت همیان زرم در چہ فتاد
پوچھا رونے کی ہے کوئی وجہ بھی — بولا ہمیانی کنوئیں میں گر پڑی

گر توانی در روی بیروں کشی — خمس بدهم مر ترا با دل خوشی
تو اگر دے آکے باہر کھینچ کے — پانچواں حصّہ خوشی سے دوں تجھے

هست در همیان من پانصد درم — گر کنی با من چنیں لطف و کرم
پان سو تھیلی میں رکھے ہیں درم — تو اگر مجھ پہ کرے لطف و کرم

صد درم بدهم ترا حالے بدست — گفت با خود کایں بہائے دہ قچ ست
سو درم تجھ کو ابھی دیدوں یہیں — تھی یہ دس مینڈھوں کی قیمت بالیقیں

گر درے بربستہ شد صد در کشاد — گر قچے شد در عوض اشتر بداد
بند گر اک در ہوا سو در کھلے! — اونٹ مینڈھے کے عوض پہنچا مجھے

جامہ ہا بر کند و اندر چاہ رفت — جامہا را هم ببرد آں دزد تفت
چھوڑے کپڑے۔ چاہ کے اندر گیا — چور وہ کپڑے بھی لے کر چل دیا

حازمے باید کہ رہ تا دہ برد — حزم نبود طمع وطاعون آورد

ہوشیاری ہی سے طے ہو راستہ — ہو نہ ہشیاری تو ہے حرص وبا

آں یکے وزدیست فتنہ سیرتے — چوں خیال او را بہ ہر دم صورتے

فتنہ سیرت چور ہے یہ حرص بھی — شکل ہے مثل خیال اس کی نئی

کس نداند مکر او الا خدا — در خدا بگریز و وا رہ زیں دغا

مکر اُس کا ہے خدا ہی جانتا — مکر سے بھاگ اور پناہ حق میں جا

پرندہ اور شکاری کا مناظرہ

مرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست — دین احمد را ترہب نیک نیست

مرغ بولا خواجہ خلوت ترک کر — دین احمد میں ترہب[1] ہے بتر

از ترہب نہی فرمود آں رسول — بدعتے چوں برگرفتی اے فضول

منع کرتے ہیں ترہب سے رسول — کیوں گوارا تو نے بدعت کی فضول

جمعہ شرط است و جماعت در نماز — امر معروف وز منکر احتراز

ہے جماعت جمعہ مشروط نماز — حکم ہاں اور منع سے کر احتراز

رنج بد خویاں کشیدن زیر صبر — منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر

غم بروں کے جھیلنا، پھر اس پہ صبر — نفع دنیا بھر کو دینا مثل ابر

خیر ناس ان ینفع الناس اے پدر — گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر

وہ ہے بہتر جو ہو نافع خلق کا — گر نہیں پتھر تو ڈھیلا کیوں بنا

درمیان امت مرحوم باش — سنت احمد مہل محکوم باش

درمیان امت مرحوم رہ! — ترک سنت کو نہ کر، محکوم رہ

[1] دنیا چھوڑ دینا۔

چوں جماعت رحمت آمد اے پسر — جہد کن کز رحمت آری تاج سر
جب جماعت ایک رحمت ہے پسر — کوششیں کرتا ہو رحمت تاج سر

در جوابش گفت صیادِ عیار — نیست مطلق ایں کہ گفتی ہوشدار
یوں جواب اس کا دیا صیاد نے — قول یہ تیرا نہیں بے قید کے

ہست تنہائی بہ از یاران بد — نیک چوں با بد نشیند بد شود
ہاں بُروں سے ہے الگ رہنا بھلا — جب بُروں میں نیک بیٹھے ہو بُرا!

زانکہ عقل ہر کرا نبود رسوخ — پیش عاقل ہمچو سنگ ست و کلوخ
ہو نہ جس کی عقل کو حاصل رسوخ — سامنے عاقل کے ہے سنگ و کلوخ

چوں حمار ست آنکہ نانش امنیت ست — صحبت او عین رہبانیت ست
آرزو جس کی ہو روٹی، ہے گدھا! — راہبی ہے پاس اُس کے بیٹھنا

ہوش او سوئے علف باشد چو خر — بگذر از وے تا نمانی بے ہنر
فکر چارہ کی اُسے ہے مثل خر — چھوڑ اس کو، تا نہ ہو تو بے ہنر

زانکہ غیر حق ہمہ گردد رفات — کل آت بعد حین فہو آت
وہ ہے فانی غیر مولا ہے جو کچھ — ہوگا بعد موت، ہونا ہے جو کچھ

ہر چہ جز آں وجہ باشد ہالکست — ملک و مالک ملکہا آں یک مالکست
ہے جو کچھ اُس کے سوا ہالک[1] ہے وہ — ملک[2] و مالک سب کا اک مالک ہے وہ

گرچہ سایہ عکس شخصست اے پسر — ہیچ از سایہ نتانی خورد بر
سایہ ہے عکس آدمی کا اے پسر — سائے سے پھل کس کو ملتا ہے مگر

ہیچ سایہ میست بے شخصے رواں — اصل سایہ رو بجو اے کارواں!
کوئی سایہ جسم بن کب ہے رواں — ڈھونڈ اصل سایہ کو اے کارواں

[1] ہلاک ہو جانے والا ۔ [2] یعنی اس دنیا میں جو ملک ہیں اور اُن ملکوں کے جو مالک ہیں ۔ ان سب کا صرف وہی ایک مالک ہے ۔

ہیں ز سایہ شخص را میکن طلب ۔۔۔ در مسبب رو گذر کن از سبب

سائے سے تو جسم کر ہر دم طلب ۔۔۔ آ مسبب تک، نہ پھر گرد سبب

یار جسمانی بود رویش بمرگ ! ۔۔۔ صحبتش شوم ست باید کرد ترک

یار جسمانی ہے مرنے کے لئے ۔۔۔ صحبت اس کی ہے بری تو چھوڑ دے

طلم او ہم حلم قبلہ او بود ۔۔۔ مردہ اش دال چونکہ مردہ جو بود

اس کو اور قبلہ کو اُس کے ایک مان ۔۔۔ ڈھونڈے جو مردے کو مردہ اُس کو جان

ہر کہ با ایں قوم باشد راہب ست ۔۔۔ کہ کلوخ و سنگ او را صاحب ست

ان کا جو ساتھی ہے، راہب ہے وہی ۔۔۔ ڈھیلے پتھر اس کے مالک ہیں سبھی

خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند ۔۔۔ زیں کلوخاں صد ہزار آفت رسد

ہیں یہ روڑے فی الحقیقت راہ میں ۔۔۔ ہیں انہیں ڈھیلوں سے لاکھوں آفتیں

گفت مرغش پس جہاد آنگہ بود ۔۔۔ کایں چنیں رہزن میان رہ بود

مرغ بولا ہے جہاد اُس دم روا ۔۔۔ ایسے رہزن سے گھرے جب راستا

از برائے حفظ یاری و نبرد ۔۔۔ بر رہ نا ایمن آید شیر مرد

رہتے ہیں بہر حفاظت یا نبرد ۔۔۔ ایسی راہ پُرخطر میں شیر مرد

عرق مردی آنگہے پیدا شود ۔۔۔ کہ مسافر ہمرہ اعدا شود

ہو جبھی ظاہر رگ مردانگی ۔۔۔ ہمرہ دشمن مسافر ہو کوئی !

چوں نبی السیف بودہ ست آں رسول ۔۔۔ امت او صفدرا نند و فحول

تھے [1] نبی السیف شاہ بحر و بر ۔۔۔ اُن کی اُمت بھی ہے صفدر اور نر

مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ ۔۔۔ مصلحت در دین عیسیٰ غار و کوہ

مصلحت اس دین میں ہے جنگ و شکوہ ۔۔۔ دین عیسیٰ میں تھے افضل غار و کوہ

[1] قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا نبی السیف ۔

مصلحت در ادعاست ہر یک را جدا ‏— مصلحت جو گر توئی مرد خدا

مصلحت ہر ایک کو دی ہے جُدا ‏— مصلحت جُو ہو ۔ جو ہے مردِ خدا

گفت آرے گر بود یاری و زور ‏— تا بقوت بر زند بر شرّ و شور

بولا صیدی، ہاں، جو ہو یار و زور ‏— تا کہ قوت سے دبائے شرّ و شور

قوتے باید دریں رہ مردوار ‏— یارے باید دریں جا فرد وار

قوتِ مردانہ لازم ہے یہاں ‏— دوست بھی ہو تو ہو یکتائے جہاں

چوں نباشد قوتے پرہیز بہ ‏— در فرار از لایطاق آساں بجہ

جب نہ ہو قوت تو بچنا چاہیے ‏— بھاگنا آسانیاں پیدا کرے

صنعت ما نیست اے عزیز تا مدار ‏— فکرتے کن و در نگر انجام کار

یہ ہُنر ہے اے عزیز تا مدار ‏— فکر کر اور سوچ لے انجام کار

یارے جو تا بیابی راہ را ‏— ورنہ کے دانی تو راہ و چاہ را

ڈھونڈ رہبر تا کہ پائے راہ کو ‏— ورنہ کیا سمجھیگا راہ و چاہ کو

گفت صدق دل بباید کار را ‏— ورنہ یاراں کم نیابد یار را

مُرغ بولا صدقِ دل ہے لازمی ‏— یار کو کیا ورنہ یاروں کی کمی!

یار شو تا یار بینی بے عدد ‏— زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد

یار ہو ۔ تا یار پائے بے عدد ‏— کیونکہ بے یاروں کے تو ہے بے مدد

دیو گرگ ست و تو ہمچوں یوسفی ‏— دامنِ یعقوبؑ مگذار اے صفی

تو ہے یوسفؑ اور شیطان بھیڑیا ‏— دامنِ یعقوبؑ کو مت چھوڑنا

گرگ غالب آں زماں گیرا بود ‏— کز رمہ شیشک بجود تنہا شود

بھیڑیا کرتا ہے حملہ اُس گھڑی ‏— جب جُدا گلے سے بکری ہو کوئی

ملہ حدیث شریف: الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین ۔ یعنی جس بات کی قوت نہ ہو اُس سے فرار کرنا انبیاء کی سُنت ہے ۔

آنکہ سنت با جماعت ترک کرد — در چنیں مسبعٔ زخون خویش خورد

جس نے سنت با جماعت ترک کی — اُس نے خون اپنا بہایا آپ ہی

ہست سنت رہ جماعت چوں رفیق — بے رہ و بے یار افتی در مضیق

راہ سنت ہے جماعت غمگسار — تنگ ہو بے راہ و رہبر بے یار

راہ سنت با جماعت پے رود — اسپ با اسپاں یقیں خوشتر رود

راہ سنت با جماعت ہے بھلی — خوب دوڑے گھوڑوں میں گھوڑا اچھی

لیک ہر گمراہ را ہمرہ مداں — غافلان خفتہ را آگہ مداں

راہبر لیکن نہ ہر گمرہ کو مان — غافلان خفتہ کو آگہ نہ جان

ہمرہے را جو کہ او یاری دہد — ہمدل و ہمدرد و جویان صمد

ایسا ساتھی ڈھونڈے۔ جو دے مدد — ہمدم و ہمدرد جویائے صمد

ہمرہے نے کو بود خصم خرد — فرصتے جوید کہ جامہ تو برد

وہ نہیں جو خود ہو دشمن عقل کا — پائے موقع چھین لے جامہ ترا

مے رود با تو کہ یابد عقبۂ — کز تو اند کردت آنجا نہبۂ

گھات میں جاتا ہے۔ ہمرہ ترے — اُس جگہ پر تاکہ تجھ کو لوٹ لے

مے رود با تو برائے سود خویش — ہیں منوش از نوش او کاں ہست نیش

فائدے کی دھن میں ہے یہ ہمرہی — نوش اُس کا زہر ہے۔ ہرگز نہ پی

یا بود اشتر دلے چوں دید ترس — گویدت بہر رجوع از راہ و درس

یا وہ بزدل ہے کہ جب دیکھے خطر — لوٹنے کا راہ سے ہو درس گر

یار را ترساں کند ز اشتر دلی — ایں چنیں ہمرہ عدو داں بیدلی

اُو ڈرے سے وہ یار کو اپنے ڈرائے — ایسا ہمراہی ہے دشمن ہائے ہائے

یار بد مارست ہیں بگریز ازو — تا نریزد بر تو زہر آں زشتخو

یار بد ہے سانپ اُس سے بھاگ جا — تا نہ ڈالے زہر تجھ پہ بد بلا

یار را از رہ برد آں راہ زن ‏— مرد نبود آنکہ افتد زیرِ زن

یار کو رہزن ہٹائے راہ سے ‏— مرد وہ کب ہے جو عورت سے دبے

راہ جانبازی ست در ہر عیشہ ‏— آفتے در دفع ہر دل شیشہ

راہ جانبازی ہے عیش جاوداں ‏— اس میں ہیں کمزور دل پہ سختیاں

راہ دیں ہر گمرہے خود کے رود ‏— حازمے باید کہ مردِ رہ بود

راہ دیں پہ کب کوئی گمرہ چلے ‏— ہاں جو حازم ہو وہ مردِ رہ بنے

راہ دیں زاں سو پر از شور و شر است ‏— کہ نہ ہر راہ مخنث گوہر است

راہ دیں ہے اس لئے پر شور و شر ‏— کہ مخنث کا نہیں اس میں گذر

در رہ ایں ترس امتحانہائے نفوس ‏— ہمچو پرویزن بہ تمیز سبوس

خوف اس میں امتحان کا ہے بڑا ‏— جیسے چھلنی کردے بھوسی کو جدا

راہ چہ بود پر نشانِ پایہا ‏— یار چہ بود نردبانِ رایہا

راہ کیا ہے! بے نشانِ نقش پا ‏— یار کیا ہے! ایک زینہ رائے کا

گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط ‏— نے ز جمعیت بمانی در نشاط

بھیڑیا کیوں آئے گر ہو احتیاط! ‏— کیا نہ جمعیت سے پائے گا نشاط

آنکہ او تنہا براہِ خوش رود ‏— با رفیقاں سیرِ او صد تو بود

وہ جو اپنی راہ پر تنہا چلے ‏— دوست ہوں تو سوگنا پائے جے

آں غلیظے خر ز یارانِ نفیر ‏— در نشاط آید شود قوت پذیر

ساتھیوں کی جب صدا اک خر سنے ‏— تو بہت مسرور ہو۔ قوت بڑھے

ہر خرے کز کارواں تنہا رود ‏— بروے آں راہ از تعب صد تو شود

جو گدھا ہو قافلے سے دور دور ‏— راستہ دشوار ہو اس پہ ضرور

چند زخمِ چوب و سیخ افزوں خورد ‏— تا کہ تنہا آں بیاباں را برد

کچھیوں کے زخم کھاتا ہے وہی ‏— کاٹتا ہے راہ تنہا دشت کی

مر ترا مے گوید آں خر خوش شنو / گر نہ خر ہمچنیں تنہا مرو

سن کہ مجھ سے کہہ رہا ہے وہ گدھا / گر نہیں ہے تو گدھا - تنہا نہ جا

آنکہ تنہا خوش رود اندر رصد / با رفیقاں بیگماں خوشتر رود

جب کوئی تنہا بلندی طے کرے / دوستوں کے ساتھ وہ خوش خوش چلے

ہر نبیے اندریں راہِ درست / معجزہ بنمود و یاراں را بجست

ہر نبی نے طے کیا یہ راستہ / ڈھونڈے ساتھی بھی - دکھا کر معجزہ

گر نباشد یاری دیوارہا / کے برآید خانہا و انبارہا

ساتھ دیواریں نہ دے سکتیں اگر / کس طرح انبار بنتے اور گھر

ہر یکے دیوار اگر باشد جدا / سقف چوں باشد معلق بر ہوا

ہو ہر اک دیوار اگر بالکل جدا / کس طرح چھت ہو معلق بر ہوا

گر نباشد یاری حبر و قلم / کے فتد بر روئے کاغذہا رقم

ہو نہ گر وصل سیاہی و قلم / کس طرح کاغذ پہ بن جائے رقم

آں حصیرے کہ کسے مے گسترد / گر نہ پیوندد بہم بادش برد

وہ چٹائی جو بچھاتے ہیں کہیں / ہوں نہ گر پیوند، رہ سکتی نہیں

حق زہر جنسے چو زوجیں آفرید / پس نتائج شد ز جمعیت پدید

سب کا جوڑا حق نے ہے پیدا کیا / نکلے جوڑے سے نتائج برملا

درمیان مرغ و صیاد اے عجب / بس اشکال افتاد و شد نزدیک شب

مرغ اور صیاد میں اے یار عجب / چھڑ گئی اک بحث، نزدیک آئی شب

ایں بگفت آں بگفت از اہتزاز / بحث شاں شد اندریں معنی دراز

کچھ کہا اس نے کچھ اس نے جوش سے / رفتہ رفتہ بڑھ گئی بحث اس سے

مثنوی را چابک و دلخواہ کن / ماجرا را موجز و کوتاہ کن

مثنوی کو چست اور دلخواہ کر / مختصر کر، ماجرا - کوتاہ کر

مرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد — نفس او بے طاقت آمد در کشاد

جب پڑیں دانے پہ نظریں مرغ کی — نفس بے طاقت ہوا اور گند بھی

بعد ازاں گفتش کہ گندم زان کیست — گفت امانت از یتیم بے وصی ست

پوچھا کس کا ہے یہ دانہ - تو کہا[1] — ہے یتیموں کی امانت یا خدا

مال ایتام ست امانت پیش من — زانکہ پندارند ما را مؤتمن

ہے یتیموں کی امانت سامنے — کیونکہ ہیں مجھ کو امیں وہ جانتے

گفت من مضطرم و مجروح حال — ہست مردار ایں زماں بر من حلال

بولا میں مضطر ہوں اور ہوں خستہ حال — ہے مجھے مردار بھی اس دم حلال

ہست دستوری کزیں گندم خورم — اے امین و پارسا و محترم

دے اجازت کھاؤں دانہ بیش و کم — اے امیں - اے پارسا اے محترم

گفت مفتی[1] ضرورت ہم توئی — بے ضرورت گر خوری مجرم شوی

بولا مفتی ہے ضرورت کا تو ہی — بے ضرورت کھانا ہے جرم اے اخی

ور ضرورت ہست پرہیز بہ ست — ور خوری بارے ضمان او بدہ

ہے ضرورت میں بھی بچنا ہی روا — دے ضمانت، ہے جو کھانا ہی روا

مرغ بس زخود فرو رفت آں زماں — توسنش سر بستہ از جذب عناں

مرغ اسیر خود یہ سنکر ہوا — توسن نفس اس کا بے قابو رہا

پس بخورد آں گندم و در فخ بماند — چند او یاسین و الانعام خواند

دانہ کھایا - پھنس گیا پھندے میں بھی — سورۂ[2] انعام اور یٰسین پڑھی

بعد درماندن چہ افسوس و چہ آہ — پیش ازیں بایست ایں دود سیاہ

بعد مجبوری فضول افسوس و آہ — اس سے پہلے اٹھتا یہ دود سیاہ

[1] یعنی صیاد نے کہا ۔

[2] یعنی خدا کا نام لیا ۔

آں زماں کز حرص جنبید و ہوس — دمبدم میگو کہ اے فریاد رس
آ گئی جنبش میں جب حرص و ہوس — دمبدم کہتا رہے اے فریاد رس

پیش ازاں کایں دانہ ہا تو فخ شود — گرمی حرص تو ہمچوں یخ شود
پیشتر اس سے کہ یہ دانہ دام ہو — حرص کی گرمی ہو برف اے نیک خو

آہ و دود و نالہ آں دم کار بند — حرص را آوارہ کن اے ہوشمند
آہ اور نالے سے اُس دم کام لے — چھوڑ دے حرص و ہوس کے ولولے

کاں زماں پیش از خرابی بصرہ است[1] — پو کہ بصرہ وا رہد ہم زاں شکست
بصرہ ہے جب تک خرابی سے رہا — آہ و نالہ سے گا۔ بصرہ کو بچا

ابک لی یا باکئی یا ثاکلی — قبل ھدام البصرۃ والموصل
رونے والے ساتھ میرے رو تمام — موصل و بصرہ کے قبل انہدام

نح علی قبل موتی واغتفر — لا تنح لی بعد موتی واصطبر
چاہ بخشش، نوحہ قبل مرگ کر — بعد مرنے کے نہ رو مجھ پہ مگر

ابک لی قبل ثبوری فی النوی — بعد طوفان النوی خل البکا
مجھ پہ رو تو قبل وا ویلائے مرگ — پھر نہ رو جب سیل بن کر چھائے مرگ

آں زماں کہ دیو میشد راہزن — آں زماں یا لیت یا سین خواندن
راہزن شیطان جب آ کر بنے — اُس گھڑی لیسین پڑھنا چاہئے

پیش ازاں کاشکستہ گردد کارواں — آں زماں چوبک بزن[2] اے پاسباں
پاسباں! قبل شکست کارواں — چاہئے چوبک بجانا بیگماں!

[1] یہ ایک مثل ہے اور اسی سے "بعد از خرابی بصرہ" محاورہ بنا ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہو گیا ہے۔

[2] چوبک زن چوکیداروں کے سردار ہوتے تھے۔ ایک لکڑی اور تختہ انہیں دے دیا جاتا تھا۔ وہ اُسے دوسرے چوکیداروں کو ہوشیار کرنے کے لئے بجایا کرتے تھے۔

قافلے میں چوری ہونا اور پاسباں کا رونا

پاسبانے بود در یک کارواں!
حارسِ مال و قماشِ آں مہاں

قافلے میں تھا کہیں اک پاسباں
حافظِ اسباب و مالِ کارواں

پاسباں شب خفت دُزد اسباب و
رختہا را زیرِ ہر خاکی فشرد

شب کو سویا، چور ساماں لے گئے
دفن کچھ اسباب مٹی میں کئے

روز شد بیدار گشت آں کارواں
رفتہ دیدند اسپ و سیم و اشتراں

ونٹ گھوڑے۔ مال دیکھا رائیگاں
دن چڑھے پہ جاگے اہلِ کارواں

پاسباں می زد ہی و چوبک زدن
گرم گشتہ خود ہم او بد راہزن

تھا ابھی چوبک بجاتا پاسباں.
راہزن تھا خود۔ جو تھا گرمِ فغاں

پس بدو گفتند کاے حارس بگو
تا چہ شد ایں رخت و ایں اسباب کو

پوچھا لوگوں نے پھر اس سے۔ یہ بتا
کون یہ سب مال و دولت لے گیا

گفت دزداں آمدند اندر نقاب
رختہا بردند از پیشم شتاب

بولا۔ کچھ چور آئے تھے ڈالے نقاب
میرے آگے سے لیا ساماں شتاب

قوم گفتندش کہ اے چوں تل ریگ
پس چہ میکردی چہ تو مردہ ریگ

پھر کہا لوگوں نے اے ریتی کے ڈھیر
کر رہا تھا کیا تو اس دم اے بچھیر

گفت من یک کس بدم ایشاں گروہ
با سلاح و با شجاعت با شکوہ

بولا میں تھا ایک۔ اور وہ تھے کئی
تھے مسلح بھی شجاع و چست بھی

گفت اگر در جنگ کم بودت امید
نعرہ بایستی زدن کہ برجہید

بولے، گر تجھ کو نہ کچھ اُمید تو
نعرہ کرتا تھا کہ، لوگو اٹھو!

گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ
کہ خمش ورنہ کشیمت بے دریغ

[illegible] ان تھے ، دکھاتے اور تیغ
بس تو چپ رہ، ورنہ ماریں بے دریغ

آں زباں از ترس من بستم دہاں | ایں زباں فریاد و ہیہائی فغاں

خوف سے منہ بند میں نے کر لیا | اور اب کرتا ہوں فریاد و بکا

آں زباں بستہ و مُہر کردم زِ غم | ایں زباں چندانکہ خواہی مے کنم

اُس گھڑی دم مار سکتا تھا کہاں | اب کروں گا۔ جتنی چاہو سے فغاں

چونکہ عمرت برد دیو فاضحہ | بے نمک باشد اعوذ و فاتحہ

لُوٹ کر جب عمر شیطاں لے گیا | پھر اعوذ[1] اور فاتحہ میں کیا مزا

گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں | ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں

بے مزہ گو اب ہے نالہ بالیقیں | اس سے غفلت بے نمک تر ہے کہیں

ایں چنیں ہم بے نمک نالاں نیز | کہ ذلیلاں را نظر کن اے عزیز

بے نمک رونا ہی اچھا۔ کر دعا | ہم ذلیلوں پہ نظر کر اے خدا

قادری بیگاہ چہ بود یا بگاہ | از تو چیزے فوت کے شد اے اِلٰہ

تو ہے قادر وقت کیا بے وقت کیا | فوت تجھ سے کب کوئی موقع ہوا

گفت لَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ | کے شود از قدرتش مطلوب گم

بولا حق۔ غمگیں نہ ہو بگڑی پہ تم[2] | اُس کی قدرت سے ہو کب مقصود گم

مرغ اور صیاد

گفت آں مرغ ایں سزائے آں بود | کہ فسونِ زاہداں را بشنود

مرغ بولا ہے یہی اُس کی سزا | جس نے افسونِ زُہد والوں کا سنا

گفت زاہد نے سزائے آں نشاف | کہ خورد مالِ یتیماں از گزاف

بولا زاہد۔ یہ تو ہے اُس کی سزا | جو یتیموں کی امانت کھا گیا

۱؎ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہنا یا سورۂ فاتحہ پڑھنا جس کے اثر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ ۲؎ یعنی جو بات تم سے فوت ہو گئی ہو اُس پر افسوس نہ کرو۔

بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد — کہ فخ و صیاد لرزاں شد ز درد

بعد ازاں نالے کئے اُس مرغ نے — دام اور صیاد سب جلنے لگے

کرد ناقص ظلمِ دل پشتم شکست — بر سرم جانا بیا می‌مال دست

کر دیا دل کے ستموں نے تباہ — میرے سر پہ ہاتھ رکھ اے رشکِ ماہ

زیرِ دستِ تو سرم را راحتیست — دستِ تو در شکر بخشی آیتیست

سر کو ہے آرام تیرے ہاتھ سے — شکر بخشی عام تیرے ہاتھ سے

سایۂ خویش از سرِ من بر مدار — بے قرارم بے قرارم بیقرار

سائے کو اپنے نہ سر سے زینہار — دور کرنا، ہوں نہایت بے قرار

خوابہا بیزار شد از چشمِ من — در غمت اے رشکِ سرو و یاسمن

نیند میری آنکھ سے بیزار ہے — غم ترا اے غیرتِ گلزار ہے

گر نیم لائق چہ باشد گر دمے — ناسزائے را بپرسی در غمے

گو میں نالائق ہوں۔ لیکن تو ذرا — پوچھ لے مجھ کو تو ہے دشوار کیا

مر عدم را خود چہ استحقاق بود — کہ برو لطفت چنیں درہا گشود

اُس عدم کو کب یہ استحقاق تھا — جس پہ تیرے لطف کا در کھل گیا

خاکِ گرگیں[2] را کرم آسیب کرد — دہ گہر از نورِ حس در جیب کرد

خاک پہ غلبے کرم کے جب ہوئے — نورِ حس کے اُس کو دس موتی ملے

پنج حسِ[1] ظاہر و پنج نہاں — کہ بشر شد نطفۂ مردہ بداں

پانچ مخفی، پانچ ہی ہیں برملا — نطفۂ مردہ بشر جس سے ہوا

توبہ بے توفیقت اے نورِ بلند — جز بریشِ توبہ نبود ریشخند

بے تری توفیق توبہ کی اُمید — ریشِ توبہ سے تمسخر ہے شدید

[1] پانچ حسیں ظاہری ہیں۔ یعنی باصرہ۔ سامعہ۔ ذائقہ۔ لامسہ۔ اور پانچ پوشیدہ یعنی مشترک۔ حافظہ۔ مدرکہ۔ واہمہ۔ خیال۔

[2] خارش کی مریض۔

سلطان تو بہ یکیک بشکنی — تو بہ سایہ ست و تو ماہ روشنی

مونچھیں توبہ کی یکایک ہوں تباہ — توبہ سایہ ہے، مگر تُو نورِ ماہ

اے ز تو ویراں دکان و منزلم — چوں ننالم چوں بیفشاری دلم

تجھ سے ویراں ہے مرا گھر اور دکاں — تو دکھائے دل تو کیا روکوں فغاں

چونکہ بے تو نیست کارم را نظام — بے تو ہرگز کار کے گردد تمام

بن ترے کیونکر ہو کاموں کا نظام — بے ترے ہر کام کیونکر ہو تمام

چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست — بے خداوندیت بود بندہ نیست

بھاگوں کیونکر بے ترے زندہ نہیں — بے خداوندی تری بندہ نہیں

جانِ من بستان تو اے جانِ اصول — زانکہ بے تو گشتہ ام از جاں ملول

اے اصولِ جاں، تو میری جاں لے — جاں سے بیزار ہوں میں بن ترے

عاشقم من بر فنِ دیوانگی — سیرم از فرہنگ و از فرزانگی

میں ہوں شیدائے فنِ دیوانگی — ترک کر دی عقل اور فرزانگی

چوں بدرد شرم گویم راز فاش — چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش

شرم اُٹھ جائے تو راز افشا کروں — جس کے باعث رنج اور لرزش میں ہوں

در حیا پنہاں شدم ہمچوں سجاف — ناگہاں بجہم ز زیر ایں لحاف

ایسی صورت حیا میں ہوں نہاں — نکلوں اس پردہ سے اک دن ناگہاں

اے رفیقاں راہہا را بست یار — آہوئے لنگیم و او شیر شکار

راستے بند کے ہوئے ہے وہ نگار — لنگڑے آہو ہم ہیں وہ شیر شکار

غیر تسلیم و رضا کو چارۂ — در کفِ شیر نرے خونخوارۂ

غیر تسلیم و رضا چارہ ہے کیا — شیرِ نر کے ہاتھ میں رہنا پڑا!

او ندارد خواب و خور چوں آفتاب — روحہا را میکند بے خورد و خواب

اس میں خواب و خور کہاں چوں آفتاب — کرتا ہے روحوں کو بھی بے خورد و خواب

کہ بیا من باش یا ہمخوے من — تا ببینی در تجلّی روے من

کہتا ہے آ اور ہم خو ہو مرا — تا کہ دیکھے جلوہ تو دیدار کا

ور ندیدی چوں چنیں شیدا شدی — خاک بُدی طالب احیا شدی

گر نہیں دیکھا تو شیدا کیوں ہوا — خاک تھی جینے کا جویا کیوں ہوا

گر ز بیسویت عطا دست و علف — چشم جانب چوں بماندہ ست آنطرف

بے طرف کی گر جو پائی ہے غذا — کیوں نظر ہے اس طرف یہ تو بتا

گربہ در سوراخ ازاں شد معتکف — کہ ازاں سوراخ او شد معتلف

رہتی ہے سوراخ میں بلی چھپی — ہے اُسی سوراخ میں خوراک بھی

گربہ دیگر ہمے گردد ببام — کز شکار مرغ یابد او طعام

بام پہ پھرتی ہے بلی دوسری — ہے غذا اُس کی شکار مرغ ہی

آں یکے را قبلہ شد جولاہگی — واں دگر حارس بپاسے جاہگی

ہے جولاہا سے یہاں جو پیشہ ایک کا — پاسبانی میں ہے شاکر دوسرا

آں یکے بیکار رو در لا مکان — کز ازاں سو دادیش قوت روان

ایک ہے بیکار مجو لا مکان — مل گئی اس کو وہاں سے قوتِ جاں

کار آں دارد کہ حق را شد مرید — بہر کار او ز ہر کارے برید

کام یہ ہے۔ ہے مرید کردگار — سب سے اس کے واسطے ہے رستگار

دیگراں چوں کودکاں ایں روز چند — تا بشب بر خاک بازی میکنند

دوسرے بچوں کی مانند اے پسر — شام تک کرتے ہیں بازی خاک پر

خوابناکے کو ز یقظہ مے چرد — دایۂ وسواس عشوہ اش میدہد

سوتے سوتے جب سے کوئی چونکتا — دایۂ وسواس دیتی ہے سُلا

رو بخسپ ایجاں کہ نگذاریم ما — کہ کسے از خواب بجہاند ترا

اور کہتی ہے کہ سو جا شوق سے — نیند سے چونکائے گا کون اب تجھے

ہم تو خود را بر کنی از بیخ خواب ‏ ‏ ہمچو تشنہ کہ شنود او بانگ آب

لاجرم تو کھود خود ہی بیخ خواب ‏ ‏ جیسے اک پیاسا سنے آواز آب

بانگ آبم من بگوش تشنگاں ‏ ‏ ہمچوں باراں می رسم از آسماں

ہوں صدائے آب پیاسوں کے لئے ‏ ‏ مثل بارش آ رہا ہوں چرخ سے

برجہ اے عاشق برآور اضطراب ‏ ‏ بانگ آب و تشنہ و آنگاہ خواب[1]

اُٹھ جو عاشق ہے دکھائے اضطراب ‏ ‏ سوئے پیاسا اور سنے آواز آب

عاشق و معشوق کی حکایت

عاشقے بودہ است در ایام پیش ‏ ‏ پاسبان عہد اندر عہد خویش

عاشق اک اگلے دنوں میں تھا کوئی ‏ ‏ جس کو تھی پاس اپنے قول و فعل کی

سالہا در بند وصل ماہ خود ‏ ‏ شادمان و مات[2] شاہنشاہ خود

فکر وصل یار کی برسوں رہی ‏ ‏ شاد تھا، اور مات شاہنشاہ کی

عاقبت جوئندہ یابندہ بود ‏ ‏ کہ فرج از صبر تابندہ بود

آخرش جوئندہ یابندہ ہوا ‏ ‏ اور ستارہ اُس کا تابندہ ہوا

گفت روزے یار او کامشب بیا ‏ ‏ کہ بپختم از پئے تو لوبیا[3]

شب کو آنا یار نے اک دن کہا ‏ ‏ پکتا تیرے واسطے ہے لوبیا

در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب ‏ ‏ تا بیایم نیم شب من بے طلب

بیٹھنا اُس حجرے میں تا نیم شب ‏ ‏ آؤں گا میں نصف شب کو بے طلب

مرد قرباں کرد و ناں ہا بخش کرد ‏ ‏ چوں پدید آمد مہش از زیر گرد

مرد نے صدقہ دیا، خیرات کی ‏ ‏ گرد سے چاند اُس کا نکلا واقعی

[1] یعنی پیاسے کے کان میں پانی کی آواز آ جائے تو وہ سو نہیں سکتا۔

[2] یعنی گو خوش تھا مگر اپنے معشوق (بادشاہ) سے مات کھائے ہوئے تھا۔

[3] باقلا کی طرح چھوٹا سا دانہ جسے فارسی میں سیاہ چشمک کہتے ہیں۔

شب دراں حجرہ ہمے کرد انتظار ـ بر امید وعدۂ آں یار غار

حجرہ میں کرتا رہا شب کو انتظار ـ بر امید وعدۂ یار نگار

منتظر بنشست و خوابش در ربود ـ اوفتاد و گشت بیخویش آں غنود

منتظر ہی تھا کہ بس نیند آگئی ـ بے خبر لیٹا تو غفلت چھا گئی

ساعتے بیدار بد خوابش گرفت ـ عاشق دلدادہ را خواب اے شگفت

کچھ گھڑی بیدار تھا پھر سو گیا ـ اے عجب! عاشق بھی غافل ہو گیا

بعد نصف اللیل آمد یار او ـ صادق الوعدانہ آں دلدار او

نصفِ شب کے بعد آیا اُس کا یار ـ وعدے کا سچا تھا وہ شیریں عذار

عاشق خود را فتادہ خفتہ دید ـ اندکے از آستین او درید

دیکھا عاشق کو پڑا سوتا ہوا ـ چاک کر دی آستین مبتلا

گردگان چند اندر جیب کرد ـ کہ تو طفلی گیر ایں می باز نرد

جیب میں اخروٹ بھی کچھ رکھ دئے ـ تو ابھی بچہ ہے۔ کھیل اور کود لے

چوں سحر از خواب عاشق برجہید ـ آستین و گردگاں ہا را بدید

صبح کو عاشق کی جب آنکھیں کھلیں ـ دیکھے اخروٹ اور چاکِ آستیں

گفت شاہ ما ہمہ صدق و صفاست ـ آنچہ بر ما میرسد آنہم زماست

بولا ہے سلطاں ہمہ صدق و صفا ـ ہے ہمیں سے۔ ہم پہ جو کچھ ہے بلا

اے دل بیخواب ما زاں ایمنیم ـ چوں حرس بر بام چوبک مے زنیم

اسلئے دل بے خواب ہم ہیں بے خطر ـ کیونکہ ہیں چوبک بجاتے بام پر

گردگان ما دریں مطحن شکست ـ ہرچہ گوئیم از غم خود اندک است

اُس کی چکی میں پسے اخروٹ سب ـ کم ہے جتنا غم سنائیں با تعب

[1] اقوال مولانا علیہ الرحمۃ ۔

عاذلا چند ایں صداع و ماجرا　　بعد ازیں پندے بدہ دیوانہ را

کب تک اے ناصح یہ ذکرِ دردِ سر　　اب نصیحت تو مت دیوانے کو کر

من نخواہم عشوۂ ہجراں شنود　　آزمودم چند خواہم آزمود

کیا فریبِ ہجر سن کر چین پاؤں　　آزمودہ کو کہاں تک آزماؤں

ہر چہ غیرِ شورش و دیوانگیست　　اندریں رہ روی در بیگانگی ست

ماسوائے شورش و دیوانگی　　ہے رہِ الفت میں سب بیگانگی

ہیں منہ بر پایم آں زنجیر را　　کہ دریدم سلسلہ تدبیر را

پاؤں میں کیا کام اب زنجیر کا　　توڑ ڈالا سلسلہ تدبیر کا

غیر آں جعدِ نگارِ مقبلم　　گر دو صد زنجیر آری بگسلم

ان کے جوڑے ان کی زلفوں کے سوا　　سو ہوں زنجیریں تو توڑوں برملا

عشق و ناموس اے برادر راست نیست　　بر درِ ناموس اے عاشق مایست

عشق اور ناموس کو یکجا نہ کر　　ترک کر اے عاشق درِ ناموس ہے

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم　　نقش بگذارم سراسر جاں شوم

وقت آ پہنچا کہ میں عریاں بنوں　　نقش کو چھوڑوں سراسر جاں بنوں

اے عدوئے شرم و اندیشہ بیا　　کہ دریدم پردۂ شرم و حیا

اے عدوئے شرم اب تو پاس آ　　میں نے پھاڑا پردۂ شرم و حیا

اے ببستہ خواب جاں از جادوئی　　سخت دل یارا کہ در عالم توئی

خواب بندی تو نے کی سحر سے　　کون تجھ سا سنگ دل ہے پیارے

ہیں گلوئے صبر گیر و مے فشار　　تا خنک گردد دلِ عشق اے سوار

ہاں دبا دے صبر کا آ کر گلا　　تاکہ دل ہو جائے ٹھنڈا عشق کا

تا نسوزم کے خنک گردد دلش　　اے دل ما خاندان و منزلش

بے جلے میرے نہ خوش ہوگا کبھی　　ہے ہمارا دل ہی منزل عشق کی

خانۂ خود را ہمے سوزی بسوز ‌ ‌ ‌ کیست آں کس کو بگوید لایجوز
گھر کو تو اپنے جلاتا ہے - جلا ‌ ‌ ‌ کون ہے جو اس کو کہہ دے ناروا

خوش بسوزاں خانہ را اے شیر مست ‌ ‌ ‌ خانۂ عاشق چنیں اولیٰ تر است
پھونک دے اے مست! یہ گھر دے جلا ‌ ‌ ‌ خانۂ عاشق کا جلنا ہی بھلا

بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم ‌ ‌ ‌ زانکہ شمعم من بسوزش روشنم
سوز کو قبلہ بناؤں بعد ازیں ‌ ‌ ‌ سوز سے روشن ہوں، میں شمع حزیں

خواب را بگذار امشب اے پدر ‌ ‌ ‌ یک شبے در کوئے بے خواباں گذر
آج کی شب نیند کو چھوڑ اے پدر ‌ ‌ ‌ کوئے بے خوابی میں آجا کر گذر

بنگر آنہا را کہ مجنوں گشتہ اند ‌ ‌ ‌ ہمچو پروانہ بوصلت کشتہ اند
دیکھ ان کو جو ہیں مجنوں ہو گئے ‌ ‌ ‌ وصل کے پروانے بن کر جل بجھے

بنگر ایں کشتی خلقاں غرق عشق ‌ ‌ ‌ اژدہائے گشتہ گوئی حلق عشق:
دیکھ غرق عشق کشتیٔ جہاں ‌ ‌ ‌ حلق عشق اژدر بنا ہے بے گماں

اژدہائے ناپدید دلربا ‌ ‌ ‌ عقل ہمچوں کوہ را او کہربا
کیسا اژدر ہے نہاں اور دلربا ‌ ‌ ‌ کوہ جیسی عقل کو ہے کہربا

عقل ہر عطار[1] کاگہ شد ازو ‌ ‌ ‌ طبلہا را ریخت اندر آبجو
جس کسی عطار نے سمجھا اُسے ‌ ‌ ‌ اپنے ڈبے پھینک ندی میں دیے

رو کزیں جو برنیائی تا ابد ‌ ‌ ‌ لم یکن حقا لہ کفوا احد
جا - نہ اس ندی سے نکلے گا کبھی ‌ ‌ ‌ ہو گیا ہے حق سے ملا قسم اللہ کی[2]

اے مزوّر چشم بکشا و ببیں ‌ ‌ ‌ چند گوئی من ندانم آں و ایں
کھول اے مکار آنکھوں کو ذرا ‌ ‌ ‌ اب نہ کہتا میں نہیں کچھ جانتا

[1] بعض شارحین کا قول ہے کہ یہ کنایہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف ہے
[2] یعنی خدا کی قسم وہ بے کفو ہو جاتا ہے - یعنی فنا فی اللہ - اور بقا باللہ ۔

از رو بائے زرق و محرومی برآ | در جہان حی و قیومی درآ

مکر و محرومی کے طوفان سے نکل | حی و قیومی کے میدانوں میں چل

تا ترے بینم ترا بینم شود | وایں ندانم ہات میدانم شود

تا کہ جو دیکھا نہیں نظروں میں آئے | اور جو جانا نہیں وہ جان جائے

بگذر از مستی و مستی بخش باش | زیں تلون نقل کن در استواش

ہو کے مستی بخش، مستی سے نکل | راستی سے اس تلون کو بدل

چند نازی تو بدیں مستی بپست | بر سر ہر کوے چندیں مست ہست

اپنی مستی پر ہے ناحق افتخار | ہر گلی میں مست ہیں اس کے ہزار

گر دو عالم پُر شود سر مست یار | جملہ یک باشند و آں یک نیست خوار

دونوں عالم بھی اگر ہوں مست یار | سب ہوں یکساں اور نہ ہو کوئی بھی خوار

ایں ز بسیاری نیابد خوارئے | خوار کہ بود تن پرستے نارئے

خوار کب ہوتے ہیں اس کثرت سے مست | خوار تو ہوتا ہے ناری تن پرست

گر جہاں پُر شد ز تاب نور ما | کے کشاد آید بر صاحب ولہ

گر جہاں بھر جائے نور ماہ سے | عشق والوں میں فراخی کیونکر بڑھے

گر جہاں پُر شد ز نور آفتاب | کے بود خوار آں تف خوش التہاب

نور سے سورج کے ہو عالم بھرا | عشق کی گرمی کو ہے نقصان کیا

یک بہ ایں جملہ بالا تر خرام | چونکہ ارض اللہ واسع بود و رام

لیکن ان سب سے کچھ اوپر کر خرام | وسعتیں دنیا کی جب تیری ہیں رام

گرچہ ایں مستی چو باز اشہب است | برتر از تُست بر زمین قدس ہست

گرچہ اس مستی کا ہے نایاب دور | قدس کا مستی کا عالم ہے کچھ اور

مست زنابار و مقرب زاں ایست | ہر مقرب شیر او چوں روبہست

بڑھ کے ابرار و مقرب سے ہے مست | ہے مقرب شیر اک روباہ و پست

روسرافیلے شو اندر امتیاز | در دمنده روح و ہست مست ساز
بن کے اسرافیلؑ کر کچھ امتیاز | روح پھونک ہست مست ساز

مست را چون دل مزاح اندیشہ شد | ایں ندانم واں ندانم پیشہ شد
مست خوش طبعی پہ جس دم آ چلے | یہ نہ جانوں وہ نہ جانوں بول اٹھے

ایں ندانم واں ندانم بہر چیست | تا بگوئی آنکہ میدانیم کیست
یہ نہ جانوں وہ نہ جانوں؟ کس لئے | تا کو جانے ہم ہیں کس کو جانتے

نفی بہر ثبت باشد در سخن | نفی بگذار و ز ثبت آغاز کن
نفی ہے اثبات ہی کے واسطے | نفی کر چھوڑ اور چل اثبات لے

نیست این و نیست آں ہین واگذار | آنکہ آں ہست ست آنرا پیش آر
یہ نہیں اور وہ نہیں سب ترک کر | ہست ہے جو اس پہ اپنی رکھ نظر

نفی بگذار و ہماں ہستی پرست | ایں بیاموز اے پدر زاں ترک مست
نفی کو چھوڑ اور ہو ہستی پرست | سیکھ یہ اس سے کہ جو ہے ترک مست

بگذر از نفی اے پسر ہستی طلب | ایں بیاموز اے پسر زاں ترک خب
نفی کو چھوڑ اور ہستی کر طلب | ترک اور بد مست سے یہ سیکھ اب

امیر ترک مخمور کا مطرب کے لئے استدعا کرنا

ایں مے کہ تو میخوری حرام است | ما مے نخوریم جز حلالے
جو تو پیتا ہے بادہ ہے وہ حرام | صرف پیتے ہیں ہم شراب حلال

جہد کن تا ز نیست ہست شوی | وز شراب خدائے مست شوی

سعی کر، نیستی سے ہست ہو تو
اور شراب خدا سے مست ہو تو

عجمی ترکی سحر آگاہ شد — وز خمارِ خمر مطرب خواہ شد

صبح دم جاگا جو اک ترکِ عجم — نشہ میں کی خواہش مطرب ہم

مطرب جان مونس مستان بود — نقل و قوت و قوت مستان بود

مست کا مونس ہے مطرب جان کا — ہے وہی نقل و گزک بھی پیالا

مطرب ایشاں راسوئے مستی کشد — باز مستی از دم مطرب چشد

مطرب اس کو سوئے مستی کھینچے — پھر دم مطرب سے وہ مستی چکھے

آں شراب حق بداں مطرب برد — ویں شراب تن ازیں مطرب خورد

وہ شراب حق سے ہوتا ہے مگن — اور تجھے مطرب سے ہے صہبائے تن

ہر دو گر یک نام دارد در سخن — لیک فرقست ایں حسن تا آں حسن

نام ہیں دونوں کے یکساں بے سخن — تجھ جدا ہیں یہ حسن، اور وہ حسن

اشتباہے ہست لفظے درمیاں — لیک خود کو آسماں کو ریسماں

ہیں مشابہ لفظ دونوں بے گماں — ہے جدا ہیں آسماں و ریسماں

اشتراکِ لفظ دائم رہزن ست — اشتراکِ گبر و مومن در تن ست

اشتراک لفظ سے ہوتا ہے شک — گبر و مومن کا بدن ہے مشترک

جسمہا چوں کوزہائے بستہ سر — تاکہ در ہر کوزہ چہ بود درنگر

جسم کوزوں کی طرح ہیں بستہ سر — چند کوزوں میں ہے کیا کس کو خبر

کوزۂ ایں تن پر از آب حیات — کوزۂ آں تن پر از زہر ممات

اس بدن کے کوزہ میں آب حیات — اس بدن میں ہے بھرا زہر ممات

گر بمظروفش نظر داری شہی — ور بظرفش عاشقی تو گمرہی

ہے نظر مظروف پہ تو شاہ ہے — ظرف پہ عاشق ہے تو گمراہ ہے

سلہ، اقوال مولانا علیہ الرحمتہ وسلہ یعنی مست مجاز سلہ یعنی حسن بن صباح اور جناب حسنؓ علیہ السلام میں بہت فرق ہے ۔

لفظ را مانندهٔ ایں جسم داں | معنیش را اندروں مانندِ جاں
لفظ کو اس جسم کی مانند جان | اور معنی کو سمجھ اُس میں جان

دیدهٔ تن دائما تن بیں بود | دیدهٔ جاں جانِ پُرفن بیں بود
جسم پر ہے دیدهٔ تن کی نظر | دیدهٔ جاں جان کو دیکھے مگر

پس ز لفظِ نقشہائے مثنوی | صورتش ضال ست و ہادی معنوی
ہے نقوشِ مثنوی بھی اے اخا | ظاہراً گمراہ و معناً رہنما

در نبی فرمود کایں قرآں ز دل | ہادیِ بعضے و بعضے را مضل
نسبتِ قرآن بھی کہتا ہے خدا | بعض کا ہادی ہے۔ رہزن بعض کا

اللہ اللہ چونکہ عارف گفت مے | پیشِ عارف کے بود معدوم شے
اللہ اللہ جب کہا عارف نے مے | کب ہے پھر اُس کے لئے معدوم شے

فہمِ تو چوں بادۂ شیطاں بود | کے ترا فہمِ مے رحماں بود
فہم تیرا بادۂ شیطان ہوا | کب تجھے فہمِ مے رحمان ہوا

ایں دو انبازند مطرب با شراب | ایں بداں و آں بدیں دارد شتاب
ساتھی ہیں دونوں مطرب اور شراب | اس کی جانب دوڑتی ہے وہ شتاب

پر خماراں از دمِ مطرب چرند | مطربانشاں سوئے میخانہ برند
خوش دمِ مطرب سے ہیں اہلِ خمار | میکدے لے جائیں مطرب ہوشیار

آں سرِ میدان و اینجا پایانِ دست | دل شده چوں گوی در چوگانِ دست
وہ سِرا ہے انتہا میدان کی | اور عاشق گیند اُس چوگان کی

در سر آنچه ہست گوش آنجا رود | در سر ار صفراست آں سودا شود
سر میں جو کچھ ہے وہ کانوں کو بھلے | سر میں جو صفرا ہے وہ سودا بنے

۱؎ قولہ تعالیٰ۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۔

یعنی بہت سے اس سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے راہ پاتے ہیں وہ فقط فاسق ہیں ۔ یعنی مطرب اور یعنی شراب

بعد ازاں ایں دو بہ بیہوشی روند — والد و مولود آنجا یک شوند
بے خبر ہوتے ہیں بعد اس کے وہ یک — باپ بیٹے دونوں ہو جاتے ہیں ایک

چونکہ کردند آشتی شادیؓ و درو — مطرباں را ترک ما بیدار کرد
دیکھ کر شادی و غم کو ایک جا — مطربوں کو ترک نے چونکا دیا

مطرب آغاز ید بیتے خوابناک — کہ انلنی الکاس یا من لا اراک
چھیڑا مطرب نے عجب اک شعر خواب — اے نظر سے دور دے جام شراب

انت وجہی لا عجب ان لا اراہ — غایۃ القرب حجاب الاشتباہ
تو مری صورت ہے کیا دیکھوں تجھے — ہیں یہ پردے انتہائے قرب کے

انت عقلی لا عجب ان لم ارک — من وفور الالتباس المشترک
عقل ہے تو، عقل کیا آئے نظر — ہے لباس مشترک میں جلوہ گر

حیث اقرب انت من حبل الورید — لما قل یا یا تلک وللبعید
ہے رگ گردن سے بھی قرب مزید — "یا" کہوں کیوں، "یا" تو ہے بہر بعید

بل اغالطہم ینادی فی القفار — کے لا کتم من معی من اغار
یہ ہے دھوکا دشت میں میری ندا — تا کروں اغیار سے تجھ کو چھپا

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز — بشنو اکنوں نکتۃ الصاحب تمیز
اور چھوڑ اس بات کا کیا اے عزیز — ایک نکتہ مجھ سے سن اے با تمیز

خانۂ آنحضرت میں ایک اندھے کا آنا

اندر آمد پیش پیغمبر ضریر — کاے نوا بخش تنور از بیر خمیر
آیا اک اندھا حضور مصطفےٰ — اور کہا تم ہو ولی نعمت بجا

اے تو میر آب و من مستقیم — مستغاث المستغاث اے ساقیم
تو ہے میر آب میں ہوں تشنہ لب — میرے ساقی تجھ سے ہے فریاد اب

چوں درآمد آں ضریر از در شتاب — عائشہؓ بگریخت بہر احتجاب

گھر میں اندھا آیا جب دروازے سے — عائشہؓ تب بھاگیں پردے کے لئے

زانکہ واقف بود آں خاتون پاک — از غیوری رسول رشکناک

کیونکہ واقف تھیں وہ بی بی باصفا — رشک و غیرت سے ہیں مملو مصطفےٰ

ہر کہ زیبا تر بود رشکش فزوں — زانکہ رشک از ناز خیزد یا جنوں

رشک زیبا تر سے ہوتا ہے فزوں — رشک پیدا ناز سے ہے یا جنوں

گندہ پیراں شوی را قمعا دہند — چونکہ از پیری وز زشتی آگہند

بڈھوں کو بڑھیاں کھلاتی ہیں دوا — نقص پیری سے ہیں واقف برملا

چوں جمال احمدی در ہر دو کون — کے بدست از فرِ یزدانیش عون

دو جہاں میں مثل حسنِ احمدی — فرِ یزداں سے مدد کس کو ملی

نازہائے ہر دو کون او را رسد — غیرت آں خورشید صد تو را رسد

دو جہاں میں ناز اُن کو ہے بجا — غیرت اُس خورشید پنہاں کو روا

کہ در افگندم بکیواں گوئے را — درکشید اے اختراں در روئے را

کہتی ہے کیواںؔ پہ میں غالب ہوئی — اے ستارو تم چھپا لو شکل ابھی

در شعاع بے نظیرم لا شوید — ورنہ پیش نورِ من رسوا شوید

نیست ہو جاؤ شعاؤں میں مری — ورنہ پیش آئے گی رسوائی بڑی

از کرم من ہر شبے غائب شوم — کے روم الا نمایم کہ روم

رات کو ہوتا ہوں میں غائب کہیں — فی الحقیقت میں مگر چھپتا نہیں

تا شما اے من شبے خفاش وار — پرزناں پیدا گرد ایں مطار

تا کہ چمگادڑ کی صورت رات بھر — گردِ عالم کے پھرو پر مار کر

۲ فلک ہفتم پر تمام ستاروں سے بلند ایک ستارہ ہے ۔

۳ قمعا [illegible] دوا

همچو طاؤساں پری عرضه کنید — باز سست و منکر و معجب شوید
مور کی مانند بن جاؤ پری — سست و منکر بن کے پاؤ خود سری

بنگرید آں پائے زشت از اعتیاد — همچو چارق که بود شمع ایاز
پھر کرو تم پائے بد کا امتیاز — جیسے چارق شمع تھا بہر ایاز

رو نمایم صبح بهر گوشمال — تا نگردید از منی ز اہل شمال
صبح پھر آؤں گا دینے کو سزا — تا نہ کر دے دوزخی کبر و ریا

ترک کن زیرا دراز است ایں سخن — نہی کرد ست از درازی امر کن
چھوڑ دے ہے کیونکہ لمبی داستاں — منع ہے طول سخن اے خوش بیاں

آنحضرت کی طرف سے حضرت عائشہؓ کا امتحان

گفت پیغمبر برائے امتحاں — او نہ بیند ترا کم شو نہاں
بولے پیغمبرؐ برائے امتحاں: — وہ ہے نابینا۔ نہ ہو اُس سے نہاں

کرد اشارت عائشہؓ با دستہا — او نہ بیند لیک من بینم ورا
عائشہؓ نے یوں اشاروں سے کہا — میں ہوں بینا گو نہیں وہ دیکھتا

غیرت عقل است بر خوبی روح — پر ز تمثیلات و تشبیہ اے نصوح
عقل کی غیرت ہے ہمرو روح کے — ہے بھری تشبیہ اور تمثیل سے

با چنیں پنہانیٔ کیں روح راست — عقل بر وے اینچنیں رشکیں چراست
روح جو ہے اتنے حجابوں میں مگر! — کیوں ہے اُس پر عقل کو رشک اس قدر

از کہ پنہاں میکنی اے رشک خو — آنکہ پوشیدہ است نورش روئے او
کس سے تو اُس رو کو چھپاتی ہے بھلا — نور ہے خود اک حجاب اُس روح کا

سہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں کہ خیر الکلام ما قلّ ودلّ۔ یعنی کلام بہترین وہ ہے جو کم ہو اور کثیر پر دلالت کرے۔

میرود بے روئے پوشش این آفتاب — فرطِ نورِ اوست ویش را نقاب

جا رہا ہے بے نقاب یہ آفتاب — کر رہے فرطِ نور ہی اُس کا نقاب

از کہ پنہاں میکنی لے رشک ور — کافتاب او را نمے بیند اثر

کس سے تو اُس کو چھپاتی ہے مگر — اُس کا سورج بھی نہیں پاتا اثر

رشک ازاں افزوں ترست اندر تنم — کز خودش خواہم کہ پنہانش کنم

رشک میرے دل میں ہے یوں بڑھ رہا — خود سے ہوں اُس کو چھپانا چاہتا

ز آتشِ رشکِ گراں آہنگِ من — با دو چشم و گوش اندر جنگِ من

آگ سے رشکِ گراں آہنگ کی — جنگ ہے آنکھ اور کانوں میں چھڑی

چوں چنیں رشکیست پنہاں اُو — پس دہاں بر بند و گفتن را بہل

ہاں اگر ہے رشک ایسا ہی تجھے — بند کر منہ، بولنا بھی چھوڑ دے[1]

ترسم ار خامش کنم آں آفتاب — از سوے دیگر بدرّد اندر حجاب

ڈر ہے گر خاموش ہوگا آفتاب — دوسری جانب سے پھاڑے گا حجاب

در خموشی گفتِ ما اظہر شود — کز منعِ آں میل افزوں تر شود

ہے خموشی ترجمانِ مدعا — روکنے سے بڑھتی ہے خواہش سوا

گر بغرّد بحر غرّش کف شود — جوشِ اَحْبَبْتُ بِاَنْ اُعْرَفْ شود

شورِ دریا میں جو بے حد کف ہے یہ — جوشِ اَحْبَبْتُ بِاَنْ اُعْرَفْ شود

حرف گفتن بستنِ آں روزن است — عینِ اظہارِ سخن پوشیدن است

جدش روزن ہے گفتارِ سخن — ہے چھپانا عینِ اظہارِ سخن

[1] کیونکہ بولنا بھی تو روح ہی کا پتہ دیتا ہے اور گفتگو بھی تو ایک طرح روح ہی کا اظہار ہے +

[2] بفحوائے - اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ - یعنی میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں - پس میں نے مخلوق کو پیدا کردیا +

بلبلانہ نعرہ زن بر روئے گل ۔ تا کنی مشغول شاں از بوئے گل

روئے گل پہ مثلِ بلبل نعرہ مار ۔ بوئے گل سے پھیر اپنی سمت یار

تا بقل مشغول گردد گوش شاں ۔ سوئے روئے گل نپرد ہوش شاں

کان تا کہ تیری باتوں پہ لگیں ۔ ورنہ اُن کے ہوش سوئے گل اڑیں

پیش آں خورشید کو بس روشن ست ۔ در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست

سامنے خورشید روشن کے خلیل ۔ فی الحقیقت راہزن ہے ہر دلیل

امیر ترک کی محفل میں مطرب کا غزل گانا

مطرب آغازید نزد ترک مست ۔ در حجاب نغمہ اسرار الست

الغرض مطرب نے چھیڑے ہو کے مست ۔ پردۂ نغمہ میں اسرار الست

مے ندانم کہ تو ماہی یا وثن ۔ مے ندانم کہ چہ مے خواہی زمن

بت ہے تو یا چاند ہے، جانوں میں کیا ۔ کیا خبر تو کیا ہے مجھ سے چاہتا

مے ندانم تا چہ خدمت آرمت ۔ تن زنم یا در عبارت آرمت

میں نہ جانوں کیا کروں خدمت تری ۔ چپ رہوں یا بات کہہ دوں اک نئی

اے عجب گر نیستی از من جدا ۔ مے ندانم من کجایم تو کجا

گر نہیں مجھ سے جدا تو جانِ جاں ۔ میں نہ جانوں تو کہاں ہے میں کہاں

مے ندانم کہ مرا چوں مے کشی ۔ گاہ در بر گاہ در خوں مے کشی

میں نہ جانوں مارتا ہے کیوں مجھے ۔ کرکے آلودہ بخاک و خوں مجھے

ہمچنیں لب در ندانم باز کرد ۔ مے ندانم مے ندانم ساز کرد

میں نہ جانوں، تھی یہ مطرب کی صدا ۔ کہہ رہا تھا، میں نہیں کچھ جانتا

چوں ز حد شد مے ندانم از شگفت ۔ ترک ما را زیں حرارت دل گرفت

"میں نہ جانوں" جب کہا حد سے سوا ۔ ترک کو گرمی سے غصہ آگیا

برجہید آں ترک و دبوسے کشید | ما علیہا بر سرِ مطرب دوید

گرز لے کر ترک بس دوڑا ادھر | تاکہ توڑے اس سے میراثی کا سر

گرز را بگرفت سرہنگے بدست | گفت نے مطرب کشی ایں دم بدست

اک سپاہی نے لیا وہ گرز تھام | بولا اس کو مارنا اچھا ہے کام

گفت ایں تکرارِ بے حد و مرش | کوفت طبعم را بکوبم بر سرش

ترک بولا اس کی اس تکرار سے | کوفت ہے مجھ کو، نہ کیوں ماروں اسے

قلتبانا مے ندانی گہ مخور | زانچہ مے دانی بگو مقصود بر

شُہدے جب لا علم ہے تو گو نہ کہا | کہہ وہی جو کچھ بھی ہے تو جانتا

آں بگو اے گیج کہ مے دانیش | مے ندانم مے ندانم در مکش

کہہ وہی ناداں جو کچھ ہے جانتا | "میں نہ جانوں" کی نہ ایسی رٹ لگا

چوں بگویم از کجائی اے مُرے | تو بگوئی نے ز بلخم نے ہرے

تیرا مسکن تجھ سے گر پوچھوں کبھی | تو کہے میں ہوں نہ بلخی نے ہری[لہ]

نے ز ہند و نے ز روم و نے ز چین | نے ز شام و نے عراق و بار دیں

ہند کا ہوں اور نہ روم و چین کا | ہوں نہ شامی نے عراقی برملا

نے ز بغداد و نہ موصل نے طراز | در کشی در نے و نے راہِ دراز

ہوں نہ بغدادی نہ موصل ہے گھر | بات کو دیتا ہے طول اے بے خبر

خود بگو تا از کجائی باز رہ | ہست تنقیحِ مناط اینجا بگیہ

کیوں نہیں کہتا کہ مسکن ہے فلاں | ہے غرض تنقیحِ مطلب سے یہاں

یا بپرسم کہ چہ خوردی ناشتاب | تا بگوئی نے شراب نے کباب

یا میں تو پوچھوں تو نے کیا کھایا شتاب | اور کہے تو نے شراب اور نے کباب

لہ ہرات کا رہنے والا ۔

نہ بقول و نے نہ پیر و نے نہ بصل ۔۔۔ نہ ز شیر و نہ ز شکر نے عسل

ساگ کھایا ہے نہ پیاز اور نہ پنیر ۔۔۔ شہد کھایا ہے نہ شکر اور نہ شیر

نہ قدید و نے ثرید و نے عدس ۔۔۔ آنچہ خوردی آں بگو تنہا و بس

گوشت کھایا ہے نہ ستو نے شوربا ۔۔۔ کھایا ہے جو کچھ وہی کہہ بے کھٹکے

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا[1]

ایں سخن خائی و راز از بہر چیست ۔۔۔ گفت مطرب زانکہ مقصودم نفی است

کیوں بڑھائی بات تو نے بے تکی ۔۔۔ بولا مطرب میرا مقصد ہے نفی

میرد اثبات پیش از نفی تو ۔۔۔ نفی کردم تا بری ز اثبات بو

تجھ سے دور اثبات، پیش نفی کی ۔۔۔ ازپئے اثبات میری نفی تھی

در نوا آرم بنفی ایں ساز را ۔۔۔ چوں بمیری مرگ گوید راز را

نفی سے چھیڑا تھا میں نے ساز کو ۔۔۔ تو جو مر جائے تو سمجھے راز کو

جاں بسے کندی و اندر پردہ ٔ ۔۔۔ زانکہ مُردن اصل بُد نا وردہ ٔ

جاں کھپائی اور پردے میں رہا ۔۔۔ اصل تھا مرنا، وہ کب حاصل ہوا

تاں نمیری نیست جاں کندن تمام ۔۔۔ بے کمال نردباں نائی ببام

موت سے پہلے فقط ہے جاں کنی ۔۔۔ بام بے سیڑھی کے ملتا ہے کوئی

چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بود ۔۔۔ بام را کوشندہ نا محرم بود

جبکہ سو پایوں سے کم ہوں پائے دو ۔۔۔ بام پہ چڑھنے کی کب امید ہو

چوں رسن یک گز ز صد گز کم بود ۔۔۔ آب اندر دلو از چہ کے رود

رسی گز بھی کم اگر سو گز سے ہو ۔۔۔ کیسے پہنچائیں کنوئیں تک ڈول کو

[1] حدیث شریف۔ یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

غرق ایں کشتی نیائی اے امیر ۔ تاکہ ننہی اندرو من الاخیر

غرق کشتی تیری کیونکر ہو سکے ۔ بوجھ پیدا گردد تو اس پہ سکے

من آخر اصلح آنگاں طاقست ۔ کشتی وسواس و غی را فارقست

بوجھ پورے حادثے ہیں داغی ۔ غرق جو کشتی کریں وسواس کی

آفتاب گنبد ازرق شود ۔ کشتی ہش چونکہ مستغرق شود

گنبد ازرق کا وہ ہو آفتاب ۔ ہوش کی کشتی جو کردے غرق آب

چوں نمردی گشت جاں کندن دراز ۔ مات شو در صبح اے شمع طراز

یہ نہ مرنا ہی ہے طول جان کنی ۔ ہو فنا اے شمع ضو میں صبح کی

تا نگشتند اختراں ما نہاں ۔ دانکہ پنہان است خورشید جہاں

جب تلک ہوں گے دیئے تارے نہاں ۔ کس طرح نکلے گا خورشید جہاں

گرز بر خود زن منی بر خود شکن ۔ زانکہ پنبہ گوش آمد چشم تن

گرز خود ہی مار اپنے بد سخن ۔ کیونکہ کانوں کی روئی ہے چشم تن

گرز بر خود مے زنی ہم اے دنی ۔ عکس تست اندر فعالم ایں منی

گرز اپنے مارتا ہے اے شقی ۔ ہے میرے تیر میں ہے تیرا ہی

عکس خود در صورت من دیدۂ ۔ در قتال خویش در پیچیدۂ

عکس دیکھا میرے رخ پر دیکھ کر ۔ پیچ کھاتا ہے تو اپنے قتل پہ

ہمچو آں شیرے کہ در چہ شد فرو ۔ عکس خود را خصم خود پنداشت او

چاہ میں شیر اک ہوا جیسے فرو ۔ جان کر دشمن خود اپنے عکس کو

نفی ضد ہست باشد بے شکے ۔ تا ز ضد ضد را بدانی اندکے

نفی ضد ہے ہست کی بیشک ادے ۔ تاکہ ضد کو ضد سے تو پہچان لے

ایں زماں جز نفی ضد اعلام نیست ۔ اندریں نشاۃ دمے بیدام نیست

نفی ضد کا یہ تو معنی لہ اعلام ہے ۔ اس جہاں کا لحظہ لحظہ دام ہے

بے حجابت باید آں اے ذولباب ۔۔۔ مرگ را بگزیں و بر دراں حجاب

چاہیے اس کو دیکھنا گر بے نقاب ۔۔۔ موت کا طالب ہو، کر رفع حجاب

نے چناں مرگے کہ در گورے روی ۔۔۔ مرگ تبدیلی کہ در سوئے شوی

وہ نہیں مرنا کہ ہو خاک قبور ۔۔۔ ایسی تبدیلی جو ہو وجہ سرور

مرد چوں بالغ شد آں طفلی بمرد ۔۔۔ رومئی شد صبغۂ زنگی سترد

مرد جب بالغ ہوا طفلی مری ۔۔۔ [1] نہ پہلے زنگی تھا۔ ہے اب رومی وہی

خاک زر شد ہیئت خاکی نماند ۔۔۔ غم فرح شد خار غمناکی نماند

خاک سونا بن کے کب خاکی رہی ۔۔۔ غم ہوا شادی - نہ غمناکی رہی

مصطفٰے زیں گفت کاے اسرار جو ۔۔۔ مردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو

یہ ہے ارشادِ جناب مصطفٰے ۔۔۔ چاہیے جو مردہ کو زندہ دیکھنا

می رود چوں زندگاں بر خاکداں ۔۔۔ مردہ و جانش شدہ بر آسماں

جو زمیں پہ مثل زندوں کے چلے ۔۔۔ جان اس کی آسمانوں پر رہے

جانش را ایں دم بہ بالا مسکنے ست ۔۔۔ گر بمیرد روح او را نقل نیست

عالم بالا ہے مسکن روح کا ۔۔۔ گر وہ مر جائے ہو نقلِ روح کا

زانکہ پیش از مرگ او کردہ ست نقل ۔۔۔ ایں بمردن فہم آید نے بہ عقل

منتقل مرنے سے پہلے ہوچکا ۔۔۔ موت سمجھائے گی اس کو۔ عقل کیا

نقل باشد نے چو نقل جانِ عام ۔۔۔ ہمچو نقلے از مقامے تا مقام

یہ کہاں ہے نقل مثل روح عام ۔۔۔ منتقل ہوتے ہیں گو جاں گوں مقام

ہر کہ خواہد کو بہ بیند بر زمیں ۔۔۔ مردہ را کو مے رود ظاہر یقیں

جو کوئی چاہے زمیں پر دیکھنا ۔۔۔ چلتا پھرتا ایک مردہ ظاہرا

[1] یعنی پہلے بے شعور تھا۔ اب ذی شعور ہوگیا ۔

مر ابوبکرؓ تقی را گو ببیں! — شد ز صدیقے امیر الصادقین

وہ ابوبکرؓ تقی کو دیکھ لے — جو امیر الصادقین ہیں صدق سے

اندریں نشاۃ نگر صدیقؓ را — تا بحشر افزوں کنی تصدیق را

دیکھیے اس عالم میں تو صدیقؓ کو — تا بڑھائے حشر میں تصدیق کو

پس محمدؐ صد قیامت بود نقد — زانکہ حل شد در فنائش حل و عقد

صد قیامت تھے محمدؐ آپ ہی — آستاں پہ اُن کے مشکل حل ہوئی

زادۂ ثانیست احمدؐ در جہاں — صد قیامت بود او اندر عیاں

زادۂ ثانی تھے احمدؐ بے گماں — صد قیامت اُن کے اندر تھیں عیاں

زو قیامت را ہمے پرسیدہ اند — کاے قیامت تا قیامت[1] راہ چند

اُس قیامت سے یہ پوچھا بارہا — اب قیامت کا ہے کتنا فاصلا

با زبانِ حال مے گفتے بسے — کز محشر حشر را پرسد کسے

یوں زبانِ حال سے تقریر کی — پوچھتا ہے حشر محشر سے کوئی

بہرِ ایں گفت آں سوخوش پیام — رمزِ موتو قبل موت یا کرام

مصطفٰےؐ نے اس لئے (روحی فدا) — راز "موتو قبل موت" کہدیا

ہمچنانکہ مردہ ام من قبل موت — زاں طرف آوردہ ام من صیت و صوت

جیسے قبل موت میں مُردہ ہوا — اب اُدھر سے ہے مری صوت و صدا

پس قیامت شو قیامت را ببیں — دیدن ہر چیز را شرط است ایں

پس قیامت ہو، قیامت دیکھ لے — شرط ہے یہ دیکھنے کے واسطے

تا نگردی ایں ندانی شد تمام — خواہ کان انوار باشد یا ظلام

ہو نہ گر ایسا، نہ ہوگا کچھ عیاں — خواہ تاریکی ہو یا ہو نور یاں

[1] یعنی مخلوق بعدِ خدا *

عقل گردی عقل را دانی کمال / عشق گردی عشق را بینی جمال

عقل بنی تو عقل کا سمجھے کمال / عشق بنی تو عشق کا دیکھے جمال

نار گردی نار را دانی یقین / نور گردی ہم بدانی آں و ایں

نار ہو جا، نار کا کرے یقین / نور ہو جا اور سمجھے آں و ایں

گفتمے برہان ایں دعوے مبین / گر بدے ادراک اندر خورد ایں

کرد اس دعوے پہ اظہارِ دلیل / ہے کہاں ادراک ایسا اے خلیل

ہست انجیر ایں طرف بسیار خوار / گر رسد مرغے قنق انجیر خوار

ہیں یہاں انجیر تو کثرت سے خوار / مرغ ہی کوئی نہیں انجیر خوار

در ہمہ عالم اگر مرد و زن اند / دم بدم در نزع و اندر مردن اند

مرد و زن دنیا میں ہیں یہ جس قدر / نزع میں اور موت میں ہیں منتشر

ایں سخن ہا را وصیت ہا شمر / کہ پدر گوید درآں دم با پسر

میری باتوں کو وصیت جان لے / باپ جو کہتا ہے اپنے پوت سے

تا بروید رحمت و عبرت بدیں / تا ببرد بیخ بغض و رشک و کیں

تاکہ اس سے رحمت و غیرت بڑھے / بغض و رشک اور دشمنی کی جڑ کٹے

تو بداں نیت نگر در اقربا / تا ز نزع او بسوزد دل ترا

اقربا کو دیکھ اس نیت سے تو / تا سمجھے نزع کی حدت سے تو

کل آت آت آں نقد داں / دوست را در نزع و اندر فقد داں

آنے والی شے کو جاں آیا ہوا / نزع میں تو جان عالم دوست کا

ور غرض ہا زیں نظر گردد حجیب / ایں غرض ہا را برون افگن زجیب

اور غرض سے ہو جو نظروں کو حجاب / ایسی نظروں سے ہے لازم اجتناب

ور نیارے خشک بر عجزے بایست / ز آنکہ با عاجز گزیدہ معجزیست

ست ٹھہر عجز و نیاز خشک پہ / معجزہ عاجز پہ ہے لطف نظر

عجز زنجیریست زنجیرت نہاد — چشم در زنجیر نہ باید کشاد

عجز اک زنجیر ہے اور بے خبر — جس کی ہے زنجیر اُس پہ غور کر

پس تضرع کن کہ اے ہادی زیست — باز بودم لیک گشتم ایں زچیست

گڑگڑا کر رو کہ اے مولا یہ کیا — باز تھا، پھر میں کیونکر ہو گیا

سخت تر افشردہ ام در شر قدم — کہ لفی خسرم ز قہرت دم بدم

دب گیا ہوں سر سے قدموں پہ مرا — قہر سے تیرے ہوں نقصان میں پڑا

از نصیحت ہائے تو کر بودہ ام — بت شکن دعوے و بتگر بودہ ام

ہو گیا بہرا نصیحت سے تری — بت شکن تھا، کر رہا ہوں بت گری

یاد صنعت فرض تر یا یاد مرگ — مرگ مانند خزاں تو اصل برگ

یاد صنعت فرض تھی یا یاد مرگ — موت تھی مثل خزاں تو اصل برگ

سالہا ایں مرگ طبلک مے زند — گوش تو بیگاہ جنبش مے کند

موت کی بجتی ہے کب سے ڈگڈگی — بے محل سنتے ہیں تیرے کان ہی

نزع میں بیدار ہونے والا غافل

گوید اندر نزع از جاں آہ مرگ — ایں زماں کردت ز خود آگاہ مرگ

نزع میں اب کہہ رہا ہے آہ موت — کر دیا اب تو نے خود آگاہ موت

ایں گلوئے مرگ از نعرہ گرفت — طبل او بشگافت از مرگ اے شگفت

موت کا اس شور نے دابا گلا — موت نے خود فیصلہ اس کا کیا

در دقائق خویش را در تافتی — رمز مردن ایں زماں در یافتی

تجھے سمجھاتا رہا تا عمر سب — رمز مرنے کی ہوئی دریافت اب

روز عاشورا ہمہ اہل حلب — باب انطاکیہ اندر تا بشب

روز عاشورا حلب کے نوحہ گر — جاتے ہیں سب باب انطاکیہ پر

گرد آید مرد و زن جمعے عظیم — ماتم آں خانداں دارد مقیم

ہو تے ہیں اُس جا اکٹھے مرد و زن — ماتم سادات کا ہے یہ چلن

تا بشب نوحہ کنند اندر بکا — شیعہ عاشورا برائے کربلا

رات بھر کرتے ہیں فریاد و بکا — شیعے عاشورا برائے کربلا

بشمرد آں ظلم ہا و امتحاں — کز یزید و شمر دید آں خانداں

اور کریں بیداد و خواری کا بیاں — جو یزید و شمر سے پہنچی وہاں

از غریو و نعرہ ہا در سرگذشت — پر ہے گردد ہمہ صحرا و دشت

گونجتا ہے شور و شیون سرگذشت — جس سے بھر جاتے ہیں سب صحرا و دشت

عاشورا کے دن ایک شاعر کا حلب میں پہنچنا

یک غریبے شاعرے از رہ رسید — روز عاشورا و آں افغاں شنید

پہنچا اک بے چارا شاعر بھی وہاں — روز عاشورا سنی آہ و فغاں

شہر را بگذاشت و آں سو رائے کرد — قصد جست و جوئے آں ہیہائے کرد

شہر چھوڑا اور اُدھر وہ بھی چلا — ہاؤ ہو کا تا لگائے کچھ پتا

پرس پرساں مے شد اندر افتقاد — چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد

پوچھتا پھرتا تھا وہ سب سے وہاں — کیا ہے یہ غم، کس کا ماتم ہے یہاں

ایں رئیسے زفت باشد کو بمرد — ایں چنیں مجمع نباشد کار خورد

کیا رئیس اعظم اب کوئی مرا — غیر معمولی ہے یہ مجمع بڑا

نام او و القاب او شرحم دہید — کہ غریبم من شما اہل دہید

نام اور القاب کچھ اُس کا کہو — میں مسافر ہوں تم اہل شہر ہو

چیست نام و پیشہ و اوصاف او — تا بگویم مرثیہ الطاف او

نام اور پیشہ تھا کیا اوصاف کیا — تا کہوں میں مرثیہ الطاف کا

مرثیہ سازم کہ مردِ شاعرم	تا ازینجا برگ و لا لنگے برم
میں ہوں شاعر، اک لکھوں گا مرثیہ	پاؤں آزوقہ میں تا کوئی صلہ
آں یکے گفتش کہ تو دیوانۂ	تو نۂ شیعہ عدوِّ خانۂ
ایک بولا، آہ تو دیوانہ ہے	کیا نہیں شیعہ، عدوئے خانہ ہے
روزِ عاشورا نمیدانی کہ ہست	ماتمِ جانے کہ از قرنے بہ است
روزِ عاشورا ہے، کیا واقف نہیں	اُس کا غم ہے، جان تھی جو بہتریں
پیشِ مومن کے بود ایں قصہ خوار	قدرِ عشقِ گوشِ عشق گوشوار
پیشِ مومن یہ فسانہ کب ہے خوار	عشق کی ہے، عشق ہی کو قدریار
پیشِ مومن ماتمِ آں پاک روح	شہرہ تر باشد ز صد طوفانِ نوح
ماتم اُن کا مومنوں کے واسطے	ہے اہم تر نوحؑ کے طوفان سے

شیعانِ حلب کو شاعر کا جواب

گفت آرے لیک کو دورِ یزید	کے بُدہ ست آں غم چہ دیر اینجا رسید
بولا شاعر، کب یزیدی عہد تھا	اور کب پہنچا یہاں یہ ماجرا
چشمِ کوراں آں خسارت را بدید	گوشِ کراں ایں حکایت را شنید
دیکھیں اندھوں نے وہ ساری خواریاں	اور بہروں نے سُنیں وہ زاریاں
خفتہ بودستید تا اکنوں شما	تا کنوں جامہ دریدید از عزا
کیا ابھی تک سو رہے تھے تم پڑے	اب جو ماتم میں ہو کپڑے پھاڑتے
پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں	زانکہ بد مرگیست ایں خوابِ گراں
سونے والو اپنا خود ماتم کرو	ہے یہ غفلت موت یہ تم جان لو
روحِ سلطانے ز زندانے بجست	جامہ چوں دریم و چوں خائیم دست
رُوحِ سلطاں کی جو چھوٹی قید سے	کیوں کریں ہم سوگ کپڑے پھاڑ کے

چونکہ ایشاں خسرو دیں بودہ اند
وقت شادی شد چو بشکستند بند

چونکہ وہ سب دین کے سردار تھے
جب رہائی مل گئی خوش ہو گئے

سوئے شادروانِ دولت تاختند
کندہ و زنجیرہا انداختند

پھر دولت کی طرف رخصت ہوئے
کاٹھ اور زنجیر سب کچھ چھوڑ گئے

دورِ ملک ست و گہ شاہنشہی
گر تو یک ذرہ از ایشاں آگہی

دور اب ان کا ہے اور شاہنشہی
کاش ذرہ بھر ہو تم کو آگہی

ور نۂ آگہ برو بر خود گری
زانکہ در انکارِ نقل و محشری

گر نہیں آگاہ روئے زشت تو
کیونکہ حشر و نشر کا منکر ہے تو

بر دل و دین خرابت نوحہ کن
چوں نمے بیند جز ایں خاک کہن

دین اور دل پر خود اپنے نوحہ کر
جس کو کیا جز خاک آتا ہے نظر

ور ہمے بیند چرا نبود دلیر
پشت دار و جاں سپار و چشم سیر

دیکھتا ہے تو نہیں پھر کیوں دلیر
پشت دار اور جاں سپار اور چشم سیر

در رخت کو از پے دین فرخی
گر بدیدی بحر کو کفِ سخی

ہے کہاں چہرے پہ دین کی فرخی
بحر دیکھا تو کہاں دستِ سخی

حریص دنیا کی تشبیہ چیونٹی سے

آنکہ جو دید آب را نکند دریغ
خاصہ آں کو دید آں دریا و میغ

جس نے دیکھی نہر پانی کیوں نہ دے
خاص کر جو ابر و دریا دیکھ لے

مور بر دانہ ازاں لرزاں بود
کز خرمنگاہ خود عمیاں بود

اس لئے لرزاں ہے چیونٹی دانہ پہ
اپنے خرمن کی نہیں کچھ اسکو خبر

مے کشد یک دانہ را از حرص و بیم
چوں نمے بیند چناں چاش عظیم

لاتی ہے اک دانہ حرص و خوف سے
جب نہیں خرمن نظر آتا اسے

صاحبِ خرمن ہمیگوید کہ ہے | اے زکوری پیشِ تو معدوم شے
صاحبِ خرمن یہ کہتا ہے کہ ہے | دانہ ناچیز بھی یہ کوئی شے

تو ز خرمنہائے ما آں دیدۂ | کاندراں دانہ بجاں پیچیدۂ
دیکھا ہے خرمن سے دانہ ایک ہی | اس لئے تو اُس میں ہے لپٹی ہوئی

اے بصورت ذرہ کیواں را ببیں | مور لنگے رو سلیمانؑ را ببیں
تو تو اک ذرہ ہے کیواں کو بھی دیکھ | لنگڑی چیونٹی، جا سلیمانؑ کو بھی دیکھ

تو نۂ ایں چشم بل آں دیدۂ | وارہی از جسم گر جاں دیدۂ
تو نہیں یہ آنکھ، تو ہے وہ نظر | جسم سے چھوٹے، ہو وجد جاں اگر

آدمی دیدہ ست و باقی پوست ست | دیدہ آں باشد کہ دید دوست ست
آدمی دیدہ ہے باقی پوست ہے | دیدہ اس کی جس کو دید دوست ہے

آدمی دیدہ است باقی لحم و پوست | ہر چہ چشمش دیدہ است آں خیر اوست
آدمی دیدہ ہے باقی گوشت ہی | ہے نظر میں اسکی بہتر پوست ہی

کوہ را غرقہ کند یک خم ز خم | منفذے گر باز باشد سوئے یم
ایک مٹکا بھی ڈبو دے کوہ کو | ہاں سمندر میں گر اُس کی سوت ہو

چوں بدریا راہ شد از جان خم | خم با جیحوں بر آرد استلم
راستہ خم کا جو دریا سے ملے | کیوں نہ پھر جیحوں پہ خم غالب رہے

زیں سبب قل گفتۂ دریا بود | گرچہ نطق احمدی گویا بود
اس لئے قل گفتۂ دریا ہوا | گرچہ نطق احمدی گویا ہوا

گفتۂ او جملہ دُرِّ بحر بود | کہ دلش را بود در دریا نفوذ
گو ہے دریا تھا قول مصطفےٰ | ان کا دل دریا میں تھا ڈوبا ہوا

لہ یعنی اس لئے قرآن مجید میں جو جا بجا قُل کے ساتھ آیا ہے وہ گو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا گیا ہے لیکن حقیقت میں دریا یعنی خدائے تعالےٰ کا کہا ہوا ہے

داد دریا چوں زخُمِ ما بود ۔۔ چہ عجب گر ماہیٔ دریا بود

داد دریا گر ہمارے خم سے ہو ۔۔ کیا عجب دریا ہو مچھلی دوستو

چشمِ حس افسردہ بر نقشِ قمر ۔۔ تو قمر می بینی و او مستقر

چشمِ حس ٹھٹھری ہے نقشِ ماہ پہ ۔۔ وہ ہمیشہ ہے قائم اور تو کہتا ہے قمر

ایں دوئی اوصافِ دیدۂ احول است ۔۔ ورنہ اول آخر آخر اول ست

یہ دوئی ہے چشمِ احول کا پتا ۔۔ ورنہ جو ہے ابتدا وہ انتہا

ہیں گذر از نقشِ خم در خم نگر ۔۔ کاندرو بحریست بے پایاں و مر

نقشِ خم کو چھوڑ۔ خم پہ غور کر ۔۔ جس میں اک دریا ہے بے پایاں و مر

پاک از آغاز و آخر آں عذاب ۔۔ ماندہ محروماں ز قہرش در عذاب

ابتدا و انتہا سے بے حجاب ۔۔ چور ہے محروم، ہیں غرقِ عذاب

ایں چنیں خم را تو دریا داں یقیں ۔۔ زندہ از وے آسمان و ہم زمیں

ایسے مٹکے کو تو دریا کر یقیں ۔۔ اُس سے زندہ آسمان ہیں اور زمیں

گشتہ دریائے دوئی در عین وصل ۔۔ شد ز سو در بیسوئی در عین وصل

اب وہ دریا کے دوئی ہے عین وصل ۔۔ ہو کے یکسو بے سوئی ہے عین وصل

بلکہ وحدت گشتہ او را در وصال ۔۔ شد خطاب او خطابِ ذوالجلال

بلکہ اب حاصل ہے توحید وصال ۔۔ ہے خطاب اُس کا خطابِ ذوالجلال

بعد ازاں گوید حقم منصور وار ۔۔ تا شود بر دارِ شہرت او سوار

کہنے لگتا ہے وہ حق منصور وار ۔۔ تاکہ ہو شہرت کی سُولی پہ سوار

تا چنیں سرِ جہاں ظاہر شود ۔۔ مقبل اندر جستجو ماہر شود

تاکہ ہو یہ بھید ظاہر دہر میں ۔۔ خوش نصیب اس سے ہوں ماہر دہر میں

سلہ یعنی چاند بحالہ قائم رہتا ہے۔ مگر تو اسے کبھی ہلال سمجھتا ہے کبھی قمر اور کبھی بدر ✦ سلہ عذاب معنی

تا فزاید در جهاد و کوشش او ‌‌ ‌ تا میسّر گرددش دیدار ہو
تا کہ کوشش کی بڑھا دے آرزو ‌ ‌ اور میسّر اس کو ہو دیدار ہو

اہلِ دل ہمچوں کہ جو در وے رواں ‌ ‌ بے دوئی یک گشتہ در دریاے جاں
اہلِ دل دریا میں ہیں جیسے نہر رواں ‌ ‌ بے دوئی دریا میں ہو کر ایک جاں

ہیں ز چہ معلوم گردد ایں ز بعث ‌ ‌ بعث را کم جو کن اندر بعث بحث
مر کے ہی اٹھنے سے ہو اس کی خبر ‌ ‌ جستجوئے بعث چھوڑ، اور بحث کر

شرطِ روزِ بعث اوّل مردن است ‌ ‌ زانکہ بعث از مردہ زندہ کردن است
شرطِ روزِ بعث ہے اوّل فنا ‌ ‌ بعث ہے مر کر پھر اٹھنا مردے کا

جملہ عالم زیں غلط کردند راہ ‌ ‌ کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
ساری دنیا نے غلط کی اپنی راہ ‌ ‌ وہ عدم سے ڈر گئے، جو تھا پناہ

از کجا گوییم علم از ترکِ علم ‌ ‌ از کجا جوییم سلم از ترکِ سلم
ہے نشانِ علم ترکِ علم سے ‌ ‌ دشمنی میں دوستی کے ہیں پتے

از کجا جوییم حال از ترکِ حال ‌ ‌ از کجا جوییم قال از ترکِ قال
حال ترکِ حال سے ہوگا عیاں ‌ ‌ قال ترکِ قال ہی میں ہے جہاں

از کجا جوییم ہست از ترکِ ہست ‌ ‌ از کجا جوییم دست از ترکِ دست
طالبِ ہستی ہے، ہستی ترک کر ‌ ‌ ناتوانی سے ہے قوت بے خبر

ہم تو تانی کرد یا نعم المعین ‌ ‌ دیدۂ معدوم بیں را ہست بیں
تو ہی کر سکتا ہے اے نعم المعین[1] ‌ ‌ دیدۂ معدوم بیں کو ہست بیں

دیدۂ کو از عدم آمد پدید ‌ ‌ ذاتِ ہستی را ہمہ معدوم دید
آنکھ جو نکلی عدم سے ہے ستم ‌ ‌ ذاتِ ہستی کو سمجھ بیٹھی عدم

[1] اے سب سے اچھے مددگار، خداوند تعالےٰ کی طرف اشارہ ہے۔

ایں جہان منتظم محشر بود — گر دو دیدہ مبدل و انور شود

ہو جہان منتظم محشر اگر — ہو مبدل اور روشن آنکھ گر

زاں نہ بیند آں حقائق را تمام — کہ بریں خاماں بود فہمش حرام

اس لئے پنہاں حقائق ہیں تمام — خام لوگوں پر ہے فہم اس کا حرام

نعمت جنات خوش بر دوزخی — شد محرم گرچہ حق آمد سخی

نعمتیں جنت کی اہل نار پہ — ہیں حرام اور ہیں سخی ہے داور

در دہانش تلخ گردد شہد خلد — چوں نبود از وفیان عہد خلد

اُن کے منہ میں تلخ تر ہے شہد خلد — کیونکہ توڑا ہے اُنہوں نے عہد خلد

مر شما را نیز در سوداگری — دست کے جنبد چو نبود مشتری

اپنی ہی سوداگری کو دیکھ لو — ہاتھ کب ہلتا ہے جب گاہک نہ ہو

کے نظارہ اہل بخریدن بود — آں نظارہ گول گردیدن بود

محض نظارے سے ہاتھ آجائے مال — یہ حماقت بھی ہے اور کار محال

پرسش پرساں کہ ایں چند و آں بچند — از پئے تعبیر وقت و ریشخند

پوچھتا ہے دام ہر اک چیز کے — وقت ٹالنے اور تمسخر کے لئے

از ملولی کالہ مے خواہد ز تو — نیست آں کس مشتری و کالہ جو

وہ مجھے دل سے ہے مقصود ماننگتا — وہ نہیں گاہک ترے اسباب کا

کالہ را صد بار دید و باز داد — جامہ کے پیمود او پیمود باد

مال دیکھا بارہا۔ لوٹا دیا — کپڑا کیا ناپا، کہ ناپی تھی ہوا

کو قدوم و کر و فر مشتری — کو مزاح و تنگی سرسری

اس میں کب ہے کر و فر مشتری — ہزل ہے یا مذاق سرسری

چونکہ در ملکش نباشد حبہ — جز پئے تسخر چہ جوید جبہ

جب گرہ میں اس کی اک کوڑی نہیں — جز تمسخر کیا کرے وہ بے یقیں

در تجارت نیستش سرمایۂ ‎ ‎ پس چہ شخص زشت او چون سایۂ

مول کیا لیگا کہ بے سرمایہ ہے ‎ ‎ جسم ہے اُس کا مثال سایہ ہے

مایہ در بازار ایں دنیا زرست ‎ ‎ مایہ آنجا عشق و دو چشم ترست

پونجی اس بازار دنیا کی ہے زر ‎ ‎ اور اُس دنیا کا عشق اور چشم تر

ہر کہ او بے مایہ در بازار رفت ‎ ‎ عمر رفت و بازگشت و خام تفت

جو کوئی بازار بے پونجی گیا ‎ ‎ عمر بیتی - اور ناکارہ پھرا

ہی کجا بودی بیا در ہیچ جا ‎ ‎ ہی چہ پختی بہر خوردن شوربا

ہے کہاں ہے ہیچ اس سے باہر آ ‎ ‎ کیا ہے کھانے کو پکایا شوربا

مشتری شو تا بجنبد دست من ‎ ‎ لعل زاید معدن آبستِ من

مشتری ہو، ہاتھ تا میرے ہلیں ‎ ‎ لعل چمکیں مخزن - و شیشہ میں!

مشتری گرچہ کہ سست و بارد است ‎ ‎ دعوت دین کن کہ دعوت وارد است

مشتری گو سست ہے اور سرد ہے ‎ ‎ دے اُسے دعوت کہ دعوت ہے روا

باز پران کن حمام روح گیر ‎ ‎ در رہ دعوت طریق نوح[۱] گیر

باز اُڑا کر لے کبوتر روح کا ‎ ‎ رکھ تو دعوت میں طریقہ نوحؑ کا

خدمتے می کن برائے کردگار ‎ ‎ با قبول و رد خلقانت چہ کار

کر فقط خدمت خدا کے واسطے ‎ ‎ کیا قبول و رد سے مطلب تجھے

نے قبول اندیش و نے رد اے غلام ‎ ‎ امر را و نہی را مے بیں مدام

چھوڑ دے اندیشۂ رد و قبول ‎ ‎ دیکھ امر و نہی کو۔ مت ہو ملول

[۱] یعنی جیسے حضرت نوح علیہ السلام باوجود مخالفت نو سو برس تک دعوت توحید میں مصروف رہے ۔

خالی مکان میں ایک سائل کا آنا

آں یکے میزد سحوری بر درے
درگہے بود و رواق مہترے

در پہ اک سائل تھا سحری مانگتا
تھی وہ اک درگاہ و قصرِ بے بہا

نیم شب میزد سحوری را بجد
گفت او را قائلے کاے مستند

نصف شب تھی سعی سحری کے لئے
کہنے والے نے کہا یہ دیکھ کے

اولاً وقتِ سحر زن ایں سحور
نیم شب نبود گہ ایں شر و شور

صبح دم آ کر تو سحری مانگنا
شور و شر کرتا ہے نصفِ شب کہا

دیگر آنکہ فہم کن اے بوالہوس
کاندریں خانہ درون خود ہست کس

پھر سمجھنا چاہئے اے بدیقیں
اس مکاں میں کوئی ہے بھی یا نہیں

کس دریں جا نیست جز دیو و پری
روزگارِ خود چہ یاوہ مے بری

کون ہے اس گھر میں جز دیو و پری
وقت کیوں کھوتا ہے وحشت بھری

بہر گوشے میزنی دف گوش کو
ہوش باید تا بداند ہوش کو

دف بجاتا ہے۔ کوئی سنتا بھی ہو
جاننے کو ہوش والا بھی تو ہو

گفت گفتی بشنو از چاکر جواب
تا نمانی در تحیر و اضطراب

بولا سائل کہہ چکا۔ اب سن جواب
تا نہ ہو حیرت سے تجھ کو اضطراب

گرچہ ہست ایں دم بر تو نیم شب
نزد من نزدیک شد صبح طرب

گو ہے تیرے واسطے یہ نیم شب
ہے مگر میرے لئے صبح طرب

ہر شکستے نزد من فیروز شد
جملہ شبہا پیش چشمم روز شد

سب شکستیں فتح ہیں میرے لئے
اب یہ راتیں ہو گئی ہیں دن مجھے

پیش تو خونست آب رود نیل
پیش من آبست نے خون اے نبیل

تجھ کو آب نیل خوں ہے بالیقیں
سامنے میرے ہے پانی۔ خوں نہیں

در حق تو آہن ست آں رخام — پیش داؤد نبی موم ست و رام
تیری نظروں میں ہے لوہا یا رخام[۱] — سامنے داؤدؑ کے ہے موم و رام

پیش تو کُہ بس گرانست و جماد — مطرب ست و پیش اوُ دا وستاد
جامد اک کوہ ہے تیرے لئے — اور ہے مطرب سامنے داؤدؑ کے

پیش تو آں سنگریزہ ساکتست — پیش احمد بس فصیح و قانت ست
تیرے آگے سنگریزہ ہے خموش — پیش احمدؐ ہے فصیح و نطق کوش

پیش تو استون مسجد مردہ ایست — پیش احمدؐ عاشقِ دل بردہ ایست
گو ستوں مسجد کا مردہ ہے تجھے — پیش احمدؐ ہے وہ عاشق جان سے

جملہ اجزائے جہاں پیش عوام — مردہ و پیش خدا دانا و رام
مردہ اجزائے جہاں پیش عوام — اور ہیں پیش خدا دانا و رام

وانچہ گفتی کاندریں قصر و سرا — نیست کس چوں میزنی ایں سنگ را
کیا کہا تو نے نہیں گھر میں کوئی — کیوں بجاتا ہے یہاں تو چخ چخی

بہرِ حق ایں خلق زرہا مے نہند — صد اساس خیر و مسجد مے نہند
بہرِ حق دیتی ہے خلقت مال و زر — رکھتے ہیں مسجد کی بنیادیں بشر

مال و تن در راہ حج و دوست — خوش ہمے بازند چوں عشاق مست
مال اور تن حج و زیارت کے لئے — صورت عشاق دیتے ہیں ارے

ہیچ میگویند کاں خانہ تہی ست — ایں سخن کے گوید آنکس کیست
کوئی کہتا ہے یہ خالی ہیں مکاں — ہے جو واقف کب ہے یہ اسکا بیاں

پُر ہمے بینند سرائے دوست را — آنکہ از نور الٰہستش ضیا
دیکھتے ہیں دوست سے آباد گھر — ہے جنہیں نورِ الٰہی کی خبر

۱ سنگِ مرمر +

بس سرائے پُر ز جمع و انبہی	پیش چشم عاقبت بیناں تہی
ہیں بھرے ایسے بھی دنیا میں مکاں	دور بیں آنکھوں میں جو خالی ہیں یہاں
ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجو	تا بروید در زماں پیش تو او
ڈھونڈے کعبہ میں تو چاہے جسے	دفعتاً وہ ہی نظر آنے لگے
صورتے کو فاخر و عالی بود	او ز بیت اللہ کے خالی بود
ہو جو صورت فاخر و عالی کوئی	کب ہو بیت اللہ سے خالی کوئی
او بود حاضر منزہ از رتاج	باقی مردم برائے احتیاج
ہوتے ہیں حاضر بغیر راہ و در	پوری کرنے کو کمی کے بے خطر
ہیچ مے گوئند کایں لبیک ہا	بے ندائے مے کنیم آخر چرا
کب وہ کہتے ہیں کہ لبیک و دعا	کیوں کہیں ہم جب نہیں سنتے ندا
کو ندا تا خود تو لبیکے دہی	از ندا لبیک تو چوں شد تہی
بے ندا کہتا ہے کیوں لبیک بھی	بے ندا سے کیوں دعا تیری تہی
بلکہ توفیقے کہ لبیک آورد	ہست ہر لحظہ ندائے از احد
بلکہ جو توفیق ہے لبیک کی	وہ ندائے حق سے ہے گو مخفی ہو
من بہ بو دانم کہ ایں قصر و سرا	بزم جاں افتاد و خاکش کیمیا
بو سے سمجھا ہوں کہ یہ قصر و سرا	بزم جاں ہے اور مٹی کیمیا
مس خود را بر طریق زیر و بم	تا ابد بر کیمیا اش مے زنم
اپنے تانبے کو بطور زیر و بم	کیمیا پہ ہوں رگڑتا دمبدم
تا بجوشد زیں چنیں ضرب سحور	دُر دُر افشانی و بخشایش بجور
تاکہ یہ ٹھوکری کے نعرے جب اٹھیں	بحر بخشایش کو لائیں جوش میں

یعنی جب حج کی تعداد معینہ میں کمی پڑتی ہے تو رجال غیب شریک ہو جاتے ہیں +

خلق در صفتِ قتال و کارزار ۔۔۔ جاں ہمے بازند بہر کردگار
بندۂ حق در میانِ کارزار ۔۔۔ جان کر دیتے ہیں خالق پہ نثار

آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار ۔۔۔ واں دگر در صابری یعقوبؑ وار
اک بلاؤں میں اگر ایوبؑ ہے ۔۔۔ دوسرا بھی صبر میں یعقوبؑ ہے

آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و گریہ ۔۔۔ واں دگر چوں احمدؐ اندر صفتِ حبیب
ایک مثلِ نوحؑ ہے غم آشنا ۔۔۔ دوسرا میدان میں مثلِ مصطفےٰ

ایں ز دنیا چوں ابوذرؓ پُر حذر ۔۔۔ واں دگر در استقامت چوں عمرؓ
اک ابوذرؓ کی طرح ہے پُر حذر ۔۔۔ دوسرا ہے استقامت میں عمرؓ

صد ہزاراں خلق تشنہ و مستمند ۔۔۔ بہرِ حق از طمع جہدے مے کنند
لاکھوں بندے کچھ کے پیاسے ہیں پڑے ۔۔۔ جہد کرتے ہیں خدا کے واسطے

من ہم از بہرِ خداوندِ غفور ۔۔۔ میزنم بر در بامیدش سحور
میں بھی از بہرِ خداوندِ غفور ۔۔۔ کھٹکھٹاتا ہوں یہ در بہرِ سحور

مشتری خواہی کہ از وے زر بری ۔۔۔ بِہ ز حق کے باشد اے جاں مشتری
مشتری سے چاہتا ہے مال و زر ۔۔۔ حق سے بہتر مشتری کب ہے بشر!

مے خرد از مالت انبانے نجس! ۔۔۔ مید ہد نورِ ضمیرِ مقتبس
مول تجھ سے لیکے اجناس حقیر ۔۔۔ بخش دیتا ہے تجھے نورِ ضمیر

مے ستاند ایں نجس جسمِ فنا ۔۔۔ مید ہد ملکے بروں از وہمِ ما
یہ نجس جسمِ فنا لیتا ہے وہ ۔۔۔ بے قیاس اک ملک دے دیتا ہے وہ

مے ستاند قطرۂ چندے ز اشک ۔۔۔ مید ہد کوثر کہ آرد قند رشک
مول لے کر چند قطرے اشک کے ۔۔۔ دیتا ہے کوثر، وہ بہتر قند سے

مے ستاند آہِ پُر سودا و دود ۔۔۔ مید ہد ہر آہ را صد جاہ و سود
لیکے وہ پُر دود آہیں خلق سے ۔۔۔ دیتا ہے ہر آہ کو سو مرتبے

نقد آور تا کنی سودا ازاں ۔ نسیہ را بگذار تا نکنی زیاں

نقد لا تا اس سے کچھ سودا بنے ۔ چھوڑ نسیہ تا نہ نقصاں میں پھنسے

پادشاہے کو براشک چشم راند ۔ مر خلیلے[2] را بداں اوّاہ خواند

بادشہ ایسا جو ابر اشک تھا ۔ بہر ابراہیمؑ اَوَّاہ[1] کہا

ہیں دریں بازار گرم بے نظیر ۔ کہنہ ہا بفروش و ملک نو بگیر

گرم یہ بازار ہے غفلت نہ کر ۔ بیچ کہنہ ۔ لے نیا ملک اے پسر

ور ترا شکے و ریبے رہ زند ۔ تاجرانِ انبیا را کن سند

اور اگر دل میں ہو تیرے شک بد ۔ تاجران انبیاء سے لے سند

بسکہ افزود آں شہنشہ بخت شاں ۔ مے نتاند کہ کشیدن رخت شاں

بس بڑھایا اُن کا رتبہ شاہ نے ۔ کوہ سے اسباب اُن کا کب اُٹھے

حضرتِ بلال کا قصہ

تن فدائے خار میکرد آں بلال ۔ خواجہ اش میزد برائے گوشمال

خار سے مجروح تھا جسم بلالؓ ۔ مارتا تھا خواجہ بہر گوشمال

کہ چرا تو یادِ احمدؐ مے کنی ۔ بندۂ بد منکرِ دینِ منی

کس لئے کرتا ہے یادِ مصطفےٰؐ ۔ کیوں ہے میرے دین سے منکر ہوا

میزد اندر آفتابش او بخار ۔ او احد میگفت بہرِ افتخار

دھوپ میں وہ مارتا تھا ان کے خار ۔ اور وہ کہتے تھے "احد" با افتخار

تا کہ صدیقؓ آں طرف میگشت تفت ۔ آں احد گفتن بگوشش در رفت

حضرت صدیقؓ جا نکلے اُدھر ۔ وہ "احد" کہنا سنا [illegible]

؎ قولہ تعالیٰ ۔ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ؁ یعنی حضرت ابراہیمؑ دردمند اور بُردبار ہیں ۔

چشم او پر آب شد دل پر عنا	زاں احد مے یافت بوئے آشنا
آنکھ بھر آئی، تو دل غمگیں ہوا	اس "احد" سے آئی بوئے آشنا
بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد	کز جہوداں خفیہ میدار اعتقاد
پھر یہ خلوت میں نصیحت ان کو کی	تو یہودی سے چھپا مذہب ابھی
عالم السرست پنہاں دار کام	گفت کردم توبہ پیشت اے ہمام
وہ خدا دانا ہے۔ چھپ کر کام لے	بولے وہ۔ توبہ ہے میری آج سے
روز دیگر از پگہ صدیق تفت	آں طرف از بہر کارے مے برفت
دوسرے دن پھر گئے صدیقؓ ادھر	صبحدم کچھ کام تھا۔ پہنچے مگر
باز احد بشنید و ضرب زخم خار	بر فروزید از دلش سوز و شرار
پھر "احد" اور پھر وہ ضرب زخم خار	شعلے بھڑکے قلب میں غم سے شرار
باز پندش داد و باز او توبہ کرد	عشق آمد توبۂ او را بخورد
پھر نصیحت کی انہوں نے توبہ کی	عشق آیا اور توبہ توڑ دی
توبہ کردن زیں نمط بسیار شد	عاقبت از توبۂ او بیزار شد
توبہ اس صورت جو ٹوٹی چند بار	توبہ کرنے سے ہوئے وہ رستگار
فاش کرد اسپرد تن را در بلا	کاے محمدؐ اے عدوئے توبہا
لیں بلائیں، راز کھولا مونہو	اے محمدؐ! دشمن توبہ ہے تو
اے تن من وے رگ من پر ز تو	توبہ را گنجا کجا باشد درو
جسم کی رگ رگ تجھی سے ہے بھری	اب کہاں توبہ کی گنجائش رہی
توبہ را زیں پس ز دل بیروں کنم	از حیاتِ خلد توبہ چوں کنم
توبہ سے توبہ ہے میری، کیا کروں	کیا حیاتِ خلد سے توبہ کروں

؎ یعنی حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ علانیہ اعلانِ مذہب و اعتقاد نہ کروں گا۔

عشق قہارست و من مقہورِ عشق
چوں قمر روشن شدم از نورِ عشق

عشق ہے قہار، میں مقہورِ عشق
چوں قمر روشن ہوں، لیکن نورِ عشق

برگِ کاہم پیشِ تو اے تندباد
من چہ دانم تا کجا خواہم فتاد

اے ہوائے تیز برگِ کاہ ہوں
کیا خبر مجھ کو کہاں جا کر گروں

گر ہلالم در بلالم میدوم
مقتدی بر آفتابت میشوم

ہوں ہلال، اور یا بلالؓ اب لے بنی
پیروی ہے تیرے ہی خورشید کی

ماہ را با زفتی و زاری چہ کار
در پے خورشید پوید سایہ وار

چاند کو کیا گریہ و زاری سے کام
دوڑتا ہے پیچھے سورج کے مدام

با قضا ہر کو قرارے مے دہد
ریشخند سبلت خود مے کند

ہے قضا سے جو کوئی اڑ بیٹھتا
اپنی مونچھوں کا اڑائے مضحکا

کاہ برگے پیشِ باد آنگہ قرار
رستخیزے وانگہانے فکرِ کار

کاہ ہو پیش ہوا، اور پھر قرار
حشر کا دن سامنے، اور فکر کار

گربہ در انبانم اندر دستِ عشق
یکدمے بالا و یکدم پستِ عشق

ہوں میں بلی ہاتھ میں اس عشق کے
پست و بالا پھینکتا ہے وہ مجھے

او ہمے گرداندم بر گرد سر
نے بزیر آرام دارم نے زبر

سر سے اونچا ہے پھراتا بار بار
مجھ کو اوپر ہے نہ ہے نیچے قرار

عاشقاں در سیلِ تند افتادہ اند
بر قضائے عشق دل بنہادہ اند

تیز طوفاں میں ہیں عاشق سربسر
رکھ دیا ہے دل قضائے عشق پر

ہمچو سنگِ آسیا اندر مدار
روز و شب گردان و نالاں بیقرار

مثل سنگ آسیا اندر مدار
روز و شب چکر میں ہیں اور بیقرار

؎ چکی خانہ

گردشش بموجے چوپاں شد است ‏ تا نگوید کس کہ آں جو را کداست
گردش اس کو ہے بڑی اک نہر سے ‏ رکنے والی تا نہ کوئی کہہ سکے

گر نمے بینی تو جو را در کمیں ‏ گردش دولاب گردونی ببیں
نہر اگر تجھ کو نہیں آتی نظر ‏ دور دولاب فلک پہ غور کر

چوں قرارے نیست گردوں را ازو ‏ اے دل اختروار آرامے مجو
آسماں ہے بے قرار اُس سے سدا ‏ دل کے تارے! پھر سکوں ہو تجھ کو کیا

گر زنی در شاخ دستے کے ہلد ‏ ہر کجا پیوند سازی بگسلد
شاخ میں گر ہاتھ ڈالے تو ہلے ‏ گر کرے پیوند وہ بھی ٹوٹ جائے

گر نمے بینی تو تدبیر قدر ‏ در عناصر گردش و جوشش نگر
اور جو پوشیدہ ہے تدبیر قدر ‏ گردشوں پہ کر عناصر کی نظر

زانکہ گردشہائے آں خاشاک و کف ‏ باشد از غلیان و بحر با شرف
گردشیں خاشاک کی اور جھاگ کی ‏ جوش دریا ہی سے ہیں اے متقی

باد سرگرداں ببیں اندر خروش ‏ پیش امرش موج دریا بیں بجوش
باد سرگرداں میں ہے کتنا خروش ‏ موج دریا کو ہے امر حق سے جوش

آفتاب و ماہ دو گاو خراس ‏ گرد مے گردند و میدارند پاس
چاند سورج بیل ہیں چکی کے دو ‏ گھومتے ہیں وقت ہی پہ دیکھ لو

اختراں ہم خانہ خانہ مے روند ‏ مرکب ہر نحس و سعدے مے شوند
تارے پھرتے ہیں گھروں میں شوق سے ‏ بنتے ہیں مرکب یہ سعد و نحس کے

اختران چرخ گر دور اند پے ‏ وین حواست کاہلند و سست پے
چرخ کے تارے نہیں گر آگئے پاس ‏ اور تیرے سست و کاہل ہیں حواس

اختران چشم و گوش و ہوش ما ‏ شب کجا باشد و بیداری کجا
تارے چشم و گوش کے اے مہرباں ‏ ہیں کہاں دن میں، ہو وقت شب کہاں

گاہ در سعد و وصال و دلخوشی
گاہ در نحس و فراق و بیہشی

گر سعادت ہے خوشی ہے وصل کی
اور جدائی کی نحوست ہے کبھی

ماہ گردوں چوں در ین گردش یکیست
گاہ تاریک و زمانے روشن ست

چونکہ اس چکر میں ہے چاند آ گیا
اسلئے تاریک اور روشن ہوا

گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر
گہ سیاست ہائے برف و زمہریر

ہے کبھی تو فصل گل میں شہد و شیر
اور کبھی پہنچتی ہے برف و زمہریر

چونکہ کلیات پیش او چو گوست
سخرہ و سجدہ کن سخیر اوست

گیند سا ہے اُس کے آگے سب جہاں
سجدے میں ہے اور مسخر بے گماں

تو کہ یکجو وی و لا زیں صد ہزار
پیش حکمش چوں نباشی بیقرار

تو کہ ہے اک جزو خلق بے شمار
کیوں نہ اُس کے حکم سے ہو بیقرار

چوں ستورے باش در حکم امیر
گہ در آخور حبس و گاہے زمسیر

مان گھوڑے کی طرح حکم امیر
تھان پہ ہے اور کبھی صرف مسیر

چونکہ بر میخت ببندد بستہ باش
چوں کشاید چابک و برجستہ باش

میخ سے جب باندھ دیں خاموش ہو
کھول دیں تو چست اور پر جوش ہو

آفتاب از بر فلک کژ مے جہد
در سیہ روئی کسوفش میدہد

چرخ پہ ٹیڑھا چلے گر آفتاب
تو سیہ روئی سے ہوتا ہے خراب

گر و ذنب سے پرہیز کن ایں ہوش وار
تا نگردی تو سیہ رو دیگ وار

ہوش میں آ چھوڑ بد افعال کو
تا سیہ روئی سے مثل دیگ ہو

ابر را ہم تازیانہ آتشیں
میزند کہ ہاں چناں رو نے چنیں

آتشیں گرتا ہے کوڑا ابر سے
اس طرح چل، اور نہ ٹیڑھی راہ سے

سلہ سیر گاہ

بد فلاں وادی بباراں سو مبار | گوشمالش میدہد کہ گوش دار

گر فلاں وادی پہ بارش یاں نہ کر | گوشمالی ملتی ہے سن اے پسر

عقلِ تو از آفتابے بیش نیست | اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست

عقل تیری کب ہے سورج سے سوا | پھر تو فکرِ نہی میں رکتا ہے کیا

کم زنہ اے عقلِ تو ہم گام خویش | تا نیابد آں کسوفت رو بہ پیش

تو بھی اے عقل اب نہ رکھ ٹیڑھا قدم | تا کہ گہن کا تجھ کو حاصل ہو نہ غم

چوں گنہ کمتر بود از آفتاب | منکسف بینی و نیمے نور و تاب

ہوتے ہیں سورج سے جب کمتر گناہ | نصف روشن نصف رہتا ہے سیاہ

کہ بقدرِ جرم مے بینم ترا | ایں بود تقدیر و ردادو جزا

ہوں بقدرِ جرم تجھ کو دیکھتا | ہے یہی اندازۂ داد و جزا!

خواہ نیک و خواہ بد فاش و ستیر | بر ہمہ اشیا سمیعیم و بصیر

نیک ہو یا بد ہو۔ پیدا یا نہاں | دیکھتے سنتے ہیں ہم سب کچھ یہاں

زیں گذر کن اے پدر نوروز شد[۱] | خلق از اخلاقِ خوش پیروز شد

آ گیا[۱] نوروز چھوڑ اسکو پدر | خلق ہے اخلاقِ خوش سے نازبر

باز آمد شاہِ ما در کوئے ما | باز آمد آبِ جاں در جوئے ما

شاہ پھر گلیوں میں اپنی آ گیا | آبِ جاں ندی میں اپنی پھر چڑھا

مے خرامد بخت و دامن میکشد | نوبتِ توبہ شکستن مے رسد

ہے خرامِ بخت با ناز و ادا | وقتِ توبہ ٹوٹنے کا آ گیا

توبہ را بارِ دگر سیلاب برد | فرصت آمد پاسباں را خواب برد

توبہ کو طوفان کی موجیں لے گئیں | پاسباں کی بند اب آنکھیں ہوئیں

[۱] حضرت بلالؓ حضرت صدیق اکبرؓ سے کہہ رہے ہیں۔

بر خماری مست گشت و بادہ خورد — رخت را امشب گرو خواہیم کرد
مست ہے اب بر شرابی بیش و کم — آج شب رکھ دینگے رہن اسباب ہم

زاں شراب لعل و لعل جاں فزا — لعل اندر لعل اندر لعل ما
مے شراب لعل لعل جاں فزا — لعل میں ہے لعل اے عقل ما

باز خرم گشت مجلس دلفروز — خیز و دفع چشم بد اسپند سوز
بزم دل افروز ہے صرف سرور — اٹھ جلا دانہ اگر چشم بد ہو دور

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم — تا ابد جاناں چنیں می بایدم
نعرۂ مستانہ بھاتا ہے مجھے — تا ابد جاناں یہی بس چاہیے

نک ہلالے با بلائے یار شد — زخم خار او گل و گلزار شد
وہ ہلال اب ہو گیا یارِ بلالؓ — زخم خار اس کے ہیں گلزار و نہال

گر ز زخم خار تن غربال شد — جان و جسمم گلشن اقبال شد
جسم زخم خار سے غربال ہے — جان اور تن گلشن اقبال ہے

تن بہ پیش زخم خوار آں جہود — جان من مست و خراب آں ودود
جسم ہے میرا بنے زخم یہود — جان میں ہے مستی عشق ودود

بوئے جانی سوئے جانم می رسد — بوئے یار مہربانم می رسد
بوئے جاناں ہو رہی ہے جان سے — بوئے یار مہرباں آئی مجھے

حضرت صدیقؓ آنحضرتؐ کے حضور میں

از سوئے معراج آمد مصطفےٰ — بر بلالش حبذا آں حبذا
مصطفےٰ معراج سے لوٹے ادھر — مرحبا اُن کے بلالؓ پاک پر

چونکہ صدیق از بلالؓ دم درست — ایں شنید از توبہ او دست شست
دیکھ کر صدیقؓ یہ حال بلالؓ — توبہ سے مایوس تھے اُن کی کمال

بعد ازاں صدیقؓ نزدِ مصطفیٰ ۔۔۔ گفت حالِ آں بلالؓ باصفا

بعد ازاں پیشِ جنابِ مصطفیٰ ۔۔۔ کہدیا حالِ بلالؓ باصفا

کاں فلک پیمائے میموں فال چست ۔۔۔ ایں زماں ز عشق اندر دام تست

آسماں پیما ہے اک فرخ ضمیر ۔۔۔ آپ کے دامِ محبت میں اسیر

بازِ سلطان ست زاں جغداں برنج ۔۔۔ در حدث مدفون گشت آں زفت گنج

بازِ سلطاں کو ہے اُن جغدوں سے رنج ۔۔۔ دفن ہے کیسی نجاست میں وہ گنج

جغدہا بر باز استم مے کنند ۔۔۔ پر و بالش بے گناہے میکنند

جغد کرتے ہیں ستم اُس باز پہ ۔۔۔ بے گنہ نوچے ہیں اُس کے بال و پر

جرمِ او اینست کو باز ست و بس ۔۔۔ غیرِ خوبی جرمِ یوسفؑ چیست بس

جرم یہ ہے باز ہے وہ باوفا ۔۔۔ جرمِ یوسفؑ ہے سوا خوبی کے کیا

جغد را ویرانہ باشد زاد و بود ۔۔۔ ہست شانِ باز ازاں خشم و جحود

جغد کا ویرانہ میں ہوتا ہے گھر ۔۔۔ باز سے ہے اس لئے ترچھی نظر

کہ چرا مے یاد آری تو ازاں ۔۔۔ لالہ زار و جویبار و گلستاں

کس لئے کرتا ہے یاد اے بے زباں ۔۔۔ لالہ زار اور جوئبار اور گلستاں

یا چرا یادت بود از آں دیار ۔۔۔ یا ز قصر و ساعدِ آں شہریار

یاد کیوں آتا ہے تجھ کو وہ دیار ۔۔۔ قصرِ شاہی اور دستِ شہریار

در دہِ جغداں فضولی مے کنی ۔۔۔ فتنہ و تشویش در مے افگنی

گاؤں میں جغدوں کے بک کر بیہدہ ۔۔۔ فتنہ و تشویش ڈالے ہے بڑھا

مسکنِ ما را کہ شد رشکِ اثیر ۔۔۔ تو خرابہ دانی و خوانی حقیر

گھر ہمارا جو کہ ہے رشکِ اثیر[۱] ۔۔۔ جانتا ہے تو خرابہ اور حقیر

[۱] آسمان +

شید آوردی کہ تا چغدانِ ما ‌ مر ترا سازند شاہ و پیشوا

دیتا ہے دھوکے کہ چغدوں کا جتھا ‌ تجھ کو سلطان مان لے یا پیشوا

وہم و سودائے درایشاں مے تنی ‌ تا مرایں فردوس ویراں میکنی

وہم و سودا اُن میں پھیلاتا ہے تو ‌ خلد کو ویران سمجھتا ہے تو

بر سرت چنداں زنیم اے بد صفات ‌ تا بگوئی ترکِ شید و ترہات

اتنی دھولیں سر پہ ماریں گے ترے ‌ تا کہ چھوڑے تو فریب اور مکر سے

پیشِ مشرق چار میخش[1] مے کنند ‌ تن برہنہ شاخِ خارش مے زنند

چار میخہ کرکے وہ قبلِ سحر ‌ مارتے ہیں خار ننگے جسم پر

از تنش صد جائے خوں مے جہد ‌ او احد مے گوید و سر مے نہد

سو جگہ سے خون ہوتا ہے رواں ‌ وہ "احد" کہتا ہے - ہو کر ناتواں

پند با دادم کہ پنہاں دار دیں ‌ سر بپوشاں از جہودانِ لعیں

کی نصیحت میں نے رکھ مذہب نہاں ‌ ان لعینوں پہ نہ کر اُس کو عیاں

عاشق ست او را قیامت آمدہ است ‌ تا در توبہ بروبستہ شدہ است

وہ ہے عاشق - اس پہ ٹوٹا حشر آہ ‌ ہو گیا بند اس پہ درِ توبہ کا۔ شاہ!

عاشقی و توبہ یا امکانِ صبر ‌ ایں محالے باشد اے جاں بس سطبر

عاشقی اور توبہ یا امکانِ صبر ‌ ہیں محالاتِ محبت - اور جبر

توبہ کرم و عشق ہمچوں اژدہا ‌ توبہ وصفِ خلق و آں وصفِ خدا

توبہ کیڑا - عشق مثلِ اژدہا ‌ توبہ وصفِ خلق، وہ وصفِ خدا

عشق ز اوصافِ خدائے بے نیاز ‌ عاشقی بر غیر او باشد مجاز

عشق ہے وصفِ خدائے بے نیاز ‌ عشق کرنا دوسروں سے ہے مجاز

[1] چار میخ کرنے کی سزا عہدِ فرعون میں ایجاد ہوئی تھی۔ اس طرح کہ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں ٹھونک کر چھاتی پہ بوجھ رکھ دیا جاتا تھا۔

زانکہ آں مسِ زراندود آمدہ است ۔۔۔ ظاہرش نور اندرون دود آمدہ است

کیونکہ اِس مس پر ملمع ہے عیاں ۔۔۔ باہر اُسکے نور اور اندر دُھواں

چوں رود نور و شود پیدا دخاں ۔۔۔ بفسرد عشق مجازی آں زماں

نور جب رخصت ہوا اور جھلکے دُھواں ۔۔۔ ماند ہو عشق مجازی بے گماں

چوں شود پیدا دخانِ غم فزا ۔۔۔ بفسرد نے عشق ماند نے ہوا

جبکہ پیدا ہو یہ دودِ غم فزا ۔۔۔ ہو ہوس باقی نہ عشق ماسوا

وا رود آں حسن سوئے اصلِ خود ۔۔۔ جسم ماند گندہ و رسوا و بد

حسن اپنی اصل کی جانب اُڑے ۔۔۔ جسم گندہ اور بُرا باقی رہے

نورِ مہ راجع شود ہم سوئے ماہ ۔۔۔ وا رود عکسش ز دیوارِ سیاہ

چاند کا جب نور لوٹے سوئے ماہ ۔۔۔ عکس جائے اور ہوں دیواریں سیاہ

نے وراں نورے بود نے زندگی ۔۔۔ نے جمالش ماند و نے فرخندگی

پھر نہ اُس میں نور ہو نے زندگی ۔۔۔ حسن ہو باقی نہ کچھ فرخندگی

پس بماند آب و گل بے آں نگار ۔۔۔ گرد آں دیوار بے مہ دیو وار

آب گل رہ جائے باقی بے نگار ۔۔۔ گرد اُس دیوار کے شیطان وار

قلب را کاں زر زدے و بجست ۔۔۔ بازگشت آں زر بکانِ خود نشست

تھا ملمع قلب پہ زر کا گیا ۔۔۔ لوٹ کر زر کان میں اپنی گیا

پس مسِ رسوا بماند دود وش ۔۔۔ رو سیہ تر زو بماند عاشقش

رہ گیا تانبا بہت رسوا ہوا ۔۔۔ رو سیہ تر شیفتہ اُس کا ہوا

عشق بینایاں بود بر کانِ زر ۔۔۔ ہر زمانے لاجرم شد بیشتر

کان سے کرتے ہیں عشق اہل نظر ۔۔۔ جو کہ ہو جاتا ہے ہر دم بیشتر

لہ مجازاً یہاں ڈاڑھی سے مراد ہے ۔

زانکہ کاں را در زری نبود شریک — مرحبا اے کانِ زر لاشک فیک

کان کے زر میں نہیں کوئی شریک — آفریں اے کانِ زر۔ لاریب فیک[1]

ہر کہ قطبے را کند انبازِ کاں — وار ود زر تا بکاں از لامکاں

کھوٹ کو گر کان میں کوئی ملائے — لامکاں سے دور تر وہ کان جائے

عاشق و معشوق مردہ ز اضطراب — ماندہ ماہی رفتہ زاں گرداب آب

عاشق و معشوق میں ہے اضطراب — رہ گئی مچھلی۔ گیا طوفانِ آب

عشق ربانیست خورشید کمال — امر نور او وست خلقاں چوں ظلال

عشق ربانی ہے خورشید کمال — سایہ خلقت امر نورِ ذوالجلال

آنحضرتؐ کا جناب صدیقؓ کو بیع بلالؓ کیلئے وکیل بنانا

مصطفیٰ زیں قصہ چوں گل بر شگفت — رغبتش افزوں گشت او را ہم بگفت

کھل گئے سن کر یہ قصہ مصطفیٰؐ — کی نہ ظاہر اپنی رغبت برملا

مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفیٰ — ہر سر مویش زبانے شد جدا

مصطفیٰؐ سا سننے والا باکمال — ہو گیا گویا زبان ہر بال بال

مصطفیٰ فرمود کاکنوں چارہ چیست — گفت ایں بندہ مرا او را مشتریست

پوچھا اے صدیقؓ اب چارہ ہے کیا — بولے میں ہوں مشتری یا مصطفیٰؐ

ہر بہا کہ گوید او را مے خرم — در زیان و حیف ظاہر ننگرم

دوں گا جو کچھ مجھ سے مانگے گا وہ دام — کچھ نہ دیکھوں گا میں نقصان لاکلام

کو اسیر اللہ فی الارض آمدہ ست — سخرۂ خشم عدو اللہ شدہ است

وہ اسیر عشق اب پیدا ہوا — دشمنوں میں حق کے آکر گھر گیا

[1] یعنی تجھ میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

مصطفےٰ فرمود کاے اقبال جو ۔ اندریں من میشوم انباز تو
مصطفےٰ بولے کہ ہے یہ بات ٹھیک ۔ میں بھی اس احسان میں ہوتا ہوں شریک

تو بسلیم باش و نیمے بہر من ۔ مشتری شو قبض کن از من ثمن
نصف حصے کے خریدار اب ہو ۔ مول لاؤ نصف قیمت مجھ سے لو

گفت صد خدمت کنم رفت آنزماں ۔ سوئے خانۂ آں جہود بے اماں
بولے میں حاضر ہوں اور رخصت ہوئے ۔ سیدھے گھر پر اس یہودی کے گئے

گفت با خود کو کف طفلاں گہر ۔ بس تواں آساں خریدن اے پسر
دل میں سوچا دستِ طفلاں سے گہر ۔ مول لے لینا تو ہے آسان تر

عقل و ایماں را ازیں قوم جہول ۔ مے خرد با ملکِ دنیا۱ دیو غول
عقل و ایماں کو یہ قوم خود غرض ۔ بیچتی ہے ملکِ دنیا کے عوض

آں چناں زینت دہد مردار را ۔ کہ خرند ایشاں دو صد گلزار را
دے کے شیطاں زینتیں مردار کو ۔ مول لے لینا ہے سو گلزار کو

آں چناں مہتاب بنماید بہ سحر ۔ کہ خساں صد کیسہ بہ پایہ بہ سحر
اس طرح مہتاب جادو سے دکھاتے ۔ تھیلیاں نالائقوں سے لیکے جاتے

انبیاء خساں تاجری آموختند ۔ پیش ایشاں شمع دیں افروختند
انبیاء نے تاجری ان کو سکھائی ۔ ان کے آگے شمع حکمت کی جلائی

دیو و غول و ساحر از سحر و نبرد ۔ انبیاء را در نظر شاں زشت کرد
ساحر و شیطاں نے کر کے سحر سا ۔ انبیاء سے ان کو بد ظن کر دیا

زشت گرداند بجادوئی عدو ۔ تا طلاق افتد میان جفت و شو
سحر سے دشمن کے ہوتا ہے نفاق ۔ درمیان مرد و زن تا ہو طلاق

۱؎ یعنی دنیا کو۔

دیدہا شاں را بہ سحرے دوختند
تا چنیں گوہر بخش بفروختند

خوب سی دیں اُن کی آنکھیں سحر سے
تاکہ تنکے سے گہر کو بیچ دے

اس گہر از ہر دو عالم برتر ست
ہیں بخر زیں طفل ناداں کو خرست

یہ گہر کونین سے ہے بے بہا
مول اس لڑکے سے لے جو ہے گدھا

نزدِ خر خرمہرہ و گوہر یکیست
آں اشک را در دُر و دریا شکیست

ہے گدھے کو ایک کوڑی اور گہر
ہے دُر و دریا میں شک اس کو مگر

منکرِ بحر است و گوہر ہائے او
کے بود حیواں دُر و پیرایہ جو

منکرِ دریا و گوہر ہے سدا
اُس کو خوبی کیا نظر آئے بھلا

در سرِ حیواں خدا ننہادہ است
کو بود دربند لعل و دُر پرست

سر میں حیواں کے یہ قوت ہی نہیں
لعل و گوہر وہ سمجھتا ہے کہیں

مر خرا ز ہیچ دیدی گوشوار
گوش و ہوش خر پے باشد سبزہ زار

گوشوارہ کب گدھے کو سازگار
اُس کے گوش ہوش کیا ہیں؟ سبزہ زار

احسن التقویم در والتیں بخواں
کہ گرامی گوہر است اے دوست جاں

احسن التقویم پڑھ والتیں میں
مرتبے انسان کے تجھ پہ کھلیں

احسن التقویم از فکرت بروں
احسن التقویم از عرشش فزوں

احسن التقویم ہے باہر فکر سے
احسن التقویم افزوں عرش سے

گر بگویم قیمتِ آں ممتنع !
ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع

قیمت اُس نایاب شے کی گر کہوں
سننے والا بھی جلے۔ میں بھی جلوں

۱ سورۂ والتین میں خداوند تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ یعنی بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت اور اچھی حالت پر پیدا کیا ۔

۲ یعنی فکر سے بالاتر ہے ۔

لب ببند آنجا و آنسو تر مراں
رفت آں صدیقؓ سوئے آں خراں

اس لئے خاموش رہنا چاہئے
پہنچے صدیق رضؓ اُن گدھوں کے سامنے

حلقہ بر در زد چو در را واکشود
رفت بیخود در سرائے آں یہود

دی جو دستک اور دروازہ کھلا
بیخود انہ گھر میں پہنچے با صفا

بیخود و سرمست و پر آتش نشست
از دہانش بس کلام سخت جست

بیخود و سرمست تھے اور گرم تھے
سخت کلمے نکلے منہ سے آپ کے

کایں ولی اللہ را چوں مے زنی
ایں چہ حقد است اے عدوِ روشنی

کیوں ولی اللہ کو ہے مارتا
دشمنِ اسلام یہ کینہ ہے کیا

گر ترا صدقیست اندر دین خود
ظلم بر صادق ولت چوں میدہد

ہے اگر تجھ میں صداقت دین کی
ظلم کیوں کرتا ہے صادق پر شقی

اے تو در صدق جہودی مادہ
کایں گماں داری تو بر شہزادہ

صدق میں بھی مادہ ہے تو نر کہاں
جو ہے شہزادے سے اتنا بدگماں

در ہمہ آئینۂ کژ ساز خود
منگر اے مردود نفریں ابد

تیرے دل کا آئینہ ہے کج نما
دیکھ تو اُس میں نہ سب کو ایک سا

آنچہ آں دم از لبِ صدیقؓ جست
گر بگویم گم کنی تو پا و دست

اُس گھڑی صدیق رضؓ نے جو کچھ کہا
گر کہوں۔ تو تجھ کو حیرت ہو سوا

آں ینابیع الحکم ہمچوں فرات
از دہانِ او رواں از بیجہات

چشمۂ حکمت تھے وہ مثلِ فرات
چشمے ان کے منہ سے جاری بے جہات

ہمچو از سنگے کہ آبے شد رواں
نے ز پہلو مایہ وار و نے میاں

جیسے اک پتھر سے پانی ہو رواں
بیچ میں کچھ ہو نہ پہلو میں نشاں

اسپرِ خود کردہ حق آں سنگ را
برگشادہ آبِ مینا رنگ را

اُس کو حق نے کر لیا اپنی سپر
آبِ مینا رنگ اُس سے کھول کر

ہمچناں کز چشمۂ چشمِ تو نور
او رواں کردست بے بخل و فتور
جیسے تیری آنکھ کے چشموں سے نور
کر دیا ہے اُس نے جاری بے فتور

نے ز پیہ آں لطف دادو نے ز پوست
روئے پوشی کردہ در ایجاد دوست
بے تعلق اُس چربی اور پوست
آنا ہر ایجاد میں رکھتا ہے دوست

در خلائے گوش باد جاذبش
مدرکِ صدقِ کلام و کاذبش
کان کے پردوں میں رکھ دی ہے ہوا
جھوٹ سچ دریافت کرتی ہے ہوا

ایں چہ باد است اندراں خرد استخواں
کہ پذیرد صوت و حرفِ قصہ خواں
پھر یہ کیسی ہے ہوا جز استخواں
جاذبِ آواز و لفظِ قصہ خواں

استخوان و باد روپوش است و بس
در دو عالم غیر یزداں نیست کس
ہیں ہوا و استخواں پردہ نشیں
دو جہاں میں جز خدا کوئی نہیں

مستمع او قائل او بے احتجاب
زانکہ الاذناں من الراس اے مثاب
سننے والا ہے وہی۔ قائل وہی
کان بھی سر ہی سے ہیں اے متقی

گفت گر رحمت سگے آید بدو
زر بدہ لبتانش اے اکرام خو
بولا وہ کافر۔ نہیں ہے رحم اگر
دل لے تو دے کے مجھ کو سیم و زر

ار غمش واعجز چہ میسوز دولت
بے مؤنت حل نگرد و مشکلت
مول لو اُس کو اگر جلتا ہے دل
زر سے حل ہوگی یہ مشکل مستقل

گفتہ صد خدمت کنم یا الصد سجود
بندہ دارم نکو لیکن یہود
بولے سو خدمت کروں میں اور سجود
ایک خادم ہے مرا جو ہے یہود

تن سپید و دل سیاہ او را اگر
در عوض دہ تن سیاہ و دل منیر
تن سپید اور دل سیاہ اُس کو تو لے
اُس کے بدلے میں مجھے خادم یہ دے

کس فرستاد و بیاوردند آں ہمام
بود الحق سخت زیبا آں غلام
جا کے اک شخص اُس کو لایا لاکلام
تھا بہت ہی خوبصورت وہ غلام

آں چناں کہ ماند حیراں آں جہود	آں دلِ چوں سنگش از جا رفت زود
تھا حسیں ایسا کہ حیران تھا یہود	دل جو پتھر تھا، ہوئی الفت نمود
حالتِ صورت پرستاں ایں بود	سنگ شاں از صورتے مومی شود
حال ہے صورت پرستوں کا یہی	دل ہو صورت دیکھ کر پانی اے اخی
باز کرد استیزہ و راضی نشد	کرد بیں افزوں بدہ بے ہیچ بد
پھر بھی جھگڑا اور نہ راضی ہو سکا	اور کہا کچھ اور دو اس کے سوا
یک نصاب نقرہ ہم بر وے فزود	تا کہ راضی گشت حرص آں جہود
الغرض جب کچھ بڑھی مقدارِ سیم	ہو گیا راضی یہودی لئیم!
بیع کرد و داد و بستد بے غرض	داد گوہر سنگ بستد در عوض
بیع کر دی داد و ستد کی بے غرض	لے لیا پتھر کو گوہر کے عوض
بر خیال آنکہ سودے کردہ ام	داد اسود ابیضے آوردہ ام
تھا خیال اُس کو کہ پائی منفعت	کالی دے کر مل گئی گوری گھڑت

یہودی کا حضرت صدیقؓ پہ ہنسنا

منعقد چوں گشت بیع اندریاں	یافت ایجاب و قبول ہر دو آں
جب ہوا داد و ستد کا فیصلا	اور ایجاب و قبول اُن میں ہوا
قہقہہ زد آں جہودِ سنگدل	از سرِ افسوس و طنز و غش و غل
سنگ دل کافر نے مارا قہقہا	خوب ہی طنز و تمسخر سے ہنسا
گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بود	در جوابِ پرسش او خندہ فزود
بولے صدیقؓ اس قدر ہنستا ہے کیوں	اور بھی ہنستا ہوا اُس کا فر دل
گفت اگر جدت نبودے واہتمام	در خریداری ایں اسود غلام
بولا کرتے نہ اتنا اہتمام	مول لینے کے لئے زنگی غلام

من ز استیزه شما افروختم — خود بعشر انیش مے بفروختم

میں نہ ہوتا اس قدر افروختہ — بیچتا دو عشر ہی کو برملا

که بنزد من نیرزد نیم دانگ — تو گراں کردی بهایش را ببانگ

میرے نزدیک اسکی قیمت کچھ نہ تھی — آپ نے قیمت بڑھا دی آپ ہی

پس جوابش داد صدیقؓ اے عجبی — گوہرے دادی بجوزے چوں صبی

یوں جواب اس کو دیا صدیقؓ نے — دے دیا کوڑی میں اک موتی مجھے

او بنزد من همے ارزد دو کون — من بجانش ناظرستم نے بلون

دو جہاں ہے اس کی قیمت بے درنگ — میں نے اس کی روح دیکھی ہے نہ رنگ

زر سرخ ست سیه تاب آمده — از برائے رشک ایں احمق کده

سرخ سونا بن کے آیا تھا سیاہ — رشک سے احمق کدہ تا ہو تباہ

دیدهٔ ایں هفت رنگ جسمها — در نیابد زیں نقاب آں روح را

رنگ ظاہر دیکھنے والے ہیں جو — کس طرح پردے میں دیکھیں روح کو

گر مکیسی کردهٔ در بیع بیش — داد مے من جمله ملک و مال خویش

بیع میں ہوتی زیادہ گر جدال — میں تجھے دیتا سب اپنا ملک و مال

ور مکیس افزودئی من ز اهتمام — دامنے زر کردمے از غیر وام

اور بھی اصرار اگر بڑھتا ترا — قرض لے کر تجھ کو دیتا میں بھلا

سهل دادی زانکه ارزاں یافتی — در ندیدی حقه را نشگافتی!

تجھ کو سستا تھا ملا سستا دیا — موتی دیکھا اور نہ ڈبہ ہی کھلا

حقهٔ سربسته جهل تو بداد — زود بینی که چه غبنت اوفتاد

ڈبہ سربستہ دیا تو نے بھلے — اب کھلیگا کیا ہوا نقصان تجھے

حقهٔ پر لعل را دادی بباد — همچو زنگی در سیه روئی تو شاد

کھو کے ڈبہ موتیوں کا نامراد — مثل زنگی ہے سیہ روئی میں شاد

عاقبت واحسرتا گوئی بسے — بخت و دولت چوں فروشد خود
آخر کار ایک دن پچتائے گا — بخت و دولت کوئی کھوتا ہے بتا

بخت با جامہ غلامانہ رسید — چشم بدبختت بجز ظاہر ندید
بھیس میں خادم کے دولت آئی تھی — آنکھ تھی بدبخت ظاہر بیں تری

او نمودت بندگی خویشتن — خوئے زشتت کرد یاوہ مکر و فن
بندگی کا حق کیا اُس نے ادا — تیری خوئے بد نے مکر ہی سے کیا

ایں سیاہ اسرار تن اسپید را — بت پرستانہ بگیر اے ژاژ خا
یہ سیاہ دل اور گورا جسم کا — بُت پرستانہ تو لے اے بکواسیا

ایں ترا و آں مرا بردیم سود — ہین لکم دینکم ولی دین اے جہود
یہ ترا وہ میرا، ہم اچھے رہے — دین تیرا تجھ کو میرا دیں مجھے

خود سزائے بت پرستاں ایں بود — جلش اطلس اسپ او چوبیں بود
بُت پرستوں کی یہی تو ہے سزا — جھول اطلس کی ہے گھوڑا کاٹھ کا

ہمچو گور کافراں پر دود و نار — وز بروں بربستہ صد نقش و نگار
مثل گور کافراں تاریک و تار — اور باہر سے بڑے نقش و نگار

ہمچو مال ظالماں بیروں جمال — وز دروں کش خون مظلوم و وبال
مال ظالم کی طرح باہر جمال — اور اندر خون مظلوم و وبال

چوں منافق از بروں صوم و صلوٰۃ — وز دروں خاک سیاہ و بے ثبات
جوں منافق ظاہرا صوم و صلوٰۃ — باطنی خاک سیہ اور بے ثبات

ہمچو ابرے نم بروئے قر و قر — نے دروں نفع زمیں نے قوت بر
خشک بادل جیسے گرجوں سے بھرا — نفع مٹی کو نہ میووں کو غذا

لہ اس غلام سے مراد ہے جو حضرت بلال رضی کے عوض میں یہودی کو حضرت صدیق اکبر رضی نے دیا تھا۔

ہیچو وعدہ مکر و گفتار دروغ — آخرش رسوا و اول با فروغ
مثل وعدہ مکر و گفتار رذیل — اول اول با فروغ آخر ذلیل

بعد ازاں بگرفت دستِ آں بلالؓ — آں کہ دست زخم محنت چوں خلال
ہاتھ پھر پکڑا بلالؓ زار کا — جس کا تن ایذا سے تھا لاغر ہوا

شد خلالے درد ہا نے راہ یافت — جانب شیریں لطفے مے شتافت
تھے خلال ۔ ان کو ملی راہ وفا — اور دوڑے وہ سوئے شیریں زباں

آمد یدش تا بنزد آں رسولؐ — کہ بجانِ او کردہ بدنیش قبول
لائے آخر ان کو نزدیک رسولؐ — دیدہ جیں کا تھا دل و جان سے قبول

چوں بدید آں خستہ روئے مصطفیٰ — گفت طبتم فادخلوہا یا بہا
جب انہوں نے دیکھا روئے مصطفیٰ — بولے خوش ہو کھل گیا در خلد کا

چوں بلالؓ ایں را شنید از مصطفیٰ — خر مغشیا فتاد و بر قفا
سن کے تقریر رسولؐ ذو الجلال — گر پڑے غش ہو گئے فوراً بلالؓ

تا بدیر بیخود و بیہوش ماند — چوں بہوش آمد ز شادی اشک راند
دیر تک بیہوش اور بیخود رہے — ہوش میں آئے تو بس رونے لگے

مصطفیٰ اش در کنار خود کشید — کس چہ داند بخششے کو را رسید
مصطفیٰ نے لے لیا آغوش میں — کوئی کیا جانے دیا کیا جوش میں

چوں بود مسے کہ بر اکسیر زد — مفلسے بر گنج پر توفیر زد
کیا ہو جب اکسیر سے تانبا ملے — اور اک مفلس ہو فائز گنج سے

ماہئی چند مردہ در بحر او فتاد — کاروان گم شدہ زد بر رشاد
ماہئی چند مردہ دریا میں گری — کارواں گم گشتہ کو منزل ملی

آں خطاباتے کہ گفت آں دم نبیؐ — گر زند بر شب بر آید از شبی
جو خطاب اس وقت حضرتؐ نے دیئے — شب کو مل جائیں تو وہ شب کیوں رہے

روز روشن گرددت آں شب چوں صباح | من نتانم باز گفت آں اصطلاح
روز روشن ہو وہ شب مثل سحر | اصطلاحاً کیا کہوں میں بیشتر

خود تو دانی کآفتاب اندر حمل | تا چہ گوید با نبات و با دقل
جبکہ ہو برج حمل میں آفتاب | پیڑ پودوں سے ہوں کیسے فیضیاب

خود تو میدانی کہ آں آب زلال | مے چگوید با ریاحین و نہال
خود تجھے معلوم ہے آب زلال | تازہ کرتا ہے ریاحین و نہال

صنع حق با جملہ اجزائے جہاں | چوں دم و حرفست از افسوں گراں
صنعت حق ساری دنیا سے بہم | ایسی ہے جس طرح جادوگر کا دم

جذب یزداں با اثرہا و سبب | صد سخن گوید نہاں بے حرف و لب
جذب خالق کا اثر اور ہر سبب | سیکڑوں باتیں کرے بے حرف و لب

نے کہ تاثیر از قدر معمول نیست | لیک تاثیرش ازو معقول نیست
یوں تو تاثیر قدر معمول ہے | پر اثر اس کا کہاں معقول ہے

چوں مقلد بود عقل اندر اصول | داں مقلد در فروعش اے فضول
جب اصولاً ہے مقلد عقل تو | پھر فروعاً بھی مقلد مان لو

گر بپرسد عقل چوں باشد مرام | گو چنانکہ تو ندانی والسلام
عقل پوچھے گر یہ تجھ سے ہوا کس طرح کام | کہہ دو "جیسے تو نہ جانے" والسلام

حضرت صدیقؓ پہ آنحضرتؐ کا معاتبہ

سید کونین سلطان جہاں! | در عتاب آمد برائے بعد ازاں
سید کونین سلطان جہاں! | [illegible] غصہ میں آگئے بعد ازاں

لہ یعنی سمجھ میں نہیں آتا۔

گفت اے صدیقؓ آخر گفتمت
کہ مرا انباز کن در مکرمت

بولے اے صدیقؓ میں نے تھا کہا
میری شرکت میں تو اس کو مول لا

تو چرا تنہا خریدی بہر خویش
باز گو احوال اے پاکیزہ کیش

کیوں خریدا تو نے خود اپنے لئے
حال اس کا کچھ بتانا چاہئے

گفت ما دو بندگان کوئے تو
کردمش آزاد من بروئے تو

بولے ہم دونوں ہیں تیرے پیش کے غلام
کر دیا آزاد اسے میں نے تمام

تو مرا میدار بندہ و یار غار
ہیچ آزادی نخواہم زینہار

تو مجھے رکھ اپنا بندہ اور یار
میں نہیں آزادیوں کا خواستگار

کہ مرا از بندگیت آزادی است
بے تو بر من محنت و بیداد است

میری آزادی ہے بس تیری بندگی
ظلم ہے مجھ پہ بڑا فرقت تیری

اے جہاں را زندہ کردہ ز اصطفا
خاص کردہ عام را خاصہ مرا

آپ نے زندہ جہاں کو کر دیا
عام کو خاص اور مجھے مختص کیا

خوابہا می دید جانم در شباب
کہ سلامم کرد قرص آفتاب

میں نے دیکھا تھا جوانی میں یہ خواب
کہ سلامی کر رہا ہے آفتاب

از زمینم بر کشید او تا سما
ہمرہ او گشتہ بودم زار تقا

آسماں پہ مجھ کو کھینچا خواب سے
ساتھ اس کے بڑھ گئے رتبے مرے

گفتم ایں ماخولیا بود و محال
ہیچ گردد مستحیلے وصف حال

میں نے اس کو خبط جانا اور محال
کیا کبھی ہوتا ہے ناممکن بھی حال

چوں ترا دیدم بدیدم خویش را
آفریں آں آئینہ خوش کیش را

آپ کو دیکھا تو خود آیا نظر
آفریں آئینہ خوش کیش پہ

چوں ترا دیدم محالم حال شد
جان من مستغرق اجلال شد

حال مجھ کو دیکھ کر ٹھہرا محال
ہو گیا مستغرق جاہ و جلال

چوں ترا دیدم من اے روح البلاد	مہر ایں خورشید از چشمم فتاد
آپ کو دیکھا جو اے شہروں کی جاں	گر گیا سورج نظر سے بے گماں
گشت عالی ہمت از تو چشمِ من	جز بخواری ننگرم اندر زمن
آپ سے آنکھوں کی ہمت بڑھ گئی	ذلت و خواری ہے دنیا میں بھری
نور جستم خود بدیدم نور پر نور	حور جستم خود بدیدم رشکِ حور
نور ڈھونڈا، اور دیکھا نور پر نور	حور کو ڈھونڈا تو پایا رشکِ حور
یوسفے جستم لطیف و سیم تن	یوسفستانے بدیدم در تو من
ڈھونڈا اک یوسف لطیف و سیم بر	یوسفستاں آپ کو دیکھا مگر
در پے جنت بدم در جستجو	جنتے بنمود از ہر جزو تو
جستجو تھی خلد میں تھا میں پڑا	آپ کا ہر جزو جنت بن گیا
ہست ایں نسبت بمن مدح و ثنا	ہست ایں نسبت بتو قدح و ہجا
میری نسبت سے یہ ہے مدح و ثنا	آپ کی نسبت ہے ہجو برملا
ہمچو مدح مرد چوپان سلیم	مر خدا را پیشِ موسیٰ کلیم
مدح جیسے تھا گڈریا کر رہا	اس خدا کی پیشِ موسیٰ باصفا
کہ بجویم اشپشت شیرت دہم	چارقت دوزم و پیشت نہم
میں جوئیں دیکھوں تری اور دودھ دوں	سامنے جوتا ترا سی کر رکھوں
قدح او را حق بمدحے برگرفت	گر تو ہم رحمت کنی نبود شگفت
ہجو اس کی مدح سمجھا کبریا	آپ بھی رحمت کریں تو ہے بجا
رحم فرما بر قصورِ فہمہا	اے ورائے فہمہا و وہمہا
رحم اے آقا قصورِ فہم پہ	تو تو فہم و وہم سے ہے دور تر
ایہا العشاق اقبالِ جدید	از جہانِ کہنہ نو دور رسید
ہیں کہاں عشاق اقبالِ جدید	ہے جہانِ کہنہ میں دورِ سعید

زیں جہاں کو چارہ بیچارہ جوست	صد ہزاراں نادرہ عالم دروست
چارہ بے چارگاں ہے جو جہاں	ہیں نوادر اُس میں اب جلوہ کناں
البشریٰ یا قوم اذ جاء الفرج	افرحوا یا قوم قد زال الحرج
مژدہ ہو اے قوم فرحت آگئی	جشن اے قوم اب سختی گئی
آفتابے رفت در کازۂ ہلال	در تقاضا کہ ارحنا یا بلال
آفتاب آیا سوئے بیت ہلال	ہے تقاضا ہے کہ راحت دے بلال[1]
زیر لب مے گفتے از بیم عدو	کوری او بر منارہ رو بگو
خوف سے دیتا تھا زیر لب اذاں	چڑھ کے اب مینار پر دے بے گماں
مید مد در گوش ہر غمگیں بشیر	خیز اے مدبر رہ اقبال گیر
ہے بشارت از پئے ہر غمزدہ	بدنصیب اقبال کا لے راستہ
اے دریں حبس و دریں گندہ پیش	ہیں کہ تا کس نشنود دستی خمش
چھوڑ کر یہ قید اور یہ گندگی	چپ نکل جاتا دو وقت ہو گئی
چوں کنی خامش کنوں کے یار من	کز بُنِ ہر مو برآمد طبل زن
کیسے اب خاموش تو کیونکر رہے	ہر بُنِ مُو سے ہیں نقارے بجے
آں چناں کرشد عدو در شک غو	گو بدایں چندیں دہل را مانگو
اس قدر بہرا ہے دشمن بالیقیں	ڈھول کی آواز بھی سُنتا نہیں
میزند بر روئے ریحاں کہ طریست	او ز کوری گوید ایں آسیب چیست
پھول تازہ تو ہے اُس پہ پھینکتا	کہتا ہے اندھا یہ آئی کیا بلا
مے فشرد حور و دستم مے کشد	کور حیراں کز چہ دردم میکشد
ہاتھ میرا حور کھینچے ہے مسا	کور حیراں ہے کہ ہے یہ درد کیا

١ مراد یہ ہے کہ اذاں دے کر راحت پہنچا ۔

این کشاکش چیست بر دست و تنم — خفتہ ام بگذار تا خوابے کنم

کیا کشاکش ہے یہ میرے جسم پر — سو رہا ہوں سونے دے حیراں نہ کر

آنکہ در خوابش ہمے جوئی ویست — چشم بکشا کاں مہ نیکو پیست

خواب میں ڈھونڈا تھا جس کو ہے یہی — کھول آنکھیں دیکھ صورت چاند سی

زاں بلا ہا بر عزیزاں بیش بود — کاں تجمش یار با خوباں نمود

عاشقوں پر یوں بلائیں ہیں سوا — یار گل رویوں پہ شیدا ہو گیا

لاجرم با خوباں کند در سر دمے — نیز کوراں را بشورانند ہمے

چھیڑ معشوقوں سے کرکے ہر گھڑی — ڈالتا ہے شورشیں اندھوں میں بھی

خویش را یکدم بدیں کوراں دہد — تا غریو از کوئے کوراں بر جہد

کرتا ہے ان کے حوالے آپ کو — تا کہ ان اندھوں میں پیدا شور ہو

بلالؓ اور اس کے شوق ایمان کا قصہ

چوں شنیدی بعضے از قصۂ بلالؓ — بشنو اکنوں قصۂ ضعف بلال

سن چکا تو کچھ حکایات بلالؓ — سن ذرا اب قصۂ ضعف بلال

از بلال و بیش بود اندر روش — خوئے بد را پیش کردہ بد کنش

یہ روش میں یعنی ان سے بڑھ گئے — خوئے بد کھو دی سب اپنی ذات سے

نے چو تو پس رو کہ ہر دم پست تر — سوئے سنگے میروی از گوہرے

تھے نہ ایسے تو ہے جیسا پست تر — سنگ مائل ہے گوہر چھوڑ کر

ہمچناں کاں خواجہ را مہماں رسید — خواجہ از ایام سالش بر رسید

جیسے کہ خواجہ کا تھا اک میہماں — پوچھا خواجہ نے ہے کیا عمر اے جواں

لہ ان اشعار میں اندھے سے مراد "مجازی عشق" ہے ۔

گفت عمرت چند سال است اے پسر — باز گوے و در مدز دو بر شمر

کے برس کی عمر ہے اب اے پسر — سات کہہ، کوئی فریب اس میں نہ کر

گفت ہیجدہ ہفدہ نے شانزدہ — اے برادر خواندہ یا کہ پانزدہ

پہلے اٹھارہ کہا پھر سترہ — پھر کہا سولہ، بالآخر پندرہ

گفت واپس واپس اے خیرہ سرت — باز میرو تا بکنس مادرت

بولا خواجہ لوٹ جا اے خیرہ سر — کیس مادر تک یونہی جا تو شتر

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر — گفت رو آں اسپ اشہب را بگیر

مانگا اک گھوڑا کسی نے ایک سے — بولا جا وہ سبزہ[۱] گھوڑا کھول لے

گفت آں را من نخواہم گفت چوں — گفت او واپس رو است و بس حروں

بولا وہ لوں گا نہ میں، بولا بھلا یہ کیا — بولا وہ پیچھے رو ہے اور سرکش بڑا

سخت پس پس میرود او سوئے بن — گفت دمش را بسوئے خانہ کن

ڈالتا ہے جانب پس اپنے سم — بولا خواجہ گھر کی جانب کردے دم

دم او ایں استور نفس شہوت است — زاں سبب پس پس رود آں خود پرست

دم ہے شہوت نفس کی پہچان ہے — اس کے پیچھے یہ بڑا ہے اس لئے

شہوت او را کہ دم آمد ز بن — اے مبدل شہوت او عقبیش کن

اُس کی شہوت کو جو دم ہے اے فلاں — کردہ تابع سے بدل دے بے گماں

چوں ببندی شہوتش را از رغیف[۲] — سر کند آں شہوت از عقل شریف

روکے رکھا ہے شہوت کو اگر — عقل میں ہوگی وہ شہوت جلوہ گر

ہمچو شاخے کہ ببری از درخت — سر کند قوت ز شاخ اے نیکبخت

جس طرح جب شاخ کاٹیں پیڑ کی — شاخ میں پیدا ہو اک قوت نئی

---

۱ سبزہ - ابلق ۔

۲ کم کھانے سے مراد ہے ۔

چونکہ کردی ذم او وآں طرف | گر رود واپس رود تا منصرف

ذم جو کردی اس طرف اے خوش نگاہ | اب وہ لوٹے گا سوئے جائے پناہ

جنبش اسپان را ہم پیش سو | نے سپس رو نے حرونی را گرو

ہیں مبارک پیشرو اسپان رام | جو نہ سرکش ہیں نہ پس رو لاکلام

گرم رو چوں جسم موسیٰؑ کلیم | تا بحرینش چو پہنائے گلیم

تیز رو ہیں صورت جسم کلیمؑ | مجمع البحرین تھا بقدِ گلیم[1]

ہست ہفصد سالہ راہ آں حقب | کہ بکرد او عزم در سیران حقب

ہفت صد سالہ تھا رستہ بحر کا | جب ارادہ سیر کا اس نے کیا

ہمت سیر تنش چوں ایں بود | سیر جانش تا بہ علیین بود

جب ہو سیر تن کی ہمت اس قدر | سیر جاں کیوں ہو نہ علیین[2] پر

شہسواراں در سباقت تاختند | خربطاں در پایگاہ انداختند

لے گئے سبقت جو گزرے شہسوار | تھے جو بیٹھے گندگی میں ہیں خوار

آں چنانکہ کاروانے در رسید | در دہے آمد درے را باز دید

جیسے اک قصبے میں پہنچا قافلہ | دیکھا ہے اک گھر کا دروازہ کھلا

آں یکے گفتا دریں سرمائے سخت | چند روز اینجا بیفکنیم رخت

ایک بولا۔ اب کہاں سردی میں جائیں | آؤ کچھ دن تک یہیں بستر جمائیں

[1] یعنی حضرت موسیٰؑ جب حضرت خضرؑ کی ملاقات کے لئے مجمع البحرین کی طرف چلے تو گو اس کی مسافت سات سو برس کی راہ تھی۔ مگر شوق و محبت کی وجہ سے یک کمبل سے زیادہ نہ تھی۔ کما قال اللہ تعالےٰ۔ قال موسیٰ لفتٰہ لا ابرح حتّیٰ ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ میں ہمیشہ اس کی طلب میں رہوں گا۔ چاہے کتنے ہی سال گذر جائیں۔

[2] بہشت کے اعلیٰ ترین درجے۔

بانگ آمد مے جنید از بیروں — وانگہانے اندر آ تو اندروں

آئی اک آواز - سامان چھوڑ کر — اندر آ - آنے کی خواہش ہے اگر

ہم بیروں فگن ہیرا سچے انگشتری سست — در میاں آ کہ ایں مجلس سنی ست

پھینک دے باہر جو ہے پھینکنا — ہے یہ اک محفل بزرگ و پر ضیا

چوں بلال استاد دل جاں روشنے — سائس و بندہ امیر مومنے

تھا بلال استاد روشن دل تمام — ایک مومن کا تھا سائیس اور غلام

سائسی کردے و دادے آں غلام — لیک سلطان سلاطین بندہ نام

اصطبل میں گو وہ اک سائیس تھا — شاہوں کا تھا شاہ، بندہ نام کا

سائس اسپاں بد و نفس خویش ہم — از فراواں کس شدہ در پیش ہم

نفس کا سائیس تھا، گھوڑوں کا بھی — بھیڑ لوگوں کی نہ اس کے در پہ تھی

آں امیر از حال بندہ بے خبر — کہ نبودش جز بلیسانہ نظر

حال سے اس کے تھا خواجہ بے خبر — بلکہ ابلیسانہ تھی اس کی نظر

آب و گل میدید و در وے گنج نے — نقش و تنش میدید و اصل گنج نے

آب و گل دیکھا، نہ دیکھا گنج زر — نقش و تنش میں اصل سے تھا بے خبر

رنگ طیں میدید و در وے معنی نہاں — ہر کہ پیرا ایں چنیں بود در جہاں

تھا بظاہر مٹی اور دیں تھا چھپا — ہر کسی کو دہر میں ایسا ہی تھا

آں ستارہ دید و پیشے مرغ نے — بر ستارہ شاہبازے پر شگفے

دیکھا بس ستارہ، نہ مرغ آیا نظر — مرغ بھی کیسا کہ تھا عالی گہر

واں دگر میدید مرغ پرّ نے — لیک موئے بد بہ بال مرغ نے

دیکھتا تھا مرغ پہ کوئی دوسرا — بال لیکن مرغ کے منہ پہ نہ تھا

آنکہ او منظور نور اللہ بود — ہم ز مرغ و ہم ز موئے آگہ بود

ہو جو کوئی ناظر نور خدا — دیکھے بال اور مرغ دونوں برملا

گفت آخر چشم سوئے موئے نہ — تا نہ بینی مو نہ بکشاید گرہ
مرغ و مو دونوں پہ رکھ اپنی نظر — کیا گرہ وا ہو، نہ دیکھے بال اگر

آں یکے گل دید نقشیں در وحل — واں دگر دل دید پُر علم و عمل
دیکھی اک نے کیچ میں نقشیں گل — دوسرے نے علم سے لبریز دل

تن منارہ علم و طاعت ہمچو مرغ — خواہ سی صد مرغ گیر و یا دو مرغ
تن منارہ علم و طاعت مرغ جاں — تین سو لے مرغ یا دو۔ جانِ جاں

مرد اوسط مرغ بین ست و بس — غیر مرغے مے نہ بیند پیش و پس
مرد اوسط میں وہی ہے جان سے — جو نہ دیکھے ماسوا اک مرغ کے

موئے آں نوریست پنہاں آں مرغ — کز بدو پاشیدہ باشد جانِ مرغ
بال کیا ہے، نورِ پنہاں مرغ کا — جس سے جانِ مرغ کو ہے اک بقا

مرغ کاں مولیست در منقارِ او — ہیچ عاریت نباشد کارِ او
مرغ جو رکھتا ہے موئے عنبریں — عاریت کاموں میں اس کے کچھ نہیں

علم او از جانِ او جوشد مدام — پیشِ او نے عاریت باشد نہ وام
ذات سے اس کی ہے جوشِ علم بھی — عاریت کی ہے نہ حاجت قرض کی

بلالؓ کی بیماری اور آنحضرتؐ کی بیمار پُرسی

از قضا رنجور شد روزے بلالؓ — مصطفےٰؐ را وحی شد غماز حال
ہو گیا بیمار اک دن وہ بلالؓ — مصطفےٰؐ پر وحی نے کھولا یہ حال

بُد ز رنجوریش خواجہ بے خبر — کہ بہا و پُر کساد و بے خطر
خواجہ تھا اس کے مرض سے بے خبر — کیونکہ وہ نا قدرداں تھا سر بسر

لہ تین سو مرغ سے مراد کثرت علم ہے اور دو مرغ یعنی قرآن و حدیث جو اصیل علوم ہیں ۔

خفتہ شد روز اندر آخر محسنے ۔ ہیچ کس از حال او آگاہ نے

سوتا تھا اصطبل میں نو روز سے ۔ لوگ اس کے حال سے واقف نہ تھے

آنکہ کس بود و شہنشاہ کشاں ۔ عقل چوں صد قلزمش ہر جا رواں

مصطفیٰ تھے بادشاہ بیکساں ۔ مثل صد قلزم تھی عقل اُن کی رواں

وحیش آمد رحم حق غمخوار شد ۔ کہ فلاں مشتاق تو بیمار شد

وحی لائی رحمت رب جلیل ۔ وہ جو ہے مشتاق تیرا ہے علیل

مصطفیٰ بہر بلال با شرف ۔ رفت از بہر عیادت آں طرف

مصطفیٰ بہر بلالؓ باشرف ۔ پہنچے کرنے کو عیادت اُس طرف

در پے خورشید وحی آں مہ رواں ۔ واں صحابہ در پیش چوں اختراں

چاند مہر وحی کے پیچھے چلا ۔ مثل انجم اُس کے پیچھے اتقیا

ماہ مے گوید کہ اصحابی نجوم ۔ للسری قدوۃ وللطاغی رجوم

تارے ہیں صحابؓ[1] ۔ ہے ارشاد ہاں[2] ۔ رہبر شب[3] رو ۔ رجم[4] سرکشاں

میر را گفتند کاں سلطاں رسید ۔ او ز شادی بیدل و جاں برجہید

آمد سلطاں کی خواجہ کو خبر ۔ جب ملی ۔ خوش ہو گیا وہ سر بسر

بر گماں آں ز شادی زد دو دست ۔ کاں شہنشہ بہر آں میر[5] آمدہ است

اس خوشی سے تھا بجاتا تالیاں ۔ میرے پاس آتے ہیں سلطانِ جہاں

چوں فرود آمد ز غرفہ آں امیر ۔ جاں ہمے افشاند پامژد و بشیر

آیا کوٹھے سے اُتر کر وہ امیر ۔ جاں چھڑکی، بہرِ پامژد و بشیر

---

١ اصحاب کبار رضؓ ٢ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَصحَابِی کالنّجُومِ بِاَیِّہِم اقتدیتم اہتدیتم ۔ یعنی میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔ ٣ رات کو چلنے والا ٤ اُٹھا بھگانے والے ۔ ٥ میر مقدم ۔

پس زمیں بوس و سلام آورد او — کرد رخ را از طرب چوں زرد او

پھر زمیں چومی، کیا اُس نے سلام — منہ خوشی سے مثلِ گل تھا لا کلام

گفت بسم اللہ مشرف کن وطن — تا کہ فردوسے شود ایں انجمن

بولا بسم اللہ، حاضر ہے وطن — غیرتِ فردوس ہو یہ انجمن

تا فزاید قصرِ من بر آسماں — تا کہ دیدم قطبِ دوران زماں

گھر یہ رتبے میں ہو رشکِ آسماں — سامنے ہے قطبِ دوران زماں

گفتش از بہر عتاب آں محترم — من برائے دیدنِ تو نا مدم

بولے غصے سے اسے سلطانِ دیں — تجھ سے ملنے میں یہاں آیا نہیں

گفت روحم بہر تو خود روح چیست — ہاں بفرمائیں تجشم بہر کیست

بولا میری روح حضرتؑ پہ فدا — اور پھر ہے باعثِ تکلیف کیا

تا شوم من خاکِ پائے آں کسے — کہ بباغ لطفِ تستش مغرسے

تا کہ خاکِ پا بنوں اُس شخص کی — ہے عنایت آپ کی جس پہ ہوئی

چوں چنیں گفت او و نخوت را براند — مصطفٰے ترکِ عتاب او بخواند

جب وہ عاجز ہو کے یوں کہنے لگا — ہو گیا ٹھنڈا عتابِ مصطفٰےؐ

پس بگفتش کاں بلالِ عرش کو — ہمچو مہتاب از تواضع فرش کو

وہ بلالؓ عرش، پوچھا، ہے کہاں — چاندنی کی طرح پامالِ جہاں

آں کہ شے در بندگی پنہاں شدہ — بہرِ جاسوسی بدنیا آمدہ

ہے جو بندہ میں چھپا۔ وہ بادشا — بہرِ جاسوسی جو ہے آیا ہوا

تو مگو کاں بندہ و آخریِ ماست — ایں بداں کہ گنج در ویرانہا است

یہ نہ کہہ وہ ہے طویلہ کا غلام — گنج ویرانے میں ہے وہ لا کلام

اے عجب چیست از سقمِ آں بلال — کہ ہزاراں بدر ہستش پائماں

کیا ہے بیماری سے اب حالِ بلالؓ — ہیں ہزاروں چاند جس کے پائماں

گفت از رنجش مرا آگاہ نیست — لیک روزے چند بر درگاہ نیست

بولا خواجہ رنج سے ہوں بے خبر — وہ کئی دن سے نہیں آیا ادھر

صحبت او با ستور و استر ست — سائس ست و منزلش و آخر ست

اس کی صحبت میں ہیں گھوڑے اور خر — ہے وہ سائیس اور طویلے میں ہے گھر

رفت پیغمبرؐ برغبت بہر او — اندر آخر آمد اندر جستجو

مصطفیٰؐ رغبت سے ملنے کو گئے — آئے تا اصطبل اُس کو ڈھونڈنے

بود آخر مظلم و زشت و پلید — اینہمہ برخاست چوں سید رسید

وہ طویلہ تھا نجاست سے بھرا — پہنچے جب سیّد، تو بالکل پاک تھا

بوئے پیغمبر ببرد آں شیر نر — ہمچنانکہ بوئے یوسفؑ را پدر

سونگھی بوئے شاہ اُس محبوب نے — جس طرح یوسفؑ کی بو یعقوبؑ نے

موجب ایماں نباشد معجزات — بوئے جنسیت کند جذب صفات[لہ]

موجبِ ایماں نہیں کچھ معجزات — بوئے جنسیت سے ہے جذب صفات

معجزات از بہر قہر دشمن ست — بوئے جنسیت سوئے دل بردن ست

معجزے ہیں قہر دشمن کے لئے — بوئے جنسی دلبری کے واسطے

قہر گردد دشمن اما دوست نے — دوست کے گردد ببستہ گردنے

دشمنی مقہور، نازاں دوستی — باندھتا ہے کون گردن دوست کی

اندر آمد او ز خواب از بوئے او — گفت سرگیں دان درو زیں گونہ بو

آئی بوئے شاہ چونکا خواب سے — بولا خوشبو لید خانہ تو نہ دے

از میانِ پائے استوراں بدید — دامنِ پاکِ رسولِ بے ندید

گھوڑوں کے درمیاں آیا نظر — دامن پاک رسول بحر و بر

لہ یہاں سے مولانا علیہ الرحمۃ کے اقوال ہیں ٭

پس ز رنج آخر آمد غرغرِ عنواں — روئے بر بالیش نہاد آں پہلواں

پس گھسٹتا ہوا آیا اُدھ عصر — رکھ دیا پانے میں پر اپنا سر

پس پیمبرؐ روئے بر رویش نہاد — بر سر و بر چشم درویشش بوسہ داد

اُس کے منہ پہ منہ پیمبرؐ نے رکھا — آنکھ سر اور چہرے پہ بوسہ دیا

گفت یارا تو چہ پنہاں گوہری — اے غریبِ عرش چونے خوشتری

بولے کیوں اے دوست اے گوہر چھپے — حال کیا ہے اے مسافر عرش کے

گفت چوں باشد خود آں شوریدہ خواب — کہ در آید در دہانش آفتاب

عرش کی میں تو ہوں وہ شوریدہ خواب — جس کے منہ میں گھس گیا ہو آفتاب

چوں بود آں تشنہ کو گِل خورد — آب از سر بنہدش خوش مے برد

کیا کرے وہ تشنہ لب، کیچڑ جو کھائے — پانی اس کو سر پہ رکھ کرے ہی جائے

حضرت عیسیٰؑ کا پانی پہ چلنا اور ارشادِ آنحضرتؐ

ہمچو عیسیٰؑ بر سرش گیرد فرات[1] — کامنے از غرقہ در آبِ حیات

جیسے عیسیٰؑ کو اٹھاتا تھا فرات[1] — غرق سے محفوظ در آبِ حیات

گفت احمدؐ[2] گر یقینش افزوں بُدے — خود ہوائش مرکب و ہاموں شدے

قول یہ ہے ۔ گر یقیں ہوتا سوا — خود سواری ان کی بن جاتی ہوا

ہمچو من کہ بر ہوا راکب شدم — در شبِ معراج مستصحب شدم

جیسے میں ہو کر ہم آغوش ہوا — صحبتِ حق میں شبِ معراج تھا

گفت[3] چوں باشد سگے کورِ پلید — جست او از خواب و خود را شیر دید

بولا[3] وہ ناپاک کتا کیا کرے — خود کو دیکھے شیر، اٹھ کر خواب سے

[1] فرات ایک مشہور دریا کا نام ہے۔ [2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔
[3] یہ گفتگو حضرت بلالؓ کی ہے۔

نے چناں شیرے کہ کس تیرش زند
بل زہیبش تیغ و پیکاں بشکند

شیر وہ جو تیر سے مارا نہ جائے
بلکہ اس کے ڈر سے پیکاں ٹوٹ جائے

کور برا شکم رونده ہمچو مار
چشم ہا بگشاده در باغ و بہار

پیٹ کے بل کور جیسے مثل مار
جب کھلیں آنکھیں ملے باغ و بہار

چوں بود آں چوں کہ از چونی رہد
در حیاتستان بیچونی رسد

اس کو دیکھو جو کرے ترکِ مثال
عالمِ بے چوں میں ہو فرخندہ حال

گشت بیچونی مجنس اندر امکاں
گردِ خوانش جملہ شیراں چوں سگاں

جب ہوا بیچونی نما کا قاسم امکاں
شیر کتوں کی طرح تھے گردِ خواں

او ز بیچونی دہد خان استخوان
در جنابت تن زناں ایں سوره مخواں

اس نے بے چونی سے ہڈی ان کو دی
پڑھ نہ یہ سورت جنبی ہے تو ابھی

تا ز چونی غسل ناری تو تمام
ایں بریں مصحف منہ کف اے غلام

غسل جب تک ہو نہ چونی سے ترا
ہاتھ اس مصحف پہ رکھنا ہے برا

گر پلیدم ور نظیفم اے شہاں
ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں

پاک یا ناپاک میں تیرا ہی ہوں
کیا پڑھوں آخر، نہ گر اس کو پڑھوں

تو مرا گوئی کہ از بہر ثواب
غسل نا کرده مرو در حوض آب

تو یہ کہتا ہے کہ از بہر ثواب
جا نہ قبلِ غسل سوئے حوضِ آب

ہر کہ اندر حوض ناید پاک نیست
وز بروں حوض غیر خاک نیست

جو نہ آئے حوض میں ہو پاک کیا
اور باہر ہے سوائے خاک کیا

گر نباشد آب ہا را ایں کرم
کہ پذیرد مر خبث را دمبدم

ہو نہ پانی میں جو یہ شانِ کرم
کیوں نجاست کو لیوے دمبدم

چونی - بے چونی کی ضد ہے - جس طرح چگونگی بے چگونگی کی - عالم مثال اور عالم -

وائے بر مشتاق و بر امیدِ او　　حسرتا بر حسرتِ جاوید او

حیف ہو مشتاق کی اُمید پہ　　حسرت اس کی حسرتِ جاوید پہ

آپ دارد صد کرم صد احترام　　کہ پلیداں را پذیرد والسلام

حرمت و بخشش ہے پانی میں مگر　　ہے پلیدوں پہ نوازش بیشتر

اے ضیاء الحق حسام الدیں کہ نور　　پاسبانِ تست از شرالطیور

اے ضیاء الحق ہے تیرا نورِ جاں　　طائروں کے شر سے تیرا پاسباں

پاسبانِ تست نور و ارتقاش　　اے تو خورشید مستر از خفاش

ہے تری، نور و بلندی پاسباں　　تو ہے چمگادڑ سے خورشید نہاں

چیست پردہ پیشِ روئے آفتاب　　جز فروغ و شعشع و تیزی و تاب

کونسا پردہ ہے پیشِ آفتاب　　ہے فقط پیشِ نظر تیزی و تاب

حجبِ ایں خورشید ہم نورِ وے است　　بے نصیب از وے خفاش است و شپت

نورِ رب پردہ ہے اس خورشید کا　　بے نصیب اس سے ہیں اندھے بے ضیا

ہر دو چوں دور بعد و پردہ ماندہ اند　　یا سیہ رویاں فسردہ ماندہ اند

دونوں دوری سے ہیں پردے میں چھپے　　کل منھوں کے ساتھ ہیں ٹھٹھرے ہوئے

چوں نوشتی بعضے از قصۂ ہلال　　داستانِ بدر آر اندر مقال

لکھا کچھ قصہ ہلالِ زار کا　　داستانِ بدر بھی اب کچھ سنا

آں ہلال و بدر دارند اتحاد　　از دوئی دورند و از نقص و فساد

ہے ہلال و بدر میں اک اتحاد　　دور رکھتا ہے انہیں نقص و فساد

آں ہلال از نقص در باطن بری است　　آں بظاہر نقص تدریج آور یست

نقص سے ہے پاک باطن میں ہلال　　ہے بظاہر نقص تدریج و کمال

لہ بد فالی اور شومی سے مراد ہے۔ جیسا کہ اکثر لوگ بعض پرندوں کی پرواز اور بعض کی آواز مبارک جانتے ہیں اور ان سے اچھے اور برے شگون لیا کرتے ہیں۔

درس گوید شب بشب تدریج را — در تانی برود تفسیر تج را

شب کو دیتا ہے سبق تدریج کا — ہے تانی ہی کا پھل فرحت فزا

در تانی گوید اے مجہول خام — پایہ پایہ بر تواں رفتن ببام

کہتا ہے اے جلد باز اب غور کر — چڑھتے ہیں ایک ایک سیڑھی بام کو

دیگ را تدریج و استادانہ جوش — کار ناید قلیہ دیوانہ جوش

دیگ میں آتا ہے اُستادانہ جوش — اور ہے قلیہ کا گستاخانہ جوش

حق نہ قادر بود بر خلق فلک — در یکے لحظہ بکن بے ہیچ شک

کیا نہ تھا قادر خداوند جہاں — کرتا لحظہ میں بنا سے آسماں

پس چرا شش روز آں را برکشید — کل یوم الف عام اے مستفید

کیوں کیا چھ روز میں پھر آشکار — وہ بھی اک دن میں برس تھے اک ہزار

خلقت آدم چرا چل صبح بود — اندر آں گل اندک اندک میفزود

خلقتِ آدم میں کیوں چہلہ لگا — تھوڑی تھوڑی مٹی بڑھواتا رہا

زیں سحر تا آں سحر سال ہزار — تا بہ آخر یافت ایں صورت قرار

صبح سے تا صبح تھے سال اک ہزار — پا لیا یوں آخر کو صورت نے قرار

خلقتِ طفل از چہ اندر نہ مہ ست — زانکہ تدریج از سنتہائے خداست

بچہ کیوں پیدا ہوا نو ماہ میں — ہے تانی سنت اللہ میں

نے چو تو اے خام کانوں تاختی — طفلے و خود را تو شیخے ساختی

دوڑ گیا تیری طرح اے خامکار — بن گیا بچپن میں شیخ نامدار

بر دویدی چوں کدو فوق ہمہ — کو ترا پائے جہاد و ملحمہ

تو کدو کی طرح سب سے بڑھ گیا — تجھ میں کیا دم ہے جہاد و جنگ کا

تکیہ کردی بر درختان و جدار — بر شدی اے قرعک ہم قرعہ وار

تکیہ سے دیوار اور پیڑوں پہ تو — چڑھ گیا اے ننھے مانند کدو

اول ارشد مرکبت سرو سہی — لیک آخر گشت بے مغز و تہی

گو کہ مرکب تھا ترا سرو سہی — پر رہا آخر کو بے مغز و تہی

رنگ سبزت زرد شد اے قرع زود — زانکہ او گلگونہ بود اصلی نبود

سبز رنگ آخر ترا زردا گیا — کیونکہ وہ اصلی نہ تھا غازہ ترا

نوّے سال کی بڑھیا

بود کمپیرے نود سالہ کلاں — پر تشنج روئے و رنگش زعفراں

بوڑھی اک عورت تھی نوّے سال کی — جھریاں منہ پر تھیں، رنگت زرد تھی

چوں سر سفرہ رخ او تو بتو — لیک در وے بود مانده عشق شو

مثل دستر خواں تھا منہ سمٹا ہوا — عشق شوہر اُس کو تھا لیکن بڑا

ریخت دندانہا و مو چوں شیر شد — قد کماں و ہر حسش تغییر شد

مو سپید اور دانت تھے ٹوٹے ہوئے — قد کماں، ہوش و حواس اُس میں نہ تھے

عشق شو و شہوت و حرصش تمام — صید خواہ و پارہ پارہ گشتہ دام

حرص و شہوت، عشق شوہر بار بار — جاں بوسیدہ، مگر شوقِ شکار

مرغ بے ہنگام و راہِ بیرہی — آتشے پر درد بُن و دیگ تہی

کجروی سے مرغ بے ہنگام تھی — آگ زیر دیگ خالی تھی بھری

عاشق میداں و اسپ و پائے نہ — عاشق زمرو لب و سرنائے نہ

اسپ و میداں کی ہوس۔ اور پاؤں لنگ — نے نوازی کی تھی دُھن بے سازو چنگ

حرص در پیری جہوداں را مباد — اے شقیے کش خدا ایں حرص داد

دے نہ حرص ایسی بڑھاپے میں خدا — حرص جس کو دی۔ شقی وہ ہو گیا

ریخت دندانہائے سگ چوں پیر شد — ترک مردم کرد و سرگیں گیر شد

کتّے جب دنداں سگ بڈھا ہوا — آدمی کو چھوڑ، سرگیں پہ گرا

این سگان شصت سالہ را نگر — ہر دمے دندان سگشاں تیزتر

ساٹھ سالہ ہیں یہ وہ کتے مگر — دانت ان کے ہو رہے ہیں تیز تر

پیر سگ را ریخت پشم از پوستیں — ایں سگان پیر اطلس پوش بیں

بڈھے کتوں کے تو جھڑ جاتے ہیں بال — پہنے ہیں یہ کتے، اطلس و دوشال

عشق شان و حرص شان در فرج و زر — دمبدم چوں نسل سگ بیں بیشتر

فرج و زر کی حرص ہے اور عشق ہے — نسل سگ کی طرح ہیں افزا ہیں

ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست — مر قصابان غضب[1] را مسلخ ست

مایہ دوزخ ہے ایسی عمر بھی — مذبح قہر الٰہی ہے یہی

چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز — میشود دل خوش باشش از خندہ باز

جب دعائے عمر دو حسب مراد — باچھیں کھل جاتی ہیں ہو جاتے ہیں شاد

ایں چنیں نفریں دعا پندارد او — چشم نکشاید سرے بر نارد او

ایسی نعمت کو دعا کہتے ہیں وہ — بند آنکھوں کو کئے رہتے ہیں وہ

گر بدیدے یکسر موئے از معاد — او بگفتے کایں چنیں عمرے تو باد

ہوتے واقف گر خدا انجام سے — کہتے ایسی عمر تو تجھ کو ملے

خواجہ گیلاں اور ایک بھک منگا

گفت یک روزے بخواجہ گیلئے — ناں پرستے نرگدا زنبیلئے!

خواجۂ گیلاں سے اک دن یوں کہا — ایک بھک منگے نے جھگڑالو جو تھا

ناں دے باید مرا ناں دہ مرا — تا بگویم مر ترا ایں یک دعا

ایک روٹی چاہیئے - روٹی دلا — تا کریں ہم بھی تجھ کو دے دوں دعا

[1] یعنی غضب کے فرشتے اور موکل اسی ہی عمر میں ان لوگوں کی عذاب و قہر کے کھالیں اتارتے ہیں ۔

چوں ستد زو ناں بگفت اے مستعان	خوش بنجان خانمان خود بازش رساں
روٹی اس سے لی جب۔ دی یہ دعا	اس کو گھر تک اس کے پہنچا اے خدا
گفت اگر آں قست خانہ کہ دیدہ ام	حق ترا آنجا رساند اے دژم
بولا خواجہ میں نے دیکھا ہے جو گھر	ہے اگر وہ ہی تو جائے تو ادھر
ہر محدث را خساں بد دل کنند	حرفش ار عالی بود نازل کنند
کرتے ہیں بد دل سخن گو کو کمیں	پست کر دیتے ہیں قول بہتریں
زانکہ قدرِ مستمع آمد نبا	بر قدِ خواجہ بُرد درزی قبا
سُننے والے کے مطابق ہو سخن	کاٹتا ہے قد پہ درزی پیرہن
چونکہ مجلس بے چنیں پیغارہ نیست	از حدیثِ پست نازل چارہ نیست
طعن سے خالی نہیں مجلس کوئی	اس لئے باتیں بھی ہیں اچھی بُری
داستاں میں ایں سخن راز گرو	سوئے دستانِ عجوزہ باز رو
رہن باتوں کو چھوڑ اے ذی شرف	یعنی چل بڑھیا کے قصے کی طرف

بڑھیا کا قصہ

چوں مسن گشت و دریں رہ نیست مرد	تو بنہ نامش عجوزِ سال خورد
جب مسن مرد ایسے میدان کا نہ ہو	تو پڑا نام اس کو بُڈھا تم کہو
نے مرا و را راس مال و مایۂ	نے پذیرائے قبول و پایۂ
اب نہ اس کے پاس دولت ہے نہ مال	اور ہے اب تو قبولیت محال
نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی	نے دُرو معنی و نے معنی کشی
اب نہ خوش ہے اور نہ خوش کرتا ہے وہ	اس میں معنی کیا کہ بے معنی ہے وہ

سلہ یہ اقوال مولانا علیہ الرحمۃ کے ہیں۔ سلہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کلّموا الناس علیٰ قدرِ عقولِھم۔ یعنی لوگوں سے اُن کی عقل کے مطابق باتیں کرو۔

نے زباں نے گوش نے عقل و بصر | نے حِش و نے بیہشی و نے فکر
اب زباں ہے اور نہ عقل و امتیاز | ہوش سے اور بے ہوشی سے بے نیاز

نے نیاز و نے جمالے بہر ناز | تو بتو بیش گندہ مانند پیاز
اب جمال اُس میں، نہ ہے ناز و نیاز | تہ بتہ گندہ تھیں مثلِ پیاز

نے رگے بہر یدہ و نے پاسِ راہ | نے تپش آں قحبہ را نے سوز و آہ
پاؤں ہی باقی نہیں کیا لے جو راہ | سوزِ قحبہ میں نہ گرمی ہے نہ آہ

نے تعصب نے ندامت مرد را | نے بدل عزم سلامت مرد را
اب تعصب یا ندامت کچھ نہیں | قلب میں عزم سلامت کچھ نہیں

صاحب خانہ اور سائل

سائلے آمد بسوئے خانۂ | خشک نانے خواست یا تر نانۂ
سائل آیا گھر کے اک دروازے پہ | اور کہا دے نان، سوکھی ہو کہ تر

گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست | خیرۂ کیں نہ دکانِ نانوا است
بولا گھر والا یہاں روٹی کہاں! | کیا ہے یہ بھی نان بائی کی دکاں

گفت آخر پارۂ پیہم بیاب | گفت اینجا نیست دکانِ قصاب
پھر کہا چربی کا اک ٹکڑا سہی | بولا یہ دکاں نہیں قصاب کی

گفت مشتے آرد دہ اے کدخدا | گفت پنداری کہ ہست ایں آسیا
پھر کہا اک مشتِ آٹا ہی سہی | بولا کیا چکی نظر آئی تجھے

گفت بارے آب دہ از مکرعہ | گفت نے نیست جو یا مشرعہ
پھر کہا پانی پلا دے مشک سے | بولا نہر اس جا نہیں۔ جا راہ لے

ہر چہ او درخواست از ناں و سبوس | چربکے میگفت و میکردش فسوس
روٹی یا بھوسی جو مانگی کچھ نہ دی | مسخرہ کرتا رہا یوں دل لگی

آں گدا در رفت و دامن در کشید	واندر آں خانہ بجست و خواست رید
وہ گدا دامن اٹھا کر گھس گیا	گھر میں پاخانہ کو بیٹھا ایک جا
گفت ہی ہی گفت تن زن اے دژم	تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم
بولا گھر والا یہ کیا - بولا ٹھہر	فارغ اس ویرانہ میں ہو لوں اگر
خود دریں جا نیست وجہ زیستن	در چنیں خانہ بباید ریستن
زندگی کے جب یہاں ساماں نہیں	کیوں نہ پاخانہ پھروں میں بالیقیں
چوں نہ بازی کہ گیری تو شکار	دست آموز شکار شہریار
جب نہیں تو باز، جو پکڑے شکار	اور ہو پھر زیب دستِ شہریار
نیستی طاؤس با صد نقش و بند	کز بنقشت چشمہا روشن کنند
جب نہیں تو مور، ہو جس کے سجے	تا ہو روشن آنکھ تیرے نقش سے
ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند	گوش سوئے نطق شیرینت نہند
جب نہیں طوطی کہ تجھ کو قند دیں	اور تیرے نغمۂ شیریں سنیں
ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار	خوش بنالی در چمن یا لالہ زار
جب نہیں بلبل کہ مثلِ عاشقاں	لالہ زار و باغ میں ہو نوحہ خواں
ہم نہ ہُدہُد کہ پیکیہا کنی	نے چو لکلک کہ وطن بالا کنی
جب نہیں ہُد ہُد کہ لے جائے پیام	اور نہ لکلک کہ اونچا ہو مقام
در زمستاں سوئے ہندوستاں روی	در بہاراں سوئے ترکستاں شوی
جب پڑیں جاڑے تو ہندوستاں چلے	جب بہار آئے تو ترکستان آئے
در چہ بازاری و بہر چت خرند	تو چہ مرغی و ترا با چہ خورند
پھر بتا کس کھیت کی مولی ہے تو	کھائیں کس کے ساتھ تجھ کو شعلہ خو
زیں دکانِ با مکیساں بر تر آ	تا دکانِ فضل اللہ اشتریٰ
اس دکانِ پُرزیاں سے باہر آ	جانبِ دکانِ اللہ اشتریٰ

کالۂ کہ ہیچ خلقش ننگرید
از خلاقت آں کریم آں را خرید

پڑا تھا جس کو نہیں کوئی ندیم
ہے خریدار اُس کا وہ ربِ کریم

ہیچ قلبے پیش او مردود نیست
زانکہ قصدش از خریدن سود نیست

دل نہیں مردود کوئی بہر جُود
ہے خریداری مگر بے قصدِ سُود

سود را در ہیچ آں یار نکو
کوش نیکو خلق وہم نیکو خو

ہے خریداری میں اُس کی سُودِ خلق
نیک ہے خوش خلق ہے معبودِ خلق

بے حد ست افضال او آتش مشو
سوئے دستانِ عجوزہ باز رو

غم نہ کر اُس کا کرم ہے بیکراں
پھر عجوزہ کی بیاں کر داستاں

بڑھیا کا چہرے کو آراستہ کرنا

باز میگردم سوئے قصہ عجوز
زانکہ پایانے ندارد ایں رموز

پھر بیاں کرتا ہوں میں بڑھیا کا حال
کیونکہ ہیں یہ بھید بے پایاں کمال

بود در ہمسایہ اش سور عجیب
گردہ بود ندائے عجب ور اطلب

اُس کے ہمسائے میں اک شادی ہوئی
اور بڑھیا بھی وہاں نوتی گئی

چوں عروسی خواست رفت آں مستخیف
پیش رو آئینہ بگرفت آں حریف

الغرض شادی میں جانے کے لئے
آئینہ بڑھیا نے رکھا سامنے

موئے ابرو پاک میکرد آں عجوز
تا بیارا ید رخ و رخسار و پوز

بال ابرو کے کئے بڑھیا نے صاف
تا سنوارے چہرہ بالاتِ دگر اوت

چند گلگونہ بمالید از بطر
سفرۂ رویش نشد پوشیدہ تر

مارے گلگونہ کتنا ہی مَلا
لیک چہرے پہ تھیں شکنیں جابجا

عشرہائے مصحف از جا میبرید
مے بچسپانید بر رو آں پلید

کاٹ کر قرآں کی دس آئتیں
اُس نے چپکا لیں ہرا کے خسارنیں

تا کہ سفرہ روئے او پنہاں شود — تا نگیں حلقۂ خوباں شود

تا کہ شکنیں منہ کی ہو جائیں نہاں — حلقۂ خوباں میں ہونگ سی عیاں

عشر ہا بر روئے سر جامے نہاد — چونکہ برمے لبست چادر میفتاد

آیتیں منہ پہ وہ چپکاتی تھی جب — اوڑھتی چادر تو گر پڑتی تھیں سب

باز واں عشر ہا باآں خدو — مے بچسپانید بر اطراف رو

لب لگا کر پھر وہ چپکاتی انہیں — چہرۂ بھول کی اطراف میں

باز چادر راست کردے از کمیں — عشر ہا افتادے از رو بر زمیں

اوڑھتی چادر جو پھر وہ بے ہنر — آیتیں گرتیں تھیں منہ سے چھوٹ کر

چوں بسے میکرد فن واں میفتاد — گفت صد لعنت بر آں ابلیس باد

ڈھب کئے لاکھوں، گریں پھر بھی مگر — بولی، ہوں سو لعنتیں ابلیس پر

شد مصور در زماں ابلیس زود — گفت اے قحبہ قدید بے درود

آگیا ابلیس فوراً سامنے — اور کہا اس قحبہ، سوکھی ڈھانچے سے

من ہمہ عمر ایں نیندیشیدہ ام — نے ز چوں تو قحبہ ایں دیدہ ام

عمر بھر میں نے نہ ایسی فکر کی — تجھ سی قحبہ بھی نہ دیکھی تھی کبھی

تخم نادر در فضیحت کاشتی — در جہاں تو مصحفے نگذاشتی

بیج بویا ہے فضیحت کا نیا — تجھ سے مصحف کونسا باقی بچا

صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس — ترک من گو اے عجوز دردبیس

لاکھ شیطانوں کی ہے شیطان تو — چھوڑ مجھ کو اے بڑھیا زشت رو

چند دزدی عشر از ام الکتیب — تا شود رویت ملون ہمچو سیب

آیتیں چپکائے گی یوں تا کجا — تا کہ مثل سیب ہو چہرہ ترا

چند دزدی حرف مردانِ خدا — تا فروشی و ستانی مرحبا

لے باتیں مردان خدا کی تا کجا — تو بچا کر مول لیگا مرحبا

رنگ بر بستہ ترا گلگوں نکرد — شاخ بر بستہ فنِ عرجوں نکرد

رنگ بدلے، یہ نہ گلگوں ہو سکا — شاخ باندھی، یہ نہ قد سیدھا ہوا

عاقبت چوں چادرِ مرگت رسد — از رخت ایں عشرہا اندر خد

موت کی چادر سے پھرا کام کار — آ نتیں رخ سے گریں گی بار بار

چونکہ آید خیز خیزان رحیل — گم شود زاں پس فسونِ قال و قیل

کوچ کا جس وقت آئے گا وبال — بھول جائے گا یہ ساری قیل قال

عالمِ خاموشی آید پیش بیست — وائے آنکہ در درون انیش نیست

اک خموشی روک دے گی بس وہیں — حیف اس پہ جس کو انس اس کا نہیں

صیقلے کن یک دو روزے سینہ را — دفترے خود ساز آں آئینہ را

صاف کر لے ایک دو دن سینے کو — پھر بنا لے دفتر اس آئینے کو

کز سایہ یوسفِ صاحبقراں — شد زلیخائے عجوز از نو جواں

یوسفؑ صاحبقراں کے سائے سے — پھر زلیخا کے جواں تھے دو بے

میشود مبدل بخورشید تموز — آں مزاجِ باردِ بردا لعجوز

گرمی سے سورج کی جاتا ہے بدل — ہو اگر ٹھنڈا مزاج اے بے دقل

میشود مبدل ز سوزِ مریمی — شاخِ لب خشکے بنخلِ خرمی

سوز مریم سے بدل جاتی ہیں یاں — شاخ کی سرسبز ہو کر خشکیاں

اے عجوزہ چند کوشی با قضا — نقد جو اکنوں رہا کن ما مضے

ہو نہ اے بڑھیا قضا سے جنگجو — حالت موجودہ پہ قانع ہو تو

چوں رخت را نیست در خوبی امید — خواہ نہ گلگونہ و خواہی مدید

خوبصورت اب نہ ہوگا منہ ترا — گل سیاہی یا کہ گلگونہ لگا

ایک بیمار کی حکایت

آں یکے رنجور شد نزدِ طبیب ‏ ‏ ‏ گفت نبضم را نگہ دار اے لبیب[1]

پاس چارہ گر کے بیمار اک گیا ‏ ‏ ‏ دیکھ میری نبض یہ اُس سے کہا

تا ز نبض آگہ شوی بر حالِ دل ‏ ‏ ‏ کہ رگِ دستست با دل متصل

نبض سے معلوم ہوتا حالِ دل ‏ ‏ ‏ ہاتھ کی اک رگ ہے دل سے متصل

چونکہ دل غیب ست خواہی دو مثال ‏ ‏ ‏ زاں بجو کہ با دلستش اتصال

جب دل پوشیدہ ہے چاہے مثال ‏ ‏ ‏ متصل جو رگ ہو اُس پہ ہاتھ ڈال

باد پنہان ست از چشم اے امیں ‏ ‏ ‏ در غبار و جنبشِ برگش ببیں

ہے ہوا پنہاں گر ہے بے گماں ‏ ‏ ‏ وہ غبار اور اپنی حرکت سے عیاں

کز یمینست آں وزاں یا از شمال ‏ ‏ ‏ جنبشِ برگت بگوید وصفِ حال

داہنے سے یا بائیں سے ہے اس کی چال ‏ ‏ ‏ پتوں کی جنبش سے کھلتا ہے یہ حال

مستیٔ دل را نمے دانی کہ کو ‏ ‏ ‏ وصفِ آں از نرگسِ خمار جو

مستیٔ دل گر نہ ہو اظہار میں ‏ ‏ ‏ ڈھونڈ اس کو نرگسِ خمار میں

چوں ز ذاتِ حق بعیدی وصفِ ذات ‏ ‏ ‏ باز دانی از رسول و معجزات

ذاتِ حق سے دور ہے تو وصفِ ذات ‏ ‏ ‏ تجھ سے کہہ دیں گے رسول اور معجزات

معجزاتے و کراماتے خفی ‏ ‏ ‏ بر زند بر دل ز پیران صفی

معجزات اور کچھ کرامتیں خفی ‏ ‏ ‏ ڈالتے ہیں دل میں پیرانِ صفی

کاندروں شاں صد قیامت نقد ہست ‏ ‏ ‏ کمترین آنکہ شود ہمسایہ مست

ان کے دل میں حشر کے ہیں بندوبست ‏ ‏ ‏ سب سے کم یہ ہے کہ ہو ہمسایہ مست

[1] یعنی صاحبِ باطن +

پس جلیس اللہ گشت آں نیکبخت	کہ بپہلوے سعیدے بُرد رخت
نیک وہ بندہ خدا کا ہے جلیس!	اُن کے پہلو میں جو ہے اُنکا انیس
معجزہ کاں بر جمادی کرد اثر	یا عصا یا بحر یا شق القمر[1]
معجزہ پتھر پہ جس کا تھا اثر	یا عصا، یا بحر، یا شق القمر
گر اثر بر جاں زند بے واسطہ	متصل گردد بہ پنہاں رابطہ[2]
گر اثر بے واسطہ جاں پر کرے	متصل ہو جائے رابطہ خاص سے
بر جمادات آں اثرہا عاریہ ست	آں پئے روح خوش متواریہ ست
پتھروں پر وہ اثر ہے عارضی	ہے برائے روح، جو خود سے چھپی
تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر	حبذا ناں بے ہیولائے خمیر
تا کہ پتھر سے اثر لے ضمیر	خوب ہے وہ ناں، جو ہو بے خمیر
حبذا خوانِ مسیح بے کمی	حبذا بے باغ میوہ مریمی
خوانِ عیسیٰؑ خوب ہے، جو ہو نہ کم	میوہ بے گلشن ہو مریمؑ کو بہم
بر زند از جانِ کامل معجزات	بر ضمیر جاں طالب چوں حیات[3]
روح کامل سے نکل کر معجزات	روح طالب سے ملیں مثل حیات
معجزہ بحرست ناقص مرغ خاک	مرغ خاکی رفت در یم شد ہلاک
معجزہ دریا ہے، ناقص مرغ خاک	مرغ خاکی ہوگا دریا میں ہلاک
مرغ آبی در وے ایمن از ہلاک!	ماہیاں را مرگ بے دریاست خاک
مرغ آبی ہو نہیں سکتا ہلاک	مچھلیوں کی موت بے دریا ہے خاک

[1] یعنی عصائے حضرت موسیٰؑ کا سانپ بن جانا یا بحر نیل کا حضرت موسیٰؑ کے لئے خشک ہوجانا یا حضور سرور کائنات صلعم کے اشارۂ انگشت سے چاند کا دو نیم ہوجانا وغیرہ +

[2] یعنی اللہ تعالےٰ سے ملادے + [3] یعنی بے واسطہ +

عجز بخشِ جانِ ہر نامحرمے ‌ ‌ ‌ ‌ یک قدرت بخشِ جانِ ہمدمے

معجزے نامحرموں کو عجز دیں ‌ ‌ ‌ ‌ ہمدموں کو بخشتے ہیں قدرتیں!

چوں نیابی ایں سعادت در ضمیر ‌ ‌ ‌ ‌ پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر

ایں سعادت سے ہو گر خالی ضمیر ‌ ‌ ‌ ‌ لے تو ظاہر سے دلیل اے دلپذیر

کہ اثرہا بر مشاعر ظاہر ست ‌ ‌ ‌ ‌ وایں اثرہا از مؤثر مخبر ست

ہیں اثر طاری عبادت گاہ پہ ‌ ‌ ‌ ‌ اور مؤثر کے ہیں مخبر یہ اثر

ہست پنہاں معنیٔ ہر داوری ‌ ‌ ‌ ‌ ہمچو سحر و صنعتِ آں سامری

معنی کچھ ہر داوری میں ہیں نہاں ‌ ‌ ‌ ‌ جیسے سحرِ سامری کی داستاں

چوں نظر در فکر و آثارش کنی ‌ ‌ ‌ ‌ گرچہ پنہانست اظہارش کنی

غور گر ہو فکر اور آثار میں ‌ ‌ ‌ ‌ جو ہے پنہاں، آئے وہ اظہار میں

قوتے کاں در دلش مضمر ست ‌ ‌ ‌ ‌ چوں بفعل آید گواہ و مظہر ست

قلب میں اُس کے جو قوت ہے نہاں ‌ ‌ ‌ ‌ دے گواہی فعل جب ہو درمیاں

چوں بآثار ایں ہمہ پیدا شدہ ست ‌ ‌ ‌ ‌ چوں نشد ظاہر بآثار ایزد ست

ہے یہ سب آثار سے پیدا ہوا ‌ ‌ ‌ ‌ کیوں نہ ظاہر ہو یکتا صرف اک خدا

ایں سبب ہا و اثرہا مغز و پوست ‌ ‌ ‌ ‌ چوں بجوئی سر بسر آثار اوست

یہ سبب اور یہ اثر ہیں مغز و پوست ‌ ‌ ‌ ‌ ڈھونڈ لے تو سب میں ہیں آثار دوست

دوست گیری چیزہا را از اثر ‌ ‌ ‌ ‌ پس چرا ز آثار بخشے بے خبر

تو اثر سے چیزیں کرتا ہے پسند ‌ ‌ ‌ ‌ خالق آثار سے پھر کیوں ہے بند

۱ خدائی۔ یا خدائی دعوے۔

۲ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پہ تشریف لے گئے۔ تو سامری جادوگر نے ایک سونے کا بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں حضرت جبرئیلؑ کے پاؤں کی خاک ڈال دی تو وہ بولنے لگا ظاہر ہے کہ یہ اثر خاک پائے جبرئیلؑ کا تھا اور اس اثر سے مؤثر کا پتہ ملتا تھا۔

از خیالے دوست گیری خلق را — چوں نگیری شاہ غرب و شرق را
دوست ہے مخلوق از راہِ خیال — کیوں نہیں پھر دوستیِ ذوالجلال

ایں سخن پایاں ندارد اے قباد — حرص ما را اندریں پایاں مباد
ہے یہ بے پایاں سخن سن اے نجیب — حرص کو اس میں نہ ہو پایاں نصیب

باز گرد و قصۂ رنجور خواں — با طبیب آگہ بیمار داں
پھر وہی قصہ سنا بیمار کا! — اور اُس چارہ گرِ ہشیار کا!

بیمار کا باقی قصہ

نبض او بگرفت و آگہ شد ز حال — کہ امید صحت او بُد محال
نبض دیکھی حال سے واقف ہوا — یعنی بچنا مشکل و دشوار تھا

گفت ہر چیت دل بخواہد آں بکن — تا رود از جسمت آں رنج کہن
بولا جو کچھ دل ترا چاہے، وہ کر — تاکہ علت جسم سے جائے گذر

ہر چہ خواہد خاطر تو وا مگیر — تا نگردد صبر و پرہیزت زحیر
کر وہی باتیں جو تیرے دل میں آئیں — صبر اور پرہیز پیچش بن نہ جائیں

صبر و پرہیز ایں مرض را دان زیاں — ہر چہ خواہد دل در آرش در میاں
صبر و پرہیز سے نقصانِ جان — دل جو چاہے کر وہی تو بے گماں

ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو — حق تعالیٰ اعملوا ما شئتموا [1]
ایسے بیماروں کے حق میں مو بمو — قول حق ہے "اعملوا ما شئتموا"

گفت رو ہیں خیر بادت جانِ عم — من تماشائے لب جو میروم
بولا اچھا۔ خیر باد اے جانِ عم — سیر کو ندی کی اب جاتے ہیں ہم

[1] قولہ تعالیٰ۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (حم سجدہ) یعنی جو کچھ تم چاہو کرو۔ خدا تمہارے کام دیکھنے والا ہے۔

بر مراد دل ہمے رفت او شتاب ۔ تا کہ صحت را بیابد فتح باب

دل کی خواہش پر رواں تھا وہ شتاب ۔ تا کہ ہو صحت پہ اچھی فتح یاب

بر لب جو صوفئے بنشستہ بود ۔ دست و رو می شست پاکی مے فزود

صوفی اک ندی پہ تھا بیٹھا ہوا ۔ ہاتھ منہ اپنا وہاں تھا دھو رہا

او قفایش دید چوں تخییلیے ۔ کرد اورا آرزوے سیلیے

پیچھے سے اُس شخص نے دیکھا اُسے ۔ دل نے یہ چاہا کہ اک دھپ ماریے

بر قفائے صوفی آں حیرت پرست ۔ راست میکرد از برائے صفع دست

صوفی کے پیچھے وہ آ کر شوق سے ۔ تولتا تھا ہات دھپ کے واسطے

کار زور اگر نرانم تا رود ۔ نے طبیبم گفت کاں علت شود

کیونکہ گر پوری نہ ہوگی یہ غرض ۔ چارہ گر کہتا ہے دُکھ دیگا مرض

سیلیش اندر برم در معرکہ ۔ زانکہ لا تلقوا بایدی تہلکہ

پھر یہ سوچا بھیڑ میں دوں گا جما ۔ حق نے لا تلقوا بایدیکم کہا

تہلکہ است ایں صبر و پرہیز اے فلاں ۔ خوش بکوبش تن مزن چوں کاہلاں

بولا دل یہ ہے تہلکہ صبر اے فلاں ۔ خوب مار اور ڈھنگ نہ شل کا ہلاں

چوں وشش یک سیلی آمد در طراق ۔ گفت صوفی ہے ہے اے قواد عاق

زور سے آخر دیا ہی دھپ جما ۔ صوفی چلایا کہ بیہودے یہ کیا

خواست صوفی تا دو سہ مشتش زند ۔ سبلت و ریشش یکا یک بر کند

چاہا صوفی نے کہ دو تین دے ۔ مونچھ اور ڈاڑھی سب اسکی نوچ لے

لہ اُسے خیال آیا کہ خدا کا حکم ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ یعنی اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اگر میں اس وقت اسکے دھپ ماروں گا تو یہ سر ہو جائے گا اور بھیڑ میں ماروں گا تو اسے خبر نہ ہوگی ۔

نیک او را خستہ و رنجور دید — پس ضعیف و زار و زرد و غورہ دید

اس نے دیکھا جس گھڑی بیمار اُسے — درد کا مارا نحیف و زار تھے!

باز اندیشید و ضعف او را — گفت اگر مشتش زنم گردد فنا

ضعف کا اس کے اُسے آیا خیال — بولا دوں اک دھپ تو جینا ہو محال

رنج دق افزودہ بر آوردہ دمار — دید او را سخت رنجور و نزار

دق نے اس کو خود ہی مردہ ہے کیا — یہ ہے خود بیمار - آزار آشنا

خلق رنجور دق و بیچارہ اند — وز خداع دیو سیلی پارہ اند

لوگ ہیں آزارِ دق میں مبتلا — مکرِ شیطاں سے طمانچہ آشنا

جملہ در ایذائے بیجرماں حریص — در قفائے یکدگر جویاں نقیص

بے گناہوں کے ستانے پہ تلے — ایک کے پیچھے پڑے ہیں دوسرے

اے زنندہ بیگناہاں را قفا — در قفائے خود نمے بینی چرا

بے گناہوں کے ہو پیچھے کیوں پڑے — اپنے پیچھے کیوں نہیں ہو دیکھتے

اے ہوا را طب خود پنداشتہ — بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ

تو ہوس کو اپنا سمجھا ہے طبیب — مارتا ہے بے گنہ کو بد نصیب

بر تو خندید آنکہ گفتت کیں دوا است ۱؎ — اوست کادم را بگندم رہنما است

ہنس رہا ہے جس نے دی ہے یہ دوا — جس نے آدم کو دیا گیہوں کھلا

کہ بخور ایں دانہ را اے مستعین — بہر دارو تا تکونا خالدین

طالبِ امداد! لے یہ دانہ کھا — خلد میں دائم رہنے کی دوا

او فش لغزانید و زد او را قفا — آں قفا وا گشت و شد او را جزا

اُس نے لغزش آگے یہ پیچھے سے دی — اور پھر اس کی سزا اس کو ملی

۱؎ یعنی شیطان نے تجھے یہ دوا بتائی ہے، اور وہی تجھ پر ہنس رہا ہے۔

اوش لغزانید سخت اندر زلق ! — لیک پشت و دستگیرش بود حق
اس نے لغزش دی کر کر دی اے تباہ — تھا خدا ان کی مگر پشت و پناہ

کو بود آدم اگر پر مار شد — کان تریاقست و بے اضرار شد
کہ تھے آدم اگر پر مار تھے — کان تھے تریاق کی۔ بے ضرر تھے

تو کہ تریاقے نداری ذرۂ — از خلاص خود چرائے غرۂ
جب نہیں تریاق تیرے پاس ہی — کیوں ہے آزادی پہ غرہ اے اخی

آں خلیلانہ توکل کو ترا — واں کرامت چوں کلیمت از کجا
وہ خلیلانہ توکل ہے کہاں — ہے کلیمانہ کرامت بے نشاں

تا نبرد تیغت اسمٰعیل را — تا کنی شہراہ قعر نیل را
تا نہ کاٹے تیغ اسمٰعیل کو — یا کرے شہراہ بحر نیل کو

گر سعیدی از منارہ اوفتید — بادش اندر جامہ افتاد و رہید
گر پڑے مینار سے گر نیک ذات — تو ہوا کپڑوں میں بھر کر دے نجات

چوں یقینت نیست آں باد حسن — تو چرا برباد دادی خویشتن
جب یقیں تجھ کو نہیں اس باد پہ — خود کو کیوں برباد کرتا ہے پسر

زیں منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد — در فتادند و سر و تن باد داد
اس منارے سے بہت مانند عاد — گر پڑے اور مٹ گئے سب نامراد

سرنگوں افتادگاں زیر منار — در نگر تو صد ہزار اندر ہزار
گرنے والے سرنگوں مینار سے — سیکڑوں میں اور ہزاروں دیکھ لے

تو رسن بازی نمیدانی یقیں — شکر پا را گو و میرو بر زمیں
جب رسن بازی سے ہے نا آشنا — چل زمیں پر، شکر ادا کر پاؤں کا

پر مساز از کاغذ و از کہ مپر — کاندریں سودا بسے رفتست سر
اڑ نہ گر سے باندھ کر کاغذ کے پر — اس ہوس نے کھوئے بے تعداد سر

گرچہ آں صوفی پُر آتش شد ز خشم — لیک ہم بر عاقبت انداخت چشم

تھا وہ صوفی آگ غصے سے مگر — عاقبت پر بھی رہی اس کی نظر

اوّل صف بر کسے ماند لگام — کو نگیرد دانہ بیند بندِ دام

سب سے پہلے ہو وہی فائز مرام — جو نہ دیکھے دانہ دیکھے بندِ دام

حبذا دو چشم پایان بین راد — کہ نگہدارند دیں را از فساد

اچھی وہ آنکھیں جو ہیں انجام بیں — رکھتی ہیں جھگڑوں سے جو محفوظ دیں

آنکہ پایاں دید احمد بود کو — دید دوزخ را ہم اینجا تو بتو

تھے محمد ناظر انجام کار — تہہ بہ تہہ دوزخ کو دیکھا آشکار

دید عرش و کرسی و جنّات را — بر درید او پردۂ غفلات را

عرش و کرسی اور جناں دیکھے تھا — پھاڑ کر غفلت کا پردہ رکھ دیا

گر ہمے خواہی سلامت از ضرر — چشم ز اوّل بند و پایاں را نگر

ہونا چاہے گر ضرر سے رستگار — ابتدا کو چھوڑ، دیکھ انجام کار

تا عدمہا را ببینی جملہ ہست — ہستہا را بنگری محبوس و پست

تا عدم تجھ کو نظر آجائے ہست — ہستیاں آئیں نظر مجبور و پست

ایں ببیں باری کہ ہر کش عقل ہست — روز و شب در جستجوئے نیست ہست

عقل کی جس کو ملی ہیں نعمتیں — رات دن ہے جستجوئے نیست میں

در گدائی طالب جودے کہ نیست — بر دکانہا طالب سودے کہ نیست

جودِ درویشی میں چاہے جودِ نیست — سود کا طالب دکاں پہ سود نیست

در مزارع طالب دخلے کہ نیست — در مغارس طالب نخلے کہ نیست

کھیت میں حاصل کی دھن حاصل نہیں — باغ میں پیڑوں کی دھن فاعل ہے نیست

در مدارس طالب علمے کہ نیست — در صوامع طالب حلمے کہ نیست

علم کا طالب ہے تو اور علم نیست — حلم کا عاشق ہے تو اور حلم نیست

هستها را سوئے پس افگندہ اند ‏ ‏ ‏ نیستها را طالب و بندہ اند
ہستیوں کو وہ لوگ پیچھے ڈال کر ‏ ‏ ‏ نیستی کی ہیں طلب میں بیشتر

زانکہ کان و مخزن صنع خدا ‏ ‏ ‏ نیست غیر نیستی در انجلا!
کیونکہ مخزن صنعت اللہ کے ‏ ‏ ‏ نیستی ہی میں جھلکتے ہیں بڑے

پیش ازیں رمزے بگفتیم ازیں ‏ ‏ ‏ این و آں را تو یکے بیں و مبیں
اس سے پہلے بھی کہے ہیں ہم نے راز ‏ ‏ ‏ دونوں کو تو ایک جان اے جانِ ناز

گفتہ شد کہ ہر صناعت گر کہ رست ‏ ‏ ‏ در صناعت جایگاہ نیست جست
یہ کہا تھا جو بھی صنعت گر ہوا ‏ ‏ ‏ جستجو میں نیست موقع کی رہا

جست بنا موضعے ناساختہ ‏ ‏ ‏ گشت ویراں سقفہا انداختہ
ڈھونڈیں ویراں منزلیں معمار نے ‏ ‏ ‏ کچھ چھتیں افتادہ گھر ٹوٹے ہوئے

جست سقا کوزۂ کش آب نیست ‏ ‏ ‏ واں درودگر خانۂ کش باب نیست
چاہے سقا کوزۂ بے آب اگر ‏ ‏ ‏ ڈھونڈے نجار بے چوکھٹ کا گھر

وقت صید اندر عدم ہیں جملہ شاں ‏ ‏ ‏ وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں
ہیں عدم میں سب کے ہنگام شکار ‏ ‏ ‏ پھر عدم سے سب وہ کرتے ہیں فرار

چوں امیدت لاست زو پرہیز چیست ‏ ‏ ‏ با انیس خویشتن استیز چیست
تیری حسرت لا ہے پھر پرہیز کیا ‏ ‏ ‏ دوست سے اپنے ہے لڑنا ناروا

چوں انیس طبع تو آں نیستی ست ‏ ‏ ‏ از فنا و نیست ایں پرہیز چیست
جب انیس طبع ٹھہری نیستی ‏ ‏ ‏ پھر فنا سے کیوں ہے پرہیز اے اخی

گر انیس لا[1] نۂ اے جاں بسر ‏ ‏ ‏ در کمین لا چرائی منتظر
نیستی کا گر نہیں ہے غمگسار ‏ ‏ ‏ کیوں ہے پھر یہ نیستی کا انتظار

[1] یعنی نیستی۔

زانچہ داری جملہ دل برکندۂ — شست دل در بحر لا افگندۂ

اپنے دل سے سب کو توڑے ہوئے — بحر لا میں شست ہے ڈالے ہوئے

پس گریزت چیست زیں بحر مراد — کو بشستت صد ہزاراں صید داد

کیوں تو اس دریا سے کرتا ہے فرار — شست کو جس نے دیئے ہیں سو شکار

از چہ نام برگ کردستی تو مرگ — جادوئی داں کہ نمودت مرگ برگ

نام رکھا برگ کا کیوں تو نے مرگ — شعبدہ سے ہے نظر میں مرگ برگ

ہر دو چشمت بست صنع صنعتش — تا کہ جاں را در چہ آمد رغبتش

دونوں آنکھیں بند صنعت سے ہوئیں — اور ہوئیں رغبت کنوئیں کی جاں تئیں

در خیال او ز مکر کردگار — جملہ صحرا فوق چہ زہر ست مار

مکر حق سے ہے خیال اُسکا خراب — جز کنوئیں کے دشت ہے سب پر عذاب

لاجرم چہ را پناہے ساختہ ست — تا کہ مرگ او را بچاہ انداختہ ست

بس کنوئیں کو جانتا ہے وہ پناہ — موت آخر اُس سے جھنکواتی ہے چاہ

آنچہ گفتم از غلطہاش اے عزیز — ہمچنیں بشنیدم از عطار[2] نیز

غلطیاں اُس کی بتائیں جو تجھے — ایسی ہی میں نے سنیں عطار سے

رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است — ذکر شہ محمود غازی سفتہ است

رحمتیں اللہ کی اُن پہ سدا — ذکر یوں محمود غازی کا کیا

سُلطان محمُود اور ایک ہندو غلام

کز غزائے ہند پیش آں ہمام — در غنیمت اوفتادش یک غلام

جنگ ہندوستان کی جب کی تمام — لوٹ میں ایک اُن کے ہاتھ آیا غلام

۱ یعنی ساز و سامان۔

۲ حضرت خواجہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے۔

پس خلیفہ اش کرد و بر کرسی نشاند / بر سپہ بگزیدش و فرزند خواند

دی اُسے کرسی، خلیفہ کر دیا / کر دیا سردار، اور بیٹا کہا

طول و عرض و وصف قصہ تو مجو / در کلام آں بزرگ دیں بجو

پورا قصہ اور مفصل داستاں / ہے کلام پاک میں اُن کے بیاں

حاصل آں کودک بر آں تخت نضار / شستہ پہلوئے قباد شہریار

مختصر یہ ہے کہ وہ اُس تخت پہ / پہلوئے سلطاں میں بیٹھا بے خطر

گریہ میکرد و اشک میراند او بسوز / گفت شاہ او را کہ اے فیروز روز

اشک اس لڑکے کے جاری تھے مگر / شاہ نے پوچھا کہ اے فرخندہ فر

از چہ گریی دولتت شد ناگوار / فوق افلاکی قرین شہریار

کیوں ہے نالاں، کیا ہے دولت ناگوار / ہے فلک رتبہ، قریب شہریار

تو بریں تخت و وزیران و سپاہ / پیش تخت صف زدہ چوں مہر و ماہ

تخت پہ تو، اور سردار و سپاہ / سامنے تیرے ہیں مثل مہر و ماہ

گفت کودک گریہ ام ز انست زار / کہ مرا مادر در آں شہر و دیار

بولا لڑکا۔ ہے یہ زاری اس لئے / جب وطن میں تھا تو میری ماں مجھے

از تو ام تہدید کردی ہر زماں / بینمت در دست محمود ارسلاں

یوں ڈراتی تھی کہ میں دیکھوں تجھے / قید اک دن ہاتھ میں محمود کے

پس پدر مر مادرم را در جواب / جنگ کردے کایں چہ خشم است و عتاب

باپ میرا ماں کو پھر دیتا جواب / اور لڑتا۔ کیوں ہے یہ چشم عتاب

می نیابی ہیچ نفرینے دگر / زیں چنیں نفرین مہلک سہل تر

اور کیا کوئی نہیں ہے کوسنا / ہو جو اس لعنت سے کم اے بے حیا

سخت بے رحمی و بس سنگیں دلی / کہ بصد شمشیر او را قاتلی

سخت بے رحم اور سنگیں دل ہے تو / بچہ کی تلوار سے قاتل ہے تو

من ز گفت ہر دو حیراں گشتۂ | در دل افتادے مرا بیم و غمے
گفتگو سے دونوں کی حیراں تھا میں | خوف سے غمگیں اور لرزاں تھا میں

تا چہ دوزخ خوست محمود اے عجب | کز مثل گشتست در ویل و کرب
کون یہ محمود ہے دوزخ شعار | علم میں جو اک مثل ہے آشکار

من ہمے لرزیدے از بیم تو | غافل از اکرام و از تعظیم تو
خوف سے میں آپ کے تھا کانپتا | قابل عظمت نہ تھا نام آپ کا

مادرم کو تا ببیند ایں زماں | مر مرا بر تخت اے شاہ جہاں
اب کہاں اماں کہ جو دیکھے مجھے | تخت پہ بیٹھا ہوا پاس آپ کے

یا پدر کو تا مرا بیند چنیں | خوش نشستہ پہلوے سلطان دیں
اب کہاں ابا کہ دیکھیں با یقیں | وہ مجھے ہم پہلوئے سلطان دیں

فقر آں محمود تست اے بے سعت | طبع از وے دائمًا مے ترساندت
فقر وہ محمود ہے اے بے کشاد | ہے ڈراتی جس سے طبع نامراد

گر بدانی رحم ایں محمود راد | خوش بگوئی عاقبت محمود باد
تو جو دیکھے رحمتِ محمود کو | دے دعائیں "عاقبت محمود ہو"

فقر آں محمود تست اے نیم دل | کم شنو زیں مادرِ طبع مضل
فقر وہ محمود ہے نادان جان | طبع ہے گمراہ، بات اس کی نہ مان

چوں شکارِ فقر گردی تو یقیں | ہمچو کودک اشک بارے یوم دیں
فقر کرے کا تجھے جب دم شکار | مثل اس لڑکے کے ہوگا اشکبار

گرچہ اندر پرورش تن مادر است | لیک از صد دشمنت دشمن تر است
گرچہ مادر، پالنے میں تن ہے یہ | سیکڑوں میں ایک ہی دشمن ہے یہ

تن چو شد بیمار دارو جوت کرد | ور قوی شد مر ترا طاغوت کرد
جب ہوا بیمار، تو لے کی دوا | جب قوی تھا، تجھ کو شیطاں کردیا

چوں زرہ داں ایں تنِ پُرحیف را ॥ دَرشتا را شاید و نے صیف را

تو زرہ جان اس تنِ بیکار کو! ॥ گرمی و سردی کے جو لائق نہ ہو

یارِ بد نیکوست بہرِ صبر را ॥ کہ کشاید صبر کردن صدر را

یارِ بد اچھا ہے خوئے صبر کو ॥ صبر کرنا کھولتا ہے صدرؔ کو

صبرِ مہ با شب منور داردش ॥ صبرِ گل با خار اذفر داردش

صبر سے مہ شب کو جلوہ بار ہے ॥ صبر سے گل ہم نشیں خار ہے

صبرِ شیر اندر میانِ فرث و خون ॥ کردہ او را ناعشِ ابن اللبون

صبر ہی سے دودھ گوبر خون میں یار ॥ پرورش کرتا ہے طفلِ شیر خوار

صبرِ جملہ انبیا با منکراں ॥ کردشاں خاصِ حق و صاحبقراں

منکروں سے صبر کرکے انبیاء ॥ ہو گئے خاصانِ حق نامِ خدا

ہر کرا بینی یکے جامہ درست ॥ دانکہ او آں را بکسبِ صبر جست

جس نے پاس دیکھے جامہ چست ॥ صبر ہی سے وہ ہوا ہوگا درست

ہر کرا دیدی برہنہ بے نوا ॥ ہست بر بے صبری او آں گوا

اور جسے دیکھے برہنہ بے نوا ॥ بس سمجھ لے وہ نہیں صبر آشنا

ہر کہ مستوحش بود بر غصہ جاں ॥ کردہ با شد باد غائی اقتراں

غصہ کی وحشت ہو جس کی جان پر ॥ بڑے دغا سے وہ ملا ہوگا۔ مگر

صبر اگر کردے ز الفِ آں بیوفا ॥ از فراقِ او نخوردے ایں قفا

بے وفا کے ملنے سے کرتا جو صبر ॥ یوں جدائی کا نہ ہوتا اُس کی جبر

خوے با حق ساختی چوں انگبیں ॥ با لبن کہ لا احب الآفلین

حق سے ملتا خلیل شیر و انگبیں ॥ اور کہتا کہ لا احبُّ الآفلین

---

۱ سینہ۔

۲ یعنی میں فنا ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

لاجرم تنہا نماندی ہمچناں !	کاکشتے ماندہ براہ از کارواں
تو بھی یوں تنہا نہ رہتا چاہ میں	آگ جیسے قافلے کی راہ میں
چوں زبے صبری قرینت غیر شد	در فراقش پُر غم و بے خیر شد
ہو گئے جب بے صبر غیروں سے ملی	ہجر نے غم کی مصیبت اُس کو دی
صحبتت چوں ہست زرِ دہ دہی	پیش خائن چوں امانت مے نہی
ہے زرِ خالص کی جب صحبت تجھے	پاس خائن کے امانت کیوں رکھے
خوئے با او کن کہ امانت ہائے تو	ایمن آید از فعول و از عتو
اُس کا خوگر ہو، امانت جو تری	نیست ہونے سے بچا لے واقعی
خوے با او کن کہ خو را آفرید	خوہائے انبیا را پرورید
اُس کا خوگر ہو جو ہے خو آفریں	انبیا کی عادتیں جس سے بنیں
برہ بدہی رمہ بازت دہد	پرورندہ ہر صفت خود رب بود
برہ اُس کو دے وہ گلہ دے تجھے	ہے وہی رب ہر صفت اس سے ہے
برہ پیش گرگ امانت مینہی	گرگ و یوسف را مفرما ہمرہی
بھیڑیئے کو برہ تو ہے سونپتا	گرگ و یوسف کا بھلا ہو ساتھ کیا
گرگ اگر با تو نماید روبہی	ہین مکن باور کہ ناید زو بہی
بھیڑیا گر تجھ سے مکاری کرے	تو یقیں تجھ کو نہ کرنا چاہیئے
جاہل ار با تو نماید ہمدلی	عاقبت زحمت زند از جاہلی
لاکھ اک جاہل دکھائے ہمدمی	آخر اس سے ہوگی زحمت دیکھنی
او دو آلت دارد و خنثے بود	فعل ہر دو بے گماں پیدا شود
اُس کے دو آلت ہیں اور خنثے ہے وہ	کام دونوں بالیقیں دیتا ہے وہ
مرد کر را از زناں پنہاں کند	تاکہ خود را خواہر ایشاں کند
عورتوں سے وہ چھپاتا ہے ذکر	کر بنائے اُن کو بہنیں خیرو سر

شلّہ از مرداں بکف پنہاں کند ۔ تا کہ خود را او ورا لیشاں کند

شلّہ کو مردوں سے لیتا ہے چھپا ۔ تا کہ بھائی اُن کا بن جائے ذرا

گفت یزداں زاں کس مکتوم او ۔ شلّہ سازیم در خرطوم او

اور خدا کہتا ہے ہم سے مکر کیا ۔ شلّہ اُس کی سونڈ میں دیں گے بنا

تا کہ بینا یان ما زیں دو دلال ۔ در نیفتند از فن او در جوال

دو دلیلیں تا کہ بینا دیکھ کر ۔ مکر سے ہو جائیں اُس کے بے خطر

حاصل آں کز ہر ذکر نایدنزی ۔ نیست خود جاہل ترس اگر دانشوری

ہر ذکر میں ہے کہاں مردانگی ۔ بھاگ جاہل سے یہ ہے دانشوری

دوستی جاہل شیریں سخن ۔ کم شنو کاں ہست چوں زہر کہن

جاہل شیریں سخن کی دوستی ۔ ہے پرانا زہر ۔ بچ اُس سے اگر

جان مادر چشم روشن گویدت ۔ جز غم و حسرت از و فقر زیدت

ماں کہے آنکھوں کی تجھ کو روشنی ۔ ما سوائے غم نہیں حاصل کوئی

مر پدر را گوید آں مادر جہار ۔ کہ ز مکتب بچہ ام شد بس نزار

باپ سے کہتی ہے ماں یوں آشکار ۔ بچہ مکتب میں ہوا میرا نزار

از زن دیگر اگر آوردہ ۔ بروے ایں جور و جفا کم کردہ

سوت سے میری یہ بچہ ہے اگر ۔ تو کبھی ظلم اس پہ نہ کر تو اس قدر

از جز از تو گر بدے ایں بچہ ام ۔ ایں فشار آں زن بگفتے نیز ہم

ہوتا باپ اس کا جو کوئی دوسرا ۔ اُس کی عورت بھی نہ یوں رکھتی دبا

ہیں بجہ زیں مادر و تیبانے او ۔ سیلئے بابا بہ از حلوائے او

ایسی ماں کے رحم سے کر تو فرار ۔ بہتر اس کے رحم سے بابا کی مار

ؔ قرح عورت ؎

ہست مادر نفس و بابا عقل راد	اول تنگی و آخر بس کشاد
نفس ماں اور عقل ہے باپ اے فتا	ابتدا تنگی، کشائش انتہا
اے دہندہ عقل ہا فریاد رس	تا نخواہی تا نخواہد ہیچ کس
تجھ سے ہے فریاد اے خالق مری	تو نہ چاہے تو نہ چاہے گا کوئی
ہم طلب از تست و ہم آں نیکوئی	ما کئیم اول توئی آخر توئی
ہے طلب تجھ سے تجھی سے نیکوئی	ہم ہیں کیا اول تو ہی آخر تو ہی
ہم تو گوئی و ہم تو بشنو ہم تو باش	ما ہمہ لاشیم با چندیں تراش
تو ہی کہتا اور سنتا ہے بہم	ہے تو ہی موجود اور لاشے ہیں ہم
زیں طوالت رغبت افزا در سجود	کاہلی و جبر مفرست و خمود!
اس طرح سجدوں کی رغبت کو بڑھا	کاہلی جبر مردگی سے کر دہ جا
جبر باشد پر و بال کاملاں	جبر ہم زندان و بند کاہلاں
جبر پر ہے مرد کامل کے لئے	جبر ہی زنداں ہے کاہل کے لئے
ہمچو آب نیل داں ایں جبر را	آب مومن را و خوں مر گبر را
مثل آب نیل جان اس جبر کو	پانی ہے مومن کو خوں ہے گبر کو
بال بازاں را سوئے سلطاں برد	بال زاغاں را بگورستاں برد
باز کو پر سوئے سلطاں لے گئے	پر سے قبرستان کو کوے گئے
باز گرد اکنوں تو در شرح عدم	کو چو پازہر است و پنداریش سم
لوٹ جا پھر جانب شرح عدم	زہر کی دافع ہے۔ مت جان اسکو سم
ہمچو ہندو بچہ ہاں اے خواجہ تاش	روز محمود عدم ترساں مباش
ہندو بچہ کی طرح اے بے خبر	جانب محمود عدم سے خوف کر
از وجودے ترس کاکنوں در وی	آں خیالت لاشے و تو لاشئی
ڈر وجود اپنے سے اے فرخندہ فال	تو ہے لاشے اور لاشے یہ خیال [1]

[1] یعنی یہ خیال بھی لاشے ہے کہ تیرا وجود ہی کوئی شے ہے +

لاشئ بر لاشئ عاشق شدہ است ۔۔۔ ہیچ نے مر ہیچ نے را رہ زدہ است
خیفتہ لاشئ پہ لاشئ ہے یہاں ۔۔۔ ہے فنا رہزن فنا کی بے گماں

لیس[۱] للماضین ھم الموت کی تفسیر

راست فرمود آں سپہدار بشر ۔۔۔ کہ ہر انکو کرد از دنیا گذر
سچ ہے ارشادِ شہ جن و بشر ۔۔۔ جن کا اس دنیا سے ہوتا ہے سفر

چوں بموں فتا ایں محالات از میاں ۔۔۔ گشت نامعقول او برا و عیاں
درمیاں سے جب یہ مٹتے ہیں خیال ۔۔۔ امر نامعقول کا کھلتا ہے حال

نیستش درد و دریغ و غبن موت ۔۔۔ بلکہ ہستش صد دریغ از بہر فوت
موت کا اُن کو نہیں ہوتا ہے غم ۔۔۔ فوت ہونے کا وہ کرتے ہیں الم

لیس للماضین ھم الموت گفت ۔۔۔ لیک شاں با حسرتِ فوتند جفت
جانے والوں کو نہیں غم موت کا ۔۔۔ فوت کی حسرت مگر ہے غم فزا

کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را ۔۔۔ مخزن ہر دولت و ہر برگ را
موت کو قبلہ نہ کیوں اپنا کیا ۔۔۔ تھی جو مخزن دولت اور ساماں کا

قبلہ کردم من ہمہ عمر از حول ۔۔۔ آں خیالاتے کہ گم[۲] شد در اجل
عمر بھر قبلہ دو بینی سے کیا ۔۔۔ اُن خیالوں کو جو تھے زہرِ فنا

حسرت آں مردگاں از موت نیست ۔۔۔ زانست کہ در نقشہا گردیم ایست
موت کا غم کیا یہ غم ہے لا کلام ۔۔۔ کیوں کیا نقش اور صورت میں قیام

[۱] حدیث شریف۔ لیس للماضین ھم الموت و انما لھم حسرت الفوت
یعنی گزرے ہوئے لوگوں کو موت کا غم نہیں۔ بلکہ اعمال و کسب حال کے فوت ہو جانے کی حسرت ہے ٭

[۲] یعنی اجل کے حق میں زہر قاتل تھے ٭

مانند دیدیم آنکہ این نقش است کف — کف ز دریا جنبد و یابد علف

دیر تک دیکھا ہم نے، ہیں یہ نقش و کف — کف ہلے دریا سے، اور پائے علف[1]

چونکہ بحر افگند کفہا را بہ بیر — رو بگورستان و کفہا را نگر

جبکہ دریا جھاگ اپنے دے نکال — دیکھ قبرستان میں جا کر ان کا حال

پس بگو کو جنبش و جولان تاں — بحر افگندست در بحران تاں

اب کہاں وہ جنبش اور ہیجان ہیں — بحر نے ڈالا انہیں بحران[2] میں

تا بگویندت بلب نے بل بحال — کز دریا کن ندا ز ما این سوال

وہ یہ کہدیں گے زبانِ حال سے — کیا کہیں ہم۔ بحر ہی سے پوچھ لے

نقش چوں کف کے بجنبد بے ز موج — خاک بے بادے کجا آید باوج

نقش کف بے موج ہل سکتا نہیں — بے ہوا بھی خاک اُڑتی ہے کہیں

چوں غبار نقش دیدی باد بیں — کف چو دیدی قلزم ایجاد بیں

جب غبار نقش دیکھا۔ باد دیکھ — دیکھ کر کف، قلزم ایجاد دیکھ

ہیں ببیں کز تو نظر آید بکار — باقیت شحمے و لحمے پود و تار

اصل ہی کو دیکھتا رہ ہوشیار — باقی ہے سب گوشت چربی پود و تار

شحم تو در شمعہا نفزود تاب — لحم تو مخمور را ناید کباب

شمع نے پائی نہ اس چربی سے تاب — گوشت سے مستوں کو کب پہنچے کباب[3]

[1] چارہ- غذا یعنی سرمایۂ زندگی ۔ [2] اصطلاح طب میں بحران وہ حالت ہے جب طبیعت مرض کی مدافعت میں مصروف ہوتی ہے ۔

[3] یعنی بعض چربیاں تو ایسی ہیں کہ ان سے شمعیں بنتی ہیں، اور محفلوں میں روشنی ہوتی ہے مگر تیری چربی سے تو کوئی شمع بننے کی امید نہیں۔ بعض جانوروں کے کباب بنائے جاتے ہیں۔ جو مست و مخمور لوگ کھاتے ہیں اور لذت پاتے ہیں۔ مگر تیرا گوشت اس کام بھی نہ آئے گا ۔

در گذر زیں جملہ تن را در بصر — در نظر رو در نظر رو در نظر!

چھوڑ دے نظارہ کرنا جسم کا — ہو فنا نظروں میں نظروں میں سما

یک نظر دو گز ہمے بیند ز راہ — یک نظر دو کون دید و روئے شاہ

اک نظر دو گز ہی تک دیکھتی ہے راہ — اک نظر دیکھے دو عالم روئے شاہ

در میان ایں دو فرقے بیشمار — سرمہ جو واللہ اعلم بالسرار

فرق ان نظروں میں بھی ہے بے شمار — ڈھونڈ سرمہ، جانتا ہے کردگار

چوں شنیدی شرح بحر نیستی — کوش تا دائم بریں بحر ایستی

شرح بحر نیستی تو نے سنی — سعی کر اس بحر میں ٹھہرا رہے

چونکہ اصل کارگاہ آں نیستیست — کو خلا و بے نشانست و تہیست

اصل ہے ہستی کی مطلق نیستی — جو ہے خالی اور بے نشاں اور بے خودی

جملہ استادان پے اظہار کار — نیستی جویند و جائے انکسار

کرتے ہیں آغاز کاریگر جو کام — ڈھونڈتے ہیں وہ کوئی خالی مقام

لاجرم استاد استادان صمد — کارگاہش نیستی و لا بود

ہے جو استادوں کا وہ استاد کل — نیست کا عالم ہے اس کی کارگاہ

ہر کجا ایں نیستی افزوں تر است — کار حق و کارگاہش آں سر است

ہے جہاں جتنی زیادہ نیستی — کار حق اور کارگر ہے وہیں کی

نیستی چوں ہست بالا ہیں طبق — از ہمہ بردند درویشاں سبق

نیستی کے طبقے بالا تر جو ہے — اس سے درویش سبقت لے گئے

خاصہ درویشے کہ شد بے جسم و مال — کار فقر جسم دارد نے سوال

خاص کر وہ جو بنا بے جسم و مال — فقر رکھتا ہے۔ نہیں کرتا سوال

سائل آں باشد کہ جسم او گداخت[1] — قانع آں باشد کہ با ایں خویش باخت

ہے وہ سائل جسم کو جو دے گلا — وہ ہے قانع اس جس نے کھو دیا

[1] یعنی مال کی خواہش میں جسم گھلا دے۔

پس ز درد اکنوں شکایت بر مدار
کوست سوئے نیست اسپے راہوار
درد کی اپنے شکایت کر نہ یار
درد سوئے نیستی ہے راہوار

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن!
فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
اتنا ہم نے کہدیا۔ اب فکر کر
فکر اگر افسردہ ہو تو ذکر کر

ذکر آرد فکر را در اہتزاز
ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز
ذکر جنبش میں ہے لاتا فکر کو
آفتاب فکر کرے ذکر کو

اصل خود جذبہ است لیک اے خواجہ تاش
کار کن موقوف آں جذبہ مباش
اصل گو جذبہ ہے لیکن اے علیم
صرف جذبہ پہ نہ رہ۔ کچھ کام کر

زانکہ ترک کار چوں نازے بود
ناز کے درخورد جانبازے بود
کیونکہ ترک کار خود اک ناز ہے
ناز پھر کب عادت جانباز ہے

نے قبول اندیش نے رد اے غلام
امر را و نہی را مے بیں مدام
کر قبول و رد سے پرہیز اے غلام
رکھ تو امر و نہی پہ نظریں مدام

مرغ جذبہ ناگہاں پرّد ز عش
چونکہ دیدی صبح شمع آں دم بکش
آشیاں سے مرغ جذب اُڑ جائے گا
جب تو دیکھے صبح شمعیں دے بجھا

چشمہا چوں شد گذارہ نور اوست
مغزہا مے بیند او در عین پوست
نور جب کرتا ہے آنکھوں میں گزر
پوست میں بھی مغز آتا ہے نظر

بیند اندر ذرّہ خورشید بقا
بیند اندر قطرہ کل بحر را
دیکھتا ہے ذرّے میں سورج عیاں
قطرے میں دریا نظر آتا ہے یاں

ندی پر بیٹھنے والے صوفی کی باقی حکایت

گفت صوفی در قصاص یک قفا
سر نشاید باد دادن بر عمی!
سوچا صوفی نے کہ اک ٹھک کے لئے
اندھے پن سے سر نہ دینا چاہئے

؎ یعنی پھر ذکر و فکر کی حاجت نہیں۔

خرقهٔ تسلیم اندر گردنم ‌‌ بر من آسان کرد سیلی خوردنم
ہے گلے میں خرقہ جو تسلیم کا ‌‌ اُس نے کھانا دھپ کا آسان کر دیا

دید صوفی خصم خود را سخت زار ‌‌ گفت اگر مشتش زنم من خصم وار
دیکھا صوفی نے کہ دشمن ہے نزار ‌‌ مثلِ دشمن گر لگایا گھونسے کا وار

او بیک مشتم بریزد چون رصاص ‌‌ شاه فرماید مرا زجر و قصاص
ایک ہی گھونسے سے وہ مر جائے گا ‌‌ اُس کا بدلہ مجھ سے لے گا پھر خدا

خیمه ویران ست و بشکسته وتد ‌‌ او بهانه مے کند تا در فتد
خیمہ ویران میخ ٹوٹی برملا ‌‌ وہ ہے گرنے کا بہانہ ڈھونڈتا

بهر این مرده دریغ آید دریغ ‌‌ کز قصاصم افتد اندر زیر تیغ
ایک مردہ کے لئے ہے یہ دریغ ‌‌ اپنا سر بدلے میں دیدوں زیر تیغ

چون نمے تانست کف بر خصم زد ‌‌ عزمش آمد کش بر قاضی برد
بدلہ لینے سے ہوئی جب اُس کو یاس ‌‌ سوچا اس کو لے چلوں قاضی کے پاس

کو ترازوے حق ست و کیل او ‌‌ زان سوے حق ست دائم میل او
کیونکہ قاضی ہے ترازوے خدا ‌‌ اس لئے رہتا ہے سوئے حق جھکا

مخلص است از مکر دیو و حیله اش ‌‌ مانع است از قید دیو و قیله اش
مکر شیطاں سے وہ ہے جائے پناہ ‌‌ اس کی قید و قول سے ہے امن گاہ

هست او مقراض احقاد و جدال ‌‌ قاطع جنگ و خصم و قیل و قال
وہ ہے قینچی کینے کی اور جنگ کی ‌‌ دور کر دیتا ہے جنگ و دشمنی

دیو در شیشه کند افسون او ‌‌ فتنها ساکن کند قانون او
دیو شیشہ بند افسوں سے ہوئے ‌‌ فتنے سب قانون سے اُس کے دبے

چون ترازو دید خصم پر طمع ‌‌ سرکشی بگذارد و گردد تبع
جب ترازو آئے دشمن کو نظر ‌‌ سرکشی اپنا جھکا دیتا ہے سر

در ترازو نیست گر افزون ز بیش — از قسم راضی نگردد ابلیش!

بے ترازو گر اُسے زائد ملے — بے وقوفی سے نہ راضی ہوسکے

کے شود راضی ز تو طبع تہیش — از پے بے دانشی پر ابلیش

تجھ سے کب راضی ہو وہ طبع تہی — اُس میں ہے بے دانشی وابلہی

ہست قاضی رحمت و دفع ستیز — قطرۂ از بحرِ عدل رستخیز!

قاضی دفع جنگ کرنے والا ہے — عدل کے دریا کا بس اک قطرہ ہے

قطرہ گرچہ خرد و کوتہ پا بود — لطفِ آبِ بحر از و پیدا بود

قطرہ گو ہوتا ہے چھوٹا بے گماں — لطفِ دریا اُس سے ہوتا ہے عیاں

از غبار ار پاک داری کلّہ را — تو ز یک قطرہ ببینی دجلہ را

گرد سے ہو پاک اگر آنکھ اور جاں — دجلہ کو اک قطرے میں دیکھے رواں

جزو ہا بر حالِ کلہا شاہد ست — چوں شفق غمازِ خورشید آمدہ ست

جزو میں پوشیدہ کُل کا راز ہے — جیسے سورج کی شفق غماز ہے

آں قسم بر جسمِ احمدؐ راند حق — آنچہ فرمودہ است کلّا و الشفق

جسمِ احمدؐ کی قسم کھاتا ہے حق — اور فرماتا ہے "کلّا و الشفق"[1]

مور بر دانہ چرا لرزاں بدے — گر ز آں یکدانہ خرمن داں بدے

کیوں لرزتی چیونٹی بس اک دانہ پر[2] — دانہ میں خرمن اگر آتا نظر

بر سرِ حرف آ کہ صوفی بیدلست — در مکافاتِ جزا مستعجل ست

آ جا مطلب پر ہے صوفی بے قرار — بدلہ لینے کے لئے بے اختیار

---

[1] قولہ تعالیٰ۔ لا اقسم بالشفق واللیل وما وسق۔ یعنی میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات کی اور اس کی جو جمع کریں +

[2] یعنی ڈرتی ہے کہ کہیں یہ ایک دانہ بھی منہ سے نہ چھوٹ جائے

ای تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی | ز تقاضائے مکافی غافلی!
ظلم کرکے آہ کیوں خوش دل ہے تو | بدلہ لینے والے سے غافل ہے تو

یا فراموشت شدہ ہست آں کرات | کز فرو آویخت غفلت پردہ ہات
یاد ہیں یا ظلم سب تو نے بھلا | یا کہ ہے غفلت کا پردہ پڑ گیا

جرم گردوں رشک گشتے بر صفات | گر نہ عکسیہا ستے اندر قفات
رشک گردوں کو صفا پر تھا ترے | گر نہ ہوتے تیرے پیچھے عکس سے

یک مجوسی بودے آں حقوق | اندک اندک عذر میخواہ از عقوق
ہے مگر قید حقوق رسم و راہ | کرتا رہ کچھ کچھ ہی عذر گناہ

تا بہ یکبارت نگیرد محتسب | آب خود روشن کن اکنوں یا محب
تا نہ پکڑے محتسب یکبارگی | آب روشن اپنی کر لے اے اخی

صوفی اور دھپ مارنیوالا

رفت صوفی سوئے آں سیلی زنش | دست او چوں مدعی بود امنش
صوفی اُس کے پاس پہنچا جلد ہی | دامن اُس کا پکڑا مثل مدعی

اندر آوردش بر قاضی کشاں | کایں خر ادبار را بر خر نشاں
سامنے قاضی کے لایا اور کہا | اس کو خر پر دو بٹھا - یہ ہے گدھا

یا بزخم درہ دہ او را جزا | آں چنانکہ رائے تو بیند سزا
دیجئے دُرّے سے یا اس کو سزا | یا کہ جو رائے عالی فیصلا

کانکہ از زخم تو میرد در دمار | بر تو تاواں نیست باشد آں جبار
زخم سے جو آپ کے ہو جاں سے | کچھ نہیں ہے اس کا تاواں آپ پہ

وانکہ از زخم تو بیند مرگ خویش | فارغ از دوزخ رود تا خلد بیش
جو سزا سے آپ کی مر جائے گا | چھوٹ کے وہ دوزخ سے جنت پائیگا

بر حدود تعزیرِ قاضی ہر کہ مرد | نیست بر قاضی ضماں کو نیست خرد

قاضی کی حد و سزا سے جو مرا | بار قاضی پر نہ کچھ اُس کا پڑا

نائبِ حقست و سایۂ عدلِ حق | آئینہ حقست و باشد مستحق

نائبِ حق ہے نشانِ عدلِ حق | آئینہ حق کا ہے اس کا مستحق

کو ادب از بہرِ مظلومے کند | نے برائے عرض و خشم و دخلِ خود

دیتا ہے مظلوم کی خاطر سزا | اپنے غصے اور غرض سے کام کیا

چوں برائے حق و روزِ آجل ست | گر خطائے شد دیت بر عاقل ست

ہے جو حق اور حشر سے وابستگی | ہے دیت عاقل پہ بھول اور چوک کی

عاقل او کیست داری ہست حق | سعئے بیت المال بر گرداں ز رق

کون ہے عاقل! وہ عاقل ہے خدا | اپنے بیت المال سے دے گا بھلا

آنکہ بہر حق زند او آمن ست | وانکہ بہر خود زد او ضامن ست

مارے جو حق کے لئے آمین ہے وہ | اور خود مارے تو خود ضامن ہے وہ

گر زند والد پسر را او بمرد | آں پدر را خونبہا باید شمرد

باپ کے مارے سے گر بیٹا مرا | باپ کو اس کے سمجھئے خون بہا

زانکہ او را بہرِ کارِ خویش زد | خدمتِ او واجب آمد بر ولد

کیونکہ مارا ہوگا اپنے کام سے | لازمی خدمت تھی بیٹے کے لئے

چوں معلم زد صبی را شد تلف | بر معلم نیست چیزے لاتخف

مارے اُستاد اور بچہ جائے مر | تو نہیں الزام کچھ اُستاد پر

کاں معلم نائب افتاد و امیں | ہر امینے ہست حکمش ہمچنیں

ہے معلم نائب حق اور امیں | ہے امیں کے واسطے جائز [illegible]

نیست واجب خدمتِ استا برو | پس بجز استا نبودش کار جو

خدمت اس پہ تھی نہ فرض اُستاد کی | اُس کی [illegible] کی کام سے سکتی نہ تھی

ور پدر زد او برائے خود زدہ ست ‌‌ ‌ لاجرم از خوں بہا دادن بجست
باپ نے مارا تو خود اپنے لئے ‌ ‌ ‌ اس لئے وہ خوں بہا سے کیوں بچے

پس خودی را سر ببر یا ذوالفقار ‌ ‌ ‌ بیخودے شو فانی و درویش وار
سر خودی کا کاٹ دے بے ذوالفقار ‌ ‌ ‌ فانی و بے خود ہو اور درویش وار

چوں شدی بیخود ہر آنچہ تو کنی ‌ ‌ ‌ مارمیت اذ رمیت ایمنے
جب تو بے خود ہو گیا تو کچھ بھی کر ‌ ‌ ‌ مارمیت[1] اذ رمیت اے پسر

آں ضماں برحق بود نے بر امیں ‌ ‌ ‌ ہست تفصیلش بفقہ اندر ببیں
کب امیں، اُس کا خدا ہے ذمہ وار ‌ ‌ ‌ یہ لکھا ہے فقہ میں تفصیل وار

ہر دکانے راست بازارِ دگر ‌ ‌ ‌ مثنوی دکانِ فقر ست اے پدر
ہر دکاں کا ہے الگ بازار اجی ‌ ‌ ‌ اک دوکانِ فقر ہے یہ مثنوی

در دکانِ کفشگر چرمیست خوب ‌ ‌ ‌ قالبِ کفش ست اگر بینی تو چوب
ہے دکانِ کفش گر میں چرم خوب ‌ ‌ ‌ کفش کا قالب ہے گر دیکھے تو چوب

پیش بزازاں خز ادکن بود ‌ ‌ ‌ ہر گز باشد اگر آہن بود!
عمدہ کپڑے پیش بزازاں ملے ‌ ‌ ‌ اور جو لوہا ہے تو ہے گز کے لئے

مثنوی ما دکانِ وحدت است ‌ ‌ ‌ غیرِ واحد ہر چہ بینی آں بت است
مثنوی اپنی ہے وحدت کی دکان ‌ ‌ ‌ بت ہے جو ہے ماسوائے حق یہاں

غیرِ واحد ہر چہ بینی اندریں ‌ ‌ ‌ بیگمانے جملہ را بت داں یقیں
ماسوا حق کے جو کچھ آئے نظر ‌ ‌ ‌ بے گماں یاور اُسے تو بت ہی کر

[1] قولہ تعالےٰ مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی - یعنی جس وقت تو نے تیر پھینکا - تو وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ تعالےٰ نے پھینکا۔

بت ستودن بہرِ دام عامہ را	ہمچناں داں کالغرانیق العلیٰ
دام ہے بت کی ستائش عام کا	تو سمجھ اس کو مثل انیق العلیٰ
خواندش اندر سورۂ والنجم زود	لیک آں فتنہ بُد از سورہ نبود
سورۂ والنجم سے یہ پڑھ دیا	تھا وہ فتنہ، نقص سورۃ کا نہ تھا
جملہ کفار آں زماں ساجد شدند	ہم سری بود آنکہ سر بر در زدند
سارے کافر اُس گھڑی ساجد ہوئے	رکھ دیے سر ہمسری کے واسطے
بعد ازیں حرفیست پیچاپیچ و دور	با سلیمانؑ باش دیواں را مشور
بعد ازیں اک بات ہے کچھ پیچ دار	چھوڑ دیو اور کر سلیمانؑ اختیار

لہ اسکی مکمل کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں سورۃ والنجم پڑھ رہے تھے اور اسلئے کہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔ ہر آیت کے بعد کچھ ٹھہر جاتے تھے جب اس مقام پر پہنچے کہ "اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی" (کیا دیکھا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے منات کو جو اور ہے) تو یہاں بھی ٹھہر گئے۔ اُس وقت شیطان نے لوگوں کے کان میں ڈال دیا کہ "تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ" (یہ بڑے بت ہیں بیشک ان سے شفاعت کی امید کی گئی ہے) مشرکین بہت خوش ہوئے کہ آج ہمارے معبودوں کی تعریف کی۔ پس سجدہ کیوقت مسلمانوں کیساتھ انہوں نے بھی اپنا سر جھکا دیا۔ جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی خبر دی۔ آنحضرت صلعم بہت رنجیدہ ہوئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ" (نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول اور کسی نبی کو تجھ سے پہلے مگر جس وقت کہ ان میں سے کسی نے کچھ آرزو کی شیطان نے اُسکی آرزو میں کچھ اپنی طرف سے ڈال دیا۔ اس آیت کے نزول سے حضور سرور کائنات کو تسکین ہو گئی۔ لہ مطلب یہ ہے کہ تجھے اس بھید گی سے کیا کام تو شورش والے شیطانوں کو چھوڑ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ رہ یعنی غیر شورش پسند اور مطمئن۔

هین حدیثِ صوفی و قاضی بیار | وان ستمکارِ ضعیفِ زار زار
صوفی و قاضی کا پھر افسانہ لا | اور اس ظالم ضعیف و زار کا

صوفی اور قاضی کا قصّہ

گفت قاضی ثبت العرش اے پدر | تا برو نقشے کنیم از خیر و شر
بولا قاضی چھت کہاں ہے اے پدر | جس پہ کھینچیں میں نقوش خیر و شر

کو زننده کو محلِ انتقام | کایں خیالے گشتہ است اندر سقام
کس نے مارا۔ کیا ہے جائے انتقام | یہ ہے صرف اک وہم سے برگشتہ کام

شرع بہرِ زندگان و اغنیاست | شرع بر اصحابِ گورستاں کجاست
شرع ہے زندوں امیروں کے لئے | شرع کب ہے مرنے والوں کے لئے

آں گروہے کز فقیری بے سرند | صد جہت زاں مردگاں فانی ترند
ہے جماعت جو فقیروں کی سدا | ہے فنا ہیں مرنے والوں سے سوا

مردہ از یک روست فانی در گزند | صوفیاں از صد جہت فانی شدند
مردہ فانی صرف ہے اک سمت سے | سو طرف سے مردہ یہ صوفی ہوئے

مرگ یک قتل ست و ایں سی صد ہزار | ہر یکے را خونبہائے بے شمار
موت ہے اک قتل یہ لاکھوں ہزار | پھر ہر اک کا خون بہا ہے بے شمار

گرچہ کشت ایں قوم را حق بارہا | ریخت بہرِ خونبہا انبارہا
حق نے ان لوگوں کو مارا بارہا | خون بہا کے واسطے ڈھیر اک لگا

ہمچو جرجیس اند ہر یک در سرار | کشتہ گشتہ زندہ گشتہ چند بار
صورتِ جرجیس[1] ہے ان کا شعار | زندہ ہو جاتے ہیں مر کر بار بار

[1] جرجیس پیغمبر علیہ السلام کو اُن کی قوم نے ایذا دے دے کے مار ڈالا۔ مگر وہ پھر زندہ ہو ہو گئے اور صورتِ توحید پہ قائم رہے۔

کشتہ از ذوقِ سنانِ دادگر	مے بزارد کہ بزن زخمِ دگر
ہیں سنانِ ذوق کے مارے ہوئے	کہہ رہے ہیں اور بھی اک زخم دے
واللہ از عشقِ وجودِ جاں پرست	کشتہ بر قتلِ دوم عاشق ترست
بسکہ ہے عشقِ مجازی سے فنا	مرتبہ عشقِ حقیقی کا سوا
گفت قاضی من قضا دارِ حیم	حاکمِ اصحابِ گورستاں کیم
زندوں کا منصف ہوں قاضی نے کہا	گوردانوں پہ حکومت میری کیا
ایں بصورت گر نہ در گورست لیک	گورہا در دودمانش آمدہ است
یہ نہیں گو قبر میں اب تک گیا	سینکڑوں قبریں ہیں اس میں گڑھا
بس بدیدی مردہ اندر گورِ تو	گور را در مردہ بیں اے کورِ تو
گور میں دیکھے بہت مردے پڑے	گور اس مردے میں اندھے دیکھ لے
گر ز گورے بر تو خشتے اوفتاد	عاقلاں از گورے کے خواہند داد
قبر سے اک اینٹ اگر تجھ پہ گرے	ہو گی تجھ کو کیا شکایت قبر سے
گردِ خشم و کینۂ مردہ مگرد	ہیں مکن با نقشِ گرما بہ نبرد
ہے یہ مُردہ اس کے غصے پہ نہ جا	نقش سے حمام کے لڑتا ہے کیا
شکر کن کز زندۂ بر تو نزد	کانکہ زندہ رد کند حق کرد رد
شکر کر مارا نہ زندہ نے تجھے	زندہ کے حملے خدا نے روکئے
خشمِ احیا خشمِ حق و زخمِ اوست	کہ بحق زندہ است آں پاکیزہ پوست
زندوں کا غصہ ہے خشمِ کبریا	ہے تعلق حق سے اُس کے پوست کا
حق بکشت او را و در پاچاش دمید	زود قصابانہ جلد از وے کشید
پھونک بھر دی اس میں حق نے مار کر	جوں قصائی کھینچ لے[1] جلد اسے پھیر

[1] یعنی جس طرح قصائی جانوروں کو ذبح کر کے پھونک بھر دیتے ہیں ۔

نفخ در وے باقی آمد تا مآب — نفخ حق نبود چو نفخ آں قصاب

پھونک یہ باقی رہے گی تا مآب — پھونک حق کی ہے نہ ہے نفخ قصاب

فرق بسیارست بین النفختین — اینہمہ زین ست باقی جملہ شین

دونوں پھونکوں میں ہے فرق اے مدعی — پھونک یہ بہتر ہے باقی سب بری

ایں حیات از وے برید و شد مضر — واں حیات از نفخ حق شد مستمر

پھونک اُس کی زندگی کی ہے چھری — ہے خدا کی پھونک دائم زندگی

ایں دم آں دم نیست کاید آں بشرح — ہیں برآ زیں قعر چہ بالائے صرح

شرح ہو اس پھونک کی کیونکر ادا — قعر پہ چڑھ جا۔ پستیوں سے باہر آ

نیستش بر خر نشاندن مجتہد — نقش بینم را کسے بر خر نہد

ہے بٹھانا خر پہ اس کا ناروا — کون لادے نقش لکڑی کا بھلا

بر نشست او نہ پشت خر سزد — پشت تابوتیش اولیٰ تر سزد

ہے گدھے کی پیٹھ اس کو بے تکی — پشت اس کو چاہئے تابوت کی

ظلم چہ بود وضع غیر موضعش — ہیں مکن در غیر موضع ضائعش

ظلم ہے چیزوں کو رکھنا بے محل — کر نہ ضائع بے محل کر کے عمل

گفت صوفی پس روا داری کہ او — سیلیم زد بے قصاص و بے تسو

بولا صوفی کیا مناسب ہے یہی! — کچھ نہ تھپڑ کی سزا دی جائے گی

کے روا باشد کہ ہر خرسے قلاش — صوفیاں را صفع اندازد بلاش

کیا روا یہ ہے کہ ہر قلاش اب — صوفیوں کے مارے تھپڑ بے سبب

گفت صوفی را[1] چہ باک از صفع خیز — با چنیں بیمار کمتر کن ستیز

بولا قاضی صوفی کو پروا ہے کیا — ایسے بیماروں سے لڑنا ہے برا

[1] قاضی کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے لئے کوئی سزا مناسب نہیں اور ہر سزا بے محل ہے۔

نیک چہ داری صوفیا از بیش و کم — گفت دارم زر نہاں من شش درم

کیا ہے تیرے پاس صوفی بیش و کم — بولا صوفی۔ پاس ہیں اب چھ درم

گفت قاضی سہ درم تو خرج کن — واں سہ دیگر را بدو دہ بے سخن

بولا قاضی تین تو رکھ خرچ کو — تین دے دے اس کو بھی ...

زار و رنجور ست و درویش و ضعیف — سہ درم می بایدش ترہ و رغیف

یہ ہے بیمار۔ اس کو دینا چاہیے — خرچ تھوڑا ساگ روٹی کے لئے

قاضی و صوفی ہمہ در قیل و قال — لیک آں رنجور زار و سخت حال

قاضی و صوفی میں تھی یہ گفتگو — کشمکش بیمار کو تھی سو بسو

بر قفائے قاضی افتادش نظر — از قفائے صوفی آمد خوب تر

قاضی کی گدی پہ ڈالی اک نظر — صوفی کی گدی سے تھی وہ خوب تر

راست میکرد او پے سیلیش دست — کز قصاص سیلیہ ارزاں شدست

ہاتھ سیدھا اس نے تھپڑ کو کیا — کیونکہ تھپڑ کی تو سستی تھی جزا

سوئے گوش قاضی آمد بہر راز — سیلیے آورد و قاضی را فراز

کان کی جانب وہ قاضی کے بڑھا — اور تھپڑ ایک قاضی کو دیا!

صوفی کا قاضی کو ملامت کرنا

گفت ہر شش را بگیر اے خصم — تا درم آزاد بے خرخاش دژم

پھر کہا۔ وہ چھ درم اے دشمنو — جاؤں میں کچھ خرخشہ مجھ کو نہ ہو

گشت قاضی تیز صوفی گفت ہی — حکم تو عدلست لاشک نیست غی

قاضی غصے میں تھا صوفی نے کہا — حکم تیرا سر بسر انصاف تھا

آنچہ نپسندی بخود اے شیخ دیں — چوں پسندی بر برادر اے امیں

جو نہیں ہے اپنے لئے تجھ کو پسند — کیوں وہ بھائی کے لئے پھر ہو پسند

ایں ندانی کز پے من چہ کنی	ہم دراں چہ عاقبت خویش افگنی
تو نے کھودا تھا کنواں میرے لئے	خود ہی اُس میں گر پڑا تو دیکھئے
من حفر بیرًا نخواندی از خبر[1]	آنچہ خواندی کن عمل جانِ پدر
من حفر بیرًا نہیں تو نے پڑھا	جو پڑھا اُس پہ عمل بھی تھا روا
آں یکے حکمت چنیں بُد در قضا	کاں ترا آورد سیلی در قفا
تھی خدا کی اس میں حکمت برملا	تیری گدّی پہ بھی اک تھپڑ لگا
وائے بر احکام دیگر ہائے تو	تا چہ آرد بر سر و بر پائے تو
وائے تیرے دوسرے احکام پہ	جانے کیا بدلا لے۔ کیا ہو اثر
ظالمے را رحم آری از کرم	کز برائے نفقہ بدہش سہ درم
ایک ظالم پہ تھا اس درجہ کرم	خرچ کو دلوائے دینا تھا درم
دستِ ظالم را ببر چہ جائے آں	کہ بدستِ او دہی حکم و عناں
چاہئیں تھے ہاتھ اُس کے کاٹنے	اختیار اُس کو نہ دینا چاہئے
آں بزے را مانی اے مجہول داد	کز نژادِ گرگ را او شیر داد
مثل بکری کے ہے تو۔ جس نے کبھی	کی رضاعت بھیڑئیے کی نسل کی

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آمد با رضا	ہر جفا و ہر قفا کارد قضا
بولا قاضی۔ میں ہوں راضی برضا	جو قضائے حق سے مجھ پہ ہو جفا
خوش دلم در باطن از حکم زبر	گرچہ رویم شد ترش کالحق مُر
خوش ہے دل حکمِ ازل کے حکم سے	گو ترش روئی کو ہوئی اس سے تجھے

[1] حدیث نبوی ہے کہ من حفر بیرًا لاخیہ فقد وقع فیہ۔ یعنی جس نے اپنے بھائی کے لئے کنواں کھودا۔ وہ خود ہی اس میں گرا +

ایں دلم باغست و چشم ابر وش
ابر گرید باغ خندد شاد و خوش

ابر ہیں آنکھیں، مرا دل ہے چمن
ابر جب روئے چمن ہو خندہ زن

سال قحط از آفتاب خیرہ خند
باغ ہا در مرگ و جاں کندن کنند

قحط میں ہنستا ہے کیا کیا آفتاب
موت کا باغوں کو ہوتا ہے عذاب

زامر حق وابکوا کثیرا[1] خواندۂ
چوں سر بریاں چہ خنداں ماندۂ

حکم حق "وابکوا کثیرا" ہے پڑھا
پھر بھنے سر کی طرح ہنستا ہے کیا

روشنیٔ خانہ باشی ہمچو شمع
گر فرو باری تو ہمچوں شمع دمع

روشنی گھر کی ہے بننا چاہتا
شمع کی مانند تو آنسو بہا

ذوق خندہ دیدۂ اے خیرہ خند
ذوق گریہ بیں کہ ہست آں کان قند

لطف ہنسنے کا تو پایا ہے گزند
ذوق گریہ دیکھ جو ہے مثل قند

آں ترش روئی مادر یا پدر
حافظ فرزند شد از ہر ضرر

ترشروئی ماں کی۔ غصہ باپ کا
بچے کو نقصان سے لیتا ہے بچا

چوں جہنم گریہ آرد یاد آں
پس جہنم خوشتر آمد از جناں

یاد سے دوزخ کی ہوں آنسو رواں
تو ہے دوزخ بہتر از باغ جناں

خندہا در گریہ پنہاں و کتیم
گنج در ویراں ہا جوائے کلیم

رونے میں پنہاں ہنسی ہے اے پسر
جیسے ویرانوں میں پنہاں گنج زر

ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند
آب حیواں را بہ ظلمت بردہ اند

وہ ہیں گم کردہ - ذوق غم سے جو بچیں
آب حیواں ہے چھپا ظلمات میں

باز گونہ نعل از دہ تار باط
چشمہا را چار کن در احتیاط

الٹا باندھا ہے نعل دہر کو
اپنی آنکھیں چار کر ہشیار ہو

[1] قولہ تعالیٰ: "فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا" یعنی چاہیے کہ تم کم ہنسو اور بہت روؤ۔

چشم خود را چار کن در اعتبار ۔۔۔ یار کن با چشم خود دو چشم یار
چار آنکھیں کر بڑھا اعتبار ۔۔۔ اپنی آنکھوں سے ملا دو چشم یار[1]

امرہم شوریٰ بخواں اندر صحف ۔۔۔ یار را باش و مکن از ناز اف
امرہم شوریٰ[2] کو پڑھ قرآن میں ۔۔۔ یار کا ہو ناز اٹھا، ہاں لو نہیں

یار باشد راہ را پشت و پناہ ۔۔۔ چونکہ نیکو بنگری یار است راہ
دوست ہی منزل کی ہے پشت و پناہ ۔۔۔ غور کر وہ دوست ہی ہے تیری راہ

چونکہ در یاراں رسی خامش نشیں ۔۔۔ اندراں حلقہ مکن خود را نگیں
دوستوں میں بیٹھ کر خاموش ہو ۔۔۔ کر نمایاں تو نہ اپنی ذات کو

در نماز جمعہ بنگر خوش بہوش ۔۔۔ جملہ جمع‌اند و یک اندیش و خموش
تو نماز جمعہ پہ رکھ چشم و گوش ۔۔۔ جمع ہیں سب ایک ہی دھن میں خموش!

رختہا را سوئے خاموشی کشاں ۔۔۔ چوں نشاں جوئی مکن خود را نشاں
دے حواسوں کو خموشی کی زباں ۔۔۔ ہے تلاش اس کی تو ہو جائے نشاں

گفت پیغمبر کہ در بحر ہموم ۔۔۔ در دلالت دان تو یاراں را نجوم
غم کے دریا میں، پیمبرؐ نے کہا ۔۔۔ مثل انجم دوست کو کر رہنما

چشم بر ستارگاں نہ رہ بجوی ۔۔۔ نطق تشویش نظر باشد مگوی
تارے دیکھو اور جستجوئے راہ کر ۔۔۔ کچھ نہ کہہ۔ کہنا ہے تشویش نظر[3]

گر دو حرف صدق گوئی اے فلاں ۔۔۔ گفت تیرہ در عقب گردد رواں
تو نے دو باتیں اگر سچی کہیں ۔۔۔ لغو پھر نکلیں گی پیچھے بالیقیں

[1] مرشد کی آنکھوں سے مراد ہے۔

[2] قولہ تعالیٰ۔ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ۔ یعنی وہ لوگ جو خدا کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے کام ایک دوسرے کے مشورے سے کرتے ہیں۔

[3] یعنی بولنے سے دھیان بٹ جاتا ہے۔

ایں نخواندی کالکلام اے مستہام ۔۔۔ فی شجون جرہ جر الکلام

کیا نہ سمجھا "الکلام" اے نیک نام ۔۔۔ گفتگو کو کھینچ لیتا ہے کلام

ایں مشو شارع دراں حرف رشد ۔۔۔ چوں سخن بیشک سخن را مے کشد

تو ہدایت کے لئے شارع نہ بن ۔۔۔ کھینچ لیتا ہے سخن ہی کو سخن

نیست در ضبطت چو بکشادی دہاں ۔۔۔ از پئے صافی شود تیرہ رواں!

جب نہیں منہ کھولنے پہ اختیار ۔۔۔ تیرہ دل سے ہو یہ پھر کیا افتخار

آنکہ معصوم رہ وحی خداست ۔۔۔ چوں ہمہ صافست بکشاید رواست!

ہے جو معصوم رہ وحی خدا ۔۔۔ ہے فقط منہ کھولنا اُس کو روا

زانکہ ما ینطق رسول بالھوی ۔۔۔ کے ہوا زاید ز معصوم خدا

تھا ذرے خالی ہے نطق مصطفےٰ ۔۔۔ ہے ہوس سے دور معصوم خدا

خویشتن را ساز منطیقی رجال ۔۔۔ تا نگردی ہمچو من سخرہ مقال

تو زبان آور بنا لے آپ کو ۔۔۔ تا نہ میری طرح ہو بیہودہ گو

صوفی کا سوال اور قاضی کا جواب

گفت صوفی چوں زیک کانست زر ۔۔۔ ایں چرا نفعست و آں دیگر ضرر

پوچھا صوفی نے ہے جب اک کان زر ۔۔۔ اس میں پھر کیوں نفع ہے اسمیں ضرر

چوں ہمہ جوت از یکے دست آمدست ۔۔۔ ایں چرا ہشیار آں مست آمدست

اور ہے جب ہر وجود اک ہاتھ سے ۔۔۔ پھر یہ مست ہوشیار وہ ہے کس لئے

؎ یعنی الکلام فی شجون جرۃ جرا لکلام۔ کلام کشدہ شاخوں میں ہے جو کلام کو کھینچتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کلام کرنے سے کلام شاخ در شاخ پیدا ہوتا ہے۔ ؎ وما ینطق عن الھوٰی۔ یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل کی چاہ یا خواہش سے بات نہیں کرتے تھے یہ مصرعہ مولانا نے مرحوم نے از راہ کسر نفسی فرمایا ہے

چوں ز یک دریاست ایں جوہا رواں
ایں چرا از ہرست آں نوش رواں
ایک دریا سے ہیں جب نہریں رواں
زہر کا دل اور وہ میٹھی کیوں ہے جاں

چوں ہمہ انوار از شمس بقاست
صبح کاذب صبح صادق از کجاست
ایک ہی سورج سے جب سب نور ہوں
صبح صادق اور کاذب پھر ہو کیوں

چوں ز یک سرمہ ست ناظر را کحل
از چہ آمد راست بینی و حول
ایک ہی سرمہ ہو جب ہر آنکھ میں
کیوں یہ بھینگا اور کج بیں پھر نہیں

چوں کہ دار الضرب سلطاں ہست راست
نقدہا چوں ضرب خود ناروا است
ایک دار الضرب ہے جب شاہ کا
کس لئے سکہ ہو پھر کھوٹا کھرا

چوں خدا فرمود رہ را راہ من
ایں خفیر از چیست آں یک راہزن
جبکہ ہے ہر راہ راہ ذو المنن
کیوں ہے پھر اک رہبر اک راہزن

چوں ز یک بطنند ایں حبر و سفیہ
چوں یقیں شد کالولد سر ابیہ
عاقل و بے عقل ہیں اک بطن سے
بھید پھر کیوں باپ کا بیٹا ہے

وحدتے کر دیدہ یا چندیں ہزار
صد ہزاراں جنبش از عین قرار
اس قدر مخلوق ہیں وحدت کہاں
ہر سکوں سے جنبشیں ہیں سو عیاں

گفت قاضی صوفیا خیرہ مشو
یک مثالے در بیان ایں شنو
بولا قاضی بن نہ صوفی بد گماں
سن میں دیتا ہوں تجھے اس کی مثال

ایں ہمیں حال ایں را نیک داں
ور نہ بینی حال را نیکو بخواں
تو نے جو دیکھا ہے اس پہ غور کر
اور سمجھ اس کو نہ دیکھا جائے گر

ہمچنانکہ بے قراری عاشقاں
حاصل آمد از قرار دلستاں
بے قراری جس طرح عشاق کی
بے قرار دوست سے حاصل ہوئی

آں چو کہ ہر ناز ثابت آمدہ
عاشقاں چوں برگ لرزاں شدہ
وہ ہے مثل کوہ قائم ناز پر
لرزہ بر اندام عاشق ہیں ادھر

خندهٔ او گریها انگیخته ۔ آب روشن آبرو بار ریخته

اس کے ہنسنے سے ہے گریاں آرزو ۔ عشق نے اس کے مٹا دی آبرو

اینہمہ چون و چگونہ چون زبد ۔ بر سر دریائے بیچون مے طپد

مثل کف چون و چگونہ ہے گماں ۔ ساحل دریائے بےچوں پہ تپاں

ضد و ندش نیست در ذات و عمل ۔ زاں بپوشیدند ہستیہا حلل

ضد و ند کچھ ذات میں اس کی نہیں ۔ ہستیاں یوں صاحب خلعت ہوئیں

ضد ضد را بود و ہستی کے دہد ۔ بلکہ زو بگریزد و بیروں جہد

ضد سے ضد کو میل کیا یا جھول کر ۔ بلکہ اس سے بھاگتی ہے کود کر

ند چہ بود مثل مثل نیک و بد ۔ مثل مثل خویشتن را کے کند

مثل کی ند ہے بڑی اچھی مثال ۔ مثل کب پیدا کرے اپنی مثال

چونکہ دو مثل آمدند اے متقی ۔ ایں چہ اولیٰ تر ازاں در خالقی

مثل جب دونوں ہوئے اے متقی ۔ کون اولیٰ تر ہو پھر خالقی

بر شمار برگ بستاں ضد و ند ۔ چوں کفے بر بحر بے ضد است و ند

پتیوں سے بھی سوا ہیں ضد و ند ۔ تو بھی کف دریا کا ہے۔ بے ند و ضد

بیچ گونہ بیں تو بود و مات بحر ۔ چوں چگونہ گنجد اندر ذات بحر

بحر میں چوں و چگوں سے کہیں ۔ ان کی اس دریا میں گنجائش نہیں

کمترین لعبت او جان تست ۔ ایں چگون چون جاں کے شد درست

اس کی اک محبوب تیری جان ہے ۔ اس میں کب چوں و چگوں کی شان ہے

پس دراں بحرے کہ ہر قطرہ ازاں ۔ از بدن ناشی تر آمد عقل و جاں

پس وہ دریا جس کا ہر قطرہ ہوا ۔ عقل و جاں والا بدن سے بھی سوا

سلہ مثل - نظیر +

کے بگنجد در مضیق چند و چوں
عقل کل اینجاست از لا یعلموں

چند و چوں کی تنگیوں میں کب سمائے
یہ سمجھ میں عقل کی کس طرح آئے

عقل گوید مر جسد را کاے جماد
بوے بردی ہیچ ازاں بحر معاد

عقل کرتی ہے بدن سے یہ سوال
جانتا ہے کچھ تو اس دریا کا حال

جسم گوید من یقیں سایہ توام
پیے از سایہ کہ جوید جان عم

جسم کہتا ہے۔ میں ہوں سایہ ترا
سائے سے ملتا ہے کس کو کچھ پتا

عقل گوید کایں نہ آں حیرت سرست
کہ سزا گستاخ تر از نا سزاست

عقل کہتی ہے۔ یہ ہے حیرت کا گھر
اہل سے نا اہل ہے گستاخ تر

شیر ایں سو پیش آہو سر نہد
باز ایں جا نزد تیہو پر نہد

شیر سر جھکے ہرن کے سامنے!
باز بے پھیلائے تیتو کے لئے

اندریں جا آفتاب انورے
خدمت ذرہ کند چوں چاکرے

اور سورج باوجود اس نور کے
مثل خادم خدمتِ ذرہ کرے

ایں ترا باور نیاید مصطفٰےؐ
چوں ز مسکیناں ہمی جوید دعا

یہ تجھے باور نہ ہوگا۔ مصطفٰےؐ
لیتے تھے مسکین لوگوں کی دعا

گر تو گوئی از پے تعلیم بود
عین تجہیل از چہ رو تفہیم بود

تو کہیگا۔ یہ بھی اک تعلیم تھی!
نا شناسی کس طرح تفہیم تھی[1]!

بلکہ میداند کہ گنج بے شمار
در خرابی بنہاد آں شہریار

جانتے تھے وہ کہ گنج بے شمار
رکھتا ویرانوں میں ہے وہ شہریار

بدگمانی نعل معکوس ویست
گرچہ ہر جزویش جاسوس ویست

بدگمانی سے یہ ہے تنبیہ کی:
تھی خبر حضرت کو ہر اک حال کی

[1] نا شناسی یعنی وہ تو بے حال سے بالکل انجان ہو جاتے تھے پھر ہم اپنی تفہیم کس طرح سمجھ لیں۔ نہیں۔ بلکہ وہ دعا کو عین دعا ہی جانتے تھے۔

بل حقیقت در حقیقت غرقہ شد | زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شد
ہر حقیقت میں حقیقت کی ہے رو | اس سے فرقے ہیں ستر بلکہ سو

با تو قلماشیت خواہم گفت ہاں | صوفیا خوش پہن بکشا گوش جاں
اور کچھ باتیں ہیں میرے دل میں ہاں | سن لے صوفی کھول کر تو گوش جاں

مر ترا ہر زخم کاید ز آسماں | منتظر میباش خلعت بعد ازاں
جب فلک سے کوئی پہنچے اضطرار | بعد ازاں خلعت کا بھی کر انتظار

چوں قفا دیدی صفا را ہم ببیں | گر درآں تا گردن آمد اے امیں
جب قفا دیکھی، صفا بھی دیکھ لے | جس نے گردن تک ڈبایا ہے تجھے

کاں نہ آں شاہست کت سیلی زند | گر نہ تاج و تخت بخشد مستند
یہ نہیں وہ شاہ جو تھپڑ تو دے | اور نہ تاج و تخت کچھ بھی دے تجھے

جملہ دنیا را پر پشہ بہا | سیلیے را رشوت بے منتہا
قیمت دنیا ہے اک مچھر کا پر | رشوت اک تھپڑ کی نے حد ہے نہ سر

گردنت زیں طوق زریں جہاں | چست در دزد و ز حق سیلی ستاں
اپنی گردن طوق دنیا سے بچا | ہاں مگر تھپڑ خدا کا اس پہ کھا

آں قفاہا کانبیا بر داشتند | زاں بلا سرہائے خویش افراشتند
انبیاء نے وہ جفائیں جھیل لیں | ان کو سرفرازیاں اس سے ملیں

لیک حاضر باش در خود اے فتی | تا بخانہ او بیابد مر ترا
تجھ کو حاضر باش ہونا چاہئے | تا وہ گھر میں آئے تو پائے تجھے

ورنہ خلعت را برد او باز پس | کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس
ورنہ واپس خلعتیں لے جائے گا | جب کسی کو بھی نہ گھر میں پائے گا

گفت آں صوفی چہ بودے کایں جہاں | ابروئے رحمت کشادے جاوداں
بولا صوفی - حرج کیا تھا گر جہاں | صرف رحمت ہی سے رہتا شادماں

ہر دمے شورے نیاوردی بپیش — بر نیاوردے ز تلوینہاش نیش

ہر دم اک شورش نہ رہتی گرد و پیش — یوں تلون کے نہ لگتے دل میں نیش

شب نمردے وے چراغ روز را — وے فسردے باغ عیش اندوز را

بجھ نہ سکتا رات سے دن کا چراغ — اور نہ مرجھاتا خزاں سے عیش باغ

جام صحت را نبودے جام تپ — ایمنی را خوف نامدے کرب

جام صحت کیلئے ہوتی نہ ضرب — اور بے خوفی کو کچھ ہوتا نہ کرب

خود چہ کم گشتے ز جود و افتقش — گر نبودے خرخشہ در نعمتش!

کم نہ ہو جاتا کچھ اس کے رحم سے — گر نہ ہوتے نعمتوں میں خرخشے

حال بودی خوب خوش پر جملگاں — تیرہ کم بودے روان انس و جاں

ہوتے سب خوش حال یہ اہل جہاں — یوں نہ ہوتی تیرہ جان انس و جاں

جاوداں بودے حضور ذوق خوش — وانما ورجاں بدے ہم شوق خوش

اس طرح رہتا ہمیشہ ذوق خوش — روح میں ہوتا ہمیشہ شوق خوش

صوفی کا قاضی کو جواب

گفت قاضی بس تہی رو صوفیے — خالی از فطنت چو کاف کوفیے

بولا قاضی صوفی اک سادا ہے تو — کاف کوفہ کی طرح کورا ہے تو

تو نہ بشنیدی کہ آں پر قند لب — غدر خیالاں ہمے گفتے بشب

کیا نہیں معلوم وہ پر قند لب — ورزیوں کے کہہ رہا تھا کر شب

خلق را در دزوئی آں طائفہ — مینمودا فسانہاے سالفہ

اک گروہ جماعت کے چوری کی قلعیں جو بیاں — کر رہا تھا وہ فسانے میں بیاں

لہ قصہ گو

قصۂ پارہ رباعیؔ در بریں	مے حکایت کرد او باآں و ایں
کپڑا اچھالنے ساقصہ بے تکان !	کر رہا تھا اس سے اُس سے وہ بیاں
در سمر مے خواند درزی نامۂ	گرد او جمع آمدہ ہنگامۂ
درزی نامہ پڑھ رہا تھا برملا	اور اس کے گرد اک ہنگامہ تھا
مستمع چوں یافت جاذب وقود	جملہ اجزائش حکایت گشتہ بود
سننے والے جذب کچھ ایسے ہوئے	سب وہ اجزائے حکایت بن گئے

اِنَّ اللّٰہَ یلقن الحکمۃ کی تفسیر

جذب سمعت ار کسے را خوش لبیست	گرمی و وجد معلم از صبی ست
جذب کرتی ہے سماعت خوش لبی	لڑکوں سے گرمی ہے سب استاد کی
چنگیے کو در نواز و بیست و چار	چوں نباشد گوش گرود چنگ وار
چنگی جو بہتر بجائے چنگ کو	چنگ ہے خود سننے والا جب نہ ہو
نے حرارت یادش آید نے غزل	نے وہ انگشتش بجنبد در عمل
اُس میں گرمی ہو۔ نہ یاد آئے غزل	انگلیاں اُس کی دسوں بھولیں عمل
گر نبودے گوشہائے غیب گیر	وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر
وحی کانوں کو نہ ہوتی گر قبول	کیوں فلک سے اسکا پھر ہوتا نزول
ور نبودے دیدہائے صنع بیں	نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں
اور اگر آنکھیں دیوتیں صنع بیں	تو فلک پھرتا نہ ہنستی یہ زمیں

له حدیث شریف۔ اِنَّ اللّٰہ یلقن الحکمۃ علی لسان الواعظین لقدر ھمم المستمعین۔ یعنی بیشک، اللہ تعالیٰ واعظوں کی زبان پر سننے والوں کے شوق اور ہمت کے مطابق حکمت تلقین کرتا ہے ٭

ته یعنی شرمندہ۔ سر جھکائے ہوئے ٭

آں دمِ لولاک ایں باشد کہ کار — از برائے چشم تیز ست و نظار

حاصلِ لولاک ہیں جلوے بنے — غور کرنے اور نظارے کے لئے

عامہ را از عشق ہمخوابہ طبق — کے بود پروائے صنعِ عشقِ حق

عشق ہم خوابہ ہے لیکن ذوقِ عام — کیا اُسے نہیں ہے صنعتِ صانع سے کام

آبِ تتماجی نریزی در تغار — تا سگے چندی نباشد طعمہ خوار

آش کا پانی نہ تو کونڈے میں ڈال — تا کریں کتے نہ پینے کا خیال

رو سگِ کہفِ خداوندیش باش — تا رہاند زیں تغارت مصطفاش

سگ مگر کہفِ خداوندی کا بن — تا کہ کونڈے سے رہا ہو تیرا تن

ایک ترک کا درزیوں کی چوری کی حکایت سُننا

چونکہ دزدیہائے بیرحمانہ گفت — کہ کنند آں دُرزیاں اندر نہفت

کہہ دیں بے رحمانہ ساری چوریاں — درزی کرتے تھے جو چھپ چھپ کر وہاں

اندراں ہنگامہ ترکی از خطا — سخت تیرہ گشت از کشفِ غطا

اُن میں اک شہرِ خطا کا ترک تھا — حال یہ سنکر پریشاں وہ ہوا

شب چو روزِ رستخیز آں رازہا — کشف میکرد از پئے اہلِ نُہیٰ

رات وہ اُس پہ قیامت ہو گئی — بوجھتا تھا بھید۔ ملتا جب کوئی

ہر کجا آئی چو در جنگے فراز — بینی آنجا دو عدو در کشفِ راز

جس جگہ دیکھے گا تو جنگِ دراز — پائے گا دو دشمنوں میں کشفِ راز

آں زماں را محشرِ مذکور داں — واں گلوئے راز گو را صور داں

اُس گھڑی کو محشرِ مذکور جاں — اور گلے کو راز گو کے صور جاں

کہ خدا اسبابِ خشمی ساختہ ست — واں فضائح را گلوئے انداختہ ست

حق نے غصّے کے بنائے ہیں سبب — اور فضیحت کو کیا شہرت طلب

بسکہ غدر درزیاں را ذکر کرد — حیف آمد ترک را و خشم و درد
درزیوں کے مکر و فن کا ذکر تھا — ترک کے دل کو ہوا افسوس سا

گفت اے قصاص در شہر شما — کیست چابکتر دریں فن و دغا
بولا۔ تیرے شہر میں اے قصہ خواں — کون ہے چالاک تر اس فن میں ہاں

چور درزی اور تُرک کا ادّعا

گفت خیاطیست نامش پور شش — اندریں دزدی و چستی خلق کش
بولا۔ اک درزی ہے نامی پور شش — چستی و چوری میں ہے وہ خلق کش

گفت من ضامن کہ با صد اضطرار — او نیارد برد از من رشتہ تار
ترک بولا۔ میں ہوں اس کا ذمہ وار — مجھ سے لے سکتا نہیں وہ ایک تار

پس بگفتندش کہ از تو چست تر — مات او گشتند در دعوی مپر
لوگ بولے۔ تجھ سے بھی چالاک تر — مات اس سے ہو گئے۔ دعوی نہ کر

تو بعقل خود چنیں غرہ مباش — کہ شوی یاوہ تو در تزویرہاش
عقل پہ اپنی نہ ہو مغرور تو — ہوگا اس کے مکر سے مجبور تو

گرم تر گشت و ببست آنجا گرو — کہ نیارد برد نے کہنہ نہ نو!
تیز ہو کر شرط اس نے باندھ لی — میں نہ دوں گا لٹنے پرانی یا نئی

مطمعانش گرم تر کردند زود — او گرو بست و رہان را بر گشود
اور کچھ گرمانے تھے جو لالچی — آخر اس نے یوں زبان سے شرط کی

گفت رہن ار برد مرکب تازی من — بدہم ار دزدد قماشم من بفن
بولا گھوڑا اپنا عربی دوں اسے — کچھ بھی لے جائے جو میرے پاس سے

ور نتاند برد اسپے از شما — وا ستانم بہر رہن مبتدا
اور اگر کچھ بھی نہ وہ لے جا سکا — ایک گھوڑا تم سے لوں گا برملا

ترک را آن شب نبرد از فکر خواب — با خیال دزد میکرد او حراب

فکر سے اُس ترک کو آیا نہ خواب — تھا خیال اُس چور کا ، در پیچ و تاب

بامدادان اطلسے زد در بغل — شد بہ بازار و دکان آن دغل

صبح کو اطلس بغل میں داب کر — پہنچا اُس مکار کی دُکان پر

پس سلامش گرم کرد آن اوستاد — جست از جا لب بترحیبش کشاد

پس سلام اُستاد نے اُس کو کیا — اُٹھا - بولا ، مرحبا صد مرحبا

گرم پرسیدش ز حد ترک بیش — تا فگند اندر دل او مہر خویش

حد سے زائد پرسش احوال کی — الفت اُس کی ترک کے دل میں بڑھی

چوں شنید از وے نوائے بلبلے — پیشش افگند اطلس استنبلے

مثل بلبل جب سُنی اُس کی صدا — اطلس رومی کو دیکر یوں کہا

کہ ببُر ایں را قبائے روز جنگ — زیر نافم واسع و بالاش تنگ

سی قبائے جنگ اک میرے لئے — تنگ ہو چولی ، رہیں دامن کھلے

تنگ بالا بہر جسم آرائے را — زیر واسع تا نگیرد پائے را

تنگ ہو چولی کہ سب اعضا سجیں — چوڑے دامن تا نہ اُلجھیں پاؤں میں

گفت صد خدمت کنم اے ذو وداد — دست بر دو چشم و بر سینہ نہاد

بولا میں خدمت کروں گا سر بسر — ہاتھ رکھے آنکھ پہ ، اور سینے پر

پس بپیمود و بدید او روئے کار — بعد ازاں بکشاد لب را در فشار

ناپا ، اور پھر دیکھی صورت کام کی — اور پھر کچھ گفتگو ہونے لگی

از حکایتہائے میراں دگر — وز کرمہا و عطائے آں نفر

کچھ امیروں کی سنائی داستاں — بخششوں کا پھر کیا اُن کی بیان

وز بخیلاں وز تحسیرات شاں — از برائے خندہ داد او ہم نشاں

ذکر پھر اُس نے بخیلوں کا کیا — اور اُن کے حال پہ ہنسنے لگا

ہمچو آتش کرد مقراضے بروں ۔۔۔ مے برید و دل بہ افسانہ و فسوں

پھر نکالی تیز قینچی آگ سی ۔۔۔ کپڑا کاٹا۔ گفتگو ہوتی رہی

اُستاد درزی کا پارۂ اطلس چرانا

یک مضاحک گفت آں چپت و دغا ۔۔۔ ترک مست از خندہ شد مست تغا[1]

اک ہنسی کی بات کی اُستاد نے ۔۔۔ لوٹا ہنستے ہنستے ترک اس بات سے

چونکہ خندیدن گرفت از داستاں ۔۔۔ چشم تنگش گشت بستہ آں زماں

آئی کھلنے پر ہنسی اس کو دو چند ۔۔۔ اور آنکھیں ہو گئیں ہنسنے میں بند

پارۂ دزدید و کرد او زیر راں ۔۔۔ غیر چشم حق ز جملہ آں نہاں

ایک ٹکڑا زیر راں اُس نے رکھا ۔۔۔ ہر نظر سے ماسوائے حق چھپا

حق ہمی دید آں ولے ستار خوست ۔۔۔ لیک چوں از حد بری غماز اوست

حق نے دیکھا ہے وہ حق ستار خو ۔۔۔ اور ہے غماز اگر اڑ جائے تو

ترک را از لذت افسانہ اش ۔۔۔ رفت از دل دعوی پیشانہ اش

پائی لذت ترک نے افسانے سے ۔۔۔ دل میں جو دعوے تھے سب جاتے رہے

اطلس چہ دعوی چہ رہن چہ ۔۔۔ ترک سرمستیست در لاغ الچہ

کیسی اطلس، کیسا دعویٰ، شرط کیا ۔۔۔ ترک اُس کی شوخیوں سے مست تھا

لابہ کردش ترک کز بہر خدا ۔۔۔ لاغ میگو کاں مرا شد مغتذی

کی خوشامد اور کہا بہر خدا ۔۔۔ ہزل کہہ، کہ ہزل ہے میری غذا

گفت لاغ خندہ انگیز آں دغا ۔۔۔ کہ فتاد از خندہ آں ترک از قفا

ہزل پھر اک اور کی اس نے بیاں ۔۔۔ ہو گیا چت ہنستے ہنستے وہ جواں

پارۂ اطلس سبک در نیفہ زد ۔۔۔ ترک غافل خوش مضاحک میمزد

اُس نے نیفے میں وہ اطلس داب لی ۔۔۔ ترک تھا غافل ہنسی کی تھی خوشی

[1] اچہ ترکی میں بڑے بھائی کو کہتے ہیں۔

ہمچنیں بارِ سوم ترکِ خطا
گفت لاغے گوئی از بہرِ خدا

ترک نے سہ بارہ پھر اس سے کہا
ہزل کہہ اک اور بھی بہرِ خدا!

گفت لاغے خندہ میں تر از دو بار
کرد او آں ترک را کلی شکار

ہزل پھر اس نے کہی اک خوشگوار
کر لیا اس ترک کو بالکل شکار

چشم بستہ عقل جستہ مولہہ
مست ترکِ مدعی در قہقہہ

بند آنکھیں، غافل اور حیرت زدہ
ترک تھا بالکل ہی مستِ قہقہہ

پس سوم بار از قبا دزدید شاخ
کز خندہ اش یافت میداں فراخ

پھر لیا سہ بارہ کچھ کپڑا چرا
فائدہ تھا اُس کے ہنسنے سے بڑا

چوں چہارم بار آں ترکِ خطا
لاغ از استاد مے کرد اقتضا

جب کیا چوتھا تقاضا ترک نے
ہزل کہنے کے لئے اُستاد سے

رحم آمد بروے آں استاد را
کرد در باقی فن و بیداد را

رحم اُس پہ آ گیا اُستاد کو
رکھ لیا باقی فن و بیداد کو

گفت مولع گشتہ ایں مفتوں بریں
بیخبر کیں چہ خسارہ است و غبیں

اور کہا یہ تو ہے دیوانہ ہوا!
بے خبر ہے کیا خسارہ ہو گیا

بوسہ افشاں گشت بر استاد او
کہ برا بہرِ خدا افسانہ گو

ترک بوسے دیتا تھا اُستاد کو
اک فسانہ ہاں خدا را اور ہو

اے فسانہ گشتہ و محو از وجود
چند چند افسانہ خواہی آزمود

محو ہو کر، خود تو افسانہ بنا
آزمائے گا فسانے تا کجا!

خندہ میں تر از تو ہیچ افسانہ نیست
بر لبِ گورِ خراب خود بایست

تجھ سے بڑھ کر مضحک افسانہ نہیں
سن شکستہ قبر سے اپنی کہیں!

ایسی ہی بلا میں مبتلاء نفس سے خطاب

اے فرو رفتہ بتقلیر جہل و شک	چند جوئی لاغ و دستانِ فلک
اے کنوئیں میں گرنے والے جہل کے	داستاں کب تک سنے گا چرخ سے
تا بکے نوشی تو عشوہ زیں جہان	کہ نہ عقلت ماند بر قانوں نہ جاں
دھوکے کب تک اس جہاں کے کھائیگا	عقل وجاں باقی نہیں تجھ میں ذرا
لاغِ این چرخ ندیم کرد و مرد	آبروئے صد ہزاراں چو تو برد
ہنرل کیوں اس چرخ کی سنتا ہے تو	جس نے لاکھوں کی ہے چھینی آبرو
میدرد میدوزد ایں درزی عام	جامۂ صد سالگاں طفلِ خام
یہ ہے درزی جس نے پھاڑا اور سیے	کپڑے سالک اور طفلِ خام کے
پیر و طفلاں شستہ پیشش بہر کد	تا بسعد و نحس او لاغے کند
بوڑھے بچے بیٹھے ہیں سب سامنے	تا کریں لاغ اُس کے سعد و نحس سے
لاغِ او گر باغ ہا را داد داد	چوں دے آمد داد ہا بر باد داد
ہنرل[1] نے اُس کی چمن کو داد دی[2]	اور خزاں میں پھر تھی بربادی دی

درزی کا خطاب ترک سے

گفت درزی ترک را زیں در گذر	وائے بر تو گر کنم لاغ دگر
بولا درزی ترک اب کر در گذر	ہنرل میں اک اور کہہ دوں گا اگر
پس قبایت تنگ آید باز پس	ایں کند با خویشتن خود ہیچ کس
تنگ تر ہو جائے گی تیری قبا	کون اسے اپنے لئے رکھے روا

[1] ہنرل ۔

[2] یعنی خوب دل خوش کئے ۔

خندہ چوں رمز اگر دانستیے	آں ز صد گریہ بتر دانستیے
رمز ہنسنے کی جو تو پہچانتا	اس کو سو گریہ سے بدتر جانتا
ترک خندہ کن بیا اے ترک مست	زانکہ عمرت رفت خواہی گشت پست
بس ہنسی کو روک دے اے ترک مست	عمر تیری جا چلی ہوگا تو پست
چونکہ بنہاد آں قبا درزی ز دست	اسپ را بہ باد داد آں ترک مست
ہاتھ سے رکھ دی جو درزی نے قبا	ترک ہارا شرط اور گھوڑا دیا
مخلصش بشنو توئی آں ترک گول	عالم غدار خیاطے چو غول
اب خلاصہ سن کہ ہے وہ ترک تو	عالم غدار درزی مو بمو
اطلسے کز بہر تقوی و صلاح	دوختت باید خرج کردی از مزاح
تھی جو اطلس بہر تقوی و صلاح	ہنس کے کردی تو نے سب صرف مزاح
اطلس عمر و مضاحک شہوتست	روز و شب مقراض خندہ و غفلتست
عمر اطلس، ہزل شہوت ہے ترا	رات دن قینچی ہے غفلت اور ہنسی
اسپ ایمانست و شیطاں در کمیں	باخود آ افسانہ را بگذار ہیں
گھوڑا ہے ایماں اشیطاں گھات میں	کھو نہ وقت اپنا ہنسی کی بات میں
اطلس عمرت بمقراض شہور	برد پارہ پارہ خیاط غرور
عمر کی اطلس مہینوں سے کٹی!	ٹکڑے ٹکڑے کر کے سب درزی نے لی
تو تمنا مے بری کا ختر مدام	لاغ کردے سعد بودے بر دوام
ہے تری حسرت کہ یہ تارے تمام	سعد رہتے اور پھر ہنستے مدام
سخت میتولی ز تربیعات آں	و ز وبال و کینہ و آفات آں
بھاگتا ہے کس قدر نظرات سے	اور وبال و کینہ و آفات سے

لے خوش طبعی نہ جب چاند سے کسی ستارے کا فاصلہ تین برجوں کے برابر یعنی چوتھائی آسمان کے برابر ہوتا ہے تو اسکو تربیع یا نظر نحس کہتے ہیں اور یہ نظر دشمنی و عداوت کی ہوتی ہے +

سخت میر نجی ز خاموشیٔ آں
وز نحوس و قبض کیں کوشیٔ آں

ان کی چپ سے سخت گھبراتا ہے تو
اور نحوست سے ڈرا جاتا ہے تو

مشتری و زہرہ چوں در رقص نیست
چونکہ بہرام و زحل را نقص نیست

رقص زہرہ مشتری کا کیوں نہیں
نقص مریخ و زحل میں ہو کہیں

یا چرا زہرہ طرب در رقص نیست
بر سعود رقص و سعد او مایست

کیوں نہیں زہرہ کا وہ رقص طرب
جم نہ رقص و سعد پا اے باادب

تو ہمیں قلّابیٔ آئیں اختزال
عشق خود بر قلب ان بیں الفلال

انقلاب ان ستاروں کا کیا دیکھتا
قرب اپنے عشق ربی دل پہ لگا

زمانے کے ظلم سے فقیروں کی تسکین

آں یکے پیشد برہ سوے دکاں
پیش رہ را بستہ دید او از زناں

جاتا تھا دکان کی جانب کوئی
راہ لیکن عورتوں سے بند تھی

پائے او میسوخت از تعجیل و راہ
بستہ از جوق زنان ہمچو ماہ

مضطرب جانے کو وہ اور راہ میں
سدِ رہ تھیں چاند سی کچھ عورتیں

رو بیک زن کرد و گفت اے بیستہاں
ہیں چہ بسیار ند ایں دختر چگاں

ایک عورت سے کہا اس نے بیاں
کس قدر ہیں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں

رو بدو کرد آں زن و گفت اے ہمیں
ہیچ بسیاریٔ ما منکر چنیں

یوں مخاطب ہو کے عورت نے کہا
کیا ہے تو کثرت ہماری دیکھتا

ہیں کہ با بسیاریٔ ما بر بساط
تنگ مے آید شما را انبساط

گو یہ کثرت ہے مگر ہم سے کہیں
عیش مردوں کو میسر ہی نہیں

در لواطت مے فتید از قحط زن
فاعل و مفعول رسوائے زمن

قحط زن سے ہیں لواطت میں پھنسے
فاعل و مفعول رسوا ہو گئے

تو مبیں ایں واقعات روزگار — کز فلک میگردد اینجا ناگوار

تو نہ دیکھ اب واقعات روزگار — آسماں کرتا ہے جن کو ناگوار

تو مبیں تغییر روزی و معاش — تو مبیں ایں قحط و خوف و ارتعاش

تنگ روزی پر نہ کر اپنی نظر — قحط اور غم پر نہ اتنا غور کر

بیں کہ با ایں جملہ تلخی ہائے او — مردۂ او فی وبا پروائے او

باوجود ان تلخیوں کے چار سُو — ایسی باتوں پہ مٹا جاتا ہے تو

رحمتے داں امتحان تلخ را — نقمتے داں ملک مرو و بلخ را

جان رحمت امتحان تلخ کو — اور بلا اقلیم مرو و بلخ کو

آں براہیم از تلف بگریخت ملند — ویں براہیم از شرف بگریخت اند

ایک ابراہیم بھاگے ۔ ہو تلف — ایک ابراہیم پا جائے شرف

ایں نسوزد واں بسوزد اے عجب — نعل معکوس است در راہ طلب

یہ نہیں جلتے ، وہ جل جاتا ہے سب — ہے بہت پُرپیچ یہ راہِ طلب

صوفی کا پھر سوال کرنا اور قاضی کا جواب

گفت صوفی قادر است آں مستعاں — کہ کند سودائے ما را بے زیاں

بولا صوفی ۔ وہ ہے قادر بے گماں — کردے سودے کو ہمارے بے زیاں

آنکہ آتش را کند ورد و شجر — ہم تواند کرد ایں را بے ضرر

جو بنا دے آگ کو پھول اور شجر — کیا تعجب کر دے اسے بھی بے ضرر

۱ مرو اور بلخ دو شہروں کے نام ہیں مطلب کشادگی اور عیش و تعیش ہے ۔

۲ پہلے ابراہیم سے مراد زرتشت ہے اور دوسرے ابراہیمؑ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مراد ہیں ۔

۳ معاملات ۔

آنکہ گل آرد بروں از عین خوار	ہم تواند کرد ایں دے را بہار
خار سے کرتا ہے جو پھول آشکار	وہ خزاں کو ہے بنا سکتا بہار
آنکہ زو ہر سرو آزادی کند	قادر ست از غصہ را شادی کند
سرو جس سے کسب آزادی کرے	وہ ہے قادر۔ رنج کو شادی کرے
آنکہ شد موجود از وے ہر عدم	گر بدارد باقیش او را چہ غم
وہ ہوا موجود جس سے ہر عدم	گر رکھے باقی تو کیا ہو اس کو غم
آنکہ تن را جاں دہد تا حے شود	گر کشے را تدزیانش کے شود
جسم و جاں کو جو ہے دیتا زندگی	وہ نہ مارے تو ہو اس میں کیا کمی
خود چہ باشد گر ببخشد آں جواد	بندہ را مقصود جاں بے اجتہاد
کیا ہو گر جواد اپنے رحم سے	بندے کو مقصد بغیر سعی دے
وور دارد از ضعیفاں در کمیں	مکر نفس و فتنۂ دیو لعیں
وہ ضعیف انساں سے رکھے دور دور	نفس کا مکر اور شیطاں کا غرور
وقت طالب را پریشاں کم کند	آئینۂ دل را چو جام جم کند
وقت طالب کا پریشاں کم کرے	دل کے آئینے کو جام جم کرے
گفت قاضی گر نبودے امر مر	ور نبودے خوب و زشت و سنگ و در
بولا قاضی تلخیاں ہوتیں نہ گر	اور یہ اچھے برے سنگ و گہر
ور نبودے نفس و شیطان و ہوا	ور نبودے زخم و چالیس و وغا
گر نہ ہوتا نفس و شیطان اور ہوا	گر نہ ہوتی جنگ اور زخم و وغا
پس بچہ نام و لقب خواندے ملک	بندگان خویش را اے منتہک[1]
بندوں کو کس نام سے کرتا خطاب	کیا لقب دیتا انھیں ہیں کے جواب[2]
چوں بگفتی اے صبور و اے حلیم	کے بگفتی اے شجاع و اے کریم
کہتا تو کیونکر صبور اور اے حلیم	کہتا کیونکر اے بہادر اے کریم

[1] ہوس ۔ [2] بے وحدت

صابرین و صادقین و منفقین — کے بُدے بے رہزن و دیو لعین
صابر و صدیق اور پرہیزگار — ہوتے بے شیطان کیونکر آشکار

رستم و حمزہ و مخنث یک بدے — علم و حکمت باطل و مندک بدے
ہوتے رستم اور مخنث ایک سال — علم و حکمت دونوں ہوتے رائیگاں

علم و حکمت بہر راہ بیرہی ست — چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست
علم و حکمت ہیں برائے بے رہی — راہ ہو سیدھی تو حکمت سے تہی[1] ہے

بہر ایں دکان طبع شورہ آب — ہر دو عالم را روا داری خراب
اس طبیعت کے لئے جو ہے عذاب — چاہتا ہے دونوں عالم ہوں خراب

من ہمے دانم کہ تو پاکی ز خام — ویں سوالت ہست از بہر عوام
جانتا ہوں پاک ہیں تجھ کو نہ خام — اور ہے تیرا سوال از بہر عام

جور دوران و ہر آں رنجیکہ ہست — سہل تر از بعد حق و غفلت ست
جور دنیا ، رنجیدہ ہر ایک شے — دوری و غفلت سے اس کی سہل ہے

رنج و درد و جوع و فقر ایں بار — صعب نبود چوں فراق و بعد یار
بھوک پیاس اور رنج اس سنسار کے — سخت دکھ ہیں فراق یار سے

زانکہ اینہا بگذرد واں نگذرد — دولت آں دارد کہ جاں آگہ برد
کیونکہ وہ فانی ہیں یہ فانی نہیں — وہ غنی ہے جس کو اس کا ہو یقیں

میاں بیوی کی حکایت

آں یکے زن شوئے خود را گفت ہے — اے مروت را بیکرہ کردہ طے
ایک عورت نے یہ شوہر سے کہا — رکھ دی تہ کرکے مروت تو نے کیا

[1] یعنی فضول و بیکار +
[2] یعنی فراق یار +

هیچ تمتا جز نمے داری چرا — تا بکے داری درین خواری مرا

کھانے پینے کو نہیں کچھ تیرے پاس — خوار رکھے گا تو کب تک بے حواس

گفت شوہ من نفقه چاره مے کنم — گرچه عورم دست و پائے مے زنم

بولا شوہر نفقہ بھوں میں ڈھونڈتا — گو ہوں ننگا مارتا ہوں دست و پا

نفقه و کسوه است واجب اے صنم — از منت این ہر دو ہست و نیست کم

کھانا کپڑا ہے ترا حق اے صنم — دونوں حاصل ہیں، نہیں اک چیز کم

آستین پیرہن بنمود زن — بس درشت و پر وسخ بد پیرہن

اپنا عورت نے دکھائی آستین — سخت بدبودار میلی بد ترین

گفت کز سختی تنم را مے خورد — کس کسے را کسوه زینساں آورد

اور کہا یہ کھائے جاتی ہے بدن — کوئی بھی لاتا ہے ایسا پیرہن

گفت اے زن یک سوالت میکنم — مرد درویشم ہمیں آمد فنم

بولا شوہر، تجھ سے میرا ہے سوال — ہوں فقیر اور ہے یہی میرا تو حال

این درشتست و غلیظ و ناپسند — لیک بندیش اے زن اندیشه مند

سخت ہے یہ اور میلا ناپسند! — سوچ لیکن اے زن اندیشہ مند

کایں درشت و زشت تر یا خود طلاق — این ترا مکروه تر یا خود فراق

یہ برا اور سخت تر ہے یا طلاق — یہ ہے تجھ کو ناگوار یا فراق

ہمچنیں اے خواجه تشنیع زن — از بلا و فقر و رنج و ممتحن

ہے یونہی اے خواجہ طعنہ سرا — امتحان فقر و شکست کی بلا

بیشک این ترک ہوا تلخی وه است — لیک از تلخی بعد حق بہ است

گو کہ یہ ترک ہوس ہے تلخ تر — دوری مولا سے بہتر ہے مگر

گر جهاد و صوم سخت است و خشن — لیک این بہتر ز بعد ممتحن

گو جہاد و روزہ میں ہیں سختیاں — دوری حق سے ہیں بہتر بے گماں

رنج کے ماند دمے کان ذوالمنن
گویدت چونی تو اے رنجور من

کیا رہے غم جب کہے خود ذوالجلال
اے مرے بیمار! کیا ہے تیرا حال

ورنہ گویدکت نہ آں فہم و فن ست
لیک آں ذوق تو پرسش کردنست

پرسش اُس کی فہم میں کم آئے گی
ذوق تیرا اس کی پرسش ہے یہی

آں ملیحاں کہ طبیبان دلند
سوئے رنجوراں بہ پرسش مائلند

ہیں طبیب دل بتانِ خوش جمال
پوچھتے ہیں اپنے بیماروں کا حال

ور حذر از ننگ و از نامے کنند
چارۂ سازند و پیغامے کنند

ور اگر ڈرتے ہیں ننگ و نام سے
چارہ سازی کرتے ہیں پیغام سے

ورنہ در دل شاں بود آں مفتکر
نیست معشوقے ز عاشق بے خبر

ورنہ اندیشہ ہو دل میں جانشیں
بے خبر معشوق عاشق سے نہیں

اے تو جویائے نوادر داستاں
ہم فسانۂ عشقبازاں را بخواں

ہے نئے قصوں سے تو ذوق آشنا
عشق بازوں کا فسانہ پڑھ ذرا

بس بجوشیدی دریں عہد مدید
ترک جوشے ہم نکردی اے قدید

جوش میں تو اتنے عرصے تک رہا
گوشت آدھا بھی نہ تجھ سے پک سکا

دیدۂ عمرے تو داد و داوری
وانگہ از نادیدگاں ناشی تری

دیکھی ساری عمر داد و داوری
بھول ہے تیری نہ دیدوں سے بڑھی

ہر کہ شاگردیش کرد استاد شد
تو سپس تر رفتۂ وے کور لُد

بن گئے استاد شاگرد اُس کے سب
رہ گیا پیچھے مگر تو بے ادب

خود نبود از والدینت اعتبار
ہم نبودت عبرت از لیل و نہار

ہے نہ آدمؑ[1] کا ہی یہ تجھ کو اعتبار
نہ ہوا ماں باپ سے بھی اعتبار

[1] یعنی حالت بیماری میں جو ایک قسم کی کیفیت دل میں پیدا ہوتی ہے بس اس کی پرسش ہے [2] کیونکہ
حضرت آدمؑ فرشتوں کے استاد تھے [3] یعنی تو صبح و شام کے تغیر و تبدل سے بھی عبرت [illegible]

عارف اور زاہد آتش پرستاں

عارفے پرسید ازاں پیر کشیش ! — کہ تو اے خواجہ مسن تر یا کہ ریش

پوچھا اک عارف نے بڈھے سے بتا — ہے بڑی ڈاڑھی تری یا تو بڑا

گفت نے من پیش زاں زائیدہ ام — بس بے بے ریشی جہاں را دیدہ ام

بولا میں پیدا ہوا ہوں پیشتر — کی ہے بے ڈاڑھی کے دنیا پہ نظر

گفت ریشت شد سفید از حال گشت — خوئے زشت تو نگردید ست وشت

پوچھا ڈاڑھی ہو گئی تیری سپید — اور بری عادت نہ بدلی کیا ہے بعید

او پس از تو زاد و از تو بگذرید — تو چنیں خشکی ز سودائے ثرید

تیری ڈاڑھی تجھ سے آگے بڑھ گئی — فکر میں روٹی کے تو ہے خشک ہی

تو بداں رنگی کہ اول زادۂ — یک قدم زاں پیشتر ننہادۂ

یعنی تو جس رنگ میں پیدا ہوا — اک قدم اُس سے نہیں آگے بڑھا

دوغ ترشی ہمچناں در معدنے — تو نگردی زو مخلص روغنے

تو ہے معدن میں وہی کھٹا مٹھا — روغن خالص نہ اب تک بن سکا

ہم خمیرے خمر الطینۃ دری — گرچہ عمرے در تنور آذری

خام ہے تیرا خمیر اے مدعی — عمر گو تنور آذر میں کٹی

چوں حشیشی پا بگل در ہشتۂ — گرچہ از باد و ہوا سر گشتۂ

گھاس ہے تو پا بگل اے بے خبر — گو ہوا سے تیرا دل جاتا ہے سر

ہمچو قوم موسیٰ اندر حرِ تیہ[1] — ماندۂ چل سال بر جائے سفیہ

تیہ کی گرمی میں جوں قوم کلیم — ہے برس چالیس سے تو بھی مقیم

[1] جنگل ـ صحرا

میدوی ہر روز تا شب در وله[1] | خویش را بینی در اول مرحلہ
صبح سے تا شام گو ہے دوڑتا | پہلی منزل میں ہے لیکن تو پڑا

بگذری زیں بعد سیصد سالہ تو | تا کہ داری عشق ایں گوسالہ تو
تین صدیوں تک نکل سکتا نہیں | عشق گوسالہ اگر ہے دلنشیں

تا خیال عجل از جانشاں[1] زفت | بد پریشاں تیہ چوں گرداب تفت
ان کو بھی جب تک رہا اُس کا خیال | گرم صحرا تھا وہ گرداب وبال

غیر آں عجلے کزو یابیدہٗ[2] | بے نہایت لطف و نعمت دیدہٗ
دیں خدائے ماسوا گوسالہ کے | نعمتیں بے حد و بے غایت تجھے

گاو طبعی زاں نکوئیہائے زفت | از دلت در عشق ایں گوسالہ رفت
گاو طبعی سے تری احسان سب | عشق میں گوسالہ کے غائب ہیں اب

باری اکنوں تو ز ہر جزوت بپرس | صد زباں دارند ایں اجزائے خرس
اپنے اعضا سے کر استفسار یار | گنگ و اعضا کی زبانیں ہیں ہزار

ذکر نعمتہائے رزاق جہاں | کہ نہاں شد در دور اوراق زبان
ذکر نعمت رازق بے مثل کا | جو زباں کے پردے میں خود ہے چھپا

روز و شب افسانہ جویانی و چست | جزو جزوت گو افسانہ گوی ست
رات دن ہے تیرا ہی افسانہ جو | اور ترا ہر عضو ہے افسانہ گو

جزو جزوت تا برستہ ست از عدم | چند شادی دیدہ اند و چند غم
جب سے اعضا نے ترے چھوڑا عدم | چند خوشیاں دیکھی ہیں اور چند غم

زانکہ بے لذت نروید ہیچ جزو | بلکہ لاغر گردد از ہر ہیچ جزو
عضو بے لذت نہ پیدا ہو کوئی | اور اگر ہو بھی تو لاغر واقعی

[1] یعنی حضرت موسے علیہ السلام کی قوم کو ۔
[2] یعنی گوسالہ کا ۔

جزو ماندو آں خوشی از یاد رفت	ریں نرفت آں خفیہ شد از پنج و ہفت[۱]
رہ گئے اعضا بھلا دیں لذتیں	اب وہ پوشیدہ ہیں پانچ اور سات میں
ہمچو تابستان کہ از وے پنبہ زاد	ماند پنبہ رفت تابستان زیاد
گرمیوں میں جیسے پیدا ہو روئی	گرمی بھولی اور روئی باقی رہی
یا مثال یخ کہ زائید از شتا	شد شتا پنہاں و آں یخ پیش ما
برف پیدا جیسے سردی سے ہوئی	برف ہے موجود سردی چھپ گئی
ہست آں یخ زاں صعوبت یادگار[۲]	یادگار صیف در دے از ثمار
برف ہے ان سختیوں کی یادگار	میووں سے ہے یاد گرمی کی بہار
ہمچنیں ہر جزو جزوت اے فتی	در تنت از نعمتے گوید ثنا
بس یونہی ہر جزو تیرے جسم کا	نعمتِ خالق کی کرتا ہے ثناء
چوں زنے کہ بیست فرزندش بود	ہر یکے حاکی حال خوش بود
جیسے اک عورت کے ہوں فرزند بیس	سب کہیں خوشحالیاں اپنی نفیس
حمل نبود بے زمستی بے زماغ	بے بہارے کے شود زاینده باغ
حمل کا ہے نزل دستی سے قرار	باغ کی ہے وجہ پیدائش بہار
حاملان و بچگانش در کنار[۳]	شد دلیل عشق بازی بہار
کوئی تو حامل کوئی بچہ در کنار	ہے دلیل عشق بازی بہار

[۱] یعنی پانچ حواس اور سات اعضا میں۔ حواس خمسہ۔ باصرہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ۔ لامسہ۔ ہفت اعضا۔ دل۔ دماغ۔ جگر۔ تلی۔ معدہ۔ پھیپھڑہ۔ اور گردہ یا پتہ۔

[۲] یعنی برف باری سے جو تکلیفیں ہوئی تھیں ان کی یادگار ہے۔

[۳] یعنی کوئی درخت پھول اور میوے کے مادے سے بھرا ہوا ہے اور کسی میں پھول اور میوے کھلے ہوئے ہیں۔

بر درختے در رضائع کودکاں ‎ ‎ ہمچو مریم حامل از شاہ نہاں
دودھ بچوں کو پلاتے ہیں درخت ‎ ‎ جیسے حمل شہ سے مریم نیک بخت

گرچہ در آب آتشے پوشیدہ شد ‎ ‎ صد ہزاراں کف بروجوشیدہ شد
آگ ہے اک گرچہ پانی میں نہاں ‎ ‎ جھاگ ہیں لاکھوں مگر اس سے عیاں

گرچہ دریا سخت پنہاں مے تتند ‎ ‎ کف بدہ انگشت اشارت میکند
گو کہ دریا ہے رواں پوشیدہ تر ‎ ‎ جھاگ اشارے سے بتائے توں مگر

ہمچنیں اجزائے مستان وصال ‎ ‎ حامل از تمثالہائے حال دوال
یوں ہی اجزا میکشان وصل کے ‎ ‎ رات دن حامل ہیں حال و قال سے

در جمال حال وا ماندہ دہاں ‎ ‎ چشم غائب ماندہ از نقش جہاں
ہیں جمال حال سے حیرانیاں ‎ ‎ آنکھیں خیرہ دیکھ کر نقش جہاں

آں موالید از رہِ ایں چار نیست ‎ ‎ لاجرم منظور ایں ابصار نیست
اُن کی پیدائش عناصر سے نہیں ‎ ‎ کس طرح آنکھیں پھر ان کو دیکھتیں

آں موالید از تجلّی زادہ اند ‎ ‎ لاجرم مستور پردہ سادہ اند[1]
ان کی پیدائش تجلّے سے ہوئی ‎ ‎ شان ان کی سادہ پردے میں چھپی

زادہ گفتیم و حقیقت زاد نیست ‎ ‎ ایں عبارت جز پئے ارشاد نیست
لے لحقیقت وہ نہیں پیدا ہوئے ‎ ‎ لفظ "پیدا" تھا عبارت کے لئے

ہین خمش شو تا بگوید شاہ قل ‎ ‎ بلبلی مفروش با ایں جنس گل
چپ ہی رہ۔ جبتک اجازت وہ نہ دے ‎ ‎ مت جتا بلبل[2] بن ایسے پھول سے

ایں گل گویاست پر جوش و خروش ‎ ‎ بلبلا ترک زباں کن باش گوش
پھول یہ گویا ہے۔ اس میں ہے سخن ‎ ‎ بند کر بلبل زباں۔ اور کان بن

[1] یعنی ایسے سادہ پردے میں جس میں اربعۂ عناصر کے نقش و نگار نہیں
[2] یعنی شور و فغاں +

ہر دو کون تمثال پاکیزہ مثال — شاہد عدلند بر ستر وصال

دونوں عالم جو ہیں پاکیزہ مثال — ان سے سب ظاہر ہیں اسرار وصال

ہر دو کون سر لطیف مرتضٰی — شاہد احیا و حشر ما مضٰی

دونوں عالم بھید کی کہتے ہیں بات — پھر ملے گی مرنے والوں کو حیات

ہمچو سیخ کاندر تموز مستجد — ہر دم افسانہ زمستاں میکند

موسم گرما میں جیسے برف یاں — موسم سرما کی ہے افسانہ خواں

ذکر آں ارباج سرد زمہریر — اندراں ایام و ازمان عسیر

ذکر کرتی ہے ہوائے سرد کا — سخت موسم میں جو چلتی تھی سدا

یا چو آں میوہ کہ در وقت شتا — میکند افسانۂ لطف صبا

یا یہ میوے سردیوں میں برملا — کہتے ہیں افسانۂ لطف صبا

قصہ دور تبسمہائے شمس — واں عروسان چمن از لمس شمس

وہ تبسم شمس کا سے کے آٹھ — وہ عروسان چمن سے چھیڑ چھاڑ

خاک کفت مانند جوت یادگار — یا ازو وا پرس یا خود یاد آر

خاک کی ہیں یادگار اے جیزا ایسے — یا تو ان سے پوچھ یا خود یاد کر

چوں فرو گیرد غمت کر چستیی — زاندم نومید کن وا جستیی

غم جو گھیرے وجہ کی کر جستجو — تا کہ ہو آزاد نومیدی سے تو

گفتیش اے غصہ منکر بجال — راتبہ انعامہا راز ان کمال

غم سے کہہ اے غم ہے تو بھی نا کیا — نعمتیں تجھ کو ملیں بے انتہا

ہر دو مت گر نے بہار و خریست — ہمچو چاش گل تنت انبار چیست

گر بہاروں کی نہیں ہے یہ چمن — خرمن گل کیوں ہے پھر تیرا بدن

چاش گل تن فکر تو ہمچو گلاب — منکر گل شد گلاب اینت انقلاب

خرمن گل تن ہے تو مثل گلاب — منکر گل ہے گلاب اے انقلاب

از کیسی خوبان کفران کرد ریغ — بر چنیں خوباں بیا را زهر میغ

چونکہ ناشکرے کنارہ ان سے کر — ہر شئی خوبی پہ ہو صدقے اے لہر

آں لجاج و کفر قانون کیست — واں سپاس و شکر منہاج نبی ست

ہے کس کا چلن کافر و ناحق شناس — ہے طریق انبیا شکر و سپاس

باچنیں خوباں تسکہا چہ کرد — باچنیں رویاں تسکہا چہ کرد

کیا تسکہ کفر والوں کا ہوا — کیا خدا دانی سے نبیوں کو ملا

در عمارت ہا سگانند و عقور — در خرابی ہاست گنج عز و نور

باڑے کتے گھروں میں ہیں چھپے — اور ویرانوں میں مخزن نور کے

گر نبودی ایں نبرد و غ اندر خسوف — گم نکردی راہ چندیں فیلسوف

روشنی تا ٹم نہ رکھتا گر خسوف — اپنا رستہ بھولتے کیوں فیلسوف

زیرکان و موشگافان دہی — دیدہ بر خرطوم داغ ابلہی

عاقلوں اور موشگافوں نے بسر — ابلہی کا داغ دیکھا ناک پہ

بے کسب روزی طلب فقیر کا قصہ

آں یکے بیچارۂ مفلس ز درد — کز تہی چیزی ہزاراں زخم خورد

ایک تھا بے چارہ مفلس پُر عذاب — حال تھا اُس کا غریبی سے خراب

لابہ کردے در نماز و در دعا — کاے خداوند و نگہبان رعا

وہ نمازوں میں خوشامد کرتا تھا — اور کہتا تھا کہ اے سب کے خدا

بے ز جہدی آفریدی مر مرا — بے فن من روزیم دہ زیں سرا

میری کوشش میری خلقت میں نہ تھی — دے بغیر سعی مجھ کو رزق بھی

پنج گوہر دادیم در درج سر — پنج حس دیگرے ہم مستتر

پانچ گوہر جو سر کو ہیں تو نے دیئے — پانچ حس ہیں اور بھی مخفی کئے

لا یبعد این واد و لایحصی ز تو
من کلیلم از بیانش شرم رو

ہے یہ بے گنتی تری داد و عطا
میں تو گونگا ہوں کروں اظہار کیا

چونکہ در خلاقیم تنہا توئی
کار رزاقیم ہم کن مستوی

ہاں کیا پیدا انہیں تنہا تھا تو
رزق بھی اب تو ہی مجھ کو کر عطا

سالہا زو این دعا بسیار شد
عاقبت زاری او برکار شد

التجا اس نے یہی کی چند سال
آیا آخر اس کی زاری کا خیال

ہمچوں شخصے کہ روزی حلال
از خدا میخواست بے کسب و کلال

جس طرح اک شخص روزی حلال
مانگتا تھا حق سے بے کسب و کلال

گاؤ آوردش سعادت عاقبت
در دور داؤد لدنی معدلت

گائے لے آخر سعادت اس کو دی
عہد داؤد لدنی میں آگئی

آں متیّم نیز زاری ہا نمود
ہم ز میدان اجابت گو ربود

غمزدہ وہ بھی بہت روتا رہا
تھا نہ میدان اجابت دیکھتا

گاہ بدظن میشدے اندر دعا
از پئے تاخیر پاداشش و جزا

تھا کبھی اپنی دعا سے بدگماں
دیکھ کر تاخیر آخر میں اے جواں

باز ارجائے خداوند کریم
در دلش بشار گشتے و زعیم

پھر امید اللہ کے اکرام کی
اس کو دیتی تھی بشارت اور خوشی

چوں شدے نومید در جہد کلال
از جناب حق شنیدے کہ تعال

ہاں جب کوشش سے ہوتی تھی اسے
کہتا خالق ناامیدی کس لئے

خافض ست و رافعست این کردگار
بے ازیں دو بر نیاید ہیچ کار

ہے گھٹانا اور بڑھانا اس کا کام
کام بے اس کے ہیں سارے ناتمام

خفض ارضی بین و رفع آسماں
بے ازیں دو نیست دورانش اے فلاں

رفعت چرخ اور پستی زمیں!
یہ نہ ہوں تو ہستی گردش نہیں

خفض و رفع این زمین نوعے دگر	نیم سالے خشک و نیمے سبز و تر
ہے زمیں بھی پست و ارفع یوں مگر	چھ مہینے خشک اور چھ ماہ تر
خفض و رفع روزگار با کرب	نوع دیگر نیم روز و نیم شب
ہے زمانے کی دورنگی کا یہ ڈھب	نصف حصہ دن کا ہے اور نصف شب
خفض و رفع این مزاج ممتزج	گاہ صحت گاہ رنجوری مضج
ہے طبیعت میں بھی یہ عالم نہاں	ہے کبھی صحت کبھی بیماریاں
ہمچنیں دان جملہ احوال جہاں	قحط و خصب و جنگ و صلح و افتتان
ہے یہی القصہ اس دنیا کا رنگ	قحط و ارزانی فساد و صلح و جنگ
اینجہاں با این دو پر اندر ہواست	زین دو جانہا موطن خوف و رجاست
اڑ رہا ہے ان پروں سے یہ جہاں	خوف اور امید میں ہے ان سے جاں
تا جہاں لرزاں بود مانند برگ	در شمال و در سموم بعث و مرگ
تا کہ ہو دنیا کو لرزش بار بار	ہے خزاں موت اور جینا ہے بہار
تا خم یکرنگی عیسے ما	بشکند نرخ خم صد رنگ را
تا کہ یکرنگی خم توحید کی	اس خم صد رنگ کو توڑے اخی
کاں جہاں ہمچوں نمکزار آمدہ ست	ہر چہ آنجا رفت بے تلویں شدہ ست
وہ جہاں کان نمک ہے بے دو رنگ	جو گیا اس میں ہوا وہ ایک رنگ
بیں کہ خاک ایں خلق رنگا رنگ را	میکند یکرنگ اندر گورہا
خلق رنگا رنگ کو اس خاک نے	کر دیا یک رنگ اندر قبر کے
ایں نمکزار جسوم ظاہر ست	خود نمکزار معانی دیگر ست
ظاہری جسموں کا ہے یہ شور زار	ہے نمک زار معانی اور یار

؎ یعنی اختلاف کے پردوں سے ۔

ایں نمکزار معانی معنوی ست	از ازل آں تا ابد اندر نوی ست
بے نمک زار حقیقت معنوی	ہے ازل سے تا ابد اس میں نوی
ایں نوی را کہنگی ضدش بود	واں نوی بے ضد و بے ند ست و عدد
اس نئے پن کی تو ضد ہے کہنگی!	اس نئے پن کی نہیں ضد ہی کوئی
آنچناں کز نور روئے مصطفیٰ	صد ہزاراں نوع ظلمت شد ضیا
جیسے روئے مصطفیٰؐ کے نور سے	ہیں اندھیرے لاکھوں روشن ہو گئے
ایں جہود و مشرک و ترسا و مغ	جملگی یکرنگ شد زاں الپ الغ
یہ یہود و مشرک اور کافر تمام	ہو گئے یکرنگ اُن سے لا کلام
صد ہزاراں سایہ کوتاہ و دراز	شد یکے در نور آں خورشید باز
تھے ہزاروں سائے جو چھوٹے بڑے	نور میں خورشید کے گم ہو گئے
نے درازی ماند نے کوتہ نے پہن	گونہ گونہ سایہ در خورشید رہن
پھر نہ لمبائی رہی اُن کی نہ پہن	ہو گئے سب سائے وہ سورج میں [illegible]
لیک یکرنگی کہ اندر محشر ست	بر بد و بر نیک کشف و ظاہر ست
ہو گی محشر میں جو یکرنگی عیاں	نیک و بد پہ ہے وہ ظاہر بے گماں
کہ معانی آنجہاں صورت شود	نقشہا اندر خور خصلت شود
ہو گی ہر معنی وہاں پیدا صورتیں	نقش بن جائیں گے عادت حشر میں
گردد آنگہ فکر نقش نامہا	ایں بطانہ روی کار و جامہا
فکر کے نقشے بنیں گے نامہا	اب جو پوشیدہ ہے جب ہوگا عیاں
ایں ہمہ سرہا مثال گاو پیس	دوک نطق اندر ملل باریک ریس
ہو گئے سب سر مثل کبری گا کے	نطق کے باریک رشتے کاتے
نوبت صد رنگیست و صد دلی	عالم یکرنگ کے گردد جلی
اب ہے صد رنگی یہاں اور سو دلی	دیدہ کیا ہو عالم یک رنگ کی

نوبت زنگی ست رومی شد نہاں ۔ ایں شب است و آفتاب اندر رہاں

زنگی کی نوبت ہے رومی ہے نہاں ۔ رات ہے انوار سورج کے کہاں

نوبت گرگ است و یوسف زیر چاہ ۔ نوبت قبطی ست فرعون ست شاہ

بھیڑیا شاہی ہے، یوسف زیر چاہ ۔ دور ہے قبطی کا، ہے فرعون شاہ

تا ز رزق بیدریغ خیرہ خند ۔ آں سگاں را حصہ باشد روز چند

تاکہ مکاروں کے رزق و مکر سے ۔ حصہ ان کتوں کو بھی کچھ دن ملے

در درون بیشہ شیراں منتظر ۔ تا شود امر تعالوا منتشر

جنگلوں میں منتظر بیٹھے ہیں شیر ۔ ہے "تعالوا منتشر[1]" کہنے کی دیر

پس بروں آیند آں شیراں ز مرج ۔ بے حجابی حق نماید دخل و خرج

شیر جنگل سے نکل کر آئیں گے ۔ اور دفینے رونما ہو جائیں گے

جوہر انسان بگیرد برو بحر ۔ پیش گاواں بسملاں روز نحر

ہوگا انساں بادشاہ برو بحر ۔ پیش ہونگے بسملاں روز نحر[2]

روز نحر رستخیز سہمناک ۔ مومناں را عید و گاواں را ہلاک

دن قیامت کا وہ ہوگا خوفناک ۔ عید مومن اور کافر کی ہلاک

جملہ مرغان آبی روز نحر ۔ ہمچو کشتی ہا رواں بر روے بحر

مرغ آبی حشر کے دن بے تکاں ۔ مثل کشتی ہوں گے دریا پہ رواں

تاکہ یہلک من ہلک عن بینۃ[3] ۔ تاکہ یحیٰ من نجا و استیقنہ

تا سزا پائے ہلاکت آفریں ۔ تاکہ ہو آزاد جولائے یقیں

تاکہ بازاں جانب سلطان روند ۔ تاکہ زاغاں سوئے گورستان روند

تاکہ پھر سلطاں کی جانب باز آئیں ۔ اور گورستان کی جانب زاغ جائیں

[1] انتشروا پھیل جاؤ۔ [2] روز نحر جس دن اونٹ ذبح ہوتے ہیں [3] قولہ تعالیٰ لیہلک من ہلک عن بینۃ یعنی تاکہ ہلاک کرنیوالا حجت واضح کیساتھ ہلاک ہوجائے

جیفه و سرگین خشک و استخوان — نقل زاغان آمده است اندر جہان

گوبر اور مردار، سوکھی ہڈیاں — ہے غذا کووں کی دنیا میں یہاں

قند حکمت از کجا زاغ از کجا — کرم سرگیں از کجا باغ از کجا

قند حکمت کی کہاں ناقل کہاں — کیڑے گوبر کے کہاں ہیں بوستاں

نیست لائق عزو نفس و مرد غر — نیست لائق مشک و عود و کون خر

لائق عزت نہیں غافل بشر — مشک کے قابل نہیں ہے کون خر

چون غزا ندهد زنان را هیچ دست — کے دهد آنکه غزای اکبر است

عورتوں کو جب نہیں حاصل غزا — پھر غزائے اکبر ان کو ہو گی کیا

جز بنادر در تن زن رستمے — گشته باشد خفیه همچون مریمے

شاذ و نادر عورتوں کے جسم میں — مثل مریم[2] رستم عالم چھپیں شہ

آنچنان کاندر تن مردان زنان — خفیه اند و ماده از ضعف جنان

ایسے ہی مردوں کے تن میں عورتیں — ہیں چھپی اور مادہ ہے ضعف میں

آن جہان صورت شود آن مادگی — هر که در مردی ندید آمادگی

اس جہاں میں پائے گا وہ مادگی — جس کو مردمی میں نہ تھی آمادگی

روز عدل و عدل و داد اندر خور است — کفش از آن پا کلاه آن سر است

ہے وہ روز انصاف کا اے دادخواہ — پاؤں کی جوتی بنے اس دن کلاہ

تا به مطلب در رسد هر طالبے — تا بغرب خود رود هر غاربے

تاکہ ہر طالب کو مطلب ہو حصول — ڈوبنے والا کرے مغرب قبول

نیست هر مطلوب از طالب دریغ — جفت تابش شمس و جفت آب میغ

ہاں نہیں مطلوب طالب سے جدا — جوڑ تاب و شمس آب و ابر کا

[1] کافر و نااہل سے مراد ہے۔

[2] یعنی جیسے حضرت عیسیٰؑ شکم مریمؑ میں چھپے تھے۔

هست دنیا قہر خانۂ کردگار
قہر بیں چوں قہر کردی اختیار

ہے خدا کا قہر خانہ یہ جہاں
قہر ہی سے قہر کا بدلا یہاں

استخوان و موی مقہوراں نگر
تیغ قہر افگندہ اندر بحر و بر

دیکھ مقہوروں کے بال اور ہڈیاں
پھینکا تیغ قہر نے ان کو کہاں

پر و بال مرغ بیں بر گرد دام
شرح قہر حق کنندہ بیکلام

مرغ کے کچھ بال اور یہ گرد دام
شرح قہر حق میں کرتے بے کلام

مرد او بر جانش خرپشتہ نشاند
وانکہ کہنہ گشت خرپشتہ نماند

پشتہ باندھا دام والا جب مرا
پھر پشتہ نا ہو سکے وہ بھی گر پڑا

ہر کسے را جفت کردہ عدل حق
پیل را با پیل و بق را جنس بق

عدل حق نے جفت ہر اک کو کیا
ہاتھی ہاتھی کا تو پشہ پشہ کا کیا

مونس احمد بمجلس چار یار
مونس بوجہل عتبہ و ذو الخمار

تھے جلیس بزم احمدؐ چار یار
مونس بوجہل عتبہ و ذوالخمار

کعبۂ جبریلؑ و جانہا سدرۂ
کعبۂ عبد البطن شد سفرۂ

کعبۂ جبریلؑ و جاں سدرہ بنا
پیٹ کے بندوں کا کعبہ خواں تھا

قبلۂ عارف بود نور وصال
قبلۂ عقل مفلسف شد خیال

عارفوں کا قبلہ ہے نور وصال
فلسفہ والوں کا قبلہ ہے خیال

قبلۂ زاہد بود یزدان بر
قبلۂ طامع بود ہمیان زر

زاہدوں کا قبلہ ہے مولا سخی
لالچی کا قبلہ تھیلی مال کی

[1] یعنی کسی اونچے ٹیلے پر پشتہ باندھ کر اس کی قبر بنا دی۔

[2] یعنی ہاتھی کا عدل ہاتھی کے ساتھ اور مچھر کا عدل مچھر کے ساتھ۔

[3] عتبہ اور ذوالخمار عرب کے دو مشہور مگر مشرک بہادر تھے۔ ذوالخمار کاہن اور شعبدہ باز تھا جس کے منہ پر نقاب پڑا رہتا تھا۔

قبلۂ مردان حق اعمال نیک ۔۔۔ قبلۂ نا اہل جہل مردہ ریگ
قبلۂ مردان حق عمالِ خصال ! ۔۔۔ قبلۂ نا اہل جہل ہے خلل

قبلۂ معنی وراں صبر و درنگ ۔۔۔ قبلۂ صورت پرستاں نقش سنگ
قبلہ اہل معنی کا صبر و درنگ ۔۔۔ قبلۂ صورت پرستاں نقش سنگ

قبلۂ باطن نشیناں ذوالمنن ۔۔۔ قبلۂ ظاہر پرستاں روئے زن
اہل باطن کا ہے قبلہ ذوالمنن ۔۔۔ اہل ظاہر کا ہے قبلہ روئے زن

قبلۂ عاشق حق آمد اے پسر ۔۔۔ قبلۂ باطل بلیس ست اے پدر
عاشقوں کا قبلہ حق ہے اے پسر ۔۔۔ قبلۂ باطل ہے ابلیس اے پدر

قبلۂ فرعون دنیا سربسر ۔۔۔ قبلۂ خربندہ چہ بود کون خر
قبلۂ فرعون دنیا سربسر ۔۔۔ خر کے بندوں کا ہے قبلہ کون خر

ہمچنیں بر میشمر تازہ و کہن ۔۔۔ ور ملولی رو تو کار خویش کن
بس یو ہی اچھے برے پر کر نظر ۔۔۔ اور جو ہے ناراض اپنا کام کر

رزق ما از کاس زریں شد عقا ۔۔۔ واں سگاں را آب تتماج از تغا
رزق ہم کو کاسۂ زر سے ملا ۔۔۔ اور کتوں کو ہے دھوون آش کا

لائق آنکہ بدو خود دادہ ایم ۔۔۔ در خورا و رزق بفرستادہ ایم
وہ یہ کہتا ہے کہ جس لائق جو تھا ۔۔۔ رزق ہم نے اس کو ویسا دیدیا

عاشق ناں ساختیم آں خواجہ را ۔۔۔ سیر از جاں ساختیم ایں را چرا
ایک کو ہم نے نوازا نان سے ۔۔۔ کر دیا سیر ایک کو پھر جان سے

زانکہ آنرا عاشق ناں کردہ ایم ۔۔۔ جان ایں را مست جاناں کردہ ایم
کیونکہ اس کو عاشق ناں کر دیا ! ۔۔۔ اور اس کو مستِ جاناں کر دیا

چوں بجوئی خود خوشی و خرمی ۔۔۔ پیں چرا از خورد و خوبیت میرمی
جب نہ ڈھونڈے خود خوشی و خرمی ۔۔۔ پھر بچے کیوں خورد و خوبے بری

ماده‌گی خوش آیدت چادر بگیر — رستمی خوش آیدت خنجر بگیر

ہے جو عورت پن بھلی چادر سنبھال — رستمی منظور ہو، خنجر سنبھال

غازئی خوش آیدت جوشن بپوش — ور بحیزی[1] مائلی رو کون فروش

ہے جو غازی باندھے جوشن کے بند — کون فروشی کر جو - حیزی کا شیوہ پسند

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر — گشتہ است از تاب بے روزی عقیر

حد نہیں اس بات کی اور وہ فقیر — تاب بے روزی سے ہے اب یاس گیر

فقیر کا خواب دیکھنا

دید در خواب او شبے خواب کو — واقعۂ بے خواب صوفی راست خو

خواب دیکھا اس نے تھا وہ خواب کیا — واقعہ تھا، تھا وہ صوفی باصفا

ہاتفے گفتش کہ اے دیدہ تعب — رقعۂ از پیش وراقان[2] طلب

دی ندا ہاتف نے اے شوریدہ سر — حاصل اک رقعہ تو وراقوں سے کر

خفیہ زاں وراق کت ہمسایہ ست — سوئے کاغذ پارہاش آور تو دست

چھپ کے اس وراق ہمسایہ سے ہاں — لا جو ہیں کاغذ کے ٹکڑے بیگماں

رقعۂ شکلش چنان رنگش چنیں — پس بخواں آں را بخلوت اے حزیں

رقعہ ہے اس شکل اور اس رنگ کا — اس کو تنہائی میں پڑھنا اے فتا

چوں بدزدی آں ز وراق اے پسر — پس بروں رو زانبہی بے شور و شر

جب چرائے تو وہ رقعہ اے پسر — تو کسی کے سامنے ظاہر نہ کرو

تو بخواں آں را بجو در خلوتے — ہیں مجو در خواندن آں شرکتے

آپ ہی پڑھ اس کو تنہائی میں — ہاں نہ شرکت لوگ پڑھنے میں کریں

[1] ہیجڑا پن ۔

[2] خط لکھے جانے والے یا ورق بنانے والے ۱۲

ور شود آں فاش ہیں غمگیں مشو ‏ ‏ کہ نیاید غیر تو زاں نیم جو

راز کھل جائے تو کچھ پروا نہیں ‏ ‏ قسمت جو بھی کوئی لے سکتا نہیں

ور شود آں دیر ہیں زنہار تو ‏ ‏ ورد خود کن دمبدم لا تقنطوا

دیر لگ جائے تو گھبرانا نہ تو ‏ ‏ ورد کرنا آپ لا تقنطوا ۱

ایں بگفت و دست خود آں مرد بُر ‏ ‏ بر دل او زد و کہ رو رحمت ببر

یہ کہا اور ہاتھ دل پہ مار کر ‏ ‏ پڑھ لا تقنطوا رحمتیں لے سر بسر

چوں بجو بیش آمد از غیبت آں جواں ‏ ‏ مے نگنجید از فرح اندر جہاں

خواب سے اپنے جو جو نکلا وہ جواں ‏ ‏ تو خوشی سے تنگ تھا اس پہ جہاں

زہرۂ او بر دریدے از قلق ‏ ‏ گر نبودے عون و رفق و لطف حق

ہوتا شادی مرگ فورا بے قرار ‏ ‏ گر نہ ہوتا فضل باری سازگار

یک فرح آں کز پس شش صد حجاب ‏ ‏ گوش او بشنید از حضرت خطاب

اک خوشی یہ تھی کہ بعد ستو حجاب ‏ ‏ خود کیا اللہ نے اس سے خطاب

یک فرح آں کز سوال او خلاص ‏ ‏ خواہد او حاصل شدن آں گنج خاص

اک خوشی یہ تھی ہوا غم سے خلاص ‏ ‏ ہے اسے مل جائیگا وہ گنج خاص

از حجب چوں حس سمعش در گذشت ‏ ‏ شد سرافراز و ز گردوں برگذشت

جب حجابوں سے سماعت بڑھ گئی ‏ ‏ آسماں سے اس کی عزت بڑھ گئی

کے بود کاں حس چشمش ز اعتبار ‏ ‏ زاں حجاب غیب ہم یابد گذار

دیکھئے اب اس کی چشم اعتبار ‏ ‏ کب حجاب غیب کو کرتی ہے پار

چوں گذارہ شد حواسش از حجاب ‏ ‏ پس پیاپے گردش آید و خطاب

جب کریں گے طے حواس اسکے حجاب ‏ ‏ دمبدم ہونے لگے دید و خطاب

۱ یعنی لا تقنطوا من رحمة اللہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو

چوں سپاہ زنگ پنہاں شد ز روم
دور جب پردے تجلی نے کئے

تیغ زد خورشید و پیدا شد علوم
نکلا سورج ، علم پیدا ہو گئے

یک فرح آنکہ شد روشن دعا
اک خوشی یہ تھی روشن ہوئی دعا

عاقبت آمد اجابت مر ورا
اور قبولیت ہوئی اس کو عطا

جانب دکان وراق آمد او
آیا وہ دکان پہ وراق کی

دست در کرد او بمشق از سو بسو
ہاتھ ڈالا ہر طرف یہ مشق تھی

پیش چشمش آمد آں مکتوب زود
آ گیا آخر وہی کاغذ نظر

با علامات کہ ہاتف گفتہ بود
دی تھی ہاتف نے اسے جس کی خبر

در بغل زد گفت خواجہ خیر باد
رکھ بغل میں بولا اے خواجہ سلام

ایں زماں وا میرسم اے اوستاد
میں ابھی پھر آؤں گا ایک کر کے کام

رفت کنج خلوتے آں را بخواند
جا کے خلوت میں جو وہ کاغذ میں پڑھا

وز تحیر والہ و حیراں بماند
ہکا بکا اور حیراں رہ گیا

کہ بدیں ساں گنج نامہ بے بہا
سوچا ایسا گنج نامہ بے بہا

چوں فتادہ ماند اندر مشقہا
رہ گیا کس طرح مشقوں میں پڑا

باز اندر خاطرش ایں فکر جست
پھر یکایک آ گیا اس کو خیال

کز پے ہر چیز یزداں حافظ است
ہے ہر اک شے کا محافظ ذوالجلال

کے گذارد حافظ اندر اکتناف
دے اجازت کب نگہباں کی پناہ

کہ کسے چیزے رباید از گزاف
کوئی شے لے جائے کوئی روسیاہ

گر بیابان پر شود زر و نقود
سارا جنگل سیم و زر سے گر بھرے

بے رضائے حق جوے نتواں ربود
بے رضا کے حق نہ کوئی لے سکے

ور بخوانی صد صحف بے سکتہ
تو دوان گر سے کتابیں سب کی سب

بے قدر یادت نماند نکتہ
یاد اک نکتہ نہ ہو بے حکم رب

در کنی خدمت بخوانی یک کتیب — علمہائے نادرہ یابی زجیب

خدمت گری کرکے پڑھے گر اک کتاب — علم تجھ کو ہوں میسر بے حساب

شد ز جیب آں کف موسیٰ ضوفشاں — کاں فزوں آمد ز ماہ آسماں

جیب سے تھا دست موسیٰ ضوفشاں — جس سے شرمندہ تھا ماہ آسماں

کانچہ می جستی ز چرخ با نہیب — سر برآوردہ است اے موسیٰ زجیب

گر کوئی خواہش فلک سے ہو تجھے — نکلے گا سب کچھ وہ موسیٰ جیب سے

تا بدانی کآسمانہائے سمی — ہست عکس مدرکات آدمی

تا کہ تو سمجھے یہ گردوں ہے یہ ہے — مدرکات آدمی کا عکس ہے

نے کہ اول دست یزدان مجید — از دو عالم پیشتر عقل آفرید

ہاں کیا پیدا خدا نے اے پسر — عقل کو دونوں جہاں سے پیشتر

ایں سخن پیدا و پنہانست بس — کہ نباشد محرم عنقا مگس

بات ہے یہ ظاہر و پوشیدہ بس — محرم عنقا نہ ہو ہرگز مگس

باز سوئے قصہ باز آ اے پسر — قصۂ گنج و فقیر آور بسر

لوٹ پھر قصے کی جانب اے پسر — قصۂ گنج و فقیر اب ختم کر

فقیر کا باقی قصہ

اندراں رقعہ نوشتہ بود ایں — کہ برون شہر گنجے ان دفین

صاف تھا رقعے میں یہ لکھا ہوا — شہر کے باہر خزانہ ہے گڑا

آں فلاں قبہ کہ در وے مشہد ست — پشتیا در شہر و رو در فدفدست

ہے فلاں قبہ میں مشہد ذی شرف — پشت سوئے شہر منہ بن کی طرف

پشت کن در قبہ رو در قبلہ آر — وانگہاں از قوس تیرے درگذار

پشت کر قبہ کو منہ کر قبلہ رو — پھر کماں سے تیر اپنا پھینک تو

مصرع اول	مصرع دوم
چوں فگندی تیر از قوس اے سعاد	بر کن آں موضع کہ تیرت او فتاد
تیر جب پھینکے کماں سے اے جواں	کھود وہ جا تیر گر جائے جہاں
پس کمان سخت آورد آں فتی	تیر پرانید در صحن فضا
پس کماں لایا کڑی سی دیکھ کر	تیر اک پھینکا فضا کے صحن پر
پس کلند آورد و بیل او شاد شاد	کند آں موضع کہ آں تیر او فتاد
پھر وہ لایا پھاوڑا اور بیلچہ	کھود دی وہ جا تیر تھا جس جا گرا
کند شد ہم او و ہم بیل و تبر	خود ندید از گنج پنہانے اثر
تھک گیا وہ بھی اور اس کا بیلچہ	کچھ خزانے کا نہ لیکن تھا پتہ
ہمچنیں ہر روز تیر انداختی	لیک جائے گنج مے نشناختی
پھینکتا تھا تیر ہر دن وہ جوان	کچھ نہ ملتا تھا خزانے کا نشان
چونکہ ایں را پیشہ کرد او بر دوام	فجفجے افتاد اندر خاص و عام
روز تھا مصروف وہ اس کام میں	ہو گئی شہرت سی خاص و عام میں
ہر کسے در گفتگوئے او فتاد	کایں چنیں بازی تبا شد زنہاد
ہر طرف اک گفتگو ہونے لگی	کھیل ایسے کھیلتا ہے کب کوئی
ہر کسے در گفتگوئے فاسدے	ہر طرف برخاستہ یک حاسدے
گفتگو ہونے لگی فاسد ہر طرف	ہو گئے سب اس کے حاسد ہر طرف

گنجنامہ کی خبر کا فاش ہونا

مصرع اول	مصرع دوم
پس خبر کردند سلطاں را ازیں	آں گروہے کش بدند اندر کمیں
اس جماعت نے خبر سلطان کو دی	گھات میں اس کی جو پہلے ہی سے تھی
عرضہ کردند آں سخن را زیردست	کاں فلانے گنجنامہ یافتہ ست
بادشہ کے خادموں نے عرض کی	گنج نامہ پا گیا وہ آدمی

چوں شنید آں شخص کاں با شہ رسید — جز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید

جب سنا سلطاں کو جا پہنچی خبر — جز یہ تسلیم و رضا تھا کیا مفر

پیش از آں کش شکنجہ بیند زاں فتاد — رقعہ را آورد و پیش او نہاد

پیشتر اس سے کہ ہو کوئی سزا — اس نے رقعہ پیش سلطاں رکھ دیا

گفت تا ایں رقعہ را یابیدہ ام — گنج نے و رنج بیحد دیدہ ام

اور کہا جب سے یہ رقعہ ہے ملا — گنج کیسا۔ رنج میں ہوں مبتلا

خود نشد یک حبہ آں گنج آشکار — لیک پیچیدم بسے مانند مار

گنج تو بالکل نہیں ہے آشکار — خود ہی پیچ و تاب میں ہوں مثل مار

رفت ماہی تا چنینم تلخ کام — کہ زیان و سود ایں بر من حرام

اک مہینہ ہو چکا تلخ کام — اس کا ہے سود و زیاں مجھ پہ حرام

بو کہ بختت بر کند زیں کاں غطا[۱] — اے شہ فیروز جنگ و دژ کشا

آپ کا اقبال شاید کھول دے — اے شہ ذی جاہ پردے کان کے

مدت شش ماہ و افزوں پادشاہ — تیر مے انداخت و بر میکند چاہ

چھ مہینے بادشاہ کے حکم سے — تیر چھٹتے اور کنوئیں کھدتے رہے

ہر کجا سختہ کمانے بود چست — تیر مے انداخت ہر سو گنج جست

وہ کمانیں جن میں تھی قوت کمال — چھٹتی تھیں تیر بھر گنج مال

غیر تشویش و غم و طامات نے — ہمچو عنقا نام فاش و ذات نے

رنج و غم سے کام تھا اور کچھ نہ تھا — مثل عنقا نام تھا اور کچھ نہ تھا

چونکہ تعویق آمد اندر عرض و طول — شاہ شد زاں گنج دل سیر و ملول

جب ہوئی تاخیر اتنی روز تھا — بادشہ کا گنج سے دل بھر گیا

۱ یعنی خزانے کی کان کے پردے ۔

جملہ صحرا گر گزاں شہ چاہ کند	سے ندید از گنج او جز ریشخند
سارے جنگل میں کنوئیں تھے جا بجا	تھا خزانے کا نہ لیکن کچھ پتا
پس طلب کرد آں فقیر درد مند	رقعہ را از خشم پیش او فگند
پھر کیا درویش سے رقعہ طلب	رقعہ واپس کر گیا از راہ غضب
گفت گیر ایں رقعہ کش آثار نیست	تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست
بولا لے رقعہ ترا بیکار ہے	بس ترے لائق ہی یہ بیکار ہے
نیست ایں کار کسے کش ہست کار	گر بسوزد گل نگردد گرد خار
کام والوں کا نہیں ہرگز یہ کار	پھول جل کر بھی نہ بھٹکے گرد خار
نادر افتد اہل ایں ماخولیا	منتظر کہ روید از آہن گیا
کس کو ہوگا ایسا مالیخولیا	تو ہے جو منتظر ہو گھاس کا
سخت جانے باید ایں فن را چو تو	تو کہ جانے سخت داری اینت جو
چاہئے اس کو تجھی سا سخت جان	سخت جاں ہے تو لگا اس کا نشان
گر نیابی نبودت ہرگز ملال	ور بیابی رو ترا کردم حلال
گر نہ پایا تو نہ ہوگا کچھ ملال	اور جو مل جائے تو ہے تجھ پہ حلال[۱]
عقل راہ ناامیدی کے رود	عشق باشد کاں طرف بر سر دود
عقل راہ ناامیدی کب چلے	ہے یہ رستہ عشق ہی کے واسطے
لاابالی عشق باشد نے خرد	عقل آں جوید کزاں سودے برد
لاابالی عشق ہے۔ دانش نہیں	عقل جویا سود کی ہے بالیقیں
ترکتازی تن گداز بے حیا	در بلا چوں سنگ زیر آسیا
باؤلا اور تن گداز و بے حیا	پاٹ پر چکی کے جیسے ہو تہ بلا

[۱] یعنی میں تجھے اجازت دیتا ہوں تو اس خزانے کا مختار ہے [۲] یہ عشق کی تعریف ہے کہ سینکڑوں رگڑے کھاتا ہے مگر اپنی جگہ سے نہیں ہلتا

سخت روئی کہ ندارد ہیچ پشت ‏— بہرہ جوئے را درون خویش کشت

سخت رو جس کا سہارا ہی نہیں ‏— اپنے دل کو مارتا ہے بالیقیں

پاک میبازد نہ جوید مزد او ‏— آنچنانکہ پاک میگیرد ز ہو

کھیلتا ہے بے غرض وہ جان پر ‏— جان ملتی ہے خدا سے پاک تر

میدہد حق ہستیش بے علتے ‏— میسپارد باز بے علت فتے

ہستی بے علت جو دیتا ہے خدا ‏— ہے وہ بے علت ہی واپس بخشتا

کہ فتوت دادن بے علت است ‏— پاکبازی خارج از ہر ملت است

بے غرض ہو دے جو مردی یہی ‏— پاکبازی کا نہیں مذہب کوئی

زانکہ ملت فضل جوید یا خلاص ‏— پاکبازانند قربانان خاص

کیونکہ مذہب فضل ڈھونڈھے یا نجات ‏— جان نثار خاص ہے پاکوں کی ذات

نے خدا را امتحانے میکنند ‏— نے در سود و زیانے میزنند

وہ نہیں لیتے خدا کا امتحان ‏— کچھ نہیں اُن کو غم سود و زیاں!

گنجنامہ فقیر کو واپس ملنا

چونکہ رقعہ گنج پر آشوب را ‏— شہ مسلم داشت آں مکروب را

جب وہ پُر آشوب رقعہ شاہ نے ‏— کردیا مخصوص اُس کے واسطے

گشت ایمن از خصمان و ز نیش ‏— رفت و می‌پیچید در سودائے خویش

دشمنوں سے اپنے وہ فارغ ہوا ‏— ہو کے رخصت اپنی دھن میں لگ گیا

یاد کرد او عشق و دور اندیش را ‏— کلب لیسید خویش ریش خویش را

یاد آئی عشق دور اندیش کی ‏— چاٹے کتا زخم اپنا آپ ہی

عشق را در پیچش خود یار نیست ‏— محرمش در دہ یکے دیار نیست

کون ہے غمخوار عشق پُر محن ‏— رازداں اس کے نہیں اہل وطن

نیست از عاشق کسے دیوانہ تر ۔۔۔ عقل از سودائے او کور ست و کر

کوئی عاشق سے نہیں دیوانہ تر ۔۔۔ عقل ہے وحشت سے اس کی کور و کر

زانکہ ایں دیوانگی عام نیست ۔۔۔ طب را ارشاد ایں احکام نیست

ہاں نہیں دیوانگی سب کے لئے ۔۔۔ طب ہے عاجز عشق کے احکام سے

گر طبیبے را رسد زینگوں جنون ۔۔۔ دفتر طب را فرو شوید بخون

ہو طبیبوں کو جنوں تو کیا کریں ۔۔۔ دفتر طب خون سے دھویا کریں

طب جملہ عقلہا مدہوش اوست ۔۔۔ روئے جملہ دلبراں روپوش اوست

طب و دانش اس کی سب مدہوش ہیں ۔۔۔ اس رخ میں سارے دلربا روپوش ہیں

روئے در روئے خود آرائے عشق کیش ۔۔۔ نیست اے مقتول ترا جز خویش خویش

عشق والے! خود ہو اپنے روبرو ۔۔۔ کون ہے اپنا ترا۔ اپنا ہے تو

قبلہ از دل ساخت آمد در دعا ۔۔۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

قبلہ دل کو کر کے اس نے کی دعا ۔۔۔ کوششیں ہی اجر ہیں انسان کا

پیش ازیں کہ یا سخی نشنیدہ بود ۔۔۔ سالہا اندر دعا پیچیدہ بود

اس سے پہلے جو نہ پایا تھا جواب ۔۔۔ تھا اسے برسوں دعا میں پیچ و تاب

بے اجابت بر دعاہا مے تنید ۔۔۔ از کرم آواز پنہاں مے شنید

بے اجابت تھا دعاؤں پر بھرم ۔۔۔ سنتا تھا پوشیدہ آواز کرم

چونکہ بیدف رقص میکرد آں علیل ۔۔۔ ز اعتماد جود خلاق جلیل

رقص میں بے دف کے تھا مرد علیل ۔۔۔ تھا یقین رحمت رب جلیل

سوئے او نے ہاتف و نے پیک بود ۔۔۔ گوش امیدش پر از لبیک بود

تھا نہ ہاتف اور نہ آمد پیک کی ۔۔۔ کان سنتے تھے صدا لبیک کی

لہ العشق نار یحرق ما سوی المحبوب یعنی عشق ایک ایسی آگ ہے جو ما سوائے محبوب سب کو جلا دیتی ہے۔ لہ یعنی میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔

بیزبان میگفت امیدش تعال　　از دلش میبرد آں دعوت ملال

بے زباں امید کہتی تھی کہ چل　　دل سے سارے رنج جاتے تھے نکل

آں کبوتر را کہ بام آموختہ ست　　تو مخواں میرانش کہ پر دوختہ ست

وہ کبوتر جو ہے بام آموختہ[1]　　چھوڑ دے اُس کو کہ ہے پر دوختہ

اے ضیاء الحق حسام الدین برانش　　کز ملاقات تو برستہ است جانش

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ اُڑا　　اس کو جس کی جان ہے ملنا ترا

گر برانی مرغ جانرا از گزاف　　ہم بگرد بام تو آرد طواف

مرغ جاں کو تو اڑائے گا اگر　　کاٹے گا کوٹھے کا چکر چھوٹ کر

چینہ و نقلش ہمہ بر بام تست　　پر زناں بر اوج مست دام تست

دانہ کھانا سب ہے تیرے بام پہ　　مست ہے تیرے ہی اوج دام پہ

گر دمے منکر شود دزدانہ روح　　در ادائے شکرت اے گنج فتوح

روح گر انکار اک لمحہ کرے　　مثل چوروں کے ادائے شکر سے

شحنہ عشق مکرر کینہ اشش　　طشت پر آتش نہد بر سینہ اش

عشق کا شحنہ ہے کینے سے بھرا　　اس کے سینے پہ رکھے طشت آگ کا

کہ بیا سوئے مہ و بگذر ز گرد　　شاہ عشقت خواند زوتر باز گرد

اور کہے اس گرد سے چل سوئے ماہ　　لوٹ چل تجھ کو بلاتا ہے وہ شاہ

گرد ایں بام و کبوتر خانہ من　　چوں کبوتر پر زنم مستانہ من

گرد اس بام اور کبوتر خانے کے　　جوں کبوتر مست ہوں پرواز سے

جبرئیل عشقم و سدرہ ام توئی　　من سقیمم عیسیٰ مریم توئی

عشق کا جبرئیل ہوں، سدرہ ہے تو　　ہوں ترا بیمار میں عیسیٰ ہے تو

[1] یعنی جسے یہ سکھا دیا گیا ہے کہ اڑ اور چھت پر جا بیٹھا۔ مراد کم ہمتوں سے ہے۔

جوش دہ آں بحر گوہر بار را　　خوش بپرس امروز ایں بیمار را

جوش دے اُس بحر گوہر بار کو　　پوچھ لے آج اچھے اس بیمار کو

چوں تو آنِ او شدی بحران خوش است　　گرچہ ایں دم نوبت بحران خوش است

تو ہے دریا کا تو دریا ہے ترا　　اس گھڑی گو وقت ہے بحران کا

ایں خود آں نالہ ست کو کرد آشکار　　زانچہ پنہانست یارب زینہار

جو ہوئی ظاہر یہ ہے صرف ایک آہ　　جو ہے پنہاں اُس سے خالق کی پناہ

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے　　یکدہاں پنہانست در لبہائے وے

ہیں مثال نے ہمارے دو دہاں　　اک دہن ہے اس کے ہونٹوں میں نہاں

یکدہاں نالاں شدہ سوئے سما　　ہائے ہوئے در فگندہ در ہوا

اک دہن نالاں ہے سوئے آسماں　　شور ہا و ہو سے بھرتا ہے جہاں

لیک داند ہر کہ او منظرست　　کہ فغان ایں سرے ہم زاں سرست

ہے بصیرت جس کو وہ ہے جانتا　　اس دہن کی اُس دہن سے ہے صدا

دمدمہ ایں نائے از دمہائے اوست　　ہائے ہوئے روح از ہیہائے اوست

شور اس نے کے ہیں اُس کے شور سے　　اُس کی ہا و ہو سے اندر روح کے

گر نبودے با لبش نے را سمر　　نے جہاں را پر نکردے از شکر

اُس کے ہونٹوں سے نہ مس کرتی اگر　　نے سے یہ دنیا نہ ہوتی پُر شکر

با کہ خفتی وز چہ پہلو خاستی　　کہ چنیں پر جوش چوں دریاستی

سو کے کس کے ساتھ یوں اُٹھا ہے تو　　جوش میں جو صورت دریا ہے تو

تا ابیت عند ربی[1] خواندی　　در دل دریائے آتش راندی

جب ابیت عند ربی ہے کہا　　آگ دی ہے دل میں دریا کے لگا

[1] حدیث شریف میں ہے کہ انی ابیت عند ربی فھو یطعمنی و یسقینی یعنی میں نے اپنی رات اپنے خدا کے ساتھ گذاری اور اس نے مجھے کھلایا پلایا۔

نعرهٔ یا نار کونی بارداً — عصمت جان تو گشت ای مقتدا

یہ صدا "اے آگ ٹھنڈی ہو ذرا" — روح کی عصمت بنی ہے برملا

ای ضیاء الحق حسام الدین و دل — کی توان اندود خورشید به گل

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ بھلا — مٹی میں خورشید کیوں چھپنے لگا

قصد کردستند این گل پارها — که بپوشانند خورشید ترا

قصد ہے مٹی کے ٹکڑوں نے کیا — یہ چھپا دیں تیرے سورج کی ضیا

در دل که لعلها دلال تست — باغها از خنده مالامال تست

لعل میں دلال کو ہوں میں ترے — باغ مالا مال ہنسنے سے ہوئے

محرم مردیت را کو رستمی — تا ز صد خرمن یکی جو گفتمی

تیری مردی کا نہیں رستم کوئی — کیا کہوں ملتا نہیں رستم کوئی

چون بخواهم کز سرت آهی کنم — چون علی سر را فرو چاهی کنم

آہ گر کھینچوں ترے بھیدوں بھری — سر کنوئیں میں ڈال دوں مثل علیؓ[۱]

چونکه اخوان را دل کینه ور است — یوسفم را قعر چاه اولیتر است

ہے جو دل لوگوں کا مجھ سے کینہ خواہ — ہے مرے یوسف کو بہتر قعر چاہ

مست گشتم خویش بر غوغا زنم — چه چه باشد خیمه بر صحرا زنم

مست ہوں میں چاہیے غوغا کروں — چاہ کیا جنگل میں خیمہ گاڑ دوں

بر کف من نه شراب آتشین — وانگه آن کر و فر مستانه بین

ہاتھ پر رکھ دے شراب آتشیں — کر و فر پھر دیکھ مستی کا یہیں

منتظر گو باش بی گنج آن فقیر — زانکه ما غرقیم حالی در عصیر

کہہ دو اس درویش[۲] سے ٹھہرا رہے — ہم ابھی الفت میں ہیں ڈوبے ہوئے

[۱] منقول ہے کہ حضرت علیؓ جب بعض اسرارِ حقیقت چھپا نہ سکتے تھے اور کسی کو محرم راز بھی نہ پاتے تھے تو کنوئیں میں سر جھکا کر وہ راز کہہ دیا کرتے تھے [۲] وہ درویش جو خزانہ غیبی حاصل

از خدا خواه اے فقیر ایں دم پناه　　از من غرق شده چیزے مخواه

مانگ اے درویش خالق سے پناه　　اور مجھ ڈوبے ہوئے سے کچھ نہ چاه

کہ مرا پرواے آں استاد نیست　　از خود و از ریش خویشم یاد نیست

اب نہیں استاد کی پروا مجھے　　اپنی ڈاڑھی کو بھی ہوں بھولے ہوئے

باد سبلت کے بگنجد آب رو　　در شرابے کہ نگنجد تار مو

کیا سمائے مونچھ، ڈاڑھی، آبرو　　جب نہیں گنجائش یک تار مو

در ده اے ساقی یکے رطل گراں　　خواجہ را از ریش و سبلت وا رہاں

ساقیا دے جام صہبائے گراں　　خواجہ کو دے ڈاڑھی مونچھوں سے اماں

نخوتش بر ما سبالے میزند　　لیک ریش از رشک ما مے کند

مونچھوں پر وہ تاؤ دیتا ہے وے　　نوچتا ہے اپنی ڈاڑھی رشک سے

ماتِ او و شوماتِ او　　کہ ہمیدانیم تزویرات او

مات ہو اُس کو پیادے مات ہو　　جانتا ہوں اُس کے میں ہر مکر کو

از پس صد سالہ آنچہ آید بدو　　پیر مے بیند معین مو بمو

سو برس کے بعد جو وہ دیکھے گا　　پیر پہ ہے آج ہی وہ آشنا

اندر آئینہ چہ بیند مرد عام　　کہ نہ بیند پیر اندر خشت خام

دیکھتا ہے جو کچھ آئینہ بگر　　پیر کو وہ اینٹ میں آئے نظر

آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید　　ہست بر کوسہ یکایک آں پدید

ڈاڑھی والے پہ جو ہے گھر میں نہاں　　ہے وہ اک بے ریش پر سب کچھ عیاں

رو بدریا زاں کہ ماہی زادهٔ　　ہمچو خس در ریش چوں افتادهٔ

طرف دریا ہو کہ ماہی زادہ ہے　　ریش میں کیوں مثل خس افتادہ ہے

خس نۂ دور از تو رشک گوہری　　در میان موج بحر اولیٰ تری

خس نہیں، کتنے ہیں سب موتی تجھے　　ہے مناسب موج دریا میں رہے

بحر وحدانیست جفت و زوج نیست ۔ گوہر و ماہیش غیر موج نیست

بحر وحدت میں نہیں ہے جفت و زوج ۔ اس کا گوہر اور ماہی صرف موج

اے محال و اے محال اشراک او ۔ دور دور زاں دریا و موج پاک او

شرک تیرا اس میں مل سکتا نہیں ۔ تو نہ جا موج، و دور دریا کے قریں

نیست اندر بحر شرک و پیچ پیچ! ۔ لیک با احول چہ گویم ہیچ ہیچ

بحر میں کیا شرک اور کیا پیچ و خم ۔ کیا بتائیں لیکن اک بھینگے کو ہم

چونکہ جفت احولانیم اے شمن ۔ لازم آمد مشرکانہ دم زدن

کام بھینگوں سے پڑا ہے دور یار ۔ لازمی ہے مشرکانہ گفتگو

آں یکے[1] زاں سوئے وصف و خیال ۔ جز دوئی ناید بمیدان مقال

ہے یکی[1] بالاتر از وصف و خیال ۔ ہے دوئی پھر کیجیے کیونکر مقال

یا چو احول این دوئی را نوش کن ۔ یا دہاں بر دوز و لب خاموش کن

مثل احول یا دوئی کو نوش کر ۔ یا زبان و لب کو تو خاموش کر

یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام ۔ احولانہ طبل میزن والسلام

یا کبھی چپ ہو، کبھی کرے کلام ۔ طبل زن ہو مثل احول، والسلام

چوں ببینی محرمے گو سرّ جاں ۔ گل ببینی نعرہ زن چوں بلبلاں

بھید کہدے، ہو کوئی محرم اگر ۔ گل جو دیکھے مثل بلبل نعرہ کر

چوں ببینی مشک پُر مکر و مجاز ۔ لب ببند و خویش را چوں خنب ساز

مشک میں جب مکر کا دیکھے تو جوش ۔ ہونٹ سی کر مثل خم ہو جا خموش

دشمن آب است پیش او مجنب ۔ ورنہ سنگ جہل او بشکست خنب

وہ ہے دشمن یاں نہ اس کے سامنے ۔ ورنہ خم ٹوٹے گا سنگ جہل سے

[1] یعنی وحدت ۔

با سیاست ہائے جاہل صبر کن ‏ ‏ خوش مدارا کن بہ عقل من لدن

صبر کر جاہل کی ہر تنبیہ پہ ‏ ‏ کر مدارا عقل کے موجب پسر

صبر با نا اہل اہلاں را جلے ست ‏ ‏ صبر صافی میکند ہر جا دلے ست

صبر نا اہلوں سے اہلوں کی جلا ‏ ‏ صبر سے ملتی ہے ہر دل کو صفا

آتش نمرود ابراہیم را ‏ ‏ صفوت آئینہ آمد در جلا

آتش نمرود سے بے قال و قیل ‏ ‏ مثل آئینہ جلا پائیں خلیلؑ

صبر با نامرد بد ہا مرد حق ‏ ‏ تا چو نیکاں بر ہمہ یابد سبق

صبر نامردوں سے مرد حق کرے ‏ ‏ مثل نیکاں تا وہ بالا تر رہے

جور و کفر نوحیاں و صبر نوح ‏ ‏ نوحؑ را شد صیقل مرآت روح

نوحیوں کا ظلم اس پہ صبر نوح ‏ ‏ نوحؑ کی اس سے ہوئی پر نور روح

ایک درویش کا شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی زیارت کو آنا

رفت درویشے ز شہر طالقان ‏ ‏ بہر صیت بوالحسن تا خارقان

چھوڑ کر اک مرد شہر طالقان ‏ ‏ بوالحسن سے ملنے آیا خارقان[۱]

کوہہا ببرید و وادی دراز ‏ ‏ بہر دید شیخ با صدق و نیاز

کر کے طے لمبے پہاڑ اور وادیاں ‏ ‏ آیا سوئے شیخ با صد صدق جان

آنچہ در رہ دید از جور و ستم ‏ ‏ گرچہ در خورد ست کوتہ میکنم

راستے میں جو اٹھائیں سختیاں ‏ ‏ چھوڑتا ہوں۔ گو ہیں شایان بیان

چوں بمقصد آمد از رہ آں جواں ‏ ‏ خانۂ آں شاہ را جست او نشاں

جب وہ پہنچا منزل مقصود پہ ‏ ‏ ڈھونڈا اس شاہِ فلک ایوان کا گھر

[۱] خارقان یا خرقان بسطام کی حدود میں ایک گاؤں ہے۔

چوں بصد حرمت بزد حلقۂ درش — زن بروں کرد از رہ روزن سرش

با ادب کنڈی بجائی بے سخن — جھانک کر روزن سے بولی ایک زن

گر چہ میخواہی بگو اے بوالکرام — گفت کز بہر زیارت آمدم

اے مسافر کہ تجھے کیا چاہئے — بولا آیا ہوں زیارت کے لئے

خندہ ہا زد او کہ خہ ریش بین — ایں سفر گیری و ایں تشویش بین

بولی عورت، واہ اے درویش واہ — یہ دھن اور ایسا سفر درپیش واہ

خود ترا کارے نبود آں جایگاہ — تا بہ بیہودہ کنی تو عزم راہ

اپنے گھر شاید کہ کوئی کام تھا — جو چلا آیا یہاں بیکار سا

اشتہائے گول گردی آمدت — یا طولیٔ وطن غالب شدت

کیا سیر آوارہ گردی تھا تجھے — یا وطن سے کوئی غم پہنچا تجھے

گفت نافرجام و فحش و دمدمہ — من نتانم باز گفتن آں ہمہ

فحش اور مکروہ باتیں اس نے کہیں — میں کروں تکرار۔ یہ ممکن نہیں

از مثل وز ریشخند بے حساب — آں مرید افتاد در غم و اضطراب

جب کیا اس نے تمسخر بے حساب — معتقد غم سے ہوا پُر اضطراب

مرید کا پوچھنا کہ شیخ کہاں سے

اشکش از دیدہ بجست و گفت او — با ہمہ آں شاہ و آں سلطان کو

رو کے پھر پوچھا کہ یہ تو کر بیاں — با وجود اس کے وہ سلطان ہیں کہاں

گفت آں سالوس زراق تہی ! — دام گولان و کمند گمرہی

بولی عورت۔ وہ ریاکار آدمی — احمقوں کا جال دام گمرہی

صد ہزاراں خام ریشاں ہمچو تو — او فتادہ از وے اندر صد عتو

لاکھوں ہی بے عقل تیری وضع کے — اس کے ہاتھوں گمرہی میں ہیں پڑے

گر ز بینیش و سلامت داروی   خیر تو باشد نگردی زرد و غوی

وہ لے اُس سے جو واپس جائے تو   تو نجات اس گمراہی سے پائے تو

لاف کیشی کاسہ لیس طبل خوار   بانگ طبلش رفتہ اطراف دیار

وہ ہے جھوٹا پیٹ ہوس بسیار خوار   شہرہ دنیا شہروں میں ہے وہ بدنام و خوار

سبطیان این قوم گوسالہ پرست   بہر چنین گاوے ہمے مالند دست

ہے یہ سبطی قوم گوسالہ پرست   ایک بچھڑے کے لیے ہر سبطی پست

جفت لیل ست و بطال النہار   ہر کہ او شد غرہ این طبل خوار

رات کے مکار اور دن کے بیکار وہ   ہیں وہ سب اس پہ مٹے رہتے ہیں جو

ہشتہ اندا ینقوم صد علم و کمال   مکر و تزویرے گرفتہ کاینت حال

چھوڑ کر یہ لوگ سب علم و کمال   مکر پیشہ ہو گئے ہیں ہے یہ حال

آل موسیٰ کو دریغا تا کنوں   عابدان عجل را ریزند خون

آل موسیٰ اب کہاں ہے دہر میں   قتل گوسالہ پرستوں کو کریں

کو رہ پیغمبر و اصحاب او   کو نماز و سبحہ و آداب او

سنت پیغمبر و اصحاب کیا   اب کہاں روزہ نماز آداب کیا

شرع و تقویٰ را فگندہ سوئے پشت   کو عمرؓ کو امر معروف و درشت

شرع و تقویٰ سے گئے ہیں یہ گزر   حکم دین شرعی کہاں ہیں اب عمرؓ

کاین اباحت زین جماعت فاش شد   رخصت ہر مفلس قلاش شد

بدعت ان لوگوں نے بالکل فاش کی   چھوٹ ہے ہر مفلس و قلاش کی

عورت کو مرید کا جواب دینا

بانگ زد بروے جوان و گفت بس   روز روشن از کجا آمد عسس[1]

وہ جوان للکار کر بولا کہ بس   روز روشن میں ہے کیا کار عسس

[1] کوتوال یا چوکیدار جو رات کے وقت نگہبانی کیلئے گشت لگایا کرتے ہیں۔

نور مرداں مشرق مغرب گرفت	آسمانہا سجدہ کردند از شگفت
ہے جہاں پُر نور اُن کے نور سے	آسمانوں نے اُنہیں سجدے کئے
آفتاب حق بر آمد از حمل	زیر چادر رفت خورشید از خجل
نکلا حمل سے جو خورشید خدا	زیر چادر شرم سے سورج چھپا
ترہات چوں تو ابلیسے مرا	کے بگرداند ز خاک ایں سرا
تجھ سی شیطانہ کی یہ بیہودگی	خاک در سے پھیر سکتی ہے کہو
من بیادی نامدم ہمچوں سحاب	تا بگردی باز گردم زیں جناب
میں نہیں بادل ہوا کا جان لے	چھوڑ دوں اس در کو خوف گرد سے
عجل با آں نور شد قبلہ کرم	قبلہ بے آں نور شد کفر و صنم
بچھڑا اس کے نور سے قبلہ بنا	قبلہ بے اس نور کے مندر ہوا
ہست باختہ کز ہوا آمد ضلال	ہست باختہ کز خدا آمد کمال
جو ہو بدعت پر ہوس وہ ہے ضلال[1]	ہو خدا کی سمت سے تو ہے کمال
کفر ایماں گشت و دیو اسلام یافت	آں طرف کاں نور بے اندازہ تافت
دیو مسلم، کفر ایماں ہو گیا	نور جس جانب درخشاں ہو گیا
مظہر عشق است او محبوب حق	از ہمہ کروبیاں بردہ سبق
حق کا ہے محبوب مظہر عشق کا	جو فرشتوں پر ہے سبقت لے گیا
سجدہ آدم را بیان سبق اوست	سجدہ آرد مغز را پیوستہ پوست
سجدۂ آدم سے سبقت ہے عیاں	مغز کو ہے پوست ہی سجدہ کناں
شمع حق را پف کنی تو اے عجوز	ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پوز
شمع حق کو پھونک سے بڑھیا نہ مار	تو جلے گی اور ترا سر، بیوقار
کے شود دریا ز پوز سگ نجس	کے شود خورشید از پف منطمس
سگ سے ہوتا ہے نجس دریا نہیں	پھونک سے خورشید بجھ سکتا نہیں

[1] گمراہی۔

حکم بر ظاہر اگر ہم میکنی!   چیست ظاہر تو بگو زیں روشنی

حکم ظاہر پہ اگر ہے یہ ترا!   روشنی سے کیا ہے ظاہر یہ بتا

جملہ ظاہر ہا بہ پیش ایں ظہور   باشد اندر غایت نقص و قصور

اس ظہورِ پاک سے ظاہر تمام   ہیں قصور و نقص میں اے بے لگام

ہر کہ بر شمع خدا آرد پفو!   شمع کے میرد بسوزد پوز او

شمع حق کو پھونکتا ہے جو کوئی   شمع کب بجھتی ہے بجھتا ہے وہی

چوں تو خفاشاں بسے بینند خواب   کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب

دیکھتی ہے تجھ سی چمگادڑ یہ خواب   اب نہیں دنیا میں باقی آفتاب

موج ہائے تیز دریا ہائے روح   ہست صد چنداں کہ بد طوفانِ نوح

روح کے دریا کی موجیں جان لے   سو گنی ہیں نوحؑ کے طوفان سے

لیک اندر چشم کنعاں موے رست   نوح کشتی را بہشت و کوہ جست

بال لیکن چشم کنعاں[1] میں پڑا   نوح کو چھوڑا پہاڑوں پہ چڑھا

کوہ و کنعاں را فرو برد آں زماں   نیم موجے را بقعر امتحاں

کوہ اور کنعاں کو نیچے لے گئی   ایک آدھی موج کیوں خواری ملی

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند   ہر کسے بر خلقت خود مے تند

چاند چمکے اور سگ بھوں بھوں کرے   اپنی فطرت پہ ہیں سب مجبور سے

شبروان و ہمرہاں مہ بتگ   ترکِ فتن کے کنند از بیم سگ

چلنے والے رات کے ہمراہ ماہ   خوفِ سگ سے کیوں کرینگے ترکِ راہ

جو سوئے کل رواں مانند تیر   کے کند وقفے پئے ہر گندہ پیر

کُل کی جانب جو رہتا ہے رواں   کب ٹھہرتا ہے ترے کہنے سے ہاں

---

[1] حضرت نوح علیہ السلام کے گمراہ بیٹے کا نام۔

جان شرع و جان تقوی عارفست ‏ معرفت محصول زہد سالفست

جانِ تقویٰ عارفِ مقبول ہے ‏ معرفت تو زہد کا محصول ہے

زہد اندر کاشتن کوشیدنست ‏ معرفت آں کشت را روئیدنست

زہد کیا ہے، کھیت بونا برملا ‏ معرفت گویا ہے اگنا کھیت کا

پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد ‏ جان ایں کشتن نباتست و حصاد

کہہ جہاد و اعتقاد اس جسم کو ‏ جان کھیتی کا ٹنا ہے جان کو

امر معروف او و ہم معروف اوست ‏ کاشف اسرار و ہم مکشوف اوست

امر معروف اس کو کہہ معروف بھی ‏ کاشفِ اسرار بھی مکشوف بھی

شاہ امروزینہ و فردائے[1] ماست ‏ پوست بندہ مغز نغزش دانہ ماست

ہے وہی تو آج کا اور کل کا شاہ ‏ پوست بندہ، مغز ہے وہ خیر خواہ

چوں انا الحق گفت شیخ و پیش برد ‏ پس گلوی جملہ کوراں را فشرد

[2] شیخ انا الحق کہہ کے سبقت لیگئے ‏ اور دبائے سارے اندھوں کے گلے

چوں انائے بندہ شد لا از وجود ‏ پس چہ ماند ہیں بیندیش اے عنود

جب انانیت نہ بندے میں رہی ‏ کیا رہا باقی ذرا کر غور بھی

گر ترا چشمیست بکشا در نگر ‏ بعد لا آخر چہ مے ماند دگر

ہیں اگر آنکھیں تو اس پہ غور کر ‏ بعد لا باقی رہا کیا بے خبر

اے بریدہ آں لب و حلق و دہاں ‏ کہ کند تف سوئے ماہ آسماں

اس کے کٹ جائیں لب و حلق و دہاں ‏ جو کرے تھو کے سمت ماہِ آسماں

سوئے گردوں تف نیابد مسلکے ‏ تف برویش باز گردد بیشکے

تھوک پہنچے آسماں پہ کب بھلا ‏ منہ پہ آ پڑتا ہے تھوکا چرخ کا

[1] یعنی آج دنیا میں اور کل قیامت میں ۔

[2] شیخ منصور بن حلاج کی طرف اشارہ ہے ۔

تا قیامت لعنت بر دبار و زرب — ہمچو تبت بر روان بو لہب

لعنت اُس پر حشر تک برسا کرے — جیسے تبت[1] ہے برائے بو لہب

طبل و رایت ہست ملک شہریار — سگ کسے کہ خواندا و را طبل خوار

ہیں علم اور ڈھول بہر شہریار — وہ ہے سگ۔ ان کو کہے جو طبل خوار

آسمانہا بندۂ ماہ و یند — شرق و غرب چرخ نانخواہ و یند

آسماں ہیں بندگان بارگاہ — مشرق و مغرب ہیں اُن سے رزق خواہ

زانکہ لولاک ست بر توقیع او — جملہ در انعام و در توزیع او

کیونکہ ہے لولاک[2] اُنہی کا اک خطاب — ہیں سبھی اُن کے کرم سے فیض یاب

گر نبودے او نیابیدے فلک — گردش و نور و مکان جائے ملک

گر نہ ہوتے وہ، تو کیوں پاتے فلک — گردشِ و نور اور ایوانِ ملک

گر نبودے او نیابیدے بحار — ہیبت ماہی و دُرِّ شاہوار

گر نہ ہوتے وہ، تو کیوں پاتے بحار — مچھلیاں اور ایسے گوہر شاہوار

گر نبودے او نیابیدے زمین — اندرونہ گنج و بیروں یاسمین

گر نہ ہوتے وہ، نہ پاتی یہ زمیں — اپنے دل میں گنج۔ باہر یاسمیں

گر نبودے او نیابیدے جبال — زرو لعل و مومیائی بے سوال

گر نہ ہوتے وہ، نہ پاتے یہ جبال — لعل و زر اور مومیائی بے سوال

گر نبودے او نیابیدے جہاں — بے تقاضا رزقہائے بیکراں

گر نہ ہوتے وہ، تو کب پاتا جہاں — بے تقاضے کے یہ رزق بے کراں

رزقہا ہم رزق خواران و یند — میوہ با لب خشک باران و یند

رزق بھی سب ہیں انہیں کے رزق خوار — میووں کو اُس ابر کا ہے انتظار

[1] سورۂ تبت یدا ابی لہب کی طرف اشارہ ہے [2] یعنی لولاک لما خلقت الافلاک اگر تو نہ ہوتا، تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا [3] بحر کی جمع۔ سمندر۔

بیں کہ معکوس ست راہ ایں گرہ
صدقہ بخش خویش را صدقہ بدہ

دیکھو پیچیدہ ہے مذہب یہی بات
دینے والے کو ہے دی جاتی زکات

از فقیر ستت ہمہ زر و حریر
ہیں زکاتے دہ غنی را اے فقیر

زر فقیروں سے ملا ہے اور لباس
دے غنی کو تو زکوٰۃ اے حق شناس

چوں تو ننگے جفت آں مقبول روح
چوں عیال کافر اندر عقد نوح[1]

تجھ سے بیوی بے حیا وہ پاک روح
کافرہ سے جس طرح تھا عقد نوح

گر نبودی نسبت تو زیں سرا
پارہ پارہ کردمے ایں دم ترا

نسبت اس گھر سے نہ کچھ ہوتی اگر
ٹکڑے کر کے پھینک دیتا بے خطر

دادمے ایں نوح را از تو خلاص
تا مشرف گشتمے من در قصاص

دیتا ہیں اس نوح کو تجھ سے خلاص
اور حاصل کرتا اعزاز قصاص

لیک با خانہ شہنشاہ زمن
ایں چنیں گستاخیے ناید ز من

ہے مگر یہ گھر بڑے سلطان کا
ایسی گستاخی نہیں مجھ کو روا

رو دعا گو کہ سگ ایں موطنی
ورنہ ایں دم کردمے من کردنی

شکر کر کتیا ہے اس دربار کی
ورنہ جو کرنا تھا میں کرتا وہی

شیخ کے گھر سے مرید کا واپس ہونا

بعد ازاں پرسان شد او از ہر کسے
شیخ را مے جست از ہر سو بسے

بعد ازاں دریافت ہر اک سے کیا
جستجوئے شیخ میں تھا برملا

پس کسے گفتش کہ آں قطب دیار
رفت تا ہیزم کشد از کوہسار

دی کسی نے یہ خبر وہ نامدار
لکڑیاں لینے گئے ہیں کوہسار

[1] اب پھر اس عورت سے درویش کا خطاب شروع ہوتا ہے ۔

آں مرید ذوالفقار اندیش تفت ۔۔۔ در ہوائے شیخ سوئے بیشہ رفت

تیز غصہ میں مرید با صفا ۔۔۔ شیخ کی خواہش میں جنگل کو چلا

دیو مے آورد پیش ہوش مرد ۔۔۔ وسوسہ تا خفیہ گردد مہ ز گرد

ڈالتا تھا دل میں شیطان وسوسے ۔۔۔ تا چھپا دے چاند کو اس گرد سے

کایں چنیں زن را چرا آں شیخ دیں ۔۔۔ دارد اندر خانہ یار و ہمنشیں

سوچتا تھا۔ ایسی عورت شیخ دیں ۔۔۔ گھر میں کیوں رکھتے ہیں اپنی ہمنشیں

ضد را با ضد ایناس از کجا! ۔۔۔ با امام الناس نسناس از کجا

ضد کو ضد سے ربط کیونکر ہو گیا ۔۔۔ ساتھ میں نسناس[1] امام الناس کا

باز لاحول میگفت آتشیں ۔۔۔ کاعتراض من برو کفرست و کیں

پڑھ کے پھر لاحول کہتا با خدا ۔۔۔ کفر ہے یہ اعتراض ان پہ مرا

من کہ باشم با تعرفہائے حق ۔۔۔ کہ برآرد نفس من اشکال و دق

باوجود علم حق میں کون ہوں ۔۔۔ نفس ہے جو اعتراض ان پہ کروں

بار نفسش حملہ مے آورد زود ۔۔۔ زیں تعرض با دلش چوں کاہ دود

نفس پھر کرتا تھا حملہ جلد تر ۔۔۔ تھا پریشاں تعرض سے سر بسر

کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیل ۔۔۔ کہ بود با او بصحبت ہم مقیل

کیا تعلق دیو سے جبرئیل کو ۔۔۔ اس کی صحبت میں وہ کیوں مجبور ہو

کے تواند ساخت با آذر خلیل ۔۔۔ چوں تواند ساخت با رہزن دلیل

ساتھ آذر کے رہیں کیونکر خلیل ۔۔۔ رہبر اور رہزن میں ہو کیونکر سبیل

[1] ایک قسم کا حیوان جو نصف آدمی کی شکل کا ہوتا ہے۔ اور اس کے ایک ہاتھ۔ ایک پاؤں۔ ایک کان اور ایک آنکھ ہوتی ہے +

مرید کا شیخ کو شیر پر سوار دیکھنا

اندریں بود او کہ شیخ نامدار ۔ شد پدید از دور بر شیرے سوار
وہ اسی میں تھا کہ شیخ نامدار ۔ شیر پر اس کو نظر آئے سوار

شیر غراں ہیزمش را میکشید ۔ بر سر ہیزم نشستہ آں سعید
شیر اُن کی لکڑیاں تھا کھینچتا ۔ لکڑیوں پر تھے وہ بیٹھے باصفا

تازیانہ اش مار بود از شرف ۔ مار را بگرفت چوں خرزن بکف
اور کوڑا سانپ کا تھا ہاتھ میں ۔ سانپ گویا تازیانہ تھا انہیں

تو یقیں میداں کہ ہر شیخے کہ ہست ۔ ہم سواری میکند بر شیر مست
کر یقیں جتنے ہیں شیخ نامدار ۔ شیر پہ ہوتے ہیں وہ اکثر سوار

گرچہ آں محسوس و ایں محسوس نیست ۔ لیک آں بر چشم جاں ملبوس[1] نیست
یہ نہیں محسوس وہ محسوس ہے ۔ چشم جاں سے وہ کہاں ملبوس ہے

صد ہزاراں شیر زیر ران شاں ۔ پیش دیدہ غیب بیں ہیزم کشاں
زیر راں اُن کے ہیں لاکھوں شیر نر ۔ بار کش اعدا کو آتے ہیں نظر

لیک ایں یک را خدا محسوس کرد ۔ تا بہ بیند نیز او کہ نیست مرد
حق نے یہ اک واقعہ ظاہر کیا ۔ وہ بھی دیکھے جو نہیں مرد خدا

دیدش از دور و بخندید آں خدیو ۔ گفت آں را مشنو اے مفتون دیو
دیکھ کر اس کو ہنسے وہ متقی ۔ اور کہا باتیں نہ سُن تو نفس کی

از ضمیر او بدانست آں خلیل ۔ ہم ز نور دل بلی النعم الدلیل
شیخ نے اس کا ضمیر آخر پڑھا ۔ نور دل سے تھا جو بہتر رہنما

خواند بروے یک بیک آں ذوفنون ۔ آنچہ در رہ رفت بروے تاکنوں
پھر وہ ساری کھول دیں کیفیتیں ۔ اُس پہ جو گزری تھیں اب تک راہ میں

[1] ملبوس ، پوشیدہ ۔

بعد ازاں در مشکل انکار زن — برگشاد آں خوش سرائیدہ دہن

مشکل انکار عورت بعد ازاں — کی زبان خوش بیان سے یوں بیان

کاں تحمل از ہوائے نفس نیست — آں خیال نفس تست اینجا مایست

ہے نہ یہ برداشت جوش نفس سے — ہے تو نفسانی تخیل ہیں ترے

گر صبورم میکشیدے بار زن — کے کشیدے شیر نر بیگار من

بار عورت میں نہ گر یوں کھینچتا — شیر میری لکڑیاں کیوں کھینچتا

اشتران بختیم اندر سبق — مست و بیخود زیر محمل ہائے حق

جا چکے ہیں سب مرے ہوش و حواس — مست ہو کر محمل خالق کے پاس

من نیم در امر و فرمان نیم خام — تا بیندیشم من از تشنیع عام

میں نہیں احکام میں خالق کے خام — جو کروں اندیشۂ طعن عوام

عام ما و خاص ما فرمان دست — جان ما بر رو دواں جویاں دوست

ہیں اسی کا حکم اپنے خاص و عام — روح کو ہے جستجو اس کی مدام

دورم از تحسین و تشویق[1] ہمہ — فارغ از تکذیب و تصدیق ہمہ

دور ہوں تحسین اور تشویق سے — فارغ اس تکذیب اور تصدیق سے

فردی ما جفتی ما نہ از ہواست — جان ما چوں مہرہ در دست خداست

فردی و جفتی ہوس سے کچھ نہیں — ہے خدا کے ہاتھ میں جان حزیں

بار آں ابلہ کشیم و صد چو او — نے ز عشق رنگ و نے سودائے بو

بار اٹھاؤں ایسی سو عورات کا — رنگ و بو کا لیکن اس میں کام کیا

ایں قدر خود درس شاگرداں ماست — کر و فر ملحمہ ما تا کجاست

درس شاگردوں کا بس ہے اس قدر — اب رہا اس رزمگہ کا کر و فر

[1] شوق دلانا

تا کجا آنجا کہ جا را راہ نیست ۔ جز سنا برق مہ اللہ نیست
وہ وہاں تک ہے جہاں جا بھی نہیں ۔ روشنی اک تجلی وہاں ہے بالیقیں

از ہمہ او ہام و تصویرات دور ۔ نور نورٌ نور نورٌ نور نور
ور ہمہ سے اور تصور سے بھی دور ۔ نور مطلق نور یکسر نور ، نور

پھر تو من پست کردم گفتگو ۔ تا بسازی با رفیق زشت خو
پست ہے تیرے لئے یہ گفتگو ۔ تا نباہے ، ہو جو ساتھی زشت خو

تا کشی خندان و خوش بار حرج ۔ از پے الصبر مفتاح الفرج
تا کہ خوش ہو کر سہے ہر ایک بات ۔ صبر ہے یعنی کلید مشکلات

چوں بسازی با خسی این خساں ۔ گردی اندر نور سنتہا رساں
ان کمینوں سے نباہیگا اگر ۔ نور سنت تجھ میں ہوگا جلوہ گر

کانبیا رنج خساں بس دیدہ اند ۔ از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند
انبیا نے رنج دیکھے ہیں بہت ۔ سانپ ہو ان کے بھی لپٹے ہیں بہت

چوں مراد و حکم یزدان غفور ۔ بود در قدمت تجلی و ظہور
حسب منشائے خداوند غفور ۔ ہر قدم پہ تھا تجلی کا ظہور

بے ز ضدی ضد را نتواں نمود ۔ واں شہ بے مثل را ضدی نبود
ضد سے ہو سکتا ہے اک ضد کا یقیں ۔ اس شہ بے مثل کی ضد ہی نہیں

آیۂ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ[۱] کی حکمت

پس خلیفہ ساخت صاحب سینۂ ۔ تا بود شاہیش را آئینۂ
پس خلیفہ صاحب دل کو کیا ۔ جو بنے شاہی کا اس کی آئینہ

[۱] یعنی میں زمیں میں خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں ۔

پس صفائی بے حدودش داد او	وانکہ از ظلمت ضدش بنہاد او
پھر صفائی اُس کو بخشی اس قدر	ضد ظلمت جو کہ ہوئی سر بسر
دو علم افراخت اسپید و سیاہ	آں یکے آدمؑ دگر ابلیس راہ
دو علم تھے اک سفید اور اک سیاہ	ایک آدمؑ دوسرا ابلیس راہ
درمیان آں دو لشکر گاہ زفت	چالش و پیکار آنچہ رفت رفت
دو محاذ جنگ تھے بے درنگ	پھر جو ہوئی تھی، ہوئی آپس میں جنگ
ہمچنیں دور دوم ہابیل بود	ضد نور پاک او قابیل بود
دور ثانی دور تھا ہابیل کا	ضد انہیں کے نور کی قابیل تھا
ہمچنیں آں دو علم از عدل و جور	تا بنمرود آمد اندر دور دور
وہ علم عدل و ستم کے جھوم کر	تا بہ نمرود آئے پھر یک دگر
ضد ابراہیمؑ گشت و خصم او	واں دو لشکر کیں گذار و جنگجو !
ضد ابراہیمؑ ہو کر ذو عدو	پھر ہوئے یہ دونوں لشکر جنگجو
چوں درازی جنگ آمد ناخوشش	فیصل آں ہر دو آمد آتشش
طول جب اس جنگ کو ہونے لگا	آگ نے جھگڑا چکایا دونوں کا
پس حکم کرد آتشے را او نگر	تا شود حل مشکل آں دو نفر
پیچ اس نے آگ کو آخر کیا	تا کہ ہو دونوں کا آسان فیصلہ
دور دور و قرن قرن ایں فریق	تا بموسیٰؑ و بفرعون غریق
پھر صدی بعد صدی دونوں فریق	پہنچے تا موسیٰؑ و فرعون غریق
سالہا اندر میان شان حرب بود	چوں ز حد رفت و ملالت می فزود
ان میں برسوں تک رہی جنگ و جدال	اور جب حد سے بڑھا اس کا عمل
آب دریا را حکم ساز ید حق	تا کہ ماند کہ برد زیں دو سبق
تو حکم پانی کو خالق نے کیا	تا کہ غالب ایک پہ ہو دوسرا

تاکہ فرعون را بآں فرعونیاں — آبِ دریا غرق شان کرد آں زماں

پھر وہ فرعون اور فرعونی تمام — غرق دریا ہو گئے سب بلا کلام

ہمچنیں تا دورِ عہدِ مصطفےٰ — با ابوجہل آں سپہدارِ جفا

آ گیا آخر کو دورِ مصطفےٰ — تھا ابوجہل اُن کا دشمن پرجفا

ہم نگر سازید از بہرِ ثمود — صیحہ کہ جان شان را در ربود

تھا ثمودیوں پہ قہرِ دردناک — ہو گئے اک چیخ سے وہ سب ہلاک

ہم نگر سازید بہرِ قومِ عاد — زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد

تھی عذاب آلود قومِ عاد بھی — جان لیوا اک ہوائے تیز تھی

ہم نگر سازید بر قاروں زکیں — تا فرو بردش چو اژدر با زمیں

قہر قاروں پہ یہ تھا از راہِ کیں — مثلِ اژدر کھا گئی اُس کو زمیں

تا حلیمیِ زمیں شد جملہ قہر — برد قاروں را و گنجش را بقعر

قہر تھی آخر حلیمی خاک کی — گنج قاروں بھی دھنسا، قاروں بھی

لقمۂ را کہ ستونِ ایں تنست — دفعِ تیغِ جوعِ ناں چوں جوشن ست

ہے ستونِ تن جو لقمہ اے پسر — بھوک کی تلوار کو جو ہے سپر

چونکہ حق قہری نہد در نانِ تو — چوں خناق آں ناں بگیرد در گلو

قہر اگر اس پہ خدا نازل کرے — حلق میں مثلِ خناق اٹکے ترے

ایں لباسے کہ ز سرما شد مجیر — حق دہد او را مزاجِ زمہریر

وہ اگر چاہے تو سردی کا لباس — سرد مثلِ برف ہو جائے حق شناس

تا شود بر تن ترا جبہ شگرف — برد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف

گرم اور آرام دہ جبہ ترا — برف کی مانند ہو ٹھنڈا ترا

تا گریزی از وشق ہم از حریر — زو پناہ آری بسوئے زمہریر

چھوڑ دے تو پوستیں گو اور حریر — اور لے آ لیکے پناہ زمہریر

تو دو قلہ نیستی یک قلہٗ ۔۔۔ غافل از قصّہ عذابِ ظلّہٗ

دو کہاں ہیں ایک ہی ہے تیرا سر ۔۔۔ قصّۂ ظلّہ سے ہے کیا بے خبر

امرِ حق آمد بشہرستان و دہ ۔۔۔ خانہ و دیوار را سایہ مدہ

شہر کے دیوار و در کو حکم تھا ۔۔۔ شہریوں کو دو نہ سایہ کم ذرا

مانعِ باراں مباش و آفتاب ۔۔۔ تا بداں مرسل شدند امت شتاب

دھوپ اور مینہ سے نہ دو ان کو اماں ۔۔۔ آئے وہ سب سوئے پیغمبر دواں

کہ بمردیم از غلب اے مہتر اماں ۔۔۔ باقیش از دفتر تفسیر خواں

اب ہلاک اس قہر سے ہم ہو گئے ۔۔۔ پڑھ ہے باقی داستاں تفسیر سے

چوں عصا را مار کرد آں چست دست ۔۔۔ گر ترا عقلیست یک نکتہ بس است

سانپ کیوں کر کر دیا اس نے عصا ۔۔۔ عقل ہو تو ہے یہی نکتہ بڑا

سنگ بر تسبیح آمد بشتاب ۔۔۔ از میانِ اصبعین زاں آفتاب

سنگریزے ذکرِ حق کرنے لگے ۔۔۔ ہاتھ میں شاہنشہِ لولاک کے

منکراں دیدہ فرو ناورد سر ۔۔۔ دشمنی او کور کردش از نظر

دیکھ کر منکر جھکاتے تھے نہ سر ۔۔۔ دشمنی سے کور تھی اُن کی نظر

تو نظر داری و لے امعانش نیست ۔۔۔ چشمۂ افسردہ ست و گرد آلیست

ہے نظر تجھ میں مگر گہری نہیں ۔۔۔ چشمۂ گرد آلود ہے اے تنگ بیں

زیں ہمے گوید نگارندہ فکر ۔۔۔ کہ بکن اے بندہ امعانِ نظر

اس لئے کہتا ہے خلّاقِ نظر ۔۔۔ اے مرے بندے سمجھ اور غور کر

۱؎ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۔ "پس قوم نے شعیبؑ کو جھٹلایا ۔ پس ظلّہ کے روز عذاب نے اُن کو پکڑ لیا" یعنی ایک سائبان کی صورت میں ان کے سروں پہ نمودار ہوا اور وہ سب حبس اور گرمی سے ہلاک ہو گئے ۔

آں فسیگو یہ کہ آہن کوب سرد	لیک نے پولاد بر داؤد گرد
سب کہا ہے کوٹ لوہا سرد تو	جا سوئے داؤد ہے فولاد گر
تن بمردت سوئے اسرافیل داں	دل فسردت رو بخورشید جہاں
تن ہے مردہ، سوئے اسرافیلؑ جا	دل فسردہ ہو تو سورج سے مل آ
در خیال از بسکہ گشتی مکتسی	نک بسوفسطائی[1] بد ظن رسی
ہو گئے تو اپنے خیالوں سے اداس	پہنچا سوفسطائی بدظن کے پاس
او خود از لب خرد معزول بود	شد ز حس معزول و محروم از وجود
وہ تو خود ہی عقل سے معزول ہے	بے وجود حس ہے اور مجہول ہے
گر ز خود ز لب خود معزول گشت	از وجود حس خود مفصول گشت
جب ہوا وہ عقل سے اپنی جدا	اس کو حس سے بھی جدا ہونا پڑا
ہین سخن خا نوبت لب خائیست	گر بگوئی خلق را رسوائیست
نوبت افسوس ہے بیہودہ گو	اب اگر بولے تو پھر رسوائی ہو
چیست امعان چشم را کردن رواں[2]	چوں ز تن جان رست گویندش رواں
کیا ہے امعان! آنکھ غور کرنا رواں	تن سے چھٹ کر روح ہوتی ہے رواں
آں حکیمے کہ جاں از بند تن	باز رست و شد رواں اندر چمن
ایک وہ جو روح تن سے چھوٹ کر	باغ جنت میں رواں ہوا سے پھر
یا رواں شد خود بسوئے ہاویہ	ہمچو موش از زاویہ در زاویہ
ایک وہ جو سوئے دوزخ ہو چلا	جیسے اس بل سے ہو اس بل میں چلا
دو لقب را او بریں ہر دو نہاد	بہر فرق اے آفریں جانش باد
دو لقب جس نے ہیں دونوں کو دئے	فرق کرنے کے لئے۔ شاباش اسے

[1] وہ طبقہ جو دنیا کو خیال محض سمجھتا ہے ۔

[2] پہلے مصرع میں رواں کے معنی تیز اور دوسرے میں روح ہیں ۔

نجاتِ مومنین میں حضرت ہودؑ کا معجزہ

در بیان آنکہ بر فرماں رود — گر گلے را خار خواہد آں شود

ہے بیاں جو حکم کا پابند ہو — خار چاہے تو بنا دے پھول کو

ہودؑ گرد مومناں خطے کشید — تا ز باد آں قوم او دیگے ندید

ہودؑ نے خط کھینچا گرد مومناں — حاصل ان سب کو ہوا ہے تھی اماں

باد طوفاں بود و کشتی عصمتی — ہست ازیں طوفانؑ ایں کشتی بسا

تھی ہوا طوفان اور کشتی امید — کشتی اور طوفان ہیں ایسے مزید

مومناں از دست باد ضائرہ — جملہ بنشستند اندر دائرہ

تھے جو مومن۔ وہ ہوا کے خوف سے — دائرے میں آگئے اور بیٹھے رہے

باد طوفاں بود و کشتی لطف ہو — بس چنیں طوفاں و کشتی دارد او

لطفِ حق کشتی ہوا طوفان نشان — ایسے ہیں طوفاں بہت اور کشتیاں

پادشاہی را خدا کشتی کند — تا بحرص خویش بر صفہا زند

بادشہ کو جب خدا کشتی بنائے — ملک کی خواہش میں وہ لشکر دوڑائے

قصد شاہ آں نے کہ خلق ایمن شوند — قصدش آنکہ ملک گردد بیگزند

ہے سکون خلق کب مقصود شاہ — قصد یہ ہے ملک کچھ پائے پناہ

آں خراسی میدود قصدش خلاص — تا بیابد از خشب یکدم مناص

دوڑتا ہے خر کہ مل جائے نجات — لکڑیوں کی ضرب سے پائے نجات

قصد او آں نے کہ آبی بر کشد — یا کہ کنجد را بداں روغن کند

قصد اس کا کب ہے پانی کھینچنا — یا تلوں سے تیل کو کرنا جدا

گاو بشتابد ز بیم زخم سخت — نے برائے بردن گردوں و رخت

دوڑتا ہے بیل ڈر سے چوٹ کے — اور نہ گاڑی کھینچنے کے واسطے

لیک حق دادش چنیں خوف و وجع — تا مصالح حاصل آید در تبع

حق نے خوف و درد کی بخشی صفت — تھی اطاعت جو قرین مصلحت

ہمچنیں ہر کاسبی اندر دکاں — بہر خود کوشد نہ اصلاح جہاں

صرف اپنے ہی لئے ہے سعی عام — ان کو اصلاح جہاں سے کیا ہے کام

ہر یکے بر درد جوید مرہمے — در تبع قائم شدہ زاں عالمے

سب ہیں اپنے درد پر مرہم نہاں — بہتری سے ہے یونہی قائم جہاں

حق ستون ایں جہاں از ترس ساخت — ہر یکے از ترس جاں در کار تاخت

خوف پر رکھی ہے بنیاد جہاں — خوف جاں سے کام میں سب ہیں یہاں

حمد ایزد را کہ ترسے ایں چنیں! — کرد او معمار و اصلاح زمیں

شکر خالق ڈر کو جس نے بے تعب — کر دیا اصلاح عالم کا سبب

ایں ہمہ ترسندہ اند از نیک و بد — ہیچ ترسندہ نترسد از خود

نیک و بد سے سب کو ڈر ہے بالیقیں — کوئی اپنی ذات سے ڈرتا نہیں

پس حقیقت بر ہمہ حاکم کسے ست — کو قریب ست او اگر محسوس نیست

پس حقیقت میں وہ حاکم ہے عجیب — جو نہیں محسوس لیکن ہے قریب

ہست او اندر کمیں اے بوالہوس — تا نگردی فارغ از خشم عسس

وہ ہے تیری گھات میں آٹھوں پہر — رات کو تو ہو نہ جائے بے خبر

ہست او محسوس اندر مکمنے — لیک محسوس حس ایں خانہ نے

وہ ہے محسوس اور پردے میں نہاں — حس میں اس گھر کی نہیں لیکن عیاں

آں حسی کہ حق بداں حس مظہر ست — نیست حس ایں جہاں آں دیگر ست

ہے وہ حس جس سے نمایاں بالیقیں — اور ہے وہ اس جہاں کی حس نہیں

حس حیوان گر بدیدے آں صور — بایزید وقت بودے گاو و خر

حس حیواں دیکھتی اس کو اگر — بایزید وقت ہوتے گاو و خر

آنکہ تن را مظہر ہر روح کرد — وانکہ کشتی را براق نوح کرد

جس نے تن کو روح کا مظہر کیا — اور براق نوح کشتی دی بنا

گر بخواہد عین کشتی را بجو — او کند طوفان تو اے نورجو

وہ اگر چاہے تو کشتی کو کرے — عین طوفان نہر میں تیرے لئے

ہر دمت طوفان و کشتی اے مقل — با غم و شادیت کرد او متصل

ہر گھڑی طوفان و کشتی اے مقل — ہیں غم و شادی میں تجھ سے متصل

گر نہ بینی کشتی و دریا بپیش — لرزہا بین در ہمہ اجزائے خویش

کشتی و دریا نہ دیکھے تو اگر — لرزش اعضا پہ اپنی غور کر

چون نبیند اصل ترسش را عیون — ترس دارد از خیال گونہ گون!

جب نمود خوف اصلی ہو محال — خوف کا باعث ہوں گونا گوں خیال

مشت بر اعمی زند یک جلف مست — کور پندارد لگدزن اشترست

گھونسہ اک اندھے کو مارے بدصفات — اندھا سمجھے مار دی اشتر نے لات

زانکہ آن دم بانگ اشتر مے شنید — کور را آئینہ گوش آمد نہ دید

کیونکہ وہ اشتر کی سنتا تھا صدا — آنکھ کیا، ہیں کان اس کے آئینا

باز گوید کور نے این سنگ بود — یا مگر از قبۂ پرطنگ بود

پھر کہے اندھا نہیں یہ سنگ تھا — یا وہاں قبۂ پرطنگ[۱] تھا

این نبود و آن نبود و آن نبود — آنکہ او ترس آفرید اینہا نبود

یہ نہ اشتر اور نہ سنگ و در ازتھا — تھا کرشمہ خوف کے خلاق کا

ترس و لرزہ باشد از غیرے یقین — ہیچ کس از خود نترسد اے حزین

خوف و لرزہ غیر سے ہے بالیقین — کوئی اپنے سے مگر ڈرتا نہیں

[۱] پرطنگ کے معنی بعض شارحین نے آواز لکھے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرطنگ کوئی خاص مقام ہے طلسمی رباط رز دیہاں یقیناً کسی ایسے ہی مقام سے کنایہ کیا گیا ہے

آں حکیمک وہم خواند ترس را ۔۔۔ فہم کژ کردہ است او ایں درس را

گو حکیم اس خوف کو کہتا ہے وہم ۔۔۔ تو غلط سمجھی ہوئی ہے اُس کی فہم

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بود ۔۔۔ ہیچ قلبے بے صحیحے کے رود

بے حقیقت وہم کیونکر ہو سکے ۔۔۔ بے کھرے کے کس طرح کھوٹا چلے

کے دروغے قیمت آورد بے ز راست ۔۔۔ در دو عالم ہر دروغ از راست خاست

جھوٹ بے سچ کے ہو کیونکر روشنا ۔۔۔ جھوٹ سچائی سے ہے پیدا ہوا

راست را دید او رواجے و فروغ ۔۔۔ بر امید آں رواں کرد او دروغ

سچ کی ترویج و ترقی دیکھ کر ۔۔۔ جھوٹ چل نکلا اسی امید پر

آں دروغے کز صدقت ایں نواست ۔۔۔ شکر نعمت کن مکن انکار راست

صدق سے جب جھوٹ ہے سرشار [illegible] ۔۔۔ شکر نعمت کر، نہ کر انکار صدق

از مفلسف گویم و سودائے او ۔۔۔ یا ز کشتیہا و دریائے او

فلسفی اور اس کے سودا سے کہوں ۔۔۔ کشتیوں اور اس کے دریا سے کہوں

بل ز کشتیہاش کاں بند و بست ۔۔۔ گویم از کل جزو در کل داخلست

کشتیوں کو میں بتاؤں اُس کی ٹھیک ۔۔۔ کل کی باتیں، جزو ہے کل میں شریک

ہر ولی را نوح و کشتیباں شناس ۔۔۔ صحبت ایں خلق را طوفاں شناس

ہر ولی کو نوح کشتی باں سمجھ ۔۔۔ صحبت مخلوق کو طوفان سمجھ

کم گریز از شیر و اژدرہائے نر ۔۔۔ ز آشنایان و ز خویشاں کن حذر

اژدہوں اور شیر سے اتنا نہ ڈر ۔۔۔ اپنوں سے اور دوستوں سے کر حذر

در تلاقی روزگارت مے برند ۔۔۔ یادہاشاں روزگارت مے چرند

ان کا ملنا ہے ہلاکت وقت کی ۔۔۔ ان کی یادیں عمر کھوتی ہیں تری

چوں خر تشنہ خیال ہر کسے ۔۔۔ از قف تن فکر را شربت کشے

بے خیال اُن کا پیس اک پیاسا گدھا ۔۔۔ تازگی کو فکر کی ہے چوستا!

نشف کردستت خیالاں کم ز شات ۔ شبنمے کو داری از نہر الحیات

جذب کرتا ہے خیال اُن کا بسر ۔ زندگی کی تازہ شبنم سر بسر

پس نشان نشف آب اندر غصون ۔ آں بود کہ مے نجنبد در رکون

جذب جب ہوتا ہے پانی شاخ کا ۔ شاخ جھک پڑتی ہے اکثر برملا

عضو ہر شاخے تر و تازہ بود ۔ مے کشی ہر سو کشیدہ میشود

جب رگیں ہوتی ہیں تازہ شاخ کی ۔ جس طرف کھینچو اُدھر کھنچ جائیگی

گر سبد خواہی توانی کردنش ۔ ہم توانی کرد چنبر گردنش

اب اگر چاہے اُسے ڈلیا بنا: ۔ چاہے کرے گول اُس کو اے فتا

چوں شد آں ناشف ز نشف بیخ خود ۔ نامد آں سوئی کہ امرش میکشد

جذب کی جب تو نہیں جاتی رہیں: ۔ اب جدھر کھینچو اُدھر کھنچتی نہیں

پس بخواں قاموا کسالیٰ از نبی ۔ چوں نیابد شاخ از بیخش طبی

پس تو پڑھ قاموا کسالیٰ اے اخی ۔ شاخ جب جڑ سے نہ پائے تازگی

آتشین ست ایں سخن کوتہ کنم ۔ بر فقیر و گنج و احوالش زنم

گرم یہ باتیں ہیں ان کو چھوڑ دوں ۔ گنج اور درویش کا قصہ کہوں

آتشے دیدی کہ سوزد او نہال ۔ آتش جاں بیں کزو سوزد خیال

آگ دیکھی جس سے جلتے ہیں نہال ۔ آتش جاں دیکھ جو پھونکے خیال

ز آتش عشقست کزاں جان و دل ۔ لیک با انوار زد و آں جان و دل

سوز جان و دل ہے آتش عشق کی ۔ ہے اسی سے جان و دل میں روشنی

سلہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالیٰ۔ یعنی منافقین جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی الکساہٹ کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں +

نے خیال و نے حقیقت را اماں
زانچنیں آتش کہ شعلہ زد ز جاں

دے نہ تخیل و حقیقت کو اماں
روح سے جو آگ ہو شعلہ فشاں

خصم ہر شیر آمد و ہر روبہ او
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ

شیر ہو یا لومڑی سب کچھ چلے
فانی ہے ہر شے بجز اس ذات کے

در وجوہ وجہ او رو خرج شو
چوں الف در بسم در رو درج شو

رنگ و صورت میں اُسی کی ڈوب جا
بسم میں مثلِ الف ہو جا فنا

آں الف در بسم پنہاں کردہ ایست
ہست اندر بسم و اندر بسم نیست

بسم میں پنہاں الف ہے بالیقیں
بسم میں موجود ہے بھی اور نہیں

ہمچنیں جملہ حروف گشتہ مات
وقت حذف حرف از بہر صلات

حذف جتنے حرف اس وجہ سے ہوئے
حذف تھا یہ وصل ہی کے واسطے

او صلہ است[1] بے و سین زو وصل یافت
وصل بے و سین الف را بر نتافت

وہ صلہ ہے ۔ اور وصل بے و سین
تھی الف کی اس میں گنجائش نہیں

چونکہ حرفے بر نتابد ایں وصال
واجب آمد کہ کنم کوتہ مقال

جب نہیں اک حرف کو تابِ وصال
لازم آیا مختصر کردوں مقال

چوں یکے حرفے فراق سین و بیست
خامشی اینجا مہم تر واجبی است

حرف اک ہے وجہ ہجر سین و بے
ہے خموشی ہی یہاں لازم مجھے

چوں الف از خود فنا شد مکتنف
بے و سین بے او ہمی گویند الف

جب الف نے کر دیا خود کو فنا
بے و سین ہے اُس کے دیتے ہی صدا

ما رمیت اذ رمیت از وے بیست
ہمچنیں قال اللہ از صمتش بجست

ما رمیت اذ رمیت ہے یہی
ضمن میں ہے اس کے قال اللہ بھی

[1] یعنی بسم اللہ دراصل میں باسم اللہ تھا۔ الف ایسا وصل ہوا کہ نہ پڑھا جاتا ہے نہ لکھا جاتا ہے۔

تا بود دارو ندارد او عمل
ہے دوا جب تک نہیں اس میں عمل
چونکہ فانی شد کند دفع علل
صرف ہو جائے تو ہو دفع خلل

گر شود بیشہ قلم دریا مدید
گر سیاہی بحر ہو، اجنگل قلم
مثنوی را نیست پایانے پدید
ہو نہ پایاں مثنوی کا بیش و کم

چار چوب خشت زن تا خاک ہست
خاک جب تک ہے عناصر میں ملی
میدہد تقطیع شعرش نیز دست
شعر کی تقطیع کرتی ہے وہی

چوں نماند بیشہا سر در کشند
ہوں اگر جنگل عدم میں مستتر
بیشہا از عین دریا سر کشند
عین دریا سے ہوں جنگل جلوہ گر

چوں نماند خاک و بودش جف کند
عنصروں میں خشک اگر ہو جائے خاک
خاک سازد بحر او چوں کف کند
جھاگ دریا کے جنیں ہمتائے خاک

بہر ایں گفت آں خداوند فرج
اس لئے ہے قول شاہ دادو دیں
حدثوا عن بحرنا اذ لاحرج
ایسے دریا میں ذرا تنگی نہیں

باز گرد از بحر و رو در خشک نہ
لوٹ اب دریا سے پھر خشکی میں آ
ہم ز لعبت گو کہ کودک راست بہ
کھیل ہی بچے سمجھتے ہیں بھلا

تا ز لعبت اندک اندک در صبا
رفتہ رفتہ کھیل بچپن کے یہی
جانش گردد با یم عقل آشنا
روح کو بخشیں گے دولت عقل کی

عقل از آں بازی ہمے یابد صبی
عقل بچے کھیل سے ہیں سیکھتے
گرچہ با عقلست در ظاہر ابی
گو بظاہر ہیں وہ منکر عقل کے

کودک دیوانہ بازی کے کند
عقل دیوانہ کہاں بازی کرے
جزو باید تا کہ کل رائے کند
چاہیے جزو۔ تا پتہ کل کا ملے

خزانہ طلب کرنے والا فقیر

نک خیال آں فقیرم بے ریا — عاجز آورد از بیا و از بیا
ہے مجھے فکر فقیر بے نوا — جو صدائیں دیتے دیتے تھک گیا

بانگ او تو نشنوی من بشنوم — زانکہ در اسرار ہمراز ویم
میں صدا سنتا ہوں تو سنتا نہیں — اُس کا میں ہمراز ہوں اب بالیقیں

طالب گنجش مبیں خود گنج اوست — دوست کے باشد بمعنی غیر دوست
گنج خود ہے گنج کا طالب ہو گیا — آشنا معنا نہیں نا آشنا

سجدہ خود را میکند ہر لحظہ او — سجدہ پیش آئینہ است از بہر رو
سجدہ کرتا ہے وہ خود کو ہو بہو — سجدہ پیش آئنہ ہے بہر رُو

ریدیے ز آئینہ او یک پشیز — بے خیال و نماندے ہیچ چیز
آئینے کا کچھ بھی کھل جاتا جو حال — پھر کسی شے کا نہ رہتا کچھ خیال

ہم خیالاتش ہم او فانی شدے — دانشش او محو نادانی شدے
وہ بھی فانی ہوتی اُس کی فکر بھی — عقل ہوتی محو نادانی ابھی

دانشے دیگر ز نادانی ما — سر برآوردے عیاں کا فی انا
ہوتی نادانی سے دانائی عیاں — اور کہتی میں ہوں دانش بیکساں

اسجدوا لآدم ندا آمدے — کار مید از خویش و بینیدش دے
سجدہ آدم کو کرو۔ آئی ندا — چھوڑ دو طاعت اور اسے دیکھو ذرا

احولی از چشم ایشاں دور کرد — تا زمیں شد عین چرخ لاجورد
پردے آنکھوں سے اٹھے جب بالیقیں — آسمان لاجوردی تھی زمیں

لا الہ گفت و الا اللہ گفت — گشت لا الا اللہ وحدت شگفت
لا الہ کہہ کے الا اللہ کہا — ناز لا الا اللہ میں وحدت کا تھا

آں حبیب و آں خلیل بارشد	وقت آں آمد گوشش ماکشد
وہ حبیب اور وہ خلیل باصفا	ہے پکڑ کر کان ہم کو کھینچتا
سوئے چشمہ کہ دہان زیں ہا بشوی	زانچہ پوشیدیم از خلقان مگو
جانب چشمہ کہ دھوئے منہ یہاں	کر نہ میرے راز خلقت پہ عیاں
ور بگوئی خود نگردد آشکار	تو بقصد کشف گردی جرم دار
گر کہیگا تو نہ ہوں گے آشکار	کھولنے کا ہوگا تو تقصیر دار
لیک من اینک پریشاں میتنم	قائل ایں سامع ایں نک منم
ہوں پریشاں ابھی باتیں کیا کروں	کہہ رہا ہوں خود بھی سنتا خود ہی ہوں
صورت درویش و نقش گنج کو	رنج کیشند ایں گروہ از رنج کو
صورت درویش کیا اور گنج کیا	ہے یہ طبقہ رنج کیش اور رنج کیا
چشمۂ راحت پریشاں شد حرام	میخورند از زہر قاتل جام جام
راحت و آرام ہے ان پہ حرام	زہر قاتل کے پیا کرتے ہیں جام
خاکہا پر کردہ دامن می کشد	تا کنند ایں چشمہا را خشک بند
خاک سے بھرتے ہیں دامن ہولا	تا کریں راحت کے چشموں کو سکھا
کے شود ایں چشمۂ دریا مدد	منطمس زیں مشت خاک نیک و بد
چشمۂ دریا مدد کیوں کر بھرے	نیک و بد کی ایک مشتی خاک سے
لیک گوید با شما من بستہ ام	بے شما من تا ابد پیوستہ ام
کہہ رہا ہے تم سے وابستہ ہوں میں	تا ابد تنہا بھی پیوستہ ہوں میں
قوم معکوس اند اندر مشتہا	خاک خوار و آب را کردہ رہا
خواہشیں لوگوں کی الٹی ہیں پسر	خاک کو کھاتے ہیں پانی چھوڑ کر
ضد طبع انبیا دارند خلق	اژدہا را متکا دارند خلق
ہے طبیعت ان کی ضد انبیاء	ان کی تکیہ کی جگہ ہے اژدہا

چشم بند خلق چوں دانستۂ — ہیچ دانی کز چہ دیدہ بستۂ
اس نظر بندی سے واقف ہے اگر — جانتا ہے کس سے پھیری ہے نظر

ہر چہ بگشادی بدل آں دیدہا — یک بیک بجس البدائع آں جرا
اور کس پر آنکھ ہے کھولے ہوئے — ناگہاں پائے گا تو بدلے ہوئے

لیک خورشید عنایت تافتہ است — آئساں را از کرم دریافتہ ست
ہے مگر خورشید رحمت ضوفشاں — ناامیدوں پر کرم سے مہرباں

نرد بس نادر ز رحمت باختہ — عین کفراں را انابت ساختہ
کھیل ہیں رحمت نے کھیلے ہیں عجیب — یعنی عین کفر ہے توبہ نصیب

ہم ازیں بدبختی خلق آں جواد — منفجر کردہ دو صد چشمہ وداد
پھر اسی بدبخت خلقت کے لئے — دوستی کے چشمے جاری کردئے

غنچہ را از خار سرمایہ دہد — مہرہ را از مار پیرایہ دہد
خار سے غنچے کا سرمایہ بھرا — سانپ سے مہرے کو پیرایہ دیا

از سواد شب بروں آرد نہار — وز کف معسر برویاند یسار
رات سے دن کی نکالے روشنی — تنگدستی کو فراخی دے وہی

آرد سازد ریگ را بہر خلیل — کوہ با داؤد[1] سازد ہم رسیل
کردے آٹا ریت کو بہر خلیل — ہم لب داؤد[1] ہو کوہ جلیل

کوہ با وحشت دراں ابر ظلم — بر کشاید بانگ چنگ زیر و بم
باوجود وحشت و ظلمت بہم — کوہ میں بجتا تھا ساز زیر و بم

[1] معمول تھا کہ جب حضرت داؤد[1] نغمہ زبور سے ترنم فرماتے تھے۔ تو تمام چرند پرند وحشت و رمیدگی چھوڑ کر انہیں گھیر لیتے تھے۔ اور خاموشی کے ساتھ اُنکی آواز سنا کرتے تھے۔ نیز کوہ جلیل سے بھی وہی آواز نکلتی تھی اور سننے والے آہ و فغاں میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

خیز از داؤدؔ از خلقاں نفیر	ترک آں کردی عوض زما بگیر
مست تھے داؤد؂ خلقت نالہ زن	ترک کر راحت عوض لے بے سخن

خزانہ طلب کرنے والے کی توبہ

گفت آں درویش کاے دانائے راز	از پے ایں گنج کردم یاوہ تاز
بولا وہ درویش اے ربِّ عقول	کی خزانے کے لئے کوشش فضول
دیو حرص و آز و مستعجلگی	نے تامل جست و نے آہستگی
تھی یہ سب جلدی ہوا و حرص کی	تھا تامل ہی نہ تھی آہستگی
من ز دیگے لقمۂ ناں دوختم	کف سیہ کردم دہاں را سوختم
دیگ سے لقمہ نہ اک مجھ کو ملا	ہاتھ کالے ہو گئے۔ منہ جل گیا
خود نگفتم چوں دریں ناموقنم	زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم
بے یقیں تھا میں، نہ کیوں میں نے کہا	خود گرہ زن یہ گرہ سلجھائیگا
قول حق را ہم زحق تفسیر جو	ہین مگو ژاژ از گماں اے یاوہ گو
حق سے لے تفسیر، قول حق جو ہو	چل نہ تو اپنے گماں پہ یاوہ گو
آں گرہ کو زد ہم او بگشایدش	مہرہ کو انداخت او بربایدش
دی گرہ جس نے وہی سلجھائیگا	جس نے مہرہ ڈالا۔ بازی پائیگا
گرچہ آسانت نمود آنساں سخن	کے بود آساں رموز من لدن[1]
تو نے گو سمجھا تھا آساں یہ سخن	کب ہے لیکن سہل رمزِ من لدن
گفت یارب توبہ کردم زیں شتاب	چوں تو دربستی تو کن ہم فتحِ باب
بولا یارب توبہ اس تعجیل سے	بند در تو نے کئے، خود کھولئے

[1] یعنی علمِ لدنی۔ خدا کا علم۔

بر سرِ حرفہ شدم بارِ دگر ! — در دعا کردن بدم ہم بے خبر
پھر کششیں بھی میں نے کیں بارِ دگر — تھا دعا کرنے میں بھی، میں بے خبر

کو ہنر کو من کجا دل مستوی — این ہمہ از عکس تست اے شہم توی
میں کہاں، کیسا ہنر، کیا جستجو — سب یہ تیرے عکس میں ہے تو ہی تو

ہر شبے تدبیر و فرہنگم بخواب — ہمچو کشتی غرقہ میگردم در آب
رات دن ہوں کوششوں کے خواب میں — مثل کشتی غرق ہوں میں آب میں

خود نہ من میمانم و نے آں ہنر — تن چو مرداری فتادہ بے خبر
میں ہی رہتا ہوں، نہ وہ میرا ہنر — تن پڑا رہتا ہے مردہ بے خبر

تا سحر جملہ شب آں شاہ علا — خود ہمیگوید الست و خود بلا
صبح تک شب بھر شہ ارض و سما — خود ہی کہتا ہے الست اور خود بلیٰ

کو بلی گو جملہ را سیلاب برد — یا نہنگے کرد کل را خرد مرد
کہنے والے سب بلی کے بہہ گئے — کل نگر[1] کے منہ میں جا کے رہ گئے

صبح دم چوں تیغ گوہر بار خود — از نیام ظلمت خود بر کشد
صبح دم جب تیغ کو وہ کھینچ لے — ظلمت اور تاریکیوں کے میان سے

آفتاب شرق شب را طے کند — آں نہنگاں خوردہا را قے کند
آفتاب صبح شب کو طے کرے — وہ نگر کھایا ہوا سب قے کرے

رستہ چوں یونس ؑ ز جوف آں نہنگ — منتشر گردیم اندر بو و رنگ
جب نہ یونس ؑ کو رہا خوف نہنگ — ہو گیا پھر انتشار بو و رنگ

خلق چوں یونس مسبح آمدند — کاندریں ظلمات پر راحت شدند
مثل یونس ؑ خلق تھی تسبیح خواں — تھی بڑی ظلمت میں راحت سے نہاں

[1] نگر مچھ +

ہر کسے گوید بہنگام سحر ۔۔۔ چوں ز بطنِ حوتِ شب آید بدر

ہر کوئی وقتِ سحر گاہی کہے ۔۔۔ جب وہ چھوٹے حوتِ شب کے بطن سے

کاے کریمے کاندراں لیلِ وحش ۔۔۔ گنج رحمت بنہی و چندیں چشش

اے کریم اس رات میں وحشی جو تھی ۔۔۔ رحمتیں کیں تو نے مستی سے بھری

چشم تیز و گوش بازو تن سبک ۔۔۔ از شبے ہمچوں نہنگ ذو الحبک

تیز آنکھیں تن سبک اور صاف کان ۔۔۔ دی نہنگِ شب سے ہم کو یوں امان

از مقاماتِ وحش روزیں سپس ۔۔۔ ہیچ نگریزیم ما با چوں تو کس

اب تو وحشت کی جگہ ہو گیسی ہی ۔۔۔ چھوڑ کر تجھ کو نہ بھاگیں گے کبھی

موسے آں را نارہ دید و نور بود ۔۔۔ زنگیے دیدیم شب را حور بود

نار موسے ؑ جس کو سمجھے۔ تھا وہ نور ۔۔۔ زنگیٔ شب ہم لے جاتا تھی وہ حور

ما نمیخواہیم غیر از دیدۂ ۔۔۔ دیدۂ تیزے کشے بگزیدۂ

اب نہیں خواہش سوا اس آنکھ کے ۔۔۔ برگزیدہ تیز ہیں کھنچے جسے

بعد ازیں ما دیدہ خواہیم از تو بس ۔۔۔ تا نپوشد بحر را خاشاک و خس

آنکھ کے طالب ہیں اب تو تجھ سے بس ۔۔۔ تا نہ دریا کو چھپا لے خاک و خس

ساحراں را چشم چوں رست از عمی ۔۔۔ کف زناں بودند بے این دست و پا

ساحروں کو جب بصارت کی عطا ۔۔۔ تھے بجاتے تالیاں بے دست و پا

چشم بند خلق جز اسباب نیست ۔۔۔ ہر کہ ارزد بر سبب از اصحاب نیست

ہے نظر بندی یہاں اسباب سے ۔۔۔ جو سبب دیکھے۔ نہیں اصحاب سے

سے کھلی شہ یعنی اے کریم رات کی وحشت میں تو نے ہم پر اپنی رحمتیں کیں اور ہمیں بیخبر و مست رکھا

شہ یہ ساحران فرعون کیطرف اشارہ ہے کہ جب انہوں نے۔ اِنّا اِلیٰ ربنا منقلبون کہا یعنی یہ کہا کہ ہم اب اپنے رب کیطرف لوٹتے ہیں تو فرعون نے اُنکے ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالے۔ مگر انہیں اس کی کچھ پروا نہ ہوئی شہ یعنی وہ صاحب دل نہیں ؏

یک حق اصحاب نا اصحاب را — در کشاد و برد تا صدر سرا

ہر کس و نا کس کو وہ مولا مگر — لے گیا ہے صدر تک در کھول کر

با کفش نا مستحق و مستحق — معتقان رحمتند از بندرق

مستحق نا مستحق سب شاد ہیں — بندگی کی قید سے آزاد ہیں

در عدم ما مستحقان کے بدیم — کہ بریں جان و بریں دانش زدیم

ہم عدم میں اس کے کب حقدار تھے — ہم کو ایسی جان اور دانش ملے

در عدم ما را چہ استحقاق بود — تا چنیں عقلے و جانے رو نمود

تھا عدم میں ہم کو استحقاق کیا — بلا یہ عقل و جاں ہمیں دیتا خدا

اے بکردہ یار ہر اغیار را — لے بداوہ خلعت گل خار را

ایک تو نے دوست غیروں کو کیا — خلعت گل خار کو ہے دیدیا

خاک ما را ثانیا پالیز[1] کن! — ہیچ نے را بار دیگر چیز کن

پھر ہماری خاک کو پالیز کر — ہے جواب نا چیز اُس کو چیز کر

ایں دعا تو امر کردی ز ابتدا — ورنہ خاکی را چہ زہرہ ایں ندا

حکم تو نے خود دعا کا ہے دیا — ورنہ یہ خاکی کرے گا کیا ندا

چوں دعا مان امر کردی اے عجاب — ایں دعائے خویش را کن مستجاب

خود دیا حکم دعا اے مستطاب — اب دعا کر اپنی خود ہی مستجاب

شب شکستہ کشتی فہم و حواس — نے امید ے مانده نے خوف و نہ یاس

شب نے توڑی کشتیٔ فہم و حواس — ڈر رہا باقی نہ اُمید و ہراس

بردہ در دریائے حیرت ایزدم — تا ز چہ فن پر کند لغبرستدم

پھر حیرت میں جو ڈالا ہے مجھے — اب سکھاتا ہے وہ کیا فن دیکھئے

[1] کشت زار۔ یعنی ہرا بھرا

آں یکے را کردہ پُرنور و جلال — ویں دگر را کردہ پُر وہم و خیال

ایک کو کرتا ہے پُر نور و جلال — دوسرے کو تحشیر وہم و خیال

گر بجوشم ہیچ رائے و فن بدی — رائے و تدبیرم بحکم من بدی

رائے اور فن پہ جو ہوتا اختیار — ہوتا قبضے میں مرے انجام کار

شب نرفتے ہوش بے فرمان من — زیر دام من بدے مرغان من

بے اجازت رات کو جاتا نہ ہوش — مرغ زیر دام ہوتے بے خروش

بودمے آگہ ز منزلہائے جاں — وقت خواب و بیہشی و امتحاں

منزلیں سب جان کی ہوتیں عیاں — خواب و بے ہوشی میں وقتِ امتحاں

چوں کفم زیں حل و عقد اش تہیست — اے عجب ایں معجبی من زچیست

جب میں حل و عقد سے ہوں تہی نصیب — پھر تعجب ہے ہوں ایسا کیا عجیب

دیدہ را نادیدہ خود انگاشتم — باز زنبیلِ دعا برداشتم

سمجھا نادیدہ اُسے جو دیدہ تھا — پھر اٹھالی میں نے زنبیلِ دعا

چوں الف چیزے ندارم اے کریم[1] — جز دلے دوں تنگتر از چشم میم

چوں الف یارب ہے میرے پاس کیا — صرف اک دل تنگ چشمِ میم سا

ایں الف ویں میم اُمِّ بود ماست[2] — میم ام تنگست الف زاں نر گداست

یہ الف یہ میم اُمِّ بود تھا — میم ایسا تنگ، الف ایسا گدا

ایں الف چیزے ندارد غافلیست — میم دلتنگ آں زمان عاقلیست

ہے الف ناچیز۔ وجودِ غافلی — میم ہے دل تنگ دورِ عاقلی

در زمان بیہشی خود ہیچ من — در زمان ہوش اندر پیچ من

بے ہوشی کے وقت میں خود ہیچ ہوں — ہوش آیا ہے تو در پیچ ہوں

[1] یعنی جیسے میم کا سرا چھوٹا سا ہوتا ہے۔
[2] ماں۔

پیچ دیگر بر جبینم پیچ منہ — نام دولت بر جبینم پیچ منہ

اور پیچیدہ نہ کر اس پیچ کو — طعنۂ دولت نہ دے اس پیچ کو

خود ندارم ہیچ پیچ پہ ساز مرا — چوں زدہ ہم دارمست این صدعنا

پیچ میں ہوں تو وہ کردے گا بھلا — وہم دادائی میں ہوں گو ہوں مبتلا

ور ندارم ہم تو دارائیم کن — رنج دیدم رحمت افزائیم کن

ہوں بھکاری میں اگر دارائی کر — ہوں میں غمگیں، رحم کر اے داورگر

ہم در آب دیدہ عریاں بیستم — بر در تو چونکہ دیدہ نیستم

آنسوؤں میں اپنے عریاں ہوں کھڑا — تیرے در پہ، کیونکہ ہوں انجان سا

زآب دیدہ بندۂ بے دیدہ را — سبزہ بخش و نباتے زیں چرا

آب دیدہ سے تو اس نادیدہ کو — کر عطا سر سبزیاں، ہوں ارغم جو

ور نماند آب آبم دہ زعین — ہمچو عینین نبی ہطالتین

گر نہ ہو پانی، عطا کر آپ عین — مثل عینین نبی ہطالتین ؎

او چو آب دیدہ جست از جود حق — با چناں جلال و اقبال و ورق

جب وہ مانگیں آب چشم اللہ سے — باوجود اس عظمت و اقبال کے

چوں نباشم زاشک خود باریک بیں — من تہی دست قضا و کاسہ لیس

کیوں نہ شغل اشکباری میں کروں — ہوں تہیدست اور پھر محتاج ہوں

چوں چناں چشم اشک را مفتوں بود — اشک من باید کہ صد جیحون بود

ایسی آنکھیں جب ہوں مفتون گریہ کی — چاہئے جیحون بنیں آنکھیں مری

؎ حضرت جبرئیل نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ اگر کوئی محزون اپنی امت کیلئے روئے تو خدا اس امت کو بخشش دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ محزون میں ہوں اور میری امت مرحوم ہے پس آپ نے زیادتی رحمت کی طلب کی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ۔ اے اللہ مجھے ابر کی طرح برسنے والی وہ آنکھیں عطا کر۔

قطرہ زاں زیں دو صد جیحون بہست / کہ ازاں یک قطرہ جن و انس رست

اُن کا اک قطرہ سمندر سے بڑا / جس نے جن و انس کو پیدا کیا

چونکہ باراں جست آں روضۂ بہشت / چوں بجوید آب شورہ خاک زشت

کی تھی جنت نے کبھی بارش کی طلب / کیوں نہ ڈھونڈے میری خاکِ پُر تعب

اے اخی دست از دعا کردن مدار / با اجابت یا ردادیت چہ کار

تو دعا کرتا ہی رہ اے دل ملول / تجھ کو اس سے کیا وہ رد ہو یا قبول

ناں کہ سد و مانع ایں آب بود / دست ازاں ناں مے بباید شست زود

اشکباری سے اگر مانع ہو نان / ایسی روٹی سے تو دھو ہاتھ اے جوان

خویش را موزون و چست و سختہ کن / ز آبِ دیدہ نانِ خود را پختہ کن

چُست و موزوں اپنی ہستی کو بنا / اپنی روٹی آپ دیدہ سے پکا

فقیر کی مشکل حل ہو جانا

اندریں بود او کہ الہام آمدش / کشف شد ایں مشکلات از ایزدش

تھا وہ اس دھن میں ہوا الہام اُسے / کھولیں اُس کی مشکلیں اللہ نے

گفت گفتم بر کماں تیرے بنہ / کے بگفتم من کہ اندر کش تو زہ

یہ کہا تھا رکھ کماں میں تیر تو / کب کہا تھا کھینچ چلہ۔ حیلہ جو

اے بگفتم کایں کماں را سخت کش / در کماں نہ گفتمت نے بر کنش

کب کہا تھا۔ کھینچ سختی سے کماں / تیر رکھنے کا دیا تھا حکم ہاں

از فضولی تو کماں افراشتی / صنعتِ قواسیی برداشتی

تو نے ناحق لی کماں اپنی اٹھا / اور تیر اندازیاں کرنے لگا

ترکِ ایں سختہ کمانی رو بگو / در کماں نہ تیر و پرّیدن مجو

کھینچا سختی سے اس کو ترک کر / رکھ کماں میں تیر چلنے دے نہ پر

چوں بجفتند تیر آنجا مے طلب | زور بگذار و بزاری جو ذہب

گر پڑے جب کر تلاش مدعا | زور چھوڑ اور زر کو زاری سے کما

آنچہ حقست اقرب از حبل الورید | تو فگندی تیر فکرت را بعید

شاہ رگ سے ہے قریب اللہ تو | تو نے پھینکا دُور تیر فکر کو

اے کمان و تیرہا بر ساختہ | صید نزدیک و تو دور انداختہ

تھا کمان و تیر پہ تجھ کو غرور | صید تھا نزدیک، پھینکا تیر دور

ہر کہ او دورست دور از روئے او | کا زماید قوت بازوئے او

دُور رہتا ہے جو اُس سے زعم میں | آزماتا ہے وہ اُس کی قوتیں

ہر کہ دور اندازتر او دورتر | وز چنیں گنجست او مہجورتر

جو ہے دور انداز تر ہے دُور تر | ان خزانوں سے وہ ہے مہجور تر

فلسفی خود را از اندیشہ بکشت | گو بدو کورا سوئے گنج ست پشت

فلسفی ہے کیوں اسیر مرگ و رنج | اُس سے کہہ اندھے ترے پیچھے ہے گنج

گو بدو چنداں کہ افزوں مے دود | از مراد دل جدا تر مے شود

اُس سے کہہ جتنا ہے آگے بھاگتا | دُور سے اتنا ہی مقصد سے پڑا

جاہدوا فینا[۱] بگفت آں شہریار | جاہدوا عنا[۲] نگفت اے بیقرار

جاہدوا فینا ہے ارشاد رسولؐ | جاہدوا عنا نہیں ہے بوالفضول

ہمچو کنعاں کو ز ننگ نوحؑ رفت | بر فراز قلۂ آں کوہ رفت

خاندان نوحؑ سے کنعان چھٹا | جب وہ چوٹی پہ پہاڑی کی چڑھا

ہر چہ افزوں تر ہمے جست او مناص | سوئے کہ مے شد جدا تر از خلاص

جس قدر اوپر وہ چڑھتا جاتا تھا | ہوتا جاتا تھا خلاصی سے جدا

۱ یعنی ہم سے مل کر کوشش کرو۔

۲ یعنی ہم سے الگ ہو کر کوشش کرو۔

ہمچو ایں درویش بہر گنج دکاں ‏— ہر صباحے سخت تر جستے کماں

جیسے یہ درویش بہر گنج دکاں ‏— کھینچتا تھا روز سختی سے کماں

ہر کمانے کو گرفتے سخت تر ‏— بودی از گنج و نشاں بدبخت تر

کھینچتا تھا وہ کماں کو جس قدر ‏— دور ہو جاتا تھا اتنا گنج زر

ایں مثل اندر زمانہ جانی ست ‏— جان ناداناں بہ رنج ارزانی ست

یہ مثل سچ ہے جہاں میں بیش و کم ‏— بیوقوفوں کے لئے سستا ہے غم

زانکہ ناداں ننگ دارد ز اوستاد ‏— لاجرم رفت و دکان نو کشاد

کیونکہ اس کو عار تھی استاد سے ‏— وہ لگا دکان نئی اک کھولنے

آں دکاں بالائے استاداں کار ‏— گندہ و پر گژدم و پر زمار

پر دکان وہ غیر استادان کار ‏— سانپ بچھو سے بھری ہے بیشمار

زود ویراں کن دکان و باز گرد ‏— سوئے سبزہ و گلستان و آبخورد

بند کردے یہ دکان اور لوٹ تو ‏— سوئے سبزہ سمت باغ آبجو

نے چو کنعاں کو ز کبر و ناشناخت ‏— از کہ عاصم سفینہ فوز ساخت

بن نہ کنعاں کر لیا جس نے وہاں ‏— کوہ عاصم پر سفینے کا گماں

علم تیر اندازیش آمد حجیب ‏— واں مراد او بدہ حاضر بجیب

تیر اندازی تھی پردہ بد نہاد ‏— ورنہ اس کی جیب ہی میں تھی مراد

اے بسا علم و ذکاوات و فطن ‏— گشتہ رہرو را چو غول راہزن

اے پسر اکثر یہ ہوش و علم و فن ‏— راہرو کے ہو گئے ہیں راہزن

بیشتر اصحاب جنت ابلہ‌اند[1] ‏— تا ز شر فیلسوفی مے رہند

اکثر اہل خلد ابلہ ہیں فتا ‏— تا ہوں شر فیلسوفی سے رہا

[1] حدیث شریف میں آیا ہے کہ اهل الجنّة البله ٭

خویش را عریاں کن از جملہ فضول
ترک خود کن تا کند رحمت نزول

ترک کر دے سب جو باتیں ہیں فضول
کر خودی کو ترک ، رحمت ہو نزول

زیرکی ضد شکستست و نیاز
زیرکی بگذار و با گولی بساز

ضد شکست و عجز کی ہے زیرکی
زیرکی کو چھوڑ ۔ دے ابلہی

زیرکی شد دام برد و طمع گاز
تا چہ خواہد زیرکی را پاکباز

زیرکی ہے دام ، لالچ ہے کمیں
گھات اور پھندے کا کیوں ہے شوقیں

زیرکاں با صنعتی قانع شدند
ابلہاں از صنع در صانع شدند

رہ گئے صنعت میں غافل مبتلا
احمقوں کو صنع سے صانع ملا

زانکہ طفل خرد را مادر نہار
دست و پا باشد نہادہ در کنار

بچے کو ماں ، ہر سحر تو دیکھ لے
گود میں لیتی ہے کیسے پیار سے

مسلمان یہودی اور ترسا مسافروں کی حکایت

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر
تا نگردی ممتحن اندر ہنر

اک حکایت اس جگہ سن اے پسر
تا نہ ہو تجھ پہ بلا تیرا ہنر

آں جہود و مومن و ترسا مگر
ہمرہی کردند با ہم در سفر

مومن و ترسا یہودی بے خطر
ہو گئے اک بار تینوں ہم سفر

با دو گمرہ ہمرہ آمد مومنے
چوں خرد با نفس و با آہرمنے

ساتھ اک مومن کے دو گمراہ تھے
نفس و شیطاں ساتھ جیسے عقل کے

مروزی و رازی افتند در سفر
ہمرہ و ہمسفر و پیش ہمدگر

مروزی و رازی کریں جیسے سفر
اتفاقاً چل پڑیں با ہمدگر

۱ عیسائی ۔ آتش پرست ۔
۲ یعنی مرو اور رے کے رہنے والے ۔

در قفس افتند زاغ و چغز و باز … جفت شد در حبس پاک و بے نماز

جیسے اک پنجرے میں کوّا اور باز … جیسے قیدی ایک پاک، اک بے نماز

کردہ منزل شب بیک موضع بہم … مشرقی و مغربی قانع بہم

منزل اک شب کو کسی موضع میں کی … تھے وہاں کچھ مشرقی کچھ مغربی

ماندہ در منزل زرہ خورد و شگرف … روزہا باہم ز سرما و ز برف

عاجز و در ماندہ ہارے اور تھکے … برف و سرما سے رہے کچھ دن پڑے

چوں کشادہ شد رہ و بکشاد بند … بگسلند و ہر یکے سوئے روند

رفتہ رفتہ راستہ جب کھل گیا … ہر طرف اک قافلہ جانے لگا

چوں قفس را بشکند شاہ خرد … جمع مرغاں ہر یکے سوئے پرد

توڑ دیتا ہے قفس کو جب وہ رب … اک طرف کو مرغ اڑ جاتے ہیں سب

پر کشادہ ہر یکے در شوق باد … در ہوائے* جنس خود سوئے مفاد

شوق میں کھولے ہوئے سب اپنے پر … اپنے ہم جنسوں کی جانب لوٹ کر

پر کشادہ ہر دمے با اشک و آہ … لیک تیر پران ندارد روی راہ

پر کشادہ مبتلائے اشک و آہ … اور اڑنے کی کوئی صورت نہ راہ

چونکہ رہ وا شد پرد مانند باد … سوئے آں کز یاد او پر میکشاد

جب کھلا رستہ اڑے مثل ہوا … اس طرف تھی یاد جس کی پر کشا

آں طرف کش بود اشک و سوز آہ … چونکہ فرصت یافت آں سو کوفت راہ

اس طرف جس کے لئے تھے اشک و آہ … جب قفس سے چھٹ گئے لی اپنی راہ

در تن خود بنگر ایں اجزائے تن … از کجا جمع آمدند اندر بدن

اپنے تن پہ غور کر اجزا تیرے … جمع ہیں کیونکر بدن میں بھرے ہوئے

آبی و خاکی و بادی آتشی … عرشی و فرشی و رومی و کشی

آبی و خاکی و بادی آتشی … عرشی اور فرشی ہیں رومی اور کشی

[illegible] ماتے اور مختلف فضاؤں کے اجزا

از امید عود ہر یک بستہ طرف ‎ ‎ اندریں منزل ہمہ از بیم برف
عود کرنے لوٹنے کے واسطے ‎ ‎ اک جگہ ٹھہرے ہیں خوف برف سے

برف گوناگوں جمود ہر جماد ‎ ‎ در شتا از بعد آں خورشید داد
برف ہے طاری ہے ہر شے پر جمود ‎ ‎ کیونکہ بے حد دور ہے خورشید جود

چوں بتابد تف آں خورشید خشم ‎ ‎ کوہ گردد گاہ ریگ و گاہ پشم
پہنچے کی گرمی جو اس خورشید کی ‎ ‎ کوہ ہوگا ریت اور پتھر کبھی

در گداز آید جمادات گراں ‎ ‎ چوں گداز تن بوقت نقل جاں
یہ جمادات گراں گل جائیں گے ‎ ‎ جسم گل جاتا ہے جیسے موت سے

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے ‎ ‎ ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے
تینوں جب منزل پہ پہنچے بیوطن ‎ ‎ لایا حلوا ایک محسن ہو تپا

برد حلوا نزد آں ہر سہ غریب ‎ ‎ محسنے از مطبخ انی قریب
لایا ان تینوں غریبوں کے لئے ‎ ‎ حلوا اپنے مطبخ نزدیک سے

نان گرم و صحن حلوائے عسل ‎ ‎ برد آنکہ در ثوابش بود امل
گرم روٹی شہد کے حلوے کی قاب ‎ ‎ کیونکہ تھی اس کو تمنائے ثواب

الکیاسۃ والادب لاھل المدر ‎ ‎ الضیافۃ والقریٰ لاھل الوبر
بولا دانش حصہ اہل شہر کا ‎ ‎ اور ضیافت گاؤں والوں کی بجا

الضیافۃ للغریب والقریٰ ‎ ‎ اودع الرحمٰن فی اھل القریٰ
میہمانی ہر مسافر شخص کی ‎ ‎ گاؤں والوں کو امانت حق نے دی

کل یوم فی القریٰ ضیف حدیث ‎ ‎ مالہ غیر الہ من مغیث
گاؤں میں ہے روز اک مہماں نیا ‎ ‎ جس کا پرساں ہی نہیں غیر خدا

کل لیل فی القریٰ وفد جدید ‎ ‎ مالہم ثم سوی اللہ المجید
شب کو روز آتا ہے اک وفد جدید ‎ ‎ کون ہے اس کا بجز رب مجید

تخمہ بودند آں دو بیگانہ زخور	بود صائم روز آں مومن مگر
تھے یہ کافر کھا کے تخمہ کا شکار	اور تھا بے چارہ مومن روزہ دار
چوں نمازِ شام آں حلوا رسید	بود مومن ماندہ در جوعِ شدید
وقتِ مغرب جبکہ وہ حلوا ملا	بھوک سے مومن کا پتلا حال تھا
آں دو کس گفتند ما از خور بہ ایم	امشباں بنہیم و فردا مے خوریم
بولے کافر سیر ہیں اس وقت ہم	رہنے دو کل کھائیں گے حلوا بہم
صبر گیریم از خود امشب تن زنیم	بہرِ فردا لوت را پنہاں کنیم
رات کو تو صبر کرنا چاہیئے	کھانا تا محفوظ ہو کل کے لئے
گفت مومن امشب ایں خوردہ شود	صبر را بنہیم تا فردا بود
بولا مومن۔ یہ تو کھا لو رات کو	صبر کیسا، صبر کو کل پہ رکھو
پس بدو گفتند زیں حکمت گری	قصدِ تو آنست تا تنہا خوری
بولے دونوں سمجھے ہم حکمت تری	کھائے تو تنہا۔ ارادہ ہے یہی
گفت اے یاراں کہ نہ ما سہ تنیم	چوں خلاف افتاد قسمت میکنیم
بولا مومن، تین ہیں ہم دوستو	اختلافِ رائے ہے تو بانٹ لو
ہر کہ خواہد قسمِ خود بر جاں زند	وانکہ خواہد قسمِ خود پنہاں کند
جس کا جی چاہے۔ وہ حصہ اپنا کھائے	اور جو چاہے اپنے حصے کو چھپائے
آں دو گفتندش ز قسمت درگزر	گوش کن القسّام فی النار از خبر
بولے دونوں۔ بانٹنے سے درگزر	بانٹنے والا ہے ناری بے خبر
گفت قسام او بود کو خویش را	کرد قسمت بر ہوائے بر خدا
بولا مومن۔ ہے یہ قول اس کے لئے	جو کرے تقسیم حصہ حرص سے
ملکِ حق و جملہ قسمِ او ستی	قسمِ دیگر را دہی دو گوستی
تو ہے خود تقسیمِ حق ملکِ خدا	پھر کرے گا اور کو تقسیم کیا

ایں اسد غالب شدے ہم بر سگاں
گر نبودے نوبت آں بد رگاں

غالب ان کتوں پر آ جاتا یہ شیر
گر نہ ہوتا ان کا حصہ اے دلیر

ایں اسد غالب شدے ہم بر قبور
گر نبودے نوبت آں گاؤ زور

غالب آتا ساری گایوں پہ یہی
کھانے گر حصہ نہ لیتی گمر کی

قصد شاں آں کاں مسلماں غم خورد
شب بر و در بینوائی بگذرد

چاہتے تھے وہ مسلمان کھائے غم
رات گذرے بیکسی میں دمبدم

بود مغلوب او بتسلیم و رضا
گفت سمعاً طاعۃً اصحابنا

تھا جو وہ مغلوب تسلیم و رضا
بولا اچھا۔ جو ہو مرضی عذر کیا

پس بخفتند آں شب و بر خاستند
بامداداں خویش را آراستند

شب کو سوئے اور اٹھے وقت سحر
پھر ہوئے آراستہ با کرّ و فر

روئے شستند و دہان ہر یکے
داشت اندر ورد راہ و مسلکے

سب نے دھویا ہاتھ منہ بہر صفا
سب کا مسلک اور طریقہ تھا جدا

یک زمانے ہر یکے آورد روے
سوئے ورد خویش از حق فضل جوے

پھر رجوع رحمت خالق ہوئے
اپنا اپنا ورد سب پڑھتے رہے

مومن و ترسا جہود و گبر و مغ
جملہ را رو سوئے آں سلطان الغ

کوئی مومن ہو کہ ہو کافر کوئی
سب کو دھن ہے ایک ہی، اللہ کی

مومن و ترسا جہود و نیک و بد
جملگاں را ہست رو سوئے احد

مومن و ترسا یہودی نیک و بد
سب کا رخ ہے جانب رب احد

بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را
ہست واگشت نہانی با خدا

بلکہ پانی اور پتھر کوہ و خاک
سب کا مرجع ہے وہی اک ذات پاک

ایں سخن پایاں ندارد ہر سہ یار
رو بہم کردند آں دم یار وار

قصہ لمبا ہے۔ غرض تینوں وہ یار
مل کے بیٹھے اک جگہ پہ دوست وار

آں یکے گفتا کہ ہر یک خوابِ خویش
آنچہ دیدا و دوش گو آور پیش

ایک بولا۔ جس نے جو دیکھا ہو خواب
رات کو کر دے بیاں وہ بے حجاب

ہر کہ خوابش بہ بود حلوا خورد
قسم ہر مفضول را فاضل برد

جس کا خواب اچھا ہو۔ حلوا کھائے وہ
دوسرے کا حصّہ بھی لے جائے وہ

آنکہ اندر عقل بالا تر رود
خوردن او خوردن جملہ بود

عقل میں ہم سب سے جو بالا رہے
سب کا کھانا ہے اُسی کے واسطے

فائق آمد جان پر انوار او
باقیاں را بس بود تیمار او

فائق اس کی جان پُر انوار ہو
باقی ہر شخص اس کا بس غمخوار ہو

عاقلاں را چوں بقا آمد ابد
پس بمعنی ایں جہاں باقی بود

عاقلوں کی جب بقا ہے جاوداں
تو حقیقت میں ہے باقی یہ جہاں

پس جہود آورد آنچہ دیدہ بود
تا کجا شب روح او گردیدہ بود

تھا جو کچھ دیکھا یہودی نے کہا
شب کو اُس کی روح تھی کتنی رسا

گفت در رہ موسیم آمد بہ پیش
گربہ بیند دنبہ اندر خوابِ خویش

بولا۔ موسےؑ رات کو مجھ سے ملے
خواب میں بلی کے چلتی ہی رہے"

در پئے موسےؑ شدم تا کوہ طور
ہر سہ تن گشتیم ناپیدا ز نور

ساتھ موسےؑ کے گیا تا کوہ طور
ہو گیا ہم تینوں پہ غالب وہ نور

ہر سہ سایہ محو شد زاں آفتاب
بعد ازاں زاں نور شد یک فتح باب

تینوں سائے گم تھے اُس خورشید سے
پھر کھلا اک در شرف سے نور کے

نور دیگر در دل آں نور رست
پس ترقیش آمد آں ثانی درست

نور چھایا نور پہ اک دوسرا
دوسرے کی ترقی بر ملا

ہم من و ہم موسیٰؑ و ہم کوہ طور
ہر سہ گم گشتیم از اشراق نور

میں بھی اور موسیٰؑ بھی کوہ طور بھی
ہو گئے گم نور میں تینوں ، اجی

بعد ازاں ہم کہ کُہ سہ شاخ شد — چونکہ نورِ حق درو نفاخ شد
میں ٹکڑے ہوگئے پھر کوہ کے — کیونکہ دم پھونکا تھا اُس میں نور نے

وصفِ ہیبت چوں تجلی زد برو — گسست از ہم ہمیشہ شد سو بسو
وقت ہیبت جب تجلی سے ہوا — ٹوٹ کر وہ ہر طرف اڑانے لگا

زاں یکے شاخے کہ آمد سوئے یم — گشت شیریں آب تلخ ہمچو سم
اُن میں سے ٹکڑا جو آیا سوئے یم — میٹھا پانی ہوگیا وہ۔ تھا جو سم

واں دگر شاخش فرو شد در زمیں — چشمہ زاد و بروں آمد معین
دوسرا ٹکڑا گیا زیرِ زمیں — نکلا اک چشمے سے پھر ماءِ معین

کہ شفائے جملہ رنجوراں شد آب — از ہمایونی وحی مستطاب
پائی بیماروں نے پانی سے شفا — اُس میں یہ تو تھا مبارک وحی کا

واں دگر شاخ سُنی پید زود — تا جوار کعبہ کہ عرفات بود
تیسرا ٹکڑا اُڑا جو یک بیک — پہنچا سوئے کعبہ وہ عرفات تک

باز ازاں صعقہ چو با خود آمدم — طور بر جا بُد نہ افزوں و نہ کم
میں جو بے ہوشی سے چونکا باشعور — تھا بدستور اپنی حالت پر وہ طور

لیک زیر پائے موسیٰؑ ہمچو یخ — میگذارید و نماندش شاخ و شخ
پہ تھا زیرِ پائے موسیٰؑ برف سا — نرم اور ہموار اور پگھلا ہوا

با زمیں ہموار شد کوہ از نہیب — گشت بالائیش زاں ہیبت نشیب
تھا زمیں سے ڈر کے وہ ہموار ہاں — پست ساری ہوگئیں اچھائیاں

باز با خود آمدم زاں انتشار — باز دیدم طور و موسیٰؑ برقرار
پھر جو میرا کم ہوا یہ انتشار — طور اور موسیٰؑ کو دیکھا برقرار

واں بیاباں سربسر در ذیل کوہ — پُر خلائق گشتہ موسیٰؑ با شکوہ
بھر گیا خلقت سے وہ صحرا و کوہ — تھی وہ خلقت مثلِ موسیٰؑ با شکوہ

چوں عصا و خرقۂ او خرقہ شاں — جملہ سوئے طور خوش دامن کشاں

ایسے ہی کپڑے تھے ایسے ہی عصا — جانب طور آ رہے تھے برملا

جملہ کفہا در دعا افراختہ — نعرۂ ارنی بہم در ساختہ

ہاتھ اٹھائے تھے دعا کے واسطے — ربّ ارنی کے اٹھے نعرے مارتے

باز آں غشیان چو از من رفت زود — صورت ہر یک دگر گوں نام نمود

پھر جو فوراً ہی مٹی یہ بے خودی — دیکھیں سب کی صورتیں بدلی ہوئی

انبیا بودند ایشاں اہل وُد — اتحاد انبیایم فہم شد

انبیاء تھے سب وہ ارباب صفا — میں نے جانا اتحادِ انبیاء

باز املاکے بدیدم شگرف — صورت ایشاں بُد از اجرام برف

پھر فرشتے میں نے دیکھے واقعی — برف سے تھیں صورتیں اُن کی بنی

حلقۂ دیگر ملائک مستعین — صورت ایشاں بجملہ آتشین

دوسری صف تھی فرشتوں کی وہیں — تھیں مگر اُن سب کی شکلیں آتشیں

زیں نمط میگفت احوال آں جہود — بس جہودی کا خرش محمود بود

یوں یہودی کر رہا تھا قیل وقال — ہاں بہت سے ہیں یہودی خوش مآل

ہیچ کافر را بخواری منگرید — کہ مسلمان مردنش باشد امید

کافروں پہ کرو ذلت سے نظر — ہے توقع ختم ہوں اسلام پہ

چہ خبر داری ز ختم عمر او — تا بگردانی ازو یکبارہ رو

اُن کے جب انجام سے واقف نہیں — اُن سے منہ کیوں پھیرتا ہے ہمنشیں

بعد ازاں ترسا درآمد در کلام — کہ بدیدم روئے محمود اندر منام

گفتگو ترسا نے یوں کی بعد ازاں! — خواب میں آئے تھے جیسے بے گماں

۱؎ یعنی اکثر کافروں کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ ان کا خاتمہ اسلام پہ ہو۔

پس شدم با او بچارم آسماں   مرکز و مثوای خورشید جہاں
میں گیا ہمراہ چوتھے چرخ پر   جو جگہ خورشید کی ہے سربسر

خود عجب ہائے قلاع آسماں   نسبتش نبود بآیات جہاں
آسمان کے قلعے پہ دیکھے کئی   ایسی کچھ چیزیں جو دنیا میں نہیں

ہر کسے داند لے فخر البنین   کہ فزوں باشد فن چرخ از زمین
جانتے ہیں سب سبھی کو ہے خبر   ہے زمیں سے آسماں ممتاز تر

اونٹ گائے اور مینڈھے کی حکایت

اشتر و گاو و قچی در پیش راہ   یافتند اندر روش بند گیاہ
ایک اونٹ ایک گائے اک مینڈھا چلا   راستے میں گھاس کا پولا ملا

گفت قچ بخش ار کنیم این را یقین   ہیچکس از ما نگردد سیر ازیں
بولا مینڈھا اس کی ہو تقسیم اگر   سیر ہم میں سے نہ ہو کوئی نفر

لیک عمر ہر کہ باشد بیشتر   ایں علف اور است اولی گو بخور
اس نے جس کی زیادہ عمر ہو   گھاس یہ کھائے وہی اس سے کہو

کہ اکابر را مقدم داشتن   آمدہ ہست از مصطفےٰ اندر سنن
ہیں مقدم اپنے چھوٹوں پہ بڑے   سنتِ احمدؐ یہی ہے خیر سے

گرچہ پیراں را دریں دور لئام   در دو موضع پیش میدارند عام
آج کل کو اپنے پیروں کو تمام   ہیں مقدم دو جگہ رکھتے عوام

یا در آں لوبے کہ بس سوزاں بود   یا براں پل کز خلل ویراں بود
یا تو اک بے آب سنگستان میں!   یا پھر اس پل پہ جو ہو نقصان [1]

[1] یعنی بزرگوں اور پیروں کو صرف مشکل اور خطرناک راستوں میں اپنا پیشوا بنایا جاتا ہے ۔

خدمت شیخی بزرگی قائدے	عام نا رد بے قرینہ فاسدے
شیخ کی خدمت عوام نامراد	کرتے ہیں جب دیکھتے ہیں کچھ فساد
خیر شاں اینست چہ بود شر شاں	قبح شاں را باز داں از فر شاں
گر یہ نیکی ہے تو شر پہ غور کر	اس بھلائی سے بدی پر کر نظر

ظاہر پرستوں کی ایک مثال

سوئے جامع میشدے یک شہریار	خلق را میزد نقیب و چوبدار
مسجد جامع چلا اک شہریار	مارتے جاتے تھے سب کو چوبدار
آں یکے را سر شکستی چوب زن	واں دگر را بردریدے پیرہن
سر کسی کا توڑتے تھے چوب زن	پھاڑتا کوئی کسی کا پیرہن
درمیانہ بیدلی دہ چوب خورد	بیگناہے کہ برو از راہ گرد
ایک بیکس کے پڑیں دس لکڑیاں	بے گنہ تھا یوں جاتا ہے کہاں
خوں چکاں رو کرد باشاہ و بگفت	ظلم ظاہر بیں چہ پرسی از نہفت
یوں حضور شاہ بولا خوں چکاں	ظلم ظاہر ہے کیا ہوگا نہاں
خیر تو اینست جامع میروی	تا چہ باشد شر و ظلمت اے غوی
واہ مسجد میں یہ نیکی ہے تری	شر ترا کیا ہوگا اے مرد غوی
یک سلامے نشنود پیر از خسے	تا نہ پیچد عاقبت از وے بسے
جب کریں پیروں کو نالائق سلام	پیچ و تاب ان کو ہو لاحق لاکلام
گرگ دریابد ولی را بہ بود	تا کہ دریابد ولی را نفس بد
بھیڑیا بہتر ہے ولیوں کے لیے	نفس بد سے ہوں نہ لیکن واسطے
زانکہ گرگ ارچہ کہ بس ستمگریست	لیکش آں فرہنگ و کید و مکر نیست
بھیڑیا ظالم تو بے شک ہے وے	مکر و فن اس میں نہیں ہیں دیکھئے

ورنہ کے اندر فتادی او بدام ۔۔۔ مکر اندر آدمی باشد تمام
ورنہ اُس کو پھانستا کس طرح دام ۔۔۔ مکر بس انسان ہی میں ہے تمام

مکر از آں دست کو دارد کرم ۔۔۔ بشنود آواز و گوید من کرم
مکر اس اہل کرم کو زیب دے ۔۔۔ جو سنے آواز اور بہرا بنے[1]

گائے۔ اونٹ اور مینڈھے کا قصّہ

گفت قچ با گاؤ و اشتر کائے رفاق ۔۔۔ چوں چنیں افتاد مارا اتفاق
بولا مینڈھا اونٹ سے اور گائے سے ۔۔۔ اتفاق ایسا پڑا ہے۔ دیکھئے

ہر یکے تاریخ عمر املا کنید ۔۔۔ پیر تر اولیٰ ست باقی تن زنید
اپنی اپنی عمر سب کردیں بیاں ۔۔۔ جو ہو بوڑھا لیں وہ ادنیٰ ہے یہاں

گفت قچ مرج من اندر آں عہود ۔۔۔ با قچ قربان اسمٰعیلؑ بود
بے چرا گہ میری۔ مینڈھے نے کہا ۔۔۔ جس میں اسمعیلؑ کا مینڈھا چرا

گاو گفتا بودہ ام من سالخورد ۔۔۔ جفت آں گاوم کش آدم جفت کرد
گائے بولی عمر میری ہے بڑی ۔۔۔ گاؤ آدمؑ میری جوڑی دار تھی

جفت آں گاوم کش آدم جدِ خلق ۔۔۔ در زراعت بر زمین میکرد فلق
جوڑی ہوں اس گائے کی میں بیگماں ۔۔۔ جس سے آدم جوتتے تھے کھیتیاں

چوں شنید از گاو و قچ اشتر شگفت ۔۔۔ سر فرود آورد و آں را برگرفت
اونٹ نے جب یہ بیان اُن کا سنا ۔۔۔ سر جھکایا اور منھ سے لیا

بر ہوا برداشت آں بند قصیل ۔۔۔ اشتر بختی سبک بے قال و قیل
تھا اس وہ اوپر اٹھا کر بے دلیل ۔۔۔ لی تو اُس اونٹ نے بے قال و قیل

[1] لہ جیسے منصور کے متعلق روایت ہے کہ کسی عورت کے گوز کی آواز سنکر بلحاظ خجالت بہرے بنگئے تھے یا حاتم اصم کی شکایت جو بہرے بنگئے تھے اور جن کا حال حضرت سعدیؒ نے بوستان میں لکھا ہے۔

کہ مرا خود حاجت تاریخ نیست | کانچنیں جسمے دعائی گر نیست
کہ مجھے تاریخ کی حاجت نہیں | ہے بڑا جسم اور گردن بالیقین

خود ہمہ کس داند اے جان پدر | کہ نباشم از شما من خرد تر
جانتے ہیں سب ہے سب کو آگہی | تم سے چھوٹا ہو نہیں سکتا کبھی

داند ایں را ہر کہ ز اصحاب نہاست | کہ نہاد من فزوں تر از شماست
جانتے ہیں اہل عقل و ہوشمند | میری خلقت تو ہے تم سب سے بلند

جملگاں دانند کایں چرخ بلند | ہست صد چنداں کہ ایں خاک نژند
جانتے ہیں سب کہ چرخ با صفا | ہے بلندی میں زمین سے سو گنا

کو کشاد قلعہ ہائے آسماں | کو نہاد بقعہ ہائے خاکداں
آسماں کے قلعوں میں ہے جو کشاد | خاکداں کی ہے کہاں ایسی نہاد

تقریر عیسائی کی طرف سے رجوع اور مسلمان کی باری

پس مسلماں گفت کاے یاران من | پیغمبر آمد مصطفےٰ سلطان من
پس مسلمان نے کہا۔ اے دوستو | خواب میں آئے محمدؐ رات کو

سید سادات سلطان نبیل | مفخر کونین و ہادی سبیل!
سب کے سردار اور وہ شاہ ہوئے شاہ | سرور کونین اور ہادی شاہ!

پس مرا گفت آں یکے بر طور تاخت | با کلیم حق نرد عشق باخت
مجھ سے فرمایا۔ گیا اک طور پہ | عشق مولےٰ میں ہوا وہ بے خبر

واں دگر را عیسیٰ صاحبقراں | برد بر اوج چہارم آسماں
دوسرے کو عیسیٰ صاحبقراں | لے گئے چوتھے فلک پہ بے گماں

خیز اے پس ماندہ دیدہ ضرر | باز ایں حلوائے یخنی را بخور
تو یہاں باقی ہے۔ اٹھ اے با ضرر | اور اس حلوے کو کھائے بے خطر

آں ہنرمنداں پر فن راندند
نامۂ اقبال و منصب خواندند
ان ہنرمندوں نے پائے مرتبے
منصب و اقبال اُن کو مل گئے

آں دو فاضل فضل خود دریافتند
با ملائک فضل خود دریافتند
فضل اُن دونوں کو حاصل ہو گیا
اُن کا رتبہ تو فرشتوں سے ملا

اے سلیم گول اُ پس ماندہ ہین
بر جہ و بر کاسۂ حلوا نشین
سادہ دل لاچار کیوں بیٹھا ہے تو
تاب رکھ حلوے کی اٹھ جا دیکھ تو

پس بگفتندش کہ اے ابلہ حریص
اے عجب خوردی ز حلوا و خبیص
بولے کافر اے حریص بے ہنر
کھا گیا کمبخت کیا حلوے تو

گفت چوں فرمود آں شاہِ مطاع
من کہ باشم تا کنم زاں امتناع
بولا مومن جب وہ سلطان علم دے
پھر بھلا انکار کوئی کیا کرے

تو یہود از امر موسیٰؑ سرکشی
گر بخواند در خوشی یا ناخوشی
اے یہودی ہو گا سرکش اُن سے کیا
حکم دیں موسیٰؑ اگر اچھا برا

تو مسیحی ہیچ از امر مسیح
سر توانی تافت از خوب و قبیح
اے مسیحی حکم عیسیٰؑ سے تجھے
عذر ہو سکتا ہے، کیا ایمان سے

من ز فخر انبیا چوں سرکشم
خوردم آں حلوا و اینم سرخوشم
سرکشی میں مصطفیٰؐ سے کیوں کروں
کھا لیا حلوا اور اب دل شاد ہوں

پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست
تو بدیدی وہ از صد خواب ماست
بولے تیرا خواب ہی سچا ہے یار
سیکڑوں خوابوں سے ہے وہ خوشگوار

خواب تو بیداریست اے ذو نظر
کاں بہ بیداری عیانستش اثر
خواب بیداری ہے تیرا خوش نظر
جو ہے بیداری میں بھی اُس کا اثر

خواب تو بیداریست اے خوش نہاد
کہ تو در خوابت رسیدی با مراد
خواب بیداری ہے تیرا خوش نہاد
تو نے پائی خواب میں اپنی مراد

خواب تو بیداریست اے فیلقو — کہ ازاں خوابت رسید امر کلو

خواب بیداری ہے اے مومن ترا — خواب ہی میں حکم کھانے کا ملا

خواب تو بیداریست اے نیک مرد — کہ ازاں خواب تو روئے ماست زرد

خواب بیداری ہے تیرا نیک مرد — خواب سے تیرے ہمارا رنگ زرد

خواب تو بیداریست اے سرجاں — کہ ہمہ ناظاہر دیدی عیاں!

خواب بیداری ہے تیرا اے جواں — خواب میں دیکھا تھا جو کچھ ہے عیاں

خواب تو مانند خواب انبیاست — کہ شد ایں خواب تو بے تعبیر ست

ہے یہ تیرا خواب خواب انبیا — چونکہ بے تعبیر سچا ہو گیا

درگذر از فضل و از جلدی و فن — کار خدمت دارد و خلق حسن

چھوڑ جلدی اور اپنا علم و فن — بندگی ہے شرط اور خلق حسن

بہر ایں آورد ما را یزداں بروں — مَا خلقتُ الْاِنس اِلّا یعبدون

اس لئے حق نے ہمیں پیدا کیا — خلقت[1] پڑھ لے قرآن میں ذرا

سامری را آں ہنر چہ سود کرد — کاں فن از باب اللّٰہش مردود کرد

سامری کے کام کیا آیا ہنر — ہو گیا مردود حق وہ بے خبر

چہ کشید از کیمیا قاروں ببیں — کہ فرو بردش بقعر خود زمیں

کیمیا سے کیا ملا قاروں کو یار — کھا لیا اُس کو زمیں نے ایکبار

بوالحکم آخر چہ بربست از ہنر — سرنگوں رفت او ز کفران در سقر

کیا ہنر سے پا لیا بوجہل نے — پہنچا دوزخ میں سر ڈالے ہوئے

خود ہنر آں داں کہ دید آتش عیاں — نے گپ دلّ علی النار الدخان

یا ہنر وہ آگ جو دیکھے عیاں — گپ ہے آتش پہ دلالت ہے دھواں[2]

[1] ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی ہم نے جن و انسان کو نہیں پیدا کیا مگر بندگی و عبادت کیلئے

[2] یعنی یہ تو نری گپ ہے کہ الدخان دلّ علی النار دھواں آگ پر دلالت کرتا ہے •

لے دلیلت گندہ تر نزد لبیب
تیری یہ ناقص دلیل اے بے ہنر

درحقیقت از دلیل آں طبیب
اُس دلیل طب سے بھی ہے گندہ تر

چوں دلیلت نیست جز ایں اے پسر
بس یہی تیری دلیلیں ہیں اگر

ژاژ میخاؤ در کمیزے مے نگر
تو زبان کر بند اور بک بک دگر

اے دلیل تو مثال آں عصا
ہے عصا تیری دلیل اے بے سبیل

در کفِ دل علی عیب العمیٰ
ہے عصا تو عیب کوری کی دلیل

لے دلیل ما چو فکر ما ذلیل
ہے خیالوں کی طرح اپنے ذلیل

پیش ما پیش دا نا یاں قلیل
پیش دانا کچھ نہیں اپنی دلیل

غلغل و طاق و طرنب و گیر و دار
دبدبہ فرو حکومت اور شان

گر نمے بینیم مرا معذور دار
گر نہ دیکھوں میں مجھے معذور جان

ملک ترمذ کے سردار کا منادی کرنا

سید ترمذ کہ آنجا شاہ بود
سیدِ ترمذ جو اُس جا شاہ تھا

مسخرہ او دلقک دلخواہ بود
دلقک اُس کا مسخرہ دلخواہ تھا

داشت کارے در سمرقند او مہم
اک اہم کار سمرقند اُس کو[1] تھا

جست الاغی تا شود او مستتم
جس کی خاطر ڈاک دی اس نے بٹھا

زد منادی کانکہ او در پنج روز
اور منادی کی کہ جو تا پنج روز

آردم پیغام خوب با فروز
مجھ کو لادے اک پیام دلفروز

بخشمش اور از زر گنج بے شمار
مال و زر بخشوں اسے میں بے شمار

تا شود میر و عزیز اندر دیار
ہو وہ سردار و عزیز ہر دیار

[1] یعنی طبیب قارورہ سے مرض کی تشخیص کرتے ہیں مگر اے استدلالی تیری دلیل اس سے بھی زیادہ گندہ ہے [2] یعنی اُس بادشاہ کو۔

دلقک اندر دہ بد و چوں آں شنید ۔ برنشست و تا بہ ترمذ می دوید
گاؤں میں دلقک تھا جب اُس نے سنا ۔ دوڑتا گھوڑے پہ ترمذ کو چلا

مرکبے دو اندراں رہ شد سقط ۔ از دوانیدن فرس را زاں نمط
گاؤں میں بے جان دو گھوڑے گئے ۔ اپنا گھوڑا یوں بھگایا زور سے

پس بدیوان در دوید از گرد راہ ۔ وقت ناہنگام رہ جست او بشاہ
قصر تک پہنچا اُڑاتا گرد راہ ۔ اور کیا بے وقت عزم دید شاہ

فجفجے در جملۂ دیوان فتاد ۔ شورشے در وہم آں سلطان فتاد
محل میں ہونے لگیں سرگوشیاں ۔ وہم میں سلطانِ ترمذ تھا وہاں

خاص و عام شہر را دل شد ز دست ۔ تا چہ تشویش و بلا حادث شدہ است
تھے پریشاں شہر والے جا بجا ۔ کہتے تھے تشویش کیا ہے - کیا بلا

یا عدوے قاہرے در قصد ماست ۔ یا بلائے مہلکے از غیب خاست
چڑھ کر آیا کیا قوی کوئی غنیم ۔ یا بلا آئی کوئی ہم پہ عظیم

کز دہ دلقک بسیران درشت ۔ چند اسپ قیمتی در راہ کشت
دلقک آیا کیوں یہاں دوڑا ہوا ۔ قیمتی گھوڑے بھگاتا - مارتا

جمع گشتہ بر سرائے شاہ خلق ۔ تا چرا آمد چنیں اشتاب دلق
قصرِ شاہی پہ تھا خلقت کا ہجوم ۔ بھاگتا کیوں دلقک آیا! تھی یہ دھوم

از شتاب او و جد و اجتہاد ۔ غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
اس کی جلدی اور جد و جہد سے ۔ غلغلے ترمذ میں تھے ہر سو بڑے

آں یکے دو دست بر زانو زناں ۔ واں دگر از وہم واویلا کناں
ہاتھ تھا زانو پہ کوئی مارتا ۔ کر رہا تھا کوئی نالہ اور بکا

از نفیر و فتنہ و خوف و نکال ۔ ہر دلے رفتہ بصد کوئے خیال
خوف سے فتنوں کے ہیبت تھی کمال ۔ سو طرح کے تھے ہر اک دل میں خیال

ہر یکے فالے ہمے زد از قیاس
تا چہ آتش اوفتاد اندر پلاس
فال لیتا تھا قیاسی ہر کوئی
کہہ رہا تھا آگ یہ کیسی لگی

راہ جست و راہ دادش شاہ زود
چوں زمیں بوسید گفتا ہیں چہ بود
جلد سلطان نے لیا اُس کو بلا
کی زمیں بوسی، کہا قصہ ہے کیا

ہر کرا می پرسید حالے زاں ترش
دست بر لب میزد او یعنی خمش
پوچھتے تھے اُس سے سب وجہ خروش
ہاتھ لب پر رکھ کے کہتا تھا خموش

وہم می افزود آں فرہنگ را
جملہ در تشویش گشتہ دنگ را
وہم بڑھتا اس کی ایسی بات سے
سب پریشاں اور بہت حیران تھے

کرد اشارت دلقک اے شاہ کرم
یکدمے بگذار تا من دم زنم
شہ سے دلقک نے اشارے سے کہا
دیجیئے مہلت کہ دم لے لوں ذرا

تو کہ باز آید بمن عقلم دمے
کہ فتادم در عجائب عالمے
ہوش آجائے مجھے تو کچھ کہوں
اب ٹھہرے میں عجب عالم میں ہوں

بعد یکساعت کہ شاہ از وہم و ظن
تلخ گشتش ہم گلو و ہم دہن
بعد یک ساعت بڑھا جب وہم شاہ
تلخ سے تھی بے طرح حالت تباہ

کو ندیدہ بود دلقک را چنیں
کہ از و خوشتر نبودش ہمنشیں
ایسا دلقک کو کبھی دیکھا نہ تھا
کوئی بہتر ہم نشیں اُس سا نہ تھا

دائماً دستان و لاغ افراشتے
شاہ را بس شاد و خنداں داشتے
دل لگی کی وہ سنا کر داستاں
شاہ کو رکھتا تھا دائم شادماں

آنچناں خنداندش کردی ز دست
کہ گرفتی شہ شکم را با دو دست
یوں ہنساتا تھا وہ شہ کو برمحل
ہنستے ہنستے پیٹ میں پڑتے تھے بل

ہم ز زور خندہ خوی کردے تنش
رو در افتادے ز خندہ کردنش
زور خندہ سے عرق آلود تھا
ہنستے ہنستے شاہ اکثر گر پڑا

باز امروز ایں چنیں زرد و ترش — دست بر لب میزند کای شہ خمش

یا رہی ہے آج ایسا بہ خروش — ہاتھ رکھ کر منہ پہ کہتا ہے خموش

وہم در وہم و خیال اندر خیال — شاہ را تا خود چہ آید از نکال

وہم پہ وہم اور خیالوں پہ خیال — شاہ کو تھے۔ دیکھیں کیا آئے وبال

کہ دل شہ با غم و پرہیز بود — زانکہ خرم[1] شاہ بس خونریز بود

بادشہ خود صاحب پرہیز تھا — خرم البتہ بڑا خونریز تھا

جائے تخت او سمرقند گزیں — بد وزیرے واہی او را ہمنشیں

تھا سمرقند اس کا دار السلطنت — تھا وزیر اس کا ذہین یا بے ریب تھا

بس شہاں آں طرف را کشتہ بود — یا بحیلت یا بہ سطوت آں عنود

اس نے مارے تھے بہت سے بادشاہ — حیلہ و سطوت سے کر کر کے تباہ

ویں شہ ترمذ از و در وہم بود — وز فن دلقک ہمہ وہمش فزود

شاہ ترمذ کو اسی کا وہم تھا — جو خموشی سے تھا دلقک کی سب

گفت زوتر باز گو تا حال چیست — ایں چنیں آشوب تو از شر کیست

پوچھا پھر شہ نے۔ بتا اب ماجرا — کس کے شر سے ہے یہ گھبرانا ترا

گفت من زدہ شنیدم آنکہ شاہ — زد منادی بر سر ہر شاہراہ

بولا میں نے یہ سنا ہے۔ آپ نے — ڈھونڈی پٹوائی ہے لوگوں کے لئے

کہ کسے خواہم کہ تازد تا سہ روز — تا سمرقند و چو پیک با فروز

مانگ اس کی ہے جو دوڑے تین روز — تا سمرقند، اور سر پیک و لطروز

گنجہا بدہم ورا اندر عوض — چوں شود حاصل ز پیغامش غرض

دوں خزانے مال و زر کے میں اسے — جو غرض پوری ہو۔ اگر پیغام سے

[1] خرم شاہ والی سمرقند۔

من شتابیدم بر تو بہر آں ‌ ‌ ‌ تا بگویم من ندارم آں تواں

بھاگتا آیا ہوں شاہا کہتے ہیں ‌ ‌ ‌ تا بہ کہدوں مجھ میں یہ طاقت نہیں

ایں چنیں کارے نیاید خود ز من ‌ ‌ ‌ تا ازیں امید را بر من متن

مجھ سے ہو سکتا نہیں ہرگز یہ کام ‌ ‌ ‌ رکھ نہ یہ امید مجھ سے لاکلام

گفت لعنت بر چنیں و بیت باد ‌ ‌ ‌ کردہ صد تشویش در شہر اوفتاد

بولا شہ لعنت ہو جلدی پہ تری ‌ ‌ ‌ شہر میں ہل چل سی تو نے ڈالدی

از برائے ایں قدر اے خام ریش ‌ ‌ ‌ آتش افگندی دریں مرج و حشیش

صرف اتنے کے لئے اے مدعی ‌ ‌ ‌ بھس میں چنگاری ہے تو نے ڈالدی

ہمچو ایں خامان با طبل و علم ‌ ‌ ‌ کر الغ خانیم در فقر و عدم

ایسے ہی یہ خام با طبل و علم ‌ ‌ ‌ بھرتے ہیں فقر و فنا میں اپنادم

لاف شیخی در جہاں انداختہ ‌ ‌ ‌ خویشتن را بایزیدی ساختہ

مارتے ہیں شیخیاں کیا کیا پلید ‌ ‌ ‌ اور سمجھتے ہیں کہ ہم ہیں بایزید

ہم ز خود واصل شدہ سالک شدہ ‌ ‌ ‌ محفلے وا کردہ در دعوت کدہ

خود ہی واصل خود ہی سالک بن گئے ‌ ‌ ‌ دعوتوں میں محفلیں کرنے لگے

خانۂ داماد پُر آشوب و شر ‌ ‌ ‌ قوم دختر را نبودہ زاں خبر

خانۂ داماد ہے پُر شور و شر ‌ ‌ ‌ لڑکی والوں کو نہیں اس کی خبر

ولولہ کہ کار نیمے راست شد ‌ ‌ ‌ شرط ہائے کاں ز سوئے ماست شد

شاد ہے وہ کام آدھا ہو گیا ‌ ‌ ‌ ہو گئیں پوری جو شرطیں تھیں بجا

خانہا را رفتہ و آراستہ ‌ ‌ ‌ زیں ہوس سرمست خوش برخاستہ

کر لیا آراستہ اس نے تو گھر ‌ ‌ ‌ اور سرمستی سے خوش ہے سربسر

زاں طرف آمد یکے پیغام نہ ‌ ‌ ‌ مرغے آمد ایں طرف زاں بام نہ

اور نہیں پیغام مُو عصر سے بالیقیں ‌ ‌ ‌ کوئی مرغ اس بام سے آیا نہیں

زیں رسالات مزید اندر مزید

خط پہ خط بھیجے مگر ناکامیاب

نے ولیکن یار مازیں آگہ ست

ہے مگر واقف ہمارا درد خواہ !

پس ازاں یارے کہ امید شماست

آس ہے جب دوست سے اپنے تجھے

صد نشاں ست از سرار واز جہار

ہاں نشاں لاکھوں خفی ہیں اور جلی

بار روتا قصۂ دلق جہول

دلق جاہل کا پھر قصہ سنا

پس وزیرش گفت اے حق راستن

"اے ملک"! بولا وزیر نیک فن

دلق از دہ بہر کالے آمدست

کام دلق کو یقیناً تھا کچھ اور

ز آب وروغن کہنہ را نو میکند

آب و روغن نکھرے کرتا ہے نہاں

غمد را نمود و پنہاں کرد تیغ !

تیغ کی پنہاں۔ دکھاتا ہے میاں

او میاں بنمود و پنہاں کرد کارد

ہے میاں دکھلایا۔ پنہاں کی چھری

لپستہ را یا جوز را تا بشکنی !

گرد تو ڑیں پستے اور اخروٹ کو

در مضاحک یک جوابے تا رسید

مضحکے میں پڑ گئے۔ کیا جواب

زانکہ از دل سوئے دل پنہاں رہ ست

کیونکہ پوشیدہ ہے دل کو دل سے راہ

از جواب نامہ رہ خالی چراست

کیوں ہے مایوسی جواب نامہ سے

لیک بس کن پردہ زیں ہم بر مدار

رہنے دے پردے میں لیکن ہے اچھی

کہ بلا آورد بر خویش از فضول

بے وقوفی سے بلا میں جو پڑا !

بشنو از بندہ کمینہ یک سخن

سنئے اس ناچیز کا بھی اک سخن

راند و گشت و پشیماں زاں شدست

اب پشیمان ہو گئے بدلا ہے پہلو

او بمسخرگی بروں شو میکند

دل لگی میں بات دل کی بیگماں

بایدا فشردن مرا ورا بے دریغ

چاہیے اس کو دبانا بے گماں

بیگماں او را ہے باید فشارد

ہے دبانا اس کو شاہا لازمی

نہ نماید دل نہ بد بد روغنی

دیں نہ وہ روغن، نہ باہر مغز ہو

مشنو ایں دفع وے و فرہنگ او ۔۔۔ در نگر در ارتعاش و رنگ او

مکر و چالاکی نہ اس کی دیکھئے ۔۔۔ دیکھئے رنگ اور اس کے زلزلے

گفت حق سیماهم فی وجوههم[1] ۔۔۔ زانکہ غماز ست سیما و منم

حق نے "سیماهم" سے دیتا ہے نشاں ۔۔۔ یعنی کرتے ہیں نشاں غمازیاں

ایں معائن هست ضد آں خبر ۔۔۔ کہ بشر بسرشتہ آمد آں بشر

اس خبر کی ضد ہے یہ بات اے پدر ۔۔۔ شر سے وابستہ ہے تخلیق بشر

گفت دلقک با فغان و با خروش ۔۔۔ صاحبا در خون ایں مسکیں مکوش

بولا دلقک ہو کے محو اضطراب ۔۔۔ کیوں ہے میرے قتل کی کوشش جناب

بس گمان و وہم آید در ضمیر ۔۔۔ کاں نباشد حق و صادق اے امیر

ہیں گمان و وہم ایسے سیکڑوں ۔۔۔ کیا ضرورت ہے کہ سب سچے ہی ہوں

انّ بعض الظنّ اثم ست اے وزیر ۔۔۔ نیست استم راست خاصہ بر فقیر

ہیں گنہ اکثر گماں سن اے وزیر ۔۔۔ ظلم بے جا اور میں بے کس فقیر

شہ نگیرد آنکہ مے رنجاندش ۔۔۔ از چہ گیرد آنکہ مے خنداندش

شہ نہ پکڑے اس کو بھی جو رنج دے ۔۔۔ اسکو کیوں پکڑے جو اسکو خوش کرے

گفت صاحب پیش شہ جاگیر شد ۔۔۔ کاشف ایں مکر و ایں تزویر شد

قلب شہ میں جم گیا قول وزیر ۔۔۔ کھل گیا دلقک ہے مکار و شریر

گفت دلقک را سوئے زنداں برید ۔۔۔ چاپلوس و زرق او را کم خرید

دے دیا حکم اس کو زنداں میں رکھو ۔۔۔ چاپلوسی کی نہ کچھ پروا کرو

میزنیدش چوں دہل اشکم تہی ۔۔۔ تا دہل وار او دہد تاں آگہی

ڈھول کی مانند پیٹو بے تکاں ۔۔۔ تا کہ دل کی بات یہ کر دے عیاں

[1] قولہ تعالیٰ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۔ یعنی انکی صورتوں میں سجدوں کے نشان ہو گئے ہیں +

زانکہ ہم پر ہم تہی باشد دہل ۔۔۔ بانگ او گہ کند مارا زکل

ڈھول جیسا بھی ہو خالی اور بھرا ۔۔۔ بھید کھو دیتی ہے سب اس کی صدا

تا بگوید سرّ خود را اضطرار ۔۔۔ آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار

یہ بھی کر دے دل کی باتیں آشکار ۔۔۔ یوں کہ سب کے دل کو آ جائے قرار

چوں طمانینہ است صدق با فروغ ۔۔۔ دل نیارامد بگفتار دروغ

ہے طمانیت فقط سچائی سے ۔۔۔ جھوٹ سے بھرتا نہیں دل اس لئے

کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں ۔۔۔ خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں

جھوٹ خس ہے اور دل مثل دہاں ۔۔۔ پھر دہن میں کس طرح ہو خس نہاں

تا در و باشد زبانی مے زند ۔۔۔ تا بدانش از دہاں بیروں کند

وہ رہے جب تک زباں چلتی رہے ۔۔۔ تا کہ اُس کو منہ سے باہر پھینک دے

خاصہ کاندر چشم افتد خس زباد ۔۔۔ چشم افتد در نم و بندو کشاد

آنکھ میں پڑتی ہے جب خس ہوا سے ۔۔۔ کھلتی ہے مچتی ہے ہو باقی ہے نم

ما پس ایں خس را زنیم اکنوں لگد ۔۔۔ تا دہان و چشم زیں خس وارہد

اس کمینے کے بھی اب لاتیں لگیں ۔۔۔ تا کہ منہ اور آنکھ سے تنکے کریں

گفت و تفک کاے ملک آہستہ باش ۔۔۔ روئے حلم و مغفرت را کم خراش

بولا وتفک رحم کر اے بادشاہ ۔۔۔ کر نہ حلم و مغفرت کو یوں تباہ

تا بدیں حد چیست تعجیل و نقم ۔۔۔ من نخواہم رم بدست تو درم

آخر ایسی آفت اور جلدی ہے کیا ۔۔۔ اُڑ نہ جاؤں گا، میں قیدی ہوں ترا!

آں ادب کہ باشد از بہر خدا ۔۔۔ اندراں مستعجلی نبود روا

ہو اگر تنبیہ از بہر خدا! ۔۔۔ جلد بازی اُس میں پھر کب ہے روا

وانچہ باشد طبع و خشم عارضی ۔۔۔ مے شتابد تا نگردد منقضی

اور اگر ہوتا ہے غصہ عارضی ۔۔۔ ہوتی ہے جلدی نہ ہو تا منقضی ۱؎

۱؎ یعنی غصہ اُتر نہ جائے ۔

ترسد ار آید رضا خشمش رود　　انتقام و ذوق از و فائت شود

ہو رضا کے خوف سے غصہ فنا　　وقت گذرے انتقام و ذوق کا

شہوت کاذب شتابد در طعام　　خوف فوت ذوق نبود جز معقام

کھانے کی جلدی ہو جھوٹی بھوک میں　　علتیں اس ذوق سے لیکن بڑھیں

اشتہا صادق بود تاخیر بہ　　تا گوارندہ شود آں بے گرہ

ہو جو سچی بھوک کچھ تاخیر سے　　تو ہے بہتر، ہضم تا وہ ہو سکے

تو پئے دفع بلا ئم مے زنی　　تا بہ بینی رخنہ را بندش کنی

مارتا ہے تو پئے دفع بلا　　تا کوئی رخنہ جو ہو تو دے چھپا

تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا　　غیر آں رخنہ بسے دارد قضا

تا بلا آئے نہ رخنے سے کوئی　　ہیں بہت رخنے قضا کے واقعی

چارۂ دفع بلا نبود ستم　　چارہ احسان باشد و عفو و کرم

چارۂ دفع بلا کب ہے ستم　　ہے علاج احسان اور عفو و کرم

گفت الصدقۃ ترد للبلا[1]　　داو مرضاک بصدقۃ یافتیٰ

صدقہ ہے آتی بلا کو ٹالتا　　صدقے سے اپنے مرض کی کر دوا

صدقہ نبود سوختن درویش را　　کور کردن چشم حلم اندیش را

کیا ہے صدقہ پھونکنا درویش کو　　بند کرنا چشم حلم اندیش کو

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش　　لیک چوں خیرے کنی در موضعش

بولا شہ نیکی کا کرنا ہے بھلا　　ہاں مگر موقع ہو کار خیر کا

موضع شہ رخ نہی ویرانی ست　　موضع شہ پیل ہم نادانیست

رخ بجائے شہ ہو ویرانی ہے یہ　　شہ کی جا ہو پیل نادانی ہے یہ

در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست　　شاہ را صدر و فرس را درگہ است

ہے شریعت میں عطا بھی زجر بھی　　شاہ کو صدر اسپ کو ہے گھاس ہی

[1] حدیث شریف، الصدقۃ تردوا البلا یعنی صدقہ بلا کو رد کر دیتا ہے ؁

عدل چہ بود وضع اندر موضعش ۔۔۔ ظلم چہ بود وضع در ناموضعش

عدل یہ ہے کہ ٹھکانے سے ہوں کام ۔۔۔ بے ٹھکانے ہوں تو ہے ظلم تمام

عدل چہ بود آب دہ اشجار را ۔۔۔ ظلم چہ بود آب دادن خار را

عدل کیا ہے آب دے اشجار کو ۔۔۔ ظلم کیا ہے ! پانی دینا خار کو

نیست باطل ہر چہ یزداں آفرید ۔۔۔ از غضب وز حلم وز نصح و مکید

حق نے جو پیدا کیا۔ باطل نہیں ۔۔۔ ہو غضب یا حلم یا ہو مکر و کیں

خیر مطلق نیست زانہا ہیچ چیز ۔۔۔ شر مطلق نیست زانہا ہیچ چیز

خیر مطلق بھی نہیں ہے کوئی چیز ۔۔۔ شر مطلق بھی کہیں ہے کوئی چیز

نفع و ضر ہر یکے از موضعیست ۔۔۔ علم زیں رو واجبست و نافعیست

نفع اور نقصان کا ہے اک محل ۔۔۔ اس لئے ہے علم نافع اور عمل

اے بسا زجرے کہ بر مسکیں بود ۔۔۔ در ثواب از نان و حلوا بہ بود

جھڑکیوں کا کڑا اے مسکین آپ ۔۔۔ نان و حلوا سے زیادہ ہے ثواب

زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند ۔۔۔ سیلیش از خبث مستنقا کند

کیونکہ حلوا گرمی و صفرا بڑھائے ۔۔۔ اور اک تھپڑ برائی سے بچائے

سیلئے در وقت بر مسکیں بزن ۔۔۔ کہ رہانند آتش از گردن زدن

وقت پر مسکین کے تھپڑ تو مار ۔۔۔ تا ہلاکت سے ہو اپنی رستگار

زخم در معنی فتد بر خوئے بد ۔۔۔ چوب بر گرد او فتد نے بر نمد

مار سے ہوتی ہے زخمی اس کی کھوٹ ۔۔۔ گرد پہ اور نہیں ہے نمدے پہ چوٹ

بزم و زنداں ہست ہر بہرام را ۔۔۔ بزم مخلص را و زنداں خام را

بزم و زنداں ہے ہر اک بہرام[1] کا ۔۔۔ بزم مخلص کی ہے۔ زنداں خام کا

شق باید ریش را مرہم کنی ۔۔۔ چرک را در ریش مستحکم کنی

رکھ نہ مرہم زخم اگر مانگے شگاف ۔۔۔ میل سے کب زخم ہو سکتا ہے صاف

[1] یہاں بہرام ہر بادشاہ سے مراد ہے۔

تا خورد مر گوشت را در زیراں	نیم سودے باشد و پنجہ زیاں
نیچے نیچے گوشت کو کھا جائے گا	فائدہ کم اور نقصان ہے سوا
از تف آں اندروں ویراں شود	چرک ناگہ در میاں پنہاں شود
گرمی سے اندر پہنچتا ہے زیاں	درمیاں میں چرک رہتا ہے نہاں
گفت ولقک من نمیگویم گذار	لیک مے گویم تحری پیش آر
بولا دلقک۔ ہاں نہ کر مجھ کو رہا	میں تو ہوں تحقیق حالت چاہتا
ہیں رہ صبر و تانی را مبند	صبر کن اندیشہ میکن روز چند
کر رہ صبر و تامل کو نہ بند	صبر کچھ دن چاہئے اے بہرہ مند
در تانی بر یقینی بر زنی	گوشمال من بالیقانی کنی!
صبر کرنے سے یقیں ہو جائیگا	بالیقیں پھر یاؤں گا ایسی سزا
در روش یمشی مکبا خود چرا	چونکہ میشاید شدن براستوا
ہے روش "یمشی مکبا" کی خطا	جب ہے چلنا سیدھے رستے پر روا
مشورت کن با گروہ صالحاں	بر پیمبر امر شاورہم بداں
مشورہ کر اُن سے جو ہیں نیک سے پنے	حکم پیغمبر کو "شاورہم" کا ہے
امرہم شوری برائے ایں بود	کز تشاور سہو و کژ کمتر شود
"امرہم شوری" کا مطلب ہے یہی	مشورہ ہے مانع سہو و کجی

لہ قولہ تعالیٰ۔ اَفَمَن یَمشی مکباً علی وجہہ اھدیٰ اَمَّن یمشی سویاً علی صراط المستقیم یعنی جو منہ کے بل چلتا ہے وہ راست رو زیادہ ہے یا وہ جو سیدھے رستے پر چلتا ہے؟ لہ قولہ تعالیٰ۔ وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ یعنی اے محمدؐ لوگوں سے مشورہ کرو اور جب کسی کام کا ارادہ ہو۔ تو خدا پہ توکل کرو ہ لہ قولہ تعالیٰ والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم ومما رزقناھم ینفقون یعنی جو لوگ حکم خدا قبول کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے کام بطریق شورہ چلتے ہیں اور ہمارے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

کاین خرد ہا چوں مصابیح انور است — بیست مصباح از یکے روشن تر است

ہیں یہ عقلیں شمع روشن برملا — ایک سے ہے بیس میں زائد ضیا

بوکہ مصباحے فتد اندر میاں — مشتعل گشتہ ز نور آسماں

شمع شاید آئے کوئی درمیاں — جس میں ہوں انوار نور آسماں

غیرت حق پردہ انگیختہ است — سفلی و علوی بہم آمیختہ است

غیرت حق ہو گئی ہے پردہ دار — سفلی و علوی ہیں دونوں ہمکنار

گفت سیروا مے طلب اندر جہاں — بخت و روزی را ہمیکن امتحان

حکم ہے تو سیر دنیا کی کرو — اور ڈھونڈو رزق اور تقدیر کو

در مجالس میطلب اندر عقول — آنچناں عقلے کہ بود اندر رسول

مجلسوں میں پھر کر کسب عقول — عقل ایسی جس کے حامل تھے رسولؐ

زانکہ میراث از رسول آنست و بس — کو ببیند غیب ہا از پیش و پس

ہے یہ میراث رسول اے نیک خو — دیکھتے ہیں پیش و پس سے غیب کو

در بصرہا مے طلب ہم آں بصر — کہ نتابد وصف آں این مختصر

ڈھونڈ نظروں میں بھی اک ایسی نظر — وصف جس کا ہو برون مختصر

بہر ایں کردہ است منع آں باشکوہ — از ترہب وز شدن خلوت بکوہ

اس لئے ہے منع حضرت نے کیا — بن کے راہب اور پہاڑوں پہ نہ جا

تا نگردد فوت ایں نوع التقا — کان نظر بخت ست و اکسیر بقا

ملنا جلنا تاکہ ہو فوت اے فتا — ہے انہیں نظروں میں اکسیر بقا

در میان صالحان یک اصلحیست — بر سر توقیعش از سلطاں صحیست

ہے اک اصلح صالحوں کے درمیاں — جس پہ انوار خدا ہیں ضو فشاں

کان دعا شد با اجابت مقترن — کفو او نبود کبار انس و جن

ہے دعا اس کی اجابت سے قرین — انس و جن میں کفو تک اس کا نہیں

در مری اش آنکہ حلوا و حامض است
حجت ایشاں بر حق داحض است

ہمسری کرتے ہیں جو اُس سے ذرا
اُن کی حجت ہے غلط نزدِ خدا

گرچہ ما او را بہ خود افراشتیم
عذر و حجت از میاں برداشتیم

ہم نے خود رتبے اُسے برتر دئے
عذر و حجت درمیاں سے اٹھ گئے

قبلہ را چوں کرد دستِ حق عیاں
پس تحری بعد ازاں مردود داں

قبلہ کو جب کر دیا حق نے عیاں
تو ہے بے معنی تحری[1] بعد ازاں

ہین بگرداں از تحری رو و سر
کہ پدید آمد معاد و مستقر

پھیرے اپنا تحری سے تو سر
جب ہے ظاہر بازگشت و مستقر

یک زماں زیں قبلہ گر ذاہل شوی
سخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی

قبلہ سے دم بھر اگر غافل ہو تو
تو حقیر قبلۂ باطل ہو تو

چوں شوی تمییز دہ را ناسپاس
بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس

جب ہے تو تمییز دہ[2] کا ناسپاس
تجھ سے چھوٹیں خطرۂ قبلہ شناس[3]

گر ازیں انبار خواہی بر و بیر
نیم ساعت رو ز ہمراہاں مبر

رزق اور بخشش اگر ہے چاہتا
ساتھیوں سے ہو نہ اک لمحہ جدا

کاندراں دم کہ ببری از معین
مبتلا گردی تو با بئس القرین

ورنہ اک لمحہ میں تو ہو کر جدا
صحبتِ بد میں تو ہوگا مبتلا

چوہے اور مینڈک کا قصہ

از قضا موشے و چغزے باوفا
بر لبِ جو گشتہ بودند آشنا

اتفاقاً ایک مینڈک اک چوہا
تھے کنارِ نہر باہم آشنا

[1] قبلہ کو تلاش کرنا [2] تمیز دینے والا یعنی خدا [3] یعنی تجھ میں قبلہ شناسی کے خطرے پیدا ہو جائیں گے ۔

ہر دو تن مربوط میعادے شدند	ہر صباحے جمع یک جا آمدند
مدتوں تک ربط دونوں میں رہا	ملتے تھے ہر صبح آکر باوفا
دو دل باہمدگرے بشگفتند	وز وساوس سینہ مے پرداختند
زودل کی تھے وہ دونوں کھیلتے !	دور تھے اُن کے دلوں سے وسوسے
ہر دو را دل از تلاقی متسع	ہمدگر را قصّہ خوان مستمع
دونوں دل پس کے ملنے سے تھے شاد	کہتے تھے قصّے جو کچھ تھے اُن کو یاد
راز گویاں با زبانِ بے زباں	الجماعة رحمت تاویل داں
تھی زبانِ بے زبانی راز گو	ہے جماعت رحمت اس سے جان لو
آں خر چوں جفت آں شاد وا شدے	پنجسالہ قصّہ اش یاد آمدے
ہوگئے تھے جب مل کے دونوں شاد شاد	پنج سالہ قصّے آجاتے تھے یاد
جوشش نطق از دل نشانِ دوستیست	بستگی نطق از بے الفتیست
بات کرنا ہے نشانِ دوستی	ہے خموشی شاہد بیگانگی !
دل کہ دلبر دید کے ماند ترش	بلبلے گل دید کے ماند خمش
دیکھے جب دلبر کو دل کیوں ہو نہ جوش	گل کو بلبل دیکھ کر کب ہو خموش
ماہی بریاں ز آسیب خضرؑ	زندہ گشت و سوئے دریا شد مقر
تھی بھنی مچھلی کو ہیبت خضرؑ کی	زندہ ہو کر لوٹ دریا میں گئی
یار چوں با یار خوش بنشستہ شد	صد ہزاراں لوح سرّ دانستہ شد
دوست جب اک دوست کا ہو ہم نشیں	راز کھل جاتے ہیں لاکھوں بالیقیں

ط روایت ہے کہ جب حضرت خضرؑ آبِ حیوان کی تلاش چشمہ آبِ حیات تک پہنچے تو ان کے پاس ایک بھنی ہوئی مچھلی تھی۔ انہوں نے وہاں روٹی کھانے کا ارادہ کیا۔ دفعتاً وہ مچھلی ان کے ہاتھ سے پانی میں گر گئی اور زندہ ہو گئی ۔

لوح محفوظ ست پیشانیٔ یار — راز کونینش نماید آشکار

ہے ازل کی لوح پیشانیٔ یار — اُس سے ہیں راز دو عالم آشکار

ہادی راہ ست یار اندر قدوم — مصطفیٰؐ زیں گفت اصحابی نجوم

دوست ہی ہے ہادیٔ راہ قدم — مصطفیٰؐ کہتے ہیں اصحابی نجوم

نجم اندر ریگ و دریا رہنماست — چشم اندر نجم نہ کو مقتداست

تارے دشت و بحر میں ہیں رہنما — رکھ نظر ان پہ کہ یہ ہیں پیشوا

چشم را با روے او میدار جفت — گرد منگیزاں ز راہ بحث و گفت

آنکھ کو چہرے پہ اُن کے رکھ مدام — گرد و بحث و گفتگو چھوڑا ے غلام

زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار — چشم بہتر از زبان با عثار

کیونکہ تاروں کو چھپاتا ہے غبار — ہے زبان سے آنکھ بہتر لاکھ بار

تا بگوید آنکہ وحیستش شعار — کاں نشاند گرد و نگیزد غبار

تاکہ فرمائیں جناب مصطفیٰؐ — یہ غبار و گرد سے فارغ رہا

چوں شد آدمؑ مظہر وحی و وداد — ناطقہ او علم الاسما کشاد

تھے جو آدمؑ مظہر وحی خدا — علم الاسما نے کھولا ناطقا

نام ہر چیزے چنانکہ ہست آں — از صحیفہ دل روی گشتش زباں

نام ہر اک چیز کا جو تھا نہاں — بس کتاب دل سے آیا تا زباں

فاش میگفتی زبان از رو تیش — جملہ را خاصیت و ماہیتش

آشکار ان کی زباں سے پھر ہوئی — خاصیت اور ماہیت ہر چیز کی

آں چناں نامے کہ اشیا را سزد — نے چنانکہ چیز را خوانی اسد

تھا جو نام اشیاء کا ٹھیک اور مستند — یہ نہیں جو چیز کو کہدیں اسد

نوحؑ نہصد سال در راہ سوی — بود ہر روزیش تذکیر نوی

نوحؑ نو سو سال تک تھے مستقیم — تھا نیا اک ذکر روز اُن کا ندیم

لعل او تازہ ز یاقوت القلوب — نے رسالہ خواندنے قوت القلوب

دل کی یاقوتی سے تازہ ہونٹ تھے — کھائی یاقوتی۔ نہ کچھ لکھے پڑھے

وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح — بلکہ ینبوعِ کشوف و شرحِ روح

وعظ کو سیکھا نہ شرحوں سے کبھی — کشف کے چشمے تھے شرحیں روح کی

زاں مئے کاں مے چو جوشیدہ شود — آب نطق از گنگ جوشیدہ شود

سیکھا اس مے سے کہ جب جوش کھائے — جو ہو گونگا۔ وہ بھی جوشِ نطق پائے

طفلِ نوزادہ شود حبر و فصیح! — حکمتِ بالغ بخواند چوں مسیح

طفلِ نوزائیدہ ہو دانا فصیح — حکمتِ کامل سکھائے جوں مسیح[1]

از کُہے کہ یافت زاں مے خوش لبی — صد غزل آموخت داؤدِ نبی

جس نے پائی تھی یہ مے اُس کوہ سے — سیکھے نغمے حضرت داؤدؑ نے

جملہ مرغاں ترک کردہ جیک جیک — ہمزباں و یارِ داؤدؑ ملیک

چہچہے سب چھوڑ کر چڑیاں وہاں — ہو گئیں داؤدؑ ہی کی ہمزباں

چہ عجب گر مرغ گردد مستِ او — چوں شنید آہن صدائے دستِ او

مست ہوں گر مرغ تو حیرت ہے کیا — جب صدا سے اُن کی لوہا موم تھا

صرصری بر عاد قتّالے شدہ — مر سلیماں را چو حمّالے شدہ

عاد والوں کی ہوا قتّال تھی — اور سلیماںؑ کی وہی حمّال تھی

صرصرے میبرد بر سر تختِ شاہ — ہر صباح و ہر مسا یک سالہ راہ

لیکے جاتی تھی ہوا وقتِ سحر — تخت ان کا اک برس کی راہ پر

[1] جس طرح حضرت عیسیٰؑ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا تھا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب دی ہے۔ برکت والا بنایا ہے اور انبیا بھی کیا ہے ❖

ہم شدہ حمّال و ہم جاسوس او / گفت غائب را کناں محسوس او

ان کی حمالہ بھی تھی جاسوس بھی / ان سے کہہ دیتی تھی سب باتیں چھپی

باد چوں گفتار غائب یافتے / سوئے گوش آں ملک بشتافتے

گفتگو پوشیدہ سنتی تھی اگر / کہتی ان کے کان میں وہ سربسر

کہ فلانے ایں چنیں گفت آں زماں / اے سلیمانِ شہِ صاحبقران

یعنی یوں اس وقت کہتا تھا فلاں / اے سلیمانؑ اے شہِ صاحب قران

چوہے کا مینڈک کیساتھ مشورہ کرنا

ایں سخن پایاں ندارد گفت موش / چغز را روزے کہ اے فخرِ وحوش

بات یہ لمبی ہے چوہے نے کہا ! / ایک دن مینڈک سے اے بحر آشنا

وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز / تو درون آب داری ترکتاز

تجھ سے کہنا چاہتا ہوں دل کے راز / اور ہے پانی میں تیری ترک تاز[1]

بر لبِ جو من ترا نعرہ زناں / نشنوی در آب از عاشق فغاں

تجھ کو ندی پر میں دیتا ہوں صدا / تو کہاں سنتا ہے عاشق کی بکا

من بدیں وقتِ معیّن اے دلیر / مے نگردم از ملاقاتت تو سیر

اک مقرر وقت پر میں اے دلیر / ہو نہیں سکتا ترے ملنے سے سیر

پنجوقت آمد نماز اے رہنموں / عاشقاں را فی صلوٰۃ دائموں

ہے مقرر پانچ وقت اپنی نماز / دائمی لیکن ہے عاشق کی نماز

نے بہ پنج آرام گیرد آں خمار / کاندریں سرہاست نے پانصد ہزار

پانچ وقتوں سے نہ ہو پورا خمار / پانچ کیا۔ گو پانسو ہوں یا ہزار

[1] دوڑ دھوپ +

نیست زرغبّاً طریق عاشقاں — سخت مستسقی ست جان صادقاں

سلکِ عشاق زرغبّا[1] نہیں — جان صادق تشنہ تر ہے بالیقیں

نیست زرغبّاً طریق ماہیاں — زانکہ بے دریا ندارند انس جاں

مچھلیوں کا طور زرغبّا ہو کیا — کس سے رہیں مانوس دریا کے سوا

آب ایں دریا کہ ہائل بقعہ ایست — با خمار ماہیاں یک جرعہ ایست

بقعۂ دریا ہے ناپیدا کنار — مچھلیوں کو ہے بس اک جرعہ خمار

یکدم ہجراں بر عاشق چو سال — وصل سالے متصل پیشش خیال

ایک لمحہ ہجر کا ہے ایک سال — وصل یک سالہ ہے گویا اک خیال

عشق مستسقی ست مستسقی طلب — در پے ہم این و آں چوں روز و شب

عشق خود تشنہ ہے اور تشنہ طلب — ایک پیچھے دوسرے کے روز و شب

روز بر شب عاشق ست و مضطر ست — چوں ببینی شب بر او عاشق تر ست

دن ہے عاشق رات پر دیکھا ہے یہ — رات ہے دن پہ مگر دلدادہ تر

نیست شاں گفتگو پروائے ایست — از پے ہم شاں یکدم ایست نیست

بات کرنے کی انہیں مہلت نہیں — پیروی سے ایک دم فرصت نہیں

ایں گرفتہ پائے آں آں گوش ایں — ایں بپائے ہوش آں بیہوش ایں

اس نے پکڑا پاؤں اسکا۔ اس نے کان — اس پہ ہے مدہوش وہ وہ اس پہ جان

در دل معشوق جملہ عاشق ست — در دل عذرا ہمیشہ وامق ست

قلب میں معشوق کے عاشق سمجھ — دل میں عذرا[2] کے سدا وامق سمجھ

---

[1] جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رض سے فرمایا تھا کہ۔ "یا ابا ھریرہ زُر غبّاً تزدد حبّاً" یعنی اے ابو ہریرہ ایک دن بیچ کرکے دوستوں سے ملا کرو اس طرح دوستی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

[2] عذرا معشوق کا اور وامق عاشق کا نام ہے۔

دردلِ عاشق بجز معشوق نیست — درمیاں شاں فارق و مفروق نیست

دل میں عاشق کے فقط معشوق ہے — کون ان میں فارق و مفروق ہے

بر یکے اشتر بود ایں دو درا — پس چہ زرِّ غتبا بگنجد ایں دو را

ہیں یہ دونوں دو دَرا اک اونٹ پہ — پھر ہے زرِّ ز غتبا کی گنجائش کدھر

ہیچکس با خویش زرِّ غتبا نمود — ہیچکس با خود بنوبت یار بود

کون رکھے خود سے زرِّ غتبا[1] روا — باری باری کون اپنے سے ملا

آں یکی نہ کہ عقلش فہم کرد — فہم ایں موقوف شد بر مرگ مرد

جس کو سمجھے عقل۔ وہ وحدت نہیں — موت کے بعد اس کا آتا ہے یقیں

جز مگر مردی کہ پیش مرگ مُرد — رخت ہستی را بسوے یار برد

ہاں مگر جو مرنے سے پہلے مَرا — رخت ہستی سوئے جاناں لے گیا

در بعقل ادراک ایں ممکن بدی — قہر نفس از بہر چہ واجب شدی

ہوتا ممکن عقل سے گر جاننا — مارنا کیوں نفس کا ہوتا روا

با چناں رحمت کہ دارد شاہ ہش — بیضرورت چوں بگوید نفس کش

باوجود ان رحمتوں کے کردگار — بے ضرورت کیوں یہ کہتا نفس مار

وصل کے لئے چوہے کی خوشامد و زاری

گفت اے یار عزیز مہر کار — من ندارم بے رخت یکدم قرار

بولا چوہا۔ اے عزیز دوست دار — مجھ کو بن تیرے نہیں اک دم قرار

روز نور و مکسب ماہم توئی — شب قرار و سلوت خوابم توئی

دن کو میرا نور اور راحت ہے تو — شب کو میرا چین اور عشرت ہے تو

[1] گھنٹہ۔ جرس

از مروت باشد ار شادم کنی	وقت بیوقت از کرم یادم کنی
یہ مروت ہے کرے گر تجھ کو شاد	وقت اور بے وقت کرے دل سے یاد
در شبانروزی وظیفہ چاشتگاہ	راتبہ کردی وصال اے نیکخواہ
رات دن میں صرف وقت چاشت کو	وصل سے کرتا ہے شاد اے نیک خو
من بدیں یکبار قانع نیستم	در ہوایت طرفہ انسانیستم
میں مگر اک بار پہ قانع نہیں	ہوں نیا حسرت میں تیری بالیقیں
پانصد استسقاستم اندر جگر	با ہر استسقا قرین جوع البقر
پانسو رکھتا ہے استسقا جگر	ہے ہر استسقا مرا جوع البقر
بے نیازی از غم من اے امیر	دہ زکات جاہ و بنگر در فقیر
غم سے بے پروا ہو میرے امیر	دے زکات جاہ کر نگہ فقیر
ایں فقیر بے ادب نادر خورست	لیک لطف عام تو زاں برترست
یہ فقیر بے ادب ہے ناسزا	تیرا لطف عام ہے لیکن بڑا
مے بجوید لطف عام تو سند	آفتابے بر حدثہا مے زند
تیرا لطف عام تو ہے بے حساب	ہے نجاست پر بھی تاباں آفتاب
نور او را زاں زیانے نا مدہ	آں حدث از گلخنے ہیزم شدہ
نور کو اس کے نہیں اس سے زیاں	مثل ہیزم خشک ہو جاتی ہے یاں
تا حدث در گلخنے شد نور یافت	بر در و دیوار حمامے بتافت
ہو کے گلخن میں نجاست جلوہ گر	کرتی ہے نورا گلخنی حمام پہ

؎ وہ مرض جس میں بار بار پیاس معلوم ہوتی ہے اور پانی سے کسی طرح سیری نہیں ہوتی ◆

؎ وہ مرض جس میں تمام اعضا بھوکے ہو جاتے ہیں اور کھانے پینے سے کسی طرح سیری نہیں ہوتی ◆

بود آلایش شد آرایش کنوں   چوں دمے در خواند خورشید آں فسوں

تھی جو آلائش اب آرائش ہوئی   ہے یہ افسونِ رُخ خورشید ہی

شمس ہم معدہ زمین را گرم کرد   تا زمین باقی حدثہا را بخورد

جب زمیں کو گرم سورج نے کیا   اُس نے پھر ناپاکیوں کو کھا لیا

جزو خاکی گشت و رست از وے نبات   ھٰکذا یمحو الالٰہ السیئات

بن کے جزو خاک اُگا گھاس پھر گیاہ   محو کرتا ہے یونہی خالق گناہ

جزو خاکی گشت و شد زو پُر ز نور   ھٰکذا الغفران لمن یعطی الغفور

جزو خاکی بن کے ہو جاتی ہے نور   بخش دیتا ہے یونہی ربِّ غفور

با حدث کاں بدترین است ایں کند   کش نبات و نرگس و نسرین کند

جب نجاست سے سلوک ایسا کرے   نرگس و نسریں بناتا ہے اسے

تا بنسرین مناسک در وفا   حق چہ بخشد در جزا و در عطا

پھر انہیں جو ہیں خدا جُو باوفا   کیا خبر اللہ کیا دے گا جزا

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد   طیبیں را تا چہ بخشد در رشد

دے خبیثوں کو جب ایسی خلعتیں   جانے کیا پاکوں کو بخشے نعمتیں

آں دہد حق شاں کہ لا عین رأت   کاں نگنجد در زبان و در لغت

دے گا خالق جو نہ دیکھا آنکھ نے   اور زباں جس کو نہ ظاہر کر سکے

ما کہ ایم ایں را بیاں کن یار من   روز من روشن کن از خلق حسن

ہم ہیں کیا اے دوست تو خود کر بیاں   کر مجھے خلق حسن سے ضو فشاں

منگر اندر زشتی و مکروہیم   کہ ز پُر زہرے چو مار کوہیم

دیکھتا کیا ہے مرا حال زبوں   زہر سے پُر اک پہاڑی سانپ ہوں

ایکہ من زشت و خصالم نیز زشت   چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت

اے برا ہی دیکھنے والے مرے   گل بنوں کیونکر ہے خلقت خار سے

نوبہار حسن گل دہ خار را ‏ — ‏ زینت طاؤس دہ ایں مار را
نو بہار حسن گل دے خار کو ‏ — ‏ زینت طاؤس کی دے مار کو

در کمال زشتیم من منتہی ‏ — ‏ لطف تو در فضل و در فن منتہی
گو بُرائی میں کوئی مجھ سا نہیں ‏ — ‏ لطف فرمائی میں بھی تجھ سا نہیں

حاجت ایں منتہی زاں منتہی ‏ — ‏ تو برآرائے غیرت سرو سہی
لطف سے اپنے امیدیں زشت کی ‏ — ‏ تو نکال اے غیرت سروِ سہی

چوں بمیرم فضل تو خواہد گریست ‏ — ‏ از کرم گرچہ ز حاجت او بریست
جب مروں گا فضل تیرا روئے گا ‏ — ‏ رحمتاً، ورنہ اُسے حاجت ہے کیا

بر سر گورم بسے خواہی نشست ‏ — ‏ خواہد از چشم لطیفت اشک جست
آکے تو بیٹھے گا تربت پر مری ‏ — ‏ اشک بھی برسیں گے آنکھوں سے تری

نوحہ خواہی کرد بر محرومیم! ‏ — ‏ چشم خواہی بست از مظلومیم
مجھ کو رُلوائے گی محرومی مری ‏ — ‏ دیکھی کب جائے گی مظلومی مری

اندکے زاں لطفہا اکنوں بکن ‏ — ‏ حلقۂ در گوش من کن زیں سخن
وہ کرم تھوڑا سا مجھ پہ آج کر ‏ — ‏ اور بنا اپنا غلام اے داد گر

آنچہ خواہی گفت تو با خاک من ‏ — ‏ بر فشاں بر مدرک غمناک من
کل جو باتیں ہوں گی میری خاک سے ‏ — ‏ ڈال دے ادراکِ غمگیں پہ مرے

دست گیرم در چنیں بیچارگی ‏ — ‏ شاد گردانم دراں غمخوارگی
ہو مرا بے چارگی میں دستگیر ‏ — ‏ ہوں میں غمگیں شاد کر رب قدیر

چوہے کی خوشامد اور ایک مثال

صوفیے را گفت خواجہ سیم پاش ‏ — ‏ کاے قد چالاک ترا جانم فراش
اک سخی خواجہ نے صوفی سے کہا ‏ — ‏ جان میری تیرے قدموں پہ فدا

یکدم خواہی تو امروز اے شہم　　یا کہ فردا چاشتگاہی سہ درم

اک درم اس وقت لے گا بے دغل　　یا کہ درہم تین، وقت چاشت کل

گفت من پرورہم راضی ترم　　کہ دہی امروز و فردا صد درم

بولا راضی ہوں میں اک درہم پہ لا　　سو درم بھی کل اگر دے گا تو کیا

سیلئی نقد از عطائے نسیہ بہ　　نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ

سیلی نقد اچھی بری بخشش اُدھار　　نقد دے حاضر ہے گُدی دھول مار

خاصہ آں سیلی کہ از دست تو است　　ہم قفا ہم سیلیش مست تو است

خاص کر یہ دھول تیرے ہاتھ کی　　دھول گُدی سب ہیں مستانہ تری

ہیں بیا اے شادی و جان جہاں　　خوش غنیمت دار نقد ایں زماں

جلد آ اے عشرت و جانِ جہان　　ہے غنیمت نقد وقت اے جان جان

در مدزد آں روئے ماہ از شبروان　　سر مکش زیں جوئے اے آب روان

رہبر و شب سے نہ منہ اپنا چھپا　　ہے اگر آب رواں، ندی میں آ

تا لب جو خندد از ماء معیں　　وز لب جو سر بر آرد یاسمیں

ہو لب جو خندۂ ماء معیں!　　اور لب جو سے ہو پیدا یاسمیں

چوں بہ بینی بر لب جو سبزہ ست　　پس بداں از دور کانجا آب ہست

سبزہ جب آئے لب جو پر نظر　　دور سے پانی کا اندازہ تو کر

گفت سیماہم وجوہ کردگار　　کہ بود غماز باراں سبزہ زار

جب کہ سیماہم ہے قول کردگار　　کیوں نہ ہو غمازِ باراں سبزہ زار

گر ببارد شب نہ بیند ہیچکس　　کہ بود در خواب ہر نفس و نفس

شب کو بارش ہو تو کیا دیکھے کوئی　　ہر نفس ہوتا ہے محو خواب ہی

تازگی ہر گلستان جمیل　　ہست بر باران پنہانی دلیل

تازگی لیکن چمن کی اے جمیل　　بارش پنہاں کی ظاہر ہے دلیل

چوہے و مینڈک کی حکایت کیطرف رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبیی   لیک شاہ رحمت و وہابیی

اے اخی خاکی ہوں میں آبی ہے تو   رحمتِ خالق کا حامل نیک خو

آنچناں کن از عطا و از قسم   کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم

کر عطا ایسی مجھے خوش قسمتی   گاہے گاہے میں کروں خدمت تری

بر لب جو من بجاں میخوانمت   من نہ بینم از اجابت مرحمت

میں لبِ جو تجھ کو دیتا ہوں صدا   اور صدا ہوتی نہیں میری رسا

آمدن بر آب بر من بستہ شد   زانکہ ترکیبم زخاکے رستہ شد

پانی پہ آنا مرا ممکن نہیں   خاک سے ہے میری خلقت بالیقیں

یا رسولے یا نشانے کن مدد   تا ترا از بانگ من آگہ کند

تو مقرر کر کوئی پیغام بر   دے جو میری بانگ کی تجھ کو خبر

بحث کردند اندریں کار آں دو یار   آخر ایں بحث آں آمد قرار

بحث کی دونوں نے اس پہ بار بار   پا گئی یہ بات آخر کو قرار

کہ بدست آرند یک رشتہ دراز   تا ز جذب رشتہ گردد کشف راز

ہم کہیں سے لائیں اک ڈورا دراز   تا کہ ہو اس کی کشش سے کشفِ راز

یکسرے بر پائے ایں بندہ دو تو   بستہ باشد دیگرے بر پائے تو

پاؤں میں اک میرے باندھو اس کا سرا   باندھ پھر پاؤں میں اپنے دوسرا

تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن   اندر آمیزیم چوں جاں با بدن

تا کہ دونوں کو ملا دے یہ جتن   اور ہم مل جائیں جیسے جان و تن

ہست تن چوں ریسماں بر پائے جان   میکشاند بر زمینش ز آسماں

جسم اک رسی ہے پائے روح پہ   لاتی گردوں سے زمیں پہ کھینچ کر

چغز جان در آب خواب بیہشی — رستہ از موش تن آمد در خوشی

روح کا مینڈک تھا غرق بے خودی — موش تن سے چھوٹ کے کرتا تھا خوشی

موش تن زاں ریسماں از شش کشید — چند تلخی زیں کشش جاں مے چشید

موش تن نے کھینچی رسی پھر یہاں — روح نے اس سے اٹھائیں تلخیاں

گر نبودے جذب موش گندہ غر — عیشہا کردے درون آب چغز

گر کشش کرتا نہ یہ گندہ چوہا — عیش پانی میں بڑا مینڈک کو تھا

باقیش چوں روز برخیزی زخواب — بشنوی از نور بخش آفتاب

جو بقایا جب اٹھے تو بعد خواب — دور دیکھے ہے درخشاں آفتاب

یک سر رشتہ گرہ بر پائے من — زاں سر دیگر تو بر پا عقدہ زن

اک گرہ تو ہوگی میرے پاؤں پہ — دوسری پنجے میں تیرے بے خطر

تا توانم من دریں خشکی کشید — مر ترا اینک شد سر رشتہ پدید

بس میں لوں گا کھینچ خشکی پہ تجھے — ہے جو کھوئے تھے وہ رشتے مل گئے

تلخ آمد بر دل چغز ایں حدیث — کہ مرا در عقدہ آرد ایں خبیث

بات مینڈک کو ہوئی یہ ناگوار — پھانسنا چاہے مجھے یہ نابکار

ہر کراہت در دل مرد بہی — چوں در آید از آفتے نبود تہی

دل میں آتی ہے کراہت جو کوئی — خالی آفت سے نہیں ہوتی کبھی

وحی حق داں آں فراست را نہ وہم — نور دل از لوح کل کردہ است فہم

وحی حق جان اس فراست کو نہ وہم — نور دل کو عرش سے ملتی ہے فہم

امتناع پیل از سیران بیت — با جد آں پیلباں و بانگ ہیت

جانب کعبہ نہ گئے ۱ ہاتھی رواں — با وجود ہیبت و سختی پیلباں ۲

۱ یعنی جب ابرہہ کا لشکر انہدام کعبہ کے لئے روانہ ہوا تو ہاتھی کعبہ کی طرف قدم نہ بڑھا سکے ۲ وہ آواز جو ہاتھیوں کو جلد چلانے کے لئے پیلبانوں کے منہ سے نکلتی ہے۔

جانب کعبہ نہ رفتی پائے پیل | با ہمہ لت نے کثیر و نے قلیل
کعبہ کی جانب نہ اٹھا پائے پیل | گو بہت لاتیں چلائیں اے عقیل

گفتئی کہ خشک شد پاہائے او | یا بمرد آں جان ہول افزائے او
خشک گویا پاؤں ان کے ہو گئے | یا نہیں تھی جان باقی ہول سے

پیل را حق جان آگہ مے کند | واں خساں را گول و گمرہ میکند
ہاتھیوں کو حق نے بخشی آگہی | اور ان ناقلوں کو گمراہی

چونکہ کردندی سرش سوئے یمن | پیل دہ صد اسپہ گشتے گام زن
جب چلاتے تھے انہیں سوئے یمن | تو بہت تیزی سے ہوتے گام زن

حس پیل از زخم غیب آگاہ بود | چوں بود حس ولی با ودود
غیب سے ہاتھی کی حس آگاہ تھی | ہو گی کیا پھر حس ولی اللہ کی

نے کہ یعقوب نبی گفت آں زماں | کہ از وجستند یوسفؑ را کہاں
کیا نہ تھا یعقوبؑ نے اُن سے کہا | بھائیوں نے مانگا جب یوسف کو تھا

از پدر چوں خواستندش دادراں | تا برندش سوئے صحرا یک زماں
بھائیوں نے باپ سے یوں عرض کی | ہم اُسے لے جائیں جنگل اک گھڑی

جملہ گفتندش مینڈیش از ضرر | یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر
کچھ نہ دل میں کیجئے خوف ضرر | مہلت اک دو دن کی دیجے پدر

تو چرا مارا نمیداری امین | یوسفؑ خود نسپری باحافظین
تم سمجھتے کیوں نہیں ہم کو امیں | کیوں ہمیں یوسفؑ کو دیتے نہیں

تا بہم در مرجہا بازی کنیم | ما دریں دعوت امین و محسنیم
تا چراگاہوں میں ہم کھیلیں بہم | ہیں امین و راشد اور محسن ہیں ہم

گفت میدانم کہ نقلش از برم | میفروزد در دلم درد و سقم
بولے یعقوبؑ اس کا جانا پاس سے | درد کچھ دل میں بڑھاتا ہے مرے

ایں دلم ہرگز نمیگوید دروغ ! — کز نوزعرش دل دارد فروغ
دل مرا ہرگز نہیں کہتا دروغ — نور سے ہے عرش کے اس کو فروغ

آں دلیل قاطعی بد بر فساد — در قضا آں را نکرد او اعتداد
تھی یہ اک قطعی دلیل انتشار — حکم حق سے پر نہ آیا اعتبار

در گذشت از وے نشانی آنچناں — کہ قضا در فلسفہ بود آں زماں
باوجود علم چوک ان سے ہوئی — کیونکہ اس لحظہ قضا حکمت میں تھی

ایں عجب نبود کہ کور افتد بچاہ — بلعجب افتادن بینائے راہ
کیا عجب گر چاہ میں اندھا گرے — ہاں تعجب ہے اگر بینا گرے

کایں قضا را گونہ گوں تصریفہاست — چشم بندش یفعل اللہ مایشاء
گونہ گوں ہیں انقلاباتِ قضا — ہے کرشمہ یفعل اللہ مایشاء[1]

ہم بداند ہم نداند دل فتش — موم گردد بہر آں مہر آہنش
جانتا ہے دل کرشمے اور نہیں — موم ہو جاتا ہے لوہا بالیقیں

گو نیا دل گر بدے کہ میل او — چوں زریں شد ہر چہ باشد باش گو
کوہ کی مانند ہو دل سخت جو — اس کی خواہش سے کچھ جو ہو سو ہو

خویش را ہم زیں مغفل مے کند — در عقالش جاں معقل مے کند
خود کو کر لیتا ہے غافل بے گماں — اس کی رسی میں پھنسا دیتا ہے جاں

گر شود مات اندریں آں بوالعلا — آں نباشد مات باشد ابتلاء
مات ہو جائے جو وہ ناداں یہاں — تو نہیں یہ مات یہ ہے امتحاں

یک بلا از صد بلا پیش وا خرد — یک ہبوطش بر معارجہا برد
سو بلاؤں سے چھڑائے اک بلا — ایک پستی سے ہوں معراجیں عطا

[1] یعنی اللہ جو کچھ چاہتا کرتا ہے۔

خام شوخی کہ رہانیدش مدام ۔۔ از خمار صد ہزاراں زشت خام
اب وہ شوخ خام جو کرتا رہا ۔۔ سیکڑوں ناقص خماروں سے رہا

عاقبت او پختہ و استاد شد ۔۔ جست از رقِ جہاں آزاد شد
ہو گیا استاد اب انجام کار ۔۔ اور غلامی سے جہاں کی رستگار

از شرابِ لایزالی گشت مست ۔۔ شد ممیز وز خلائق باز رست
ہوگیا مستِ شرابِ لایزال ۔۔ صاحبِ تمیز اور آزاد حال[1]

ز اعتقادِ سست پر تقلیدشاں ۔۔ وز خیالِ دیدۂ بے دیدشاں
اعتقادِ سست و پر تقلید سے ۔۔ اور فکرِ دیدۂ بے دید سے

اے عجب چہ فن زند ادراکشاں ۔۔ پیش جزر و مد بحرِ بے نشاں
کون سا فن اس کو لایا کھینچ کے ۔۔ اپنے بحرِ بیکراں کے سامنے

زاں بیاباں آں عمارتہا رسید ۔۔ ملک و شاہی و وزارتہا رسید
اس بیاباں سے ہیں یہ آبادیاں ۔۔ ملک و شاہی اور وزارت بے گماں

زاں بیابانِ عدم مستانِ شوق ۔۔ میرسد اندر شہادت جوق جوق
اس بیابانِ عدم سے مستِ شوق ۔۔ آتے ہیں بہرِ شہادت جوق جوق

کارواں در کارواں زیں بادیہ ۔۔ میرسد در ہر مسا و غادیہ
اور اس جنگل سے لاکھوں قافلے ۔۔ رات دن جاتے ہیں اس جا دیکھئے

آید و گیرد وثاقِ ما گرو ۔۔ کہ رسیدم نوبت ما شد تو رو
آنے والا چھینتا ہے ہم سے گھر ۔۔ اب میں آپہنچا۔ تو رخصت ہو ادھر

چوں پسر چشمِ خرد را بر کشاد ۔۔ زود بابا رخت بر گردوں نہاد
جبکہ لڑکا ہو گیا بالغ کوئی ۔۔ باپ نے فوراً عدم کی راہ لی

[1] آزاد کس سے ہوا۔ اس کا جواب دوسرے شعر میں ہے ؀

جادۂ شاہست ایں زیں سو رواں	واں اناں سو صادراں و وارداں
ہے یہ اک شہراہ مدت سے رواں	آتے جاتے ہیں اسی کے کارواں
نیک بنگر ما نشستہ مے رویم	مے نہ بینی قاصد جائے نویم
بیٹھے ہی بیٹھے چلے جاتے ہیں ہم	ہم ہیں قاصد شہر نو کے دمبدم
بہر مالے مے نگیری راس مال[1]	بلکہ از بہر غرضہا در مآل
مال سے ہے بے نیاز راس مال	ہے غرض مندی سے وابستہ مآل
پس مسافر آں بود اے رہ پرست	کہ مسیر و روشش در مستقبل ست
پس مسافر ہے وہی پہچان لے	جو کہ ہردم فکر مستقبل کرے
ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال	دمبدم در مے رسد خیل خیال
جس طرح پردے سے دل کے بے ملال	ہیں پہنچتے دمبدم لاکھوں خیال
گر نہ تصویرات از یک مغرس اند	در پے ہم سوئے جاں چوں میرسند
گر تصور ایک مرکز سے نہ ہوں	روح کی جانب پہنچ جائیں یہ کیوں
جوق جوق اسپاہ تصویرات ما	سوئے چشمۂ دل شتاباں از ظما
یہ تصور دوڑتے ہیں مست بصفت!	تشنگی سے چشمۂ دل کی طرف
جرہا پر میکنند و مے روند	دائما پیدا و پنہاں مے شوند
بھرکے کوزے اپنے ہوتے ہیں رواں	ہیں ہمیشہ یوں ہی پیدا و نہاں
فکرہا از اختران چرخ داں	دائرا اندر چرخ[2] دیگر آسماں
ہیں یہ فکریں اختران چرخ سے	دوسرے گردوں پہ جو ہیں گھومتے

[1] یعنی مال دنیا سے غافل ہوکر راس المال عقبیٰ سے بے فکر ہو گیا ہے۔

[2] کہتے ہیں کہ چرخ نہم جو عرش اعظم ہے۔ اس کے جوف میں طبق در طبق اور آسمان بھی ہیں اور طالع کے خلاف انہیں کی گردش کے ماتحت ہیں۔

سعد دیدی شکر کن ایثار ہم — نحس دیدی صدقہ و استغفار ہم

سعد ہوں تو شکر کر ایثار کر بھی — نحس ہوں صدقہ بھی استغفار بھی

ما کییم ایں را بیار اے یار من — طالعم مقبل کن و چرخے بزن

ہم ہیں کیا اے دوست آطالع کو لا — کرکے خوش تقدیر گردش دے ذرا

روح را تاباں کن از انوار ماہ — زانکہ ز آسیب ذنب شد دل سیاہ

روح پہ کر بارشیں انوار ماہ — کیونکہ دل ہے نحس تارے سے سیاہ

از خیال و وہم و ظن بازش رہاں — از چہ و جور رسن بازش رہاں

پھیر دیا کرکے خیال و وہم سے — تو اسے جور رسن سے کھول دے

تا ز دلداری خوب تو دلے — پر بر آرد بر پرد ز آب و گلے

تیری دلداری سے نکلیں دل کے پر — آب و گل سے جائے یہ اڑ کر ادھر

اے عزیز مصر جانم دستگیر — عذر ایں زندانی خود در پذیر

اے عزیز مصر جاں تو لطف سے — عذر اس قیدی کا اپنے مان لے

اے عزیز مصر جانم آن تست — یوسف مظلوم در زندان تست

اے عزیز مصر جان تجھ پہ فدا — یوسف مظلوم ہے قیدی ترا

در خلاص او یکے خوابے ببیں — زود کان اللہ یحب المحسنین

دیکھ خواب اس کی رہائی کے بھی چند — کیونکہ ہیں اللہ کو محسن پسند

ہفت گاو لاغر پر از گزند — ہفت گاو فربہش را مے خورند

دبلی پتلی سات گائیں اے عجیب — کھا رہی ہیں سات موٹی گائیں اب

ہفت خوشہ زشت خشک ناپسند — سنبلات تازہ اش را مے چرند

سات خوشے جو کہ ہیں سوکھے ہوئے — چر رہے ہیں تازہ میوے دیکھ لے

قحط از مصرش برآمد اے عزیز — ہین مباش اے شاہ ایں را مستجیز

مصر جاں میں پڑ گیا قحط اے عزیز — ہاں روا اس کو نہ رکھ اے باتمیز

یوسفم در حبس تو اے شہ نشاں
ہیں ز دستانِ زنانم وا رہاں

ہے جو تیری قید میں یوسف مرا
عورتوں کے مکر سے اُس کو چھڑا

از سوئے عرشی کہ بودم مربط او
شہوت مادر فگندم کاهبطوا

عرش سے جو تھا مقامِ آبرو
پھینکا یاں شہوت نے کہہ کر اہبطوا

پس فتادم زاں کمال مستتم!
از فن زالے بزندانِ رحم

اُس کمالِ قرب سے پستی میں گرا
زال کے فن سے رحم میں آ پڑا

روح را از عرش آرد در حطیم!
لاجرم کیدِ زناں باشد عظیم

روح کو پستی میں لائے عرش سے
مکر ہیں ان عورتوں کے بھی بڑے

اول و آخر هبوطِ من ز زن
چونکہ بودم روح و چوں گشتم بدن

اول و آخر مری پستی ہے زن
جبکہ تھا میں روح اور اب ہوں بدن

بشنو ایں زاری یوسف در عثار
یا برآں یعقوب بیدل رحم آر

بیکسی میں سن لے یوسف کی پکار
رحم کر یعقوب بیدل پہ ذرا

نالہ از اخواں کنم یا از زناں
کہ فگندندم چو آدم از جناں

عورتوں سے روؤں یا اخوان سے
مثلِ آدم خلد سے پھینکا مجھے

زاں مثالِ برگِ دے پژمردہ ام
کز بہشتِ وصل گندم خوردہ ام

ہوں فسردہ صورتِ برگِ خزاں
گیہوں خلدِ وصل سے کھایا ہے یاں

چوں بدیدم لطف و اکرام ترا
واں سلام و سلم و پیغام ترا

لطف اور اکرام جب دیکھے ترے
اور تحفے خود دے سلام و امن کے

من سپندِ چشمِ بد کردم پدید
در سپندم نیز چشمِ بد رسید

کالا دانہ میں نے تو صدقے کیا
چشم زخم اس میں بھی تو پہنچا

۱ یعنی اُتر جاؤ۔ ۲ یعنی زالِ دنیا۔
۳ قولہ تعالے اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ۔ سورۂ یوسف۔

دافع ہر چشم بد از پیش و پس ۔۔ چشمہائے پرخمار تست و بس
چشم بد کو ہیں جو دافع پیش و پس ۔۔ ہیں خمار آلود آنکھیں تیری بس

چشم بد را چشم نیکویت شہا ۔۔ مات و مستاصل کند نعم الدوا
چشم بد کو تیری چشم خوش ادا ۔۔ دفع کر دیتی ہے۔ ہے اچھی دوا

بل ز چشمت کیمیاہا مے رسد ۔۔ چشم بد را چشم نیکو مے کند
کیمیا ملتی ہے آنکھوں سے تری ۔۔ نیک ہو جاتی ہیں اب آنکھیں بری

چشم شہ بر چشم باز دل نشست ۔۔ چشم بازش سخت باہمت شدست
چشم باز دل پہ چشم شہ پڑی ۔۔ ہو گئیں باہمت آنکھیں باز کی

تا ز بس ہمت کہ یابید از نظر ۔۔ مے نگیرد باز شہ جز شیر نر
باز شہ جب سے ہوا عالی نظر ۔۔ صید کرتا ہے فقط اب شیر نر

شیر چہ کان شاہ باز معنوی ۔۔ ہم شکار تست ہم صیدش توئی
شیر کیا یہ شاہباز معنوی ۔۔ ہیں ترے صید اور تو ان کا صید بھی

شد صفیر باز جاں در مرج دیں ۔۔ نعرہائے لا احب الآفلین
باز جاں جو ہے مقیم کشت دیں ۔۔ کہہ رہا ہے لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن[۴] !

باز دل را کز پے تو مے پرید ۔۔ از عطائے بے حدت چشمے رسید
باز دل کو جو ترے پیچھے اڑا ۔۔ تو نے یہ چشم بصیرت کی عطا

یافت بینی بوئے گوش از تو سماع ۔۔ ہر حسے را قسمتے آمد مشاع
ناک کو خوشبو سماعت کان کو ۔۔ پایا ہر اک حس نے حصہ دیکھ لو

ہر حسے را چوں دہی رہ سوئے غیب ۔۔ نبود آں حس را فتور مرگ و شیب
غیب کی جانب ملی جب حس کو راہ ۔۔ پائی مرگ و ضعف و سستی سے پناہ

[۴] میں ڈوبنے اور فنا ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۔

مالک الملکی بکس چیزے دہی
تاکہ بر جسہا کند آں جس شہی
جس کو اے مالک تو دے وہ مرتبا
سب جسوں پہ وہ رہے فرماں روا

سلطان محمود غزنوی اور چوروں کی جماعت

شب چو شہ محمود بر مے گشت فرد
با گروہ دزد شد باز خورد
گشت میں اک شب تھے شاہ غزنوی
اک جماعت ان کو چوروں کی ملی

پس بگفتندش کہ اے بوالوفا
گفت شہ من ہم یکے ام از شما
پوچھا۔ ہاں تو کون ہے اے مرد نیک
بولے سلطان میں بھی ہوں تم میں سے ایک

آں یکے گفت اے گروہ مکر کیش
ہین بگوئید از فن و فرہنگ خویش
ایک بولا، صاحب فن دوستو
اپنے اپنے فن یہاں ظاہر کرو

تا بگوید با حریفاں در سمر
کو چہ دارد در جبلت از ہنر
کہئے ہم پیشوں سے اپنی داستاں
کیا ہنر ہے کس کی فطرت میں نہاں

آں یکے گفت اے گروہ فن فروش
ہست خاصیت مرا اندر دو گوش
ایک بولا سنئے ارباب صفت!
ہے عجب کانوں میں میرے خاصیت

کہ بدانم سگ چہ میگوید بہ بانگ
قوم گفتندش ز دیناری دو دانگ
کتے کی آواز ہوں پہچانتا
بولے ہے دینار دو حصے ترا

آں دگر گفت اے گروہ زر پرست
جملہ خاصیت مرا چشم اندر است
دوسرا بولا کہ اے ارباب مال
ہے مری آنکھوں میں سب میرا کمال

ہر کرا شب بینم اندر قیرواں
روز بشناسم مر او را بیگماں
کارواں میں جس کو دیکھوں وقت شب
دن کو پہچانوں اسے میں بے تعب

گفت یک خاصیتم در بازو است
کہ زنم من نقبہا با زور دست
ایک بولا میرے بازو دیکھنا!
ہاتھ سے میں نقب دیتا ہوں لگا

گفت یک خاصیتم در بینی ست ۔ کار من در خاکہا بو بینی ست
ایک بولا خاصیت ہے ناک میں ۔ کام میرا سونگھنا ہے خاک میں

سِرّ الناس معادن[1] او دوست ۔ کہ رسول آں را پے چہ گفتہ است
مَلز الناس[1] معادن ہے مجھے ۔ کیوں یہ فرمایا رسول اللہ نے

من ز خاک تن بدانم کاندراں ۔ چند نقدست و چہ دارد او ز کاں
جسم کی مٹی سے میں لیتا ہوں جان ۔ کس قدر ہے نقد اور کیسی ہے کان

در یکے کاں زر بے اندازہ و درج ۔ واں دگر دخلش بود کمتر ز خرج
آمد ہے سوا اک کان میں ۔ خرچ ہے بے انتہا اک کان میں

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را ۔ خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا
مثل مجنوں خاک کو ہوں سونگھتا ۔ اور لگا لیتا ہوں لیلیٰ کا پتا

بو کنم دانم ز ہر پیراہنے ۔ گر بود یوسف و گر آہرمنے
جانتا ہوں سونگھ کر ہر پیرہن ۔ اس میں ہے یوسف اور اس میں اہرمن

ہمچو احمد کہ برد بو از یمن[2] ۔ زاں نصیبے یافت ایں بینی من
بو یمن کی سونگھ لیتے تھے نبیؐ ۔ ہے وہی نقد یہ میری ناک کی

کہ کدامیں خاک ہمسایہ زرست ۔ یا کدامیں خاک صفر و ابترست
یہ سمجھتی ہے خزانہ ہے کہاں ۔ اور کہاں خالی زمیں ہے بیگماں

گفت یک یک خاصیت در پنجہ ام ۔ کہ کمندے افگنم طول علم
ایک بولا میرا پنجہ ہے ستم ۔ ہوں کمند افگن بقدر یک علم

[1] حدیث شریف :- الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ یعنی آدمی سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں۔

[2] حدیث شریف :- انی لاجد ریح الرحمٰن من الیمن۔ یعنی تحقیق مجھے جانب یمن سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔

قصر اگرچہ چند باشد بس بلند — کنگرش در سخت گردانم کمند

قصر ہو کتنا ہی اونچا اور بلند — کنگرے پر اس کے پڑتی ہے کمند

ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت سخت — کہ کمندش بر دسوئے تخت و بخت

جس طرح احمدؐ کمند افگن ہوئے — تخت علو و بخت اُن کے لئے مسکن ہوئے

ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت جانش — تا کمندش برد سوئے آسمانش

روح نے جب آپ کی پھینکی کمند — لے گئی وہ جانب چرخ بلند

گفت حقش اے کمند انداز بیت — آں ز من داں ما رمیت اذ رمیت

بولا یوں خالق کہ اے مرے پھینکیت — ہے یہ مجھ سے ما رمیتؔ اذ رمیت

پس بپرسیدند از شہ کاے سند — مر ترا خاصیت اندر چہ بود

بعد ازاں سب نے یہ پوچھا شاہ سے — تجھ میں خاصیت ہے کیا اب کھول دے

گفت در ریشم بود خاصیتم — کہ رہانم مجرماں را از ستم

بولے خاصیت مری ڈاڑھی میں ہے — مجرم اس سے چھوٹتے ہیں بے بہے

مجرماں را چوں بجلاداں دہند — چوں بجنبد ریش من ایشاں رہند

مجرموں کو جبکہ حکم قتل دیں — ڈاڑھی کی جنبش چھڑاتی ہے انہیں

چوں بجنبانم برحمت ریش را — طے کنند آں قتل و آں تشویش را

مہربانی سے ادھر ڈاڑھی ہلی — اور اُدھر تشویش سے رخصت ملی

قوم گفتندش کہ قطب ما توئیؐ — چوں خلاص روز محنتہا توئی

بولے سب ہے قطب بس سب کا تو ہی — دن مصیبت کے چھڑا دیگا تو ہی

بعد ازاں جملہ بہم بیروں شدند — سوئے قصر آں شہ میموں شدند

بعد ازاں سب مل کے وہ باہر چلے — قصر شاہی کی طرف جانے لگے

ؔ یعنی دین و دنیا کی بادشاہی بھی پائی اور خوش نصیبی بھی ہو ؔ یعنی تو نے تیر نہیں پھینکا۔ بلکہ ہم نے پھینکا ۔

چوں سگے بانگے بزد از دست راست — گفت میگوید کہ سلطاں با شماست

سگ نے داہنی سمت سے آواز دی — بولا[1] - میں سلطان ہمارے ساتھ ہے

خاک بو کرد آں دگر از ربوہٗ — گفت کایں ہست از وثاق بیوہٗ

دوسرے نے سونگھ کر ٹیلہ کہا — ہے کسی بیوہ کا گھر یہ برملا

پس کمند انداخت استاد کمند — تا شدند آں سوئے دیوار بلند

پھر کمند انداز نے پھینکی کمند — پہنچے سب بالائے دیوار بلند

جائے دیگر خاک را چوں بوے کرد — گفت خاک مخزن شاہی ست فرد

سونگھ کر خاک اک جگہ کی پھر کہا — خاکِ گنجِ شاہ ہے یہ برملا

نقب زن زد نقب در مخزن رسید — ہر یکے از مخزن اسبابے کشید

نقب زن نے سینده فوراً دی لگا — سب نے ساماں اس خزانے سے لیا

بس زر و زربفت و گوہر ہائے زفت — قوم بردند و نہاں کردند تفت

زر لیا۔ زربفت اور گوہر لئے — اور سب چوروں نے پنہاں کر دئے

شہ معین دید منزل گاہ شاں — حلیہ و نام و پناہ و راہ شاں

شاہ کو معلوم تھا اُن کا مقام — جانتے تھے سب کا مسکن اور نام

خویش را دزدید از ایشاں باز گشت — روز در دیواں بگفت آں سرگذشت

چھپ چھپا کر لوٹ آئے شہریار — دوسرے دن سب کیا حال آشکار

پس رواں گشتند سرہنگان مست — تا کہ ہر سرہنگ دزدے را بہ بست

پس سپاہی ہو گئے شہ کے رواں — اور پکڑا ڈاکوؤں کو بے گماں

دست بستہ سوئے دیواں آمدند — وز نہیب جان ہمہ لرزاں شدند

وے گئے پھر دیوان میں اُن کو باندھ کر — لرزہ خوفِ جاں سے تھا ہر جسم پر

[1] یعنی وہ شخص بولا جو کتے کی آواز پہچانتا تھا۔

چونکه استادند پیش تخت شاه | یار شب‌شان بود آن شاه چو ماه

جس کے آگے تھے کھڑے یہ تھا وہ شاہ | جو انہیں شب رہا تھا مثل ماہ

آنکه شب بر هر که چشم انداختی | روز دیدی بی شکش بشناختی

اُس نے جو تھا شب کو جس کو دیکھتا | دن کو تھا پہچان لیتا برملا

شاه را بر تخت دید و گفت این | بود با ما دوش شبگرد و قرین

دیکھا شہ کو تخت پہ بولا کہ ہاں | تھا ہمارے ساتھ شب کو یہ جواں

آنکه چندین خاصیت در ریش اوست | این گرفت ما هم از تفتیش اوست

خاصیت ہے چونکہ اس کی ریش میں | اس نے کی ہے جستجو تفتیش میں

عارف شه بود چشمش لاجرم | برگشاد از معرفت لب با حشم

آنکھ اس کی شہ کو تھی پہچانتی | یوں کہا پہچان کر یہ ہے وہی

گفت و هو معکم این شاه بود | فعل ما میدید و سرمان شنود

شب کو یہ سلطاں ہمارے ساتھ تھا | آشنا ہر قول اور ہر راز کا

چشم من ره برد شب شه را شناخت | جمله شب با روی ماهش عشق باخت

شاہ کو پہچان آنکھوں نے لیا | رات بھر دیکھا ہے چہرہ چاند سا

امت خود را بخواهم من ازو | کو نگرداند ز عارف هیچ رو

میں رہائی سب کی کروں گا طلب | موڑتا ہے منہ کوئی عارف سے کب

چشم عارف دان امان هر دو کون | که بدو یابید هر بهرام عون

چشم عارف ہے پناہ دو جہاں | اس سے ہے ہر شاہ نے پائی اماں

زان محمد شافع هر داغ[1] بود | که ز جز شه چشم او مازاغ[2] بود

یوں محمد شافع ہر داغ تھے | جلوے دو آنکھوں میں تھے مازاغ کے

[1] یعنی داغ عصیاں۔ [2] قولہ تعالیٰ: وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ یعنی اُن کی آنکھ نے کمی کی نہ زیادتی مطلب یہ کہ جیسا خدا کو دیکھنا چاہیے تھا ویسا ہی دیکھا۔

در شبِ دنیا کہ محجوب است شید ‏ ‏ ناظرِ حق بود و زو بودش امید
ظلمتِ دنیا میں گو سورج نہ تھا ‏ ‏ دیکھتے تھے جلوۂ حق برملا

از الم نشرح دو چشمش سرمہ یافت ‏ ‏ دید آنچہ جبرئیلؑ آں بر نتافت
یوں الم نشرح کا سرمہ تھا لگا ‏ ‏ دیکھا جو جبرئیلؑ نے دیکھا نہ تھا

مر یتیمے را کہ حق سرمہ کشد ‏ ‏ گردد او دُرِّ یتیم با رشد
سرمہ کش ہو جس کی آنکھوں میں حکیم ‏ ‏ پھر نہ کیوں ہو جائے وہ دُرِّ یتیم

نورِ او بر دُرّہا غالب شود ‏ ‏ آنچناں مطلوب را طالب شود
موتیوں پر اس کی غالب ہو ضیا ‏ ‏ اس طرح طالب ہو وہ مطلوب کا

در نظر بودش مقاماتِ العباد ‏ ‏ لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
آشکار اُن پہ تھے بندوں کے مقام ‏ ‏ رکھ دیا شاہدؐ خدا نے اُن کا نام

آلتِ شاہد زبان و چشمِ تیز ‏ ‏ کز شب خیزش ندارد شب گریز
آلۂ شاہد زبان اور آنکھ تیز ‏ ‏ رات اُس سے کر نہیں سکتی گریز

گر ہزاراں مدعی سر بر زند ‏ ‏ گوشِ قاضی جانبِ شاہد کند
مدعی پیٹا کرے سر بے گماں ‏ ‏ جانبِ شاہد رہیں قاضی کے کان

قاضیاں را در حکومت این فن است ‏ ‏ شاہد ایشاں را دو چشمِ روشن است
قاضیوں کا یہ ہنر ہے بالیقیں ‏ ‏ شاہد اُن کی آنکھ ہے شاہد نہیں

گفتِ شاہد زاں بجائے دیدہ است ‏ ‏ کو بدیدہ بیغرض سر دیدہ است
اُس کا کہہ دینا ہے گویا دیکھنا ‏ ‏ بے غرض ہے کیونکہ اس کا دیکھنا

مدعی دیدہ است اما با غرض ‏ ‏ پردہ باشد دیدۂ دل را غرض
مدعی کا دیکھنا ہے با غرض ‏ ‏ پردہ ہے دل اور آنکھوں کا غرض

؎ قولہ تعالیٰ:- اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا - یعنی اے محمدؐ تحقیق ہم نے تم کو شاہد (گواہ) اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

حق ہمے خواہد کہ تو زاہد شوی / تا غرض بگذاری و شاہد شوی
چاہتا ہے حق کہ تو زاہد بنے / اور غرض کو چھوڑ کر شاہد بنے

حق ہمیگوید غرض را ترک کن / تا قبول افتد ترا با ما سخن
حق یہ کہتا ہے غرض کو ترک کر / تا کہ تیری بات ہو مقبول تر

کایں غرضہا پردۂ دیدہ شود / بر نظر چوں پردہ پوشیدہ شود
پردہ آنکھوں پہ گراتی ہے غرض / اور نظر کو پھر چھپاتی ہے غرض

پس نہ بیند جملہ را باطم و رم / حبک الاشیاء یعمی ویصم
پس نہ آئے پھر نظر کچھ کر تو غور / دوستی چیزوں کی کردے کور و کر

در دلش خورشید چوں نورے فشاند / پیشش اختر را مقدارے نماند
جب ہوا مہر اس کے دل میں ضو فشاں / ہوگئے بے قدر تارے بے گماں

پس بدید او بے حجاب اسرار را / سیر روح مومن و کفار را
اس نے دیکھا بے حجاب اسرار کو / سیر روح مومن و کفار کو

در زمین حق را و در چرخ سمی / نیست پنہاں تر ز روح آدمی
اس زمین پر اور سلکے چرخ پر / روح سے کوئی نہیں پوشیدہ تر

باز کرد از حق دو چشم خویشتن / آنکہ صاحب نعمت آمد در سخن
اس کی آنکھیں ذات حق سے ہیں کھلیں / سب طریقوں سے یہی ہے بہتریں

باز کرد از رطب و یابس حق نورد / روح را من امر ربی مہر کرد
رطب و یابس سے اُسے کر کے جدا / مہر دی من امر ربی[1] سے لگا

پس چو دید آں روح را چشم عزیز / پس برو پنہاں نماند ہیچ چیز
پس جو دیکھے روح کو اے باتمیز / اس پہ پوشیدہ رہے کب کوئی چیز

[1] قولہ تعالیٰ:۔ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔ یعنی اے محمد ﷺ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے؟ ان سے کہہ کر روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

شاہد مطلق بود در ہر نزاع ۔ بشکند گفتش خمار صد صداع

شاہد مطلق وہ ہر جھگڑے میں ہو ۔ بات اُس کی دور کر دے کسل کو

نام حق عدلست و شاہد آں وست ۔ شاہد عدلست زیں رو چشم دوست

عدل حق ہے شاہد اس کی ہے ادا ۔ شاہد عادل ہے یوں چشم خدا

منظر حق دل بود در دو سرا ۔ کہ نظر بر شاہد آید شاہ را

منظر حق دل ہے سب کو چھوڑ کر ۔ شاد کی پڑتی ہے شاہد پہ نظر

عشق حق و عشق شاہد بازیش ۔ بود مایہ جملہ پردہ سازیش

عشق حق اور پھر یہ شاہد بازیاں ۔ ہیں اسی سے سب یہ پردہ سازیاں

پس ازاں لولاک گفت اندر لقا ۔ در شب معراج شاہد باز ما

پس اسی باعث سے لولاک لما ۔ آپ سے معراج میں حق نے کہا

ایں قضا بر نیک و بد حاکم بود ۔ بر قضا شاہد نہ حاکم میشود

نیک و بد پہ یہ قضا ہے حکمراں ۔ ہے مگر شاہد پہ اس کا بس کہاں

شد اسیر آں قضا میر قضا ۔ شاد باش اے چشم تیز مرتضےٰ

اس قضا کا صید ہے میر قضا ۔ خوش ہو اے چشم حقیقت آشنا

عارفا زمعروف بس درخواست کرد ۔ کاے رقیب ما تو اندر گرم و سرد

التجا عارف نے کی معروف سے ۔ اے نگہباں سرد کے اور گرم کے

اے مشیر ما تو اندر خیر و شر ۔ از اشارتہات دل ماں بیخبر

کہا تو یہ ہے اے مشیر خیر و شر ۔ تھا اشاروں سے ترے دل بے خبر

اے نما نالا نما روز و شب ۔ چشم بند ما شدہ دیدہ سبب

تو دکھلائے ہم نہ دیکھیں روز و شب ۔ ہیں نظر بندی کا یہ آنکھیں سبب

لہ لولاک لما خلقت الافلاک ٭

چشم من از چشمها بگزیده شد | تا کہ در شب آفتابم دیده شد
آنکھ میری بڑھ گئی ہر آنکھ سے | رات کو پرتو جو سورج کے پڑے

لطف معروف تو بود آن ای بہی | پس کمال البر فی اتمامه
لطف تیرا خوبیوں سے ہے بھرا | ہے کمال[۱] احسان اگر پورا ہوا

رب اتمم نورنا بالساهرة | وانجنا من مفضحات القاهرة
حشر میں دے نور کامل استوار | دے فضیحت سے نجات اے کردگار

یار شب را روز مهجوری مده | جان قربت دیده را دوری مده
ہم نشین شب کو مہجوری نہ دے | کرکے واصل جان کو دوری نہ دے

بعد تو مرگیست از فکر و نکال | خاصه بعدی کہ بود بعد از وصال
ہے تری دوری عجب رنج و ملال | پھر وہ دوری جو کہ ہو بعد وصال

آنکہ دیدستت مکن نادیده اش | آب زن بر سبزه بالیده اش
دیکھنے والے کو نادیده نہ کر | ڈال پانی سبزهٔ بالیده پر

من نکردم لاابالی در طریق | تو مکن ہم لاابالی اے شفیق
لاابالی میں ہوا تجھ سے کہاں | تو بھی بے پروا نہ ہو اے مہربان

ہیں مران از روئے خود او را بعید | آنکہ او یکبار روئے تو بدید
اپنی رؤیت سے نہ رکھ اس کو بعید | جس کو حاصل ہو چکی ہے تیری دید

دید روئے جز تو شد غل گلو | کل شیء ما خلا اللہ باطل
ہے وبال روح دید ماسوا | یعنی ہے ہر چیز باطل جز خدا

باطلند و مینمایندم رشد | زانکہ باطل باطلان را میکشد
حق نظر آتی ہے ہر باطل روش | جاذب باطل ہے، باطل کی کشش

[۱] یعنی کمال احسان و نیکی یہ ہے کہ وہ تکمیل تک پہنچ جائے۔ ادھورا نہ رہے۔

ذرہ ذرہ کاندریں ارض و سماست ۔۔ جنس خود را ہمچو کاہ و کہرباست

ذرہ ذرہ اس جہانِ خاک کا! ۔۔ اپنی اپنی جنس کو ہے کھینچتا!

معدہ ناں رامیکشد تا مستقر ۔۔ میکشد مر آب را تفِ جگر

روٹی لے جاتا ہے معدہ کھینچکر ۔۔ کھینچتی ہے آب گرمی جگر

چشم جذاب بتاں زیں کو بہاست ۔۔ مغز جویاں ز گلستان بو ہاست

آنکھ اس کوچے سے ہے معشوق جو ۔۔ گلستان سے ڈھونڈتا ہے مغز بو

زانکہ حس چشم آمد رنگ کش ۔۔ مغز و بینی میکشد بوہائے خوش

رنگ کش ہے کیونکہ حس ہر آنکھ کی ۔۔ مغز و بینی بو کو کھینچیں وا قعی

زیں کششہا اے خدائے راز داں ۔۔ تو بجذب لطف خودماں دہ اماں

ہر کشش سے اے خدائے راز داں ۔۔ اپنے جذب لطف سے دے تو اماں

غالبے بر جاذباں اے مشتری ۔۔ شاید ار در ماندگاں را واخری

جاذبوں پر تو ہے غالب سر بسر ۔۔ کرے شاید عاجزوں سے درگذر

رو بشہ آورد چوں تشنہ با بر ۔۔ آنکہ بود اندر شب قدر او چو بدر

تھا مخاطب جیسے تشنہ سوئے ابر ۔۔ شاہ سے جو تھا شب عظمت کا بدر

چوں لسان و جان او بود آن او ۔۔ آن او با او بود گستاخ گو

چونکہ تابو تھا زبان و روح پہ ۔۔ اس لئے گستاخ تھا وہ باخبر

گفت ما گشتیم چوں جان بند طیں ۔۔ آفتاب جان توئی در روز دیں

بولا مثل جان چھپے ہم خاک میں ۔۔ تو ہے سورج روز ہیبت ناک میں

وقت آں شد اے شہ مکتوم سیر ۔۔ کز کرم ریشی بجنبانی بخیر

وقت آپہنچا ہے شاہ نیک خو ۔۔ جو کرم کرکے ہلائے ریش تو

لہ یعنی وہی بہچاننے والا مخاطب تھا۔

ہر یکے خاصیت خود وا نمود — آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود

خاصیت ہر اک نے اپنی کی بیاں — لیکن ہر اک خاصیت میں تھا زیاں

آں ہنرہا گردن مارا ببست — زاں مناصب سرنگونساریم پست

ہم تو سب اپنے ہنر سے بندھ گئے — اپنے رتبوں سے پشیماں بھی ہوئے

آں ہنر فی جیدہا حبل مسد — روز مردن نیست زیں فنہا مدد

ہو گئے گردن کی پھانسی سب ہنر — نکلے وقت مرگ بے مطلب ہنر

جز ہماں خاصیت آں خوش حواس — کہ بشب بد چشم او سلطاں شناس

صرف خاصیت اسی کی آئی راس — آنکھ جس کی شب کو تھی سلطاں شناس

آں ہنرہا جملہ غول راہ بود — غیر چشمے کو ز شاہ آگاہ بود

وہ ہنر جتنے تھے سب تھے غول راہ — ماسوا اس کے جو تھا آگاہ شاہ

شاہ را شرم آمد از وے روز بار — کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار

شاہ کو دربار میں شرم آ گئی — کیونکہ شہ پر شب کو اس کی آنکھ تھی

سگ چو بیدارست شب چوں پاسباں — بیخبر نبود ز شبخیز شہاں

رات کو جاگے جو کتا بالیقیں — بے خبر بیداری شہ سے نہیں

ہیں ز بدناماں نباید ننگ داشت — ہوش بر اسرار شاں باید گماشت

تو نہ بدناموں سے ننگ و عار کر — ہوش سے کر اُن کے بھیدوں پر نظر

ہر کہ او یکبار خود بدنام شد — خود نباید نام جست و خام شد

جو کوئی اک مرتبہ بدنام ہو — جستجو نے نام میں کیوں خام ہو

اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند — تا شود ایمن ز تاراج و گزند

آنچ دے کر کرتے ہیں سونا سیاہ — تا نہ ڈالیں اس پہ غارتگر نگاہ

ہر کسے چوں پے برد در سر ما — باز کن دو چشم و سوئے ما بیا

جو پتہ اس راز کا کوئی لگائے — کھولے آنکھیں اور ہمارے پاس آئے

دریائی گائے اور گوہر شب چراغ

گاو آبی گوہر از آب آورد — بنہد اندر مرج و گردش می چرد

گائے آبی لائے موتی بحر سے — پھر چرے رکھ کر چراگہ میں اُسے

در شعاع نور گوہر گاو آب — میچرد از سنبل و سوسن شتاب

نورِ گوہر کی چمک میں گاوِ آب — سنبل و سوسن کو چرتی ہے شتاب

زاں فگندہ گاوِ آبی عنبر است — کہ غذائش نرگس و نیلوفر است

عنبر اُس سے اس لئے پیدا ہوا — نرگس و نیلوفر اس کی ہے غذا

ہر کہ باشد قوت او نور جلال — چوں نزاید از لبش سحر حلال

پھر غذا جس کی ہے نورِ جلال — کیوں نہ اس کے لب میں ہو سحر حلال

ہر کہ چوں زنبور وحیستش نقل! — چوں نباشد خانۂ او پُر عسل

نقل جس بھڑ کا ہو وحیِ خاص سے — کیوں نہ چھتہ شہد سے اُس کا بھرے

می چرد در نور گوہر آں بقر — ناگہاں گردد ز گوہر دور تر

گائے چرتی ہے غرض لیکر وہ نور — ناگہاں پھر اس سے ہو جاتی ہے دور

تاجرے بر گل زند وحل سیاہ — تا شود تاریک مرج و سبزہ زار

تاجر اُس پہ ڈال دے کیچڑ سیاہ — اور ہو تاریک ساری سبزہ گاہ

پس گریزد مرد تاجر بر درخت — گاو جویاں مرد را با شاخ سخت

بھاگ کر چڑھ جائے تاجر پیڑ پہ — گائے ڈھونڈے سخت سینگوں سے ادھر

چند بار آں گاو تازد گرد مرج — تا کند آں مرد را در شاخ درج

اور پھرے گرد چراگہ چند بار — تا کرے سینگ سے اس کو شکار

چوں ازو نومید گردد گاو نر! — آید آنجا کہ نہادہ بد گہر

اُس سے جب مایوس ہو وہ گاو نر — اُس جگہ آئے جہاں تھا وہ گہر

دل ببند فوق دُرِّ شاہوار　　　پس زطیں بگریزد ابلیس وار

موتی پر کیچڑ وہ دیکھے بے شمار　　　بھاگے مٹی دیکھ کر ابلیس وار

کاں بلیسانِ تن وطین کوردست　　　گاو کے داند کہ در گل گوہر ست

خاک کے سر سے ہے شیطان بےخبر　　　گاؤ نے کیا جانے کہ ہے گل میں گہر

اِھبِطُوْا افگند جاں را در حضیض　　　از نمازش کرد محروم آں محیض

اھبطوا سے روح ہے پستی نواز　　　حیض کر دیتا ہے محروم نماز

اے رفیقاں زینہار ازیں مقال　　　اتقوا ان الھوی حیض الرجال

دوستو ہشیار رہنا دیکھنا　　　حیض ہے مردوں کا یہ حرص وہوا

اھبطوا افگند جاں را دربدن　　　تا بگل پنہاں بود دُر عدن

اھبطوا نے جسم میں ڈالی ہے جان　　　خاک میں دُرِّ عدن تا ہو نہاں

تاجرش داند ولیکن گاو نے　　　اہل دل داند ہر گل کاو نے

تاجر اس کو جانے جانے گائے کیا　　　اہل دل جانیں نہ جانے نفس گدا

ہر گلے کاندر دل او گوہر یست　　　گوہرش غماز طین دیگریست

دل میں جس مٹی کے پنہاں ہے گہر　　　کہتا ہے جوہر یہ ہے خاک دگر

واں گلے کو زحق نورے نیافت　　　صحبت گلہائے پر دُر نیافت

تھی نہ جس مٹی پہ بارش نور کی　　　صحبت گل سے رہی محروم ہی

ایں سخن پایاں ندارد موشِ ما

بات یہ بے انتہا ہے اور چوہا

ہست بر لبہا چو دُر در گوش ما

مثل دُرِّ گوش ہے لب پر چڑھا

لہ یعنی جس طرح ابلیس حضرت آدمؑ کا خاکی پتلا دیکھ کر بھاگا تھا۔

چُوہے اور مینڈک کا قصّہ

آں سرِ رشتہ عشق رشتہ مے کشد   بامیدِ وصل چغز یا رشد
ڈورا باندھا اُس سرِ رشتہ عشق نے   تاکہ دائم وصلِ مینڈک سے رہے
مے تند بر رشتہٴ دل دمبدم   کہ سرِ رشتہ بدست آوردہ ام
دل کے اس رشتہ پہ وہ مغرور تھا   یہ تو اک رشتہ بہت اچھا ملا
ہمچوں تارے شد دل و جان رشہود   تا سرِ رشتہ بمن روئے نمود
جان و دل سب ہوگئے تار ایک ساتھ   جب کہیں آیا یہ رشتہ میرے ہاتھ
چوں غرابِ لبین آمد ناگہاں   در شکارِ موش بردش زاں مکاں
جنگلی اک کوا آیا ناگہاں   لے گیا چوہے کو بے شک و گماں
چوں برآمد بر ہوا موش از غراب   منسحب شد چغز نیز از قعرِ آب
جب ہوا پہ آیا چوہا برملا   پانی سے مینڈک بھی کھنچ کر آگیا
موش در منقارِ زاغ و چغز ہم   در ہوا آویختہ پا در رقم
چونچ میں چوہا تھا۔ مینڈک تھا بندھا   پاؤں میں ڈورا تھا۔ اور لٹکا ہوا
خلق میگفتند زاغ از مکر و کید   چغزِ آبی را چگونہ کرد صید
کہتے تھے سب لوگ کوّے کا شکار   کس طرح مینڈک ہوا اے کردگار
چوں شد اندر آب و چوں کش ربود   چغزِ آبی کے شکارِ زاغ بود
لایا کیونکر جا کے پانی میں اسے   مینڈک اور کوّے کی کیونکر تنگ ملے
چغز میگفت ایں سزائے آں کسے   کو چو بے آباں شود جفت خسے
کہتا تھا مینڈک یہ ہے اس کی سزا   میں نے ناجنسوں کو جنس اپنا کیا
اے فغاں از یارِ ناجنس اے فغاں   ہمنشیں نیک جوئید اے مہاں
الاماں ہو صحبتِ ناجنس سے   ہمنشین نیک اپنا ڈھونڈئے

عقل را افغاں زنفس پر عیوب ۔۔۔ ہمچو بینئ بدی بر روئے خوب

نفس سے ہر عقل ہے فریاد ناک ۔۔۔ جیسے اچھے چہرے پہ بھدّی ہو ناک

عقل میگفتش کہ جنسیت یقیں ۔۔۔ از رہِ معنی ست نے از ماو طین

عقل بولی جنسیت تو بالیقیں ۔۔۔ ہے حقیقی، آگ مٹی میں نہیں

ہیں مشو صورت پرست ایں مگو ۔۔۔ سرِّ جنسیت بصورت در مجو

ہو نہ صورت میں پرستارِ مجاز ۔۔۔ ڈھونڈ صورت میں نہ جنسیت کا راز

صورت آمد چوں جماد و چوں حجر ۔۔۔ نیست جامد را ز جنسیّت خبر

ہے یہ صورت مثل پتھر کے بسر ۔۔۔ کیا ہو جنسیت کی پتھر کو خبر

جاں چو مور و تن چو دانہ گندمے ۔۔۔ میکشاند سو بسویش ہر دمے

جان چیونٹی اور دانہ ہے بدن ۔۔۔ کھینچتی ہے اُس کو ہر سُو بے سخن

مور داند کاں حبوب مرتہن ۔۔۔ مستحیل و جنس من خواہد شدن

چیونٹی کو معلوم ہے دانے مرے ۔۔۔ ایک دن ہم جنس سب ہو جائینگے

آں یکے مورے گرفت از راہ جَو ۔۔۔ مور دیگر گندمے بگرفت و دَو

ایک چیونٹی لے چلی جَو راہ سے ۔۔۔ دوسری پہنچی وہاں گیہوں لئے

جو سوئے گندم نمے تازد ولے ۔۔۔ مور سوئے مورے آید ولے

جَو نہیں ہوتا سوئے گندم رواں ۔۔۔ چیونٹی سوئے جنس جاتی ہے وہاں

رفتن جو سوئے گندم تابعست ۔۔۔ مور را بیں کو بہ جنسش راجعست

گیہوں کی جانب تو ہے جَو کا سفر ۔۔۔ چیونٹی سوئے جنس جاتی ہے مگر

تو مگو گندم چرا شد سوئے جو ۔۔۔ چشم را بر خصم نہ نے بر گرو

یوں نہ کہہ، جاتا ہے گندم سوئے جو ۔۔۔ رکھ نظر راہن پہ کر ترکِ گرو

لہ یعنی چیونٹی راہن ہے جس کے منہ میں وہ گرو ہے۔

مور اسود بر سر لبد سیاہ	مور پنہاں دانہ پیدا پیش راہ
کالی چیونٹی کالے نمدے پر چلے	چیونٹی چھپ جائے عیاں دانہ رہے
عقل گوید چشم را نیکو نگر	دانہ ہرگز کے رود بے دانہ بر
عقل کہتی ہے رکھ آنکھوں پر نظر	دانہ کب حرکت کرے بے دانہ بر
زیں سبب آمد سوئے اصحاب کلب	ہست صورتہا چو دانہ مور قلب
کتا اہل کہف کا دیوانہ ہے	دل ہے چیونٹی اور صورت دانہ ہے
زاں شود عیسےٰ سوئے پاکان چرخ	بد قفسہا مختلف یک جنس فرخ
حضرت عیسےٰ فرشتوں سے ہے	مختلف پنجرے تھے چوزے ایک سے
ایں قفس پیدا و آں فرخش نہاں	بے قفس کش کے قفس باشد رواں
پنجرے ظاہر اور چوزے ہیں نہاں	بے قفس کش کے قفس کب ہو رواں
اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر	عاقبت بیں باشد و حبر و قدیر
شاد ہو۔ ہے عقل جس کی دستگیر	ہے وہی انجام بیں روشن ضمیر
فعل زشت و نغز از عقل آور بدید	نہ ز چشمے کہ سیہ گفت و سپید
عقل سے ہے نیک و بد کاموں کا بھید	آنکھ دکھلاتی ہے کالا یا سپید
چشم غرہ شد بہ خضرائے دمن	عقل گوید بر محک ماش زن
آنکھ پر گھوڑے کا سبزہ جب چڑھے	عقل کہتی ہے پرکھ لے دیکھ لے
آفت مرغ است چشم کام بیں	مخلص مرغ ست چشم دام بیں
مرغ کی آفت ہے چشم کام بیں	اور ہے مخلص اور چشم دام بیں
دام دیگر بد کہ عقلش در نیافت	وحی غائب بیں بداں سوئے شتافت
عقل نے وہ دوسرا پایا نہ دام	وحی غائب جان اس کو اے امام
جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت	سوئے صورتہا نشاید زود تاخت
جنس اور ناجنس جانے عقل سے	پیچھے صورت کے نہ پڑنا چاہیے

نیست جنسیت بصورت لی ولک	عیسیٰ آمد در بشر جنس ملک
کب ہے جنسیت کی صورت میں جھلک	عیسیٰ انساں تھے بنے جنس ملک
برکشیدش فوق ایں نیلی حصار	مرغ گردونے چو چغزش زاغ وار
اوج پہ کھینچا فلک کے برملا	جیسے اس مینڈک کو کوّے نے لیا

عبدالغوث کو پریوں کا لیجانا

بود عبدالغوث ہمجنس پری	چوں پری نہ سال در پنہاں پری
اک تھا عبدالغوث ہم جنس پری	نو برس تک اس نے کی پوشیدگی
شد زنش را نسل از شوے دگر	واں یتیمانش ز مرگش در سمر
کر لیا عورت نے شوہر دوسرا	تھا یتیموں میں فسانہ موت کا
مدتے بگذشت زو نامد خبر	زو طمع ببرید ہم زن ہم پسر
ہو چکی مدت نہ آیا کچھ پتا	نا امید اس سے عیال اس کا ہوا
کہ مرا او را گرگ زد یا رہزنے	یا فتاد اندر چہے یا مکمنے
گرگ نے مارا اسے رہزن نے یا	یا کنوئیں یا غار میں وہ گر پڑا
جملہ فرزندانش در اشغال مست	خود نگفتندے کہ بابائے بدست
کام میں مشغول تھے لڑکے تمام	کوئی لیتا باپ کا ہرگز نہ نام
بعد نہ سال آمد آں ہم عاریہ	گشت پیدا باز شد متواریہ
عاریت کے طور پہ وہ آ گیا	نو برس کے بعد۔ پھر پنہاں ہوا
یک مہے فرزند و زن را دید باز	گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
اک مہینہ بال بچوں سے ملا	پھر چھپا ایسا کہ بالکل گم ہوا
یک مہے مہمان فرزندان خویش	بود زاں پس کس ندیدش رنگ بیش
اک مہینے تک فقط مہماں رہا	پاس فرزندوں کے۔ پھر پنہاں ہوا

بود ہمجنسی پری یا نش چناں
کہ ربا ید روح را از زخم سناں

ایسی تھی پریوں کی ہمجنسی اُسے
جان لے زخمِ سناں جس طور سے

چوں بہشتی جزو جنت آمدست
ہم ز جنسیت شود یزداں پرست

جب بہشتی جزوِ جنت کا ہوا
ہو بہ جنسیت پرستارِ خدا

نے نبی فرمود جود و محمدہ
شاخِ جنت دان بدنیا آمدہ

نیکیوں کو حسبِ ارشادِ نبیؐ
شاخِ جنت جان دنیا میں آئی

مہرہا را جملہ جنسِ مہر خواں
قہرہا را جملہ جنسِ قہر داں

مہر و اُلفت کو تو جنسِ مہرباں
قہر و غصہ کو تو جنسِ قہر جان

لااُبالی لااُبالی آورد
زانکہ ہمجنسند ایشاں در خرد

لااُبالی لااُبالی لائے ہاں
عقل میں ہمجنس ہیں یہ بیگماں

بود جنسیت در ادریسؑ از نجوم
ہشت سال او باز حل شد ہم رقوم

آٹھ سال ادریسؑ ہم جنسِ نجوم
تھے زحل کے ساتھ گویا ہم رقوم

در مشارق در مغارب یارِ او
ہم حدیث و محرمِ اسرارِ او

مشرق و مغرب میں ان کا یار تھا
ہم کلام و محرمِ اسرار تھا

بعد غیبت چونکہ آورد او قدوم
بر زمیں می گفت او درسِ نجوم

بعد چھپنے کے زمیں پر آئے جب
درس دیتے تھے ستاروں کو وہ تب

پیشِ او استارگاں خوش صف زدہ
اختراں در درسِ او حاضر شدہ

تارے اُن کے سامنے صف باندھتے
اختر اُن کے درس میں دوزانو تھے

آنچناں کہ خلق آوازِ نجوم!
می شنیدند از خصوص و از عموم

اس طرح تارے تھے مصروفِ کلام
سنتے تھے آواز اُن کی خاص و عام

جذبِ جنسیت کشیدہ تا زمیں
اختراں را پیشِ او کردہ مبیں

جنسیت کے جذب سے تارے کھنچے
تا زمیں۔ اور سامنے اُن کے ہوئے

ہر یکے نام خود و احوالِ خود	باز گفتہ پیش او شرحِ رصد
نام و حال اپنا کہا ہر ایک نے	شرحِ گردش کی بیاں کی سامنے
چیست جنسیت یکے نامِ نظر	کہ بداں یابندہ رہ در یک دگر
کیا ہے جنسیت فقط نامِ نظر	جس سے پاتے ہیں سب آپس میں گذر
آں نظر کہ کرد حق دروے نہاں	چوں نہد در تو تو گردی جنسِ آں
وہ نظر جو حق نے اس میں کی نہاں	تجھ میں رکھے تو ہو اسکی جنس ہاں
ہر طرف چہ می کشد تن را نظر	بے خبر را کہ کشاند با خبر
کون کھینچے جسم کو ہر سو نظر	بے خبر کو کون کھینچے با خبر
حق چو اندر مرد خوئے زن نہد	او مخنث گردد و گوں می دہد
مرد میں حق خو جو عورت کی رکھے	ہیجڑا ہو جائے وہ اور گوں دے
چوں نہد در زن خدا خوئے نری	طالبِ زن گردد او چوں سعتری
جب رکھے عورت میں حق خوئے نری	طالبِ زن ہو وہ مثلِ سعتری[1]
چوں نہد در تو صفاتِ جبرئیل	ہمچو فرخے در ہوا جوئے سبیل
رکھے جب تجھ میں صفاتِ جبرئیل	تو ہوا میں ڈھونڈے جوں چوزہ سبیل[2]
منتظر بنہادہ دیدہ بر ہوا	از زمیں بیگانہ عاشق بر سما
ہو گی بالائے ہوا تیری نظر	ہو زمیں سے دور عاشق چرخ پر
چوں نہد در تو صفتہائے خری	صد پرت گر ہست در آخور پری
گر گدھے پن کی صفت تجھ میں رکھے	سو ہوں پر جب بھی طویلے میں اڑے
از پے صورت نیامد موش خوار	از خبیثی شد زبون موش خوار
چوہا صورت کے سبب سے کب ہے خوار	ہے خباثت سے زبون موش خوار

[1] وہ عورت جو آلت چرمی سے عورت کے ساتھ جماع کرے۔ مجازاً شوخ و بدکار۔

[2] راہ۔

طعمہ جو و خائن و ظلمت پرست　　از پنیر و جوز و از دوشاب مست

چور۔ پیٹو اور اندھیرے میں رہے　　مست دوشاب و پنیر و جوز سے

باز اشہب را چو باشد خوئے موش　　ننگ موشاں باشد و عار وحوش

باز میں آ جائیں گر عادات موش　　موش کیا۔ اس سے تو شرمائیں وحوش

خوئے آں ہاروت و ماروت اے پسر　　چوں بگشت و داد شاں خوئے البشر

عادت ہاروت و ماروت اے پسر　　بدلی جب۔ اور دی اُنہیں خوئے البشر

در فتادند از لنحن الصافون　　در چہ بابل فتادہ سرنگوں

تو وہ رتبے سے ملائک کے گرے　　چاہ بابل میں وہ اوندھے گر پڑے

لوح محفوظ از نظرشاں دور شد　　لوح ایشاں ساحر و مسحور شد

لوح محفوظ اُن کی نظروں سے چھپی　　لوح اُن کی ساحر و مسحور تھی

سرہماں ہیکل ہماں و پر ہماں　　موسیے بر عرش فرعونے ہماں

جثہ یہ اور سر وہی اے امام　　تخت فرعونی پہ اک موسیٰ تھے خوار

در پئے خوباش و با خوش خو نشیں　　خو پذیری گل و روغن ببیں

خو کے پیچھے چل۔ ہو یار نیک خو　　دیکھ روغن دے رہا ہے گل کی بُو

خاک گور از مردہ ہم یابد شرف　　تا نہد بر گور او دل روئے و کف

خاک کو ملتا ہے مُردے سے شرف　　رکھتے اس کی قبر پہ دل رو و کف

خاک از ہمسایگی جسم پاک　　چوں مشرف آمد و اقبال ناک

پائی جسم پاک کی ہمسائیگی　　خاک با اقبال و با رتبہ ہوئی

پس تو ہم الجار ثم الدار گو　　گر دلے داری برو دلدار جو

تو بھی ہو ہمسایہ۔ با اقبال ہو　　دل جو رکھتے ڈھونڈ لے دلدار کو

۱ انگوروں کا رس ۔ ۲ اخروٹ ۔

۳ یعنی یا تو لوح محفوظ کو پڑھتے تھے یا اس جادو کی لوح کو پڑھنے لگے ۔

خاکِ تو ہم سیرتِ جاں می شود — سُرمۂ چشمِ عزیزاں می شود

خاک تیری جان کی ہم خو رہے — سُرمۂ چشمِ عزیزاں بھی بنے

اے بسا در گور خفتہ خاک وار — بہ ز صد زندہ بہ نفع و انتشار

ہیں کئی۔ جوں خاک سوئیں قبر میں — سیکڑوں زندوں سے بہتر نفع دیں

سایہ بودہ او و خاکش سایہ مند — صد ہزاراں زندہ در سایۂ ویند

سایہ وہ۔ خاک اُن کی سایہ مند تھی — لاکھوں زندے اُن کے سائے میں اُگی

ایک وظیفہ لینے والے درویش کی حکایت

آں یکے درویش ز اطرافِ دیار — جانبِ تبریز آمد وام دار

ایک تھا درویش اطرافِ دیار — جانبِ تبریز آیا قرض دار

نہ ہزارش وام بود از زر مگر — بود در تبریز بدرُالدیں عمر

قرض گو تھا نو ہزار اس پہ مگر — اس جگہ تھا ایک بدرالدین عمر

محتسب بود او یکے بحر آمدہ — بر سرِ مویش یکے حاتم کدہ

محتسب تھا وہ مگر بحرِ سخا — بال بال اس کا تھا اک حاتم نما

حاتم ار بودے گدائے او شدے — سر نہادے خاکِ پائے او شدے

ہوتا حاتم اس کا اک ادنےٰ گدا — سر ٹیکتا۔ ہوتا اس کی خاک پا

گر بدادے تشنہ را بحرِ زلال! — در کرم شرمندہ بودے زاں نوال

بخشا پیاسے کو گر بحرِ زلال — اس کرم سے ہوتا اس کو انفعال

ور بکردے ذرہ را مشرقے — بودے آں ہم ہمتش نالائقے

کرتا ذرے کو جو مشرق بے گماں — اس کی بخشش کے وہ تھا شایانِ شاں

بر اُمیدِ او بیامد آں غریب — کہ غریباں را بُدے خویش و قریب

آیا بس اُمید پر اس کی غریب — تھا غریبوں کا وہ غمخوار و قریب

پرورش بود آں غریب آموختہ — وام بیحد از عطایش توختہ

وہ مسافر اُس کے در کا تھا گدا — اُس کے بل پہ قرض تھا بے حد لیا

ہم بہ پشتے آں کریم او دام کرد — چوں بہ بخششہاش واثق بود مرد

قرض تھا اُس کے بھروسے پہ لیا — اعتماد اُس کی سخاوت پہ جو تھا

لاُابالی گشتہ بود و وام جُو — بر اُمیدِ قلزمِ اکرامِ اُو

بے دھڑک وہ قرض بس لیتا گیا — اُس کے بحرِ جود پہ تکیہ جو تھا

وام داراں زو ترش او شاد کام — ہمچو گل خنداں ازاں روض الکرام

قرض خواہ اُس سے ترش وہ شاد تھا — اس چمن سے مثلِ گل تھا ہنس رہا

گرم شد پشتش ز خورشیدِ عرب — چہ غمستش از سبالِ بولہب

جس کے پشتیباں ہوں خورشیدِ عرب — اُس کو کیا فکر غرورِ بولہب

چونکہ وارد عہد و پیوند سحاب — کے دریغ آید ز سقایانش آب

عہد و پیماں جس نے بادل سے کیا — پانی لیں سقے اُسے افسوس کیا

ساحرانِ واقف از دستِ خدا[1] — کے نہند ایں دست و پا را دست و پا

تھے جو ساحر واقفِ دستِ خدا — دست و پا کو کب وہ سمجھے دست و پا

روبہے کہ ہست او را شیر پشت — بشکند مغزِ پلنگاں را بمشت

دی مدد جس لومڑی کو شیر نے — مغز چیتوں کا وہ توڑے مشت سے

حضرت جعفرؓ کا تسخیر قلعہ کو جانا

چونکہ جعفرؓ رفت سوئے قلعۂ — قلعہ نزدِ گامِ خنگش جرعۂ

سوئے قلعہ حضرت جعفرؓ گئے — قلعہ اک جرعہ تھا آگے اسپ کے

[1] یعنی جو ساحر حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایمان لائے اور خدا کے ہاتھ سے آگاہ ہوئے وہ ان ہاتھ پاؤں کو ہاتھ پاؤں نہیں جانتے تھے خواہ اُنہیں فرعون کاٹ ڈالتا

یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکر
تا درِ قلعہ بہ بستند از حذر

حملہ کرکے قلعے تک تنہا گئے
بند دشمن نے کیا در خوف سے

زہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ
اہلِ کشتی را چہ زہرہ با نہنگ

کس کی طاقت اُن سے ہو مصروفِ جنگ
کشتی والے کیا لڑیں پیشِ نہنگ

روئے آورد آں ملک سوئے وزیر
کہ چہ چارہ است اندریں اے مشیر

شاہ نے منہ پھیر کر سوئے وزیر
پوچھا اب تدبیر کیا ہے اے مشیر

گفت آں کہ ترک گوئی مکر و فن
پیشِ او آئی بہ شمشیر و کفن

بولا وہ اب چھوڑ سارے مکر و فن
اُس شہ کے آگے لے کے جا تیغ و کفن

گفت آخر نے کہ او مردیست فرد
گفت منگر خوار در فردیٔ مرد

شہ نے مانا۔ بولا وہ تنہا ہے مرد
بولا خوار اس کو نہ جانو۔ گو ہے فرد

چشم بکشا قلعہ را بنگر نکو!
ہمچو سیماب است لرزاں پیشِ او

کھول آنکھ اور دیکھ قلعے کو ذرا
پارے کی صورت ہے کیسا کانپتا

بر سرِ زیں آں چناں محکم بپا است
گوئیا شرقے و غربے پائے است

زین پر مضبوط کیا بیٹھا ہے وہ
ساتھ شرق و غرب کو رکھتا ہے وہ

چند کس ہمچوں فدائی تاختند
خویشتن را پیشِ او انداختند

چوں فدائی چند کس آگے بڑھے
اور اُن کے بالمقابل آگئے

ہر یکے را او بگرزے می فگند
سرنگوں شاں در اقدامِ سمند

وہ گراتے سب کو اک اک گرز سے
اوندھے منہ قدموں میں اسپ کے

وا وہ بودش صنعِ حق جمعیتے!
کہ ہمی زد یک تنہ بر اُمتے

حق نے وہ جمعیتِ دل ان کو دی
حملہ ور لشکر پہ تھا اک آدمی

---

۱ یعنی اپنی جان اُس کے حوالے کر دے۔

۲ یعنی وزیر بولا۔

چشم من چوں دید روئے آں قباد — کثرت اعداد از چشمم فتاد

جب سے میں نے دیکھی شکل اس شاہ کی — کثرت اعداد نظروں سے گری

اختراں بسیار و خورشید از یکیست — پیش او بنیاد ایشاں مند کیست

بے شمار اختر مگر ایک آفتاب — اس کے آگے ان کی ہستی چوں حباب

گر ہزاراں موش پیش آرند سر — گربہ را نے ترس باشد نے ضرر

سر نکالیں بھی ہزاروں موش اگر — ڈر ہو بلی کو نہ پہنچے کچھ ضرر

گربہ پیش آیند موشاں اے فلاں — نیست جمعیت درون جان شاں

چوہے آگے آئیں گر اے ہمنشیں — جان میں ان کی تو جمعیت نہیں

ہست جمعیت بصورت در فشار — جمع معنی خواہ ہیں از کردگار

ایچ ہے جمعیت اے دل ظاہری — مانگ اے اللہ سے جمع باطنی

نیست جمعیت ز بسیاری جسم — جسم را بر باد قائم داں چو اسم

ہوں کئی گر جسم جمعیت کہاں — ہے ہوائی جسم مثل اسم ہاں

در دل موش ار بدے جمعیتے — جمع گشتے چند موش از حمیتے

ہوتی جمعیت جو دل میں چوہوں کے — جمع ہوتے چند غیرت سے چوہے

بر زدندے خویش را بر گربۂ — ہر یکے بردے زدندے حربۂ

مل کے جا پڑتے کسی بلی پہ سب — اور چلاتے اپنا اپنا حربہ تب

بر زدندے چوں فدائی حملۂ — خویش را بر گربۂ بے مہلۂ

کرتے یوں جاں توڑ کر حملہ سبھی — اس کو حملے کا نہ ملتا وقت ہی

آں یکے چشمش بکندے از ضراب — واں دگر گوشش دریدے ہم ز ناب

ایک تو ناخن سے آنکھیں پھاڑتا — کان اس کے کاٹ لیتا دوسرا

واں دگر سوراخ کردے پہلوش — از جماعت گم شدے بیروں شوش

بھید دیتا کوئی اس کی پسلیاں — پھر نہ بلی بھاگ سکتی ہے کہاں

یک جمعیت ندارد جان موش ۔۔۔ بجہد از جانش ز بیم گربہ ہوش

ایسی جمعیت نہیں ہے موش میں ۔۔۔ خوف سے بلی کے اس کے ہوش اڑیں

گر بود اعدادِ موشاں صد ہزار ۔۔۔ خشک گردد از یکے گربہ فزار

لاکھ چوہے بھی اگر ہوں بیش و کم ۔۔۔ ڈر سے بلی کے ہو ان کا خشک دم

از گلہ انبہ چہ غم قصاب را ۔۔۔ انبہی ہش چہ بندد خواب را

کچھ نہیں ریوڑ کا غم قصاب کو ۔۔۔ ہوش کی کثرت نہ روکے خواب کو

مالک ملک ست جمعیت دہد ۔۔۔ شیر را تا بر گلہ گوراں جہد

حق سے جمعیت ہے پائی شیر نے ۔۔۔ گورخر کے گلے پہ حملہ کرے

در وہانے شاں لبساد وزت عزت ۔۔۔ کس نیارد گفتنش از راہ دیت

چل میں کرتا ہے انہیں زیر و زبر ۔۔۔ کوئی کہہ سکتا نہیں جا شیر نر

صد ہزاراں گور دہ شاخہ دلیر ۔۔۔ چوں عدم باشند بہ پیش صول شیر

لاکھوں وہ شاخہ بہادر گورخر ۔۔۔ نیست ہوں حملہ کرے جب شیر نر

مالک الملک است بدہد ملک حسن ۔۔۔ یوسفے را تا بود چوں ماہ حسن

جس کو مالک چاہے ملک حسن دے ۔۔۔ یا کسی یوسف کو وہ ہوں چاند سے

در رخے بنہد شعاع اخترے ۔۔۔ تا شود شاہے غلام دخترے

رخ میں رکھے تاب اختر لا کلام ۔۔۔ بادشہ ہو ایک دختر کا غلام

بنہد اندر روئے دیگر نور خود ۔۔۔ کہ ببیند نیم شب ہر نیک و بد

دوسرے رخ میں وہ نور اپنا رکھے ۔۔۔ نیم شب جو نیک و بد کو دیکھ لے

یوسف و موسیٰ ز حق بردند نور ۔۔۔ در رخ و رخسار و در ذات الصدور

یوسف و موسیٰ نے پایا حق سے نور ۔۔۔ نور روست و بہ رخ ۔ نور صدور

روئے موسیٰ بارقے انگیختہ ۔۔۔ پیش رواہ توبرہ آویختہ

نور بجلی کا رخ موسیٰ میں تھا ۔۔۔ منہ کے اوپر ایک پردہ تھا پڑا

نور رویش آنچناں بردے بصر	کہ زمرد از دو چشم مارِ کر
۱؎ نور اچکتا تھا نظر کو اس طرح	سانپ کی آنکھیں زمرد جس طرح
او ز حق درخواستہ تا توبرہ	گردد آں نورِ قوی را ساترہ
حق سے موسیٰؑ نے تھا چاہا توبرا	تاکہ اس نور قوی کو دے چھپا
توبرہ گفت از گلیمت ساز ہیں	کاں لباس عارفی آمد یقیں
۲؎ کملی سے بنالے توبرا	ہے لباس عارفی - بولا خدا
کاں کسا از نور صبر یافتہ ست	نور جاں بر پود و تارش تافتہ ست
نور کو ہو صبر اس سے بے گماں	اس کے تانا پود پر ہے نور جاں
جز چنیں خرقہ نخواہد شد صلوں	نور ما را بر نتابد غیر آں
ہے یہی خرقہ نگہباں نور کا	لا سکے کوئی نہ تاب اس کے سوا
کوہ قاف ار پیش آید بہر سد	ہمچو کوہ طور نورش بر درد
کوہ قاف آئے جو اس کے سامنے	پھاڑ ڈالے نور مثل طور اسے
از کمال قدرت ابدان رجال	یافت اندر نور بیچوں احتمال
قدرت کامل سے تن انسان کا	نور کو اللہ کے لیتا ہے اٹھا
آنکہ طورش بر نتابد ذرّہ	قدرتش جا سازد از قارورہ
ذرّے ہی سے طور کے بس چھٹ گئے	جا ہے قدرت گھر کرے قندیل میں
آنکہ طورش بر نتابد اے کیا	ذرّہ اندر زجاجے ساخت جا
جس کے اک ذرّے سے ٹکڑے طور ہو	گھر بنالے اپنا وہ قندیل کو
گشت مشکوٰۃ و زجاجی جائے نور	کہ ہمی درّد ز نورش قاف و طور
وہ سمائے شیشے کی قندیل میں	جس سے قاف و طور کے ٹکڑے اڑیں

۱؎ یعنی حضرت موسیٰؑ کے چہرے کا نور دیکھنے والے کی آنکھ کو اسطرح اچک لیتا ہے جسطرح زمرد سانپ کی آنکھیں اندھی کر دیتا ہے۔ ۲؎ یعنی کملی سے۔

چشم شاں مشکوٰۃ دان جاں شاں زجاج — تافتہ بر عرش و افلاک ایں سراج

آنکھ ہے قندیل جان اُن کی زجاج! — چمکا عرش و چرخ پہ ہے یہ سراج

نور شاں حیران ایں نور آمدہ — چوں ستارہ زیں ضحیٰ فانی شدہ

اُن کا نور اس نور سے حیران ہوا — جوں ستارہ مہر سے وہ چھپ گیا

زیں حکایت کرد آں ختم رسل — از ملیک لایزال لم یزل

ذکر جو فرما گئے ہیں مصطفےٰ ﷺ — بادشاہ لم یزل قیوم کا

کہ نہ گنجیدم در افلاک و خلا — در عقول و در نفوس باعلیٰ

میں سمایا ہی نہیں افلاک میں — اور نہ ارواح و عقول پاک میں

در دل مومن بگنجیدم چو ضیف — بے ز چون و بے چگون و بے ز کیف

میں دل مومن میں لیکن بس گیا — مثل اک مہمان کے بے چون و چرا

تا بدلالی آں دل فوق و تحت — یابد از من پادشاہی ہا و تخت

زیر و بالا اس کی دلالی سے ہاں — دل نے شاہی مجھ سے پائی بے گماں

بے چنیں آئینہ ایں خوبی من — بر نتابد ہم زمیں و ہم زمن

مجھ اس آئینے کے میری خوبیاں — کب اُٹھا سکیں یہ زمیں یا یہ زماں

ہر دو کون اسپ ترحم تاختیم — بس عریض آئینہ بر ساختیم

دو جہاں پر رحم ہم نے کر دیا — چوڑا چکلا اک بنایا آئینہ

ہر دمے زیں آئینہ پنجاہ عرس — بشنو آئینہ و لے شرحم مپرس

شاد رکھے ہر گھڑی یہ آئینہ — آئینہ سن پوچھتا ہے شرح کیا

حاصل آں کز لبس خویشش پردہ بافت — کہ نفوذ و قمر را می شکافت

اپنی ہی پوشاک سے پردہ لیا — نور وہ ورنہ قمر کو پھاڑتا

گر بدے پردہ ز غیر لبس او — پارہ گشتے ور بدے کوہ دو تو

پردہ گر ہوتا لباس غیر سے — پھٹتے سب پردے جو ہوتے کوہ کے

وآنچنیں دیوارہا ناقد شدے — توبرہ با نورِ حق چہ فن زدے
پار ہوتا آہنی دیوار سے — توبرہ کیا حیلہ کرتا نور سے

گشتہ بود آں آئنہ صاحب نفی — بود وقتے سوز خرقہ عارفی
ہو گیا تھا آئینہ پہلے فنا — خرقہ سوز عارفی کا ہو چکا

گشتہ بود آں آئنہ ستار نور — زانکہ بود از خرقہ یک باحضور
ہو گیا تھا آئنہ ستارِ نور — اور وہ تھا ایک خرقہ باحضور

زاں شود آتش رہین سوختہ — کوست با آتش ز پیش آموختہ
سوختہ کی رہن ہے آگ اس لئے — آگ کا خوگر ہوا وہ قبل سے

در ہوائے عشق آں نور رشاد — خود صفورا ہر دو دیدہ باز داد
یہ ہے ایسا نور جس کے عشق میں — خود صفوراؓ[1] اپنی دونوں آنکھیں دیں

اولا بر بست یک چشم و بدید — نورِ روئے او و یک چشمش پرید
آنکھ اُنہوں نے ایک پہلے بند کی — نورِ رخ دیکھا تو ایک آنکھ اڑ گئی

بعد ازاں صبرش نماند و آں دگر — برکشاد و کرد خرج آں قمر
پھر ہوئیں بے صبر کھولی دوسری — وہ بھی لیکن اس قمر کی نذر کی

ہمچناں مردِ مجاہد ناں دہد — چوں بروزد نورِ طاعت جاں دہد
جیسے پہلے اک مجاہد نان دے — نورِ طاعت کا پڑے تو جان دے

پس زنے گفتش کہ چشم عبہری — چوں ز دستت رفت حسرت میخوری
ایک عورت نے کہا آنکھیں گئیں — ہو گی حسرت - آہ! آنکھیں ترسیں

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار — دیدہ بودے کہ ہمی کردم نثار
بولیں - حیرت ہے کہ آنکھیں صد ہزار — ہوتیں گر تو سب کو کر دیتی نثار

[1] حضرت موسیٰؑ کی زوجۂ محترمہ۔

روزنِ چشمم زمہ ویراں شدست · لیک سر چوں گنج در ویراں نشست
آنکھ کا روزن ہوا ویران تو کیا · ماہ میرا گنج ویرانہ بنا

کے گذارد گنج کیں ویرانہ ام · یاد آرد از وثاق و خانہ ام
گنج کب چھوڑیگا ویرانہ میرا · یاد کرکے منزل اور خانہ میرا

حق شنید این دو چشمش باز داد · دید موسیٰؑ را ز نورش ساز داد
حق نے سنکر دونوں آنکھیں کھولدیں · دید موسیٰؑ کے وہ قابل ہو گئیں

از نظر ایں نور روز و پنہاں نہ شد · از خزینہ خاص بد ویراں نہ شد
پھر نہ یہ نور اُن کی آنکھوں سے چھپا · تھا جو گنج خاص سے قائم رہا

نور روئے یوسفی وقت عبور · در فتادے در شباک ہر قصور
چلتے جب یوسف تو اُن کے رُخ کا نور · روزنوں سے جاتا ہر گھر میں ضرور

پس بگفتندے درون خانہ در · یوسفؑ ست ایں سو بسیراں رگزر
لوگ پس اپنے گھروں میں کہتے تھے · اس طرف سے حضرت یوسفؑ گئے

زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع · فہم کردندے پس اصحاب البقاع
کیونکہ دیواریں چمک اٹھتی تھیں سب · اہلِ خانہ کو پتہ ملتا تھا تب

خانۂ را کش دریچہ ست آں طرف · دارد از سیران یوسفؑ ایں شرف
جس مکان کا ہے دریچہ اُس طرف · سیر یوسفؑ سے وہ پاتا ہے شرف

ہیں دریچہ سوئے یوسفؑ باز کن · از شکافش فرجۂ آغاز کن
تو دریچہ سوئے یوسفؑ کھول دے · اور اس روزن سے لطفِ سیر لے

عشق ورزی آں دریچہ کردن است · کز جمال دوست دیدہ روشن است
عشق کرتا ہے دریچہ کھولنا · آنکھ میں ہے نور حسن یار کا

پس ہمیشہ روئے معشوقہ نگر · ایں بدست تست بشنو اے پسر
بس ہمیشہ دیکھ روئے سیمبر · یہ ہے تیرے ہاتھ میں سن اے پسر

سلہ یعنی دریچہ کھولنا۔

راہ کن درا اندرو تنہا خویش را ۔۔۔ دور کن ادراک دور اندیش را

راہ کر لوگوں کے دل میں شاد ہو ۔۔۔ دور کر ادراک دور اندیش کو

کیمیا داری دوائے پوست کن ۔۔۔ دشمناں را زیں صناعت دوست کن

کیمیا ہے پاس تیرے کر دوا ۔۔۔ اس ہنر سے یار دشمن کو بنا

چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی ۔۔۔ کو رہاند روح را از بیکسی!

ہوگا جب زیبا تو زیبا سے ملے ۔۔۔ بیکسی سے روح تیری بچ رہے

پرورش مر باغ جانہا را خوش ۔۔۔ زندہ کردہ مردۂ غم را دمش

باغ جاں شاداب اسکے دم سے ہے ۔۔۔ مردۂ غم زندہ اس کے دم سے ہے

نے ہمہ ملک جہاں دوں دہند ۔۔۔ صد ہزاراں ملک گوناگوں دہند

تجھ کو یہ دنیائے دوں کب دیگا وہ ۔۔۔ لاکھ ملک مختلف بخشے گا وہ

برتر از ملک جمالش داد حق ۔۔۔ ملکت تعبیر بے درس و سبق

حق نے یوسف کو دیا ملک جمال ۔۔۔ کشور تعبیر بھی دی بے مثال

ملکت حسنش سوئے زنداں کشید ۔۔۔ ملکت علمش سوئے کیواں کشید

حسن کا ملک ان کو زنداں لے گیا ۔۔۔ علم لیکن سوئے کیواں لے گیا

شہ غلام او شد از علم و ہنر ۔۔۔ ملک علم از ملک حسن آسودہ تر

علم سے شہ ہو گیا ان کا غلام ۔۔۔ علم بہتر حسن سے ہے لا کلام

وظیفہ لینے والے مقروض درویش کی حکایت

آں غریب ممتحن از بیم وام! ۔۔۔ اندر آمد سوئے آں دار السلام

قرض کے ڈر سے وہ بیچارہ گدا ۔۔۔ سرحد تبریز میں داخل ہوا

۱؎ یعنی خاک ساری خاک اکسیر سے کم نہیں ۔

۲؎ ستارۂ زحل جو ساتویں آسمان پہ ہے ۔

شد سوئے تبریز و کوئی گلستاں   خفتہ امیدش فراز گلستاں

تھا وہ تبریز ایک ایسا گلستان   پھولوں پہ اُمید تھی راحت کناں

روز وار الملک تبریز سنی   بر امیدش روشنی در روشنی

خطۂ تبریز ہیں جا اے سعید   ہے جا اُس کے پاس تو روشن اُمید

جانش خنداں شدازاں مُفتہ جاں   از نسیم یوسف مصر خیال

اس چمن سے غنچۂ جان کھل گیا   آئی یوسف کی نسیم دلفزا

گفت یا حادی اُنخ لی ناقتی   جاء اسعادی وطارت فاقتی

بولا اے حادی[1] بٹھا ناقہ مرا   آئی خوش بختی گیا فاقہ مرا

ابرکی یا ناقتی طاب الامور   ان تبریزاً مناجات الصدور

بیٹھ ناقے! بن گیا ہے میرا کام   راز سینہ کہنے کا ہے یہ مقام

اسرحی یا ناقتی حول الریاض   ان تبریزاً لنا نعم المفاض

گرد گلزاروں[2] کے چر ناقے مرے   یہ مقام فیض ہے اپنے لئے

سار بانا بار بگشا ز اشتراں   شہر تبریز است وکوئی گلستان

کھول دے اونٹوں کا بار اے ساربان   یہ تو ہے تبریز گویا گلستاں

فرۂ فردوسیت ایں پالیز را   شعشعۂ عرشیست مر تبریز را

شان فردوسی ہے اس پالیز میں   عرش کی ہے روشنی تبریز میں

ہر زمانے موج روح انگیز جاں   از فراز عرش بر تبریزیاں

ایک موج روح افزا ہر زماں   عرش سے تبریزیوں پر ہے رواں

چوں وثاق محتسب جست آں غریب   خلق گفتند کہ بگذشت آں حبیب

جب گدا کو محتسب کا گھر ملا   لوگ بولے۔ وہ تو بیچارا مرگیا

[1] حدی خواں یعنی گیت گانے والا ساربان ✦

[2] خربوزے۔ تربوز اور ککڑی کا کھیت ✦

او پس از دارِ دنیا نقل کرد
پس وہ دنیا سے رحلت کر گیا
مرد و زن در واقعهٔ او روئے زرد
زرد رو ہر مرد و زن غم سے ہُوا

رفت آں طاؤس عرشی سوئے عرش
وہ گیا طاؤس عرشی سوئے عرش
چوں رسید از ہاتفش بوئے عرش
پہنچی جب ہاتف سے اسکو بوئے عرش

سایہ اش گرچہ پناہِ خلق بود
سایہ اس کا گو پناہِ خلق تھا
در نوردید آفتابش زود زود
مہر نے تہ اس کو جلدی کر دیا

راند او کشتی ازیں ساحل پرید
پس وہ اس ساحل سے کشتی لے گیا
گشتہ بود آں خواجہ زیں بیگانہ سیر
خواجہ اس بے گانے سے دل سیر تھا

نعرہ زد مرد و بیہوش او فتاد
نعرہ مارا اُس نے غش کھا کر گرا
گوئیا او نیز در پے جاں بداد
وہ بھی گویا اُس کے پیچھے مر گیا

بس گلاب و آب بر رویش زدند
بس گلاب و آب چہرہ کا لوگوں نے
ہمرہاں بر حالتش گریاں شدند
اور اُس کے حال پر رونے لگے

تا بشب بیہوش بود و بعد ازاں
رات تک بیہوش تھا اور بعد ازاں
نیم مردہ باز گشت از غیب جاں
نیم مردہ غیب سے لوٹ آئی جاں

مخلوق پر اعتماد سے روشن کی توبہ

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار
ہوش میں آیا۔ کہا پروردگار
مجرمم بودم بہ خلق اُمیدوار
میں ہوں مجرم خلق سے اُمیدوار

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جود
گو بہت جود و سخا خواجہ نے کی
ہیچ از کفو عطائے تو نبود
تیری بخشش کے مقابل کچھ نہ تھی

[1] یعنی اس کی عمر کے دن گزر گئے۔

وو کلہ بخشید و تو سر پرُ خرد	او قبا بخشید تو بالا و قد!
اس نے ٹوپی۔ تو نے سر پہ از خرد	اس نے تو بخشی قبا پہ تو نے قد
او زرم داد و تو دست زر شمار	او ستورم داد و تو عقل سوار
اس نے سونا۔ تو نے دست زر شمار	اس نے گھوڑا تو نے دی عقل سوار
خواجہ شمعم داد و تو چشم قریر	خواجہ نقلم داد و تو طعمہ پذیر
شمع اس نے۔ تو نے تحفہ آنکھ کا	نقل اس نے۔ تو نے من بھاتی غذا
او وظیفہ داد تو عمر و حیات	وعدہ اش زر وعدۂ تو طیبات[1]
گر وظیفہ اس نے تو نے دی حیات	اس کا وعدہ زر کا۔ تیرا طیبات
او وثاقم داد تو چرخ و زمیں	در وثاقت او وصد چوں[2] او رہیں
اس نے گھر۔ تو نے دیئے چرخ و زمیں	تیرے گھر میں سینکڑوں اس سے رہیں
آنچہ داد او لے ملک ہم از تو داد	کہ دل و دست ورا کردی[3] تو راد
اس نے اے شہ! تجھ سے سب لیکر دیا	تو نے اس کے دست و دل کو دی سخا
زر از آن تست او زر نا فرید	نان از آن تست نانش از تو رسید
زر ترا۔ اس کا نہیں زر بے گماں	نان تیری۔ تو نے بخشی اس کو نان
آں سخا و رحم ہم تو دادیش	کز سخاوت می فزودی شادیش
اس کو جو دو رحم بھی تو نے دیا	اور سخاوت سے مجھے شاداں کیا
من چہ می گویم ہمہ تو می دہی	بار منت بر کسے می نہی
کیا کہوں میں اب سبھی کچھ تو ہی دے	بار احساں کا کسی پہ کب رکھے
من مرا و را قبلۂ خود ساختم	قبلہ ساز اصل را نشناختم
میں نے اس کو اپنا قبلہ کر لیا	اصل قبلہ ساز سے جاہل رہا

[1] ستھری پاکیزہ چیزیں ◆ [2] یعنی اس جیسے ◆
[3] کردی ◆

ما کجا بودیم کیں دیان دین	عقل می کارند اندر ما و طین
ہم کہاں تھے ۔ مالک روز جزا	آب و گل میں عقل تھا جب بو رہا
چوں ہمی کرد از عدم گردوں پدید	وین بساط خاک را می گسترید
جب عدم سے آسماں پیدا کیا	اور بچھایا یہ بچھونا خاک کا
ز اختراں می ساخت او مصباح‌ها [1]	در طبایع قفل با مفتاح‌ها [2]
جب بنائے اس نے تاروں سے دیئے	طبع میں قفل اور کنجی رکھ دیئے
اے بسا بنیاد پنہان و فاش	مضمر ایں سقف گردوں بر فراش
لاکھوں ہی بنیاد ہیں پنہاں و عیاں	اس زمین و آسماں میں ہیں نہاں
آدم اصطرلاب گردون علوست	وصف آدم مظہر آیات اوست
آدم اصطرلاب [3] چرخ اوج کا	وصف آدم مظہر وصف خدا
ہر چہ در وے می نماید وصف اوست	ہمچو عکس ماہ اندر آبجوست
ہے جو کچھ آدم میں ہے وصف خدا	عکس ندی میں ہو جیسے ماہ کا
بر سطرلابش نقوش عنکبوت [4]	بہر اوصاف ازل دارد ثبوت
نقش ہیں جو اس کے اصطرلاب کے	ان سے اوصاف ازل ثابت ہوئے
تا ز چرخ غیب و ز خورشید روح	عنکبوتش درس گوید با شروح
نکلے مہر روح چرخ غیب سے	عنکبوت [5] اسکو مشرح درس دے
عنکبوت ایں سطرلاب رشاد	بے منجم در کف عام اوفتاد
عنکبوت ایسے ہی اصطرلاب کی	بے منجم عام کے ہاتھ آ گئی

[1] چراغ ۔ [2] یعنی طبیعتوں میں، امانتیں رکھ کر قفل لگا دیئے مع کنجیوں کے ۔ [3] ستاروں کے حالات معلوم کرنے کا آلہ ۔

[4] اصطرلاب کا ایک حصہ جس پر اس کے احکام درج ہوتے ہیں ۔

[5] عقل سے مراد ہے ۔

انبیاء را داد حق تنجیم ایں
غیب را چشمے بباید غیب بیں
انبیاء کو حق نے یہ تعلیم[1] دی
غیب بیں ہے آنکھ ناظر غیب کی

در چہ دنیا فتادند ایں قروں
عکس خود را دید ہر یک چہ دروں
چاہ دنیا میں یہ اسلاف آپڑے
عکس اپنا ہی کنوئیں میں دیکھ کے

عکس در چہ دید و از بیروں ندید
ہمچو شیر گول اندر چہ دوید
شیر احمق کی طرح چہ میں گرا
عکس دیکھا پر نہ باہر سے ذرا

از بروں داں ہر چہ در چاہت نمود
ورنہ آں شیرے کہ در چہ شد فرود
چاہ میں جو کچھ ہے باہر جان اُسے
ورنہ کیوں شیر آتا اندر چاہ کے

بُرد خرگوشیش از رہ کاے فلاں
در تگ چاہ ست آں شیر ژیاں
اس کو اک خرگوش نے بہکایا ہاں
چاہ کے اندر ہے وہ شیر ژیاں

در رو اندر چاہ و کیں از وے بکش
چوں از و غالب تری سر بر کنش
چاہ میں جا اور بدلہ اُس سے لے
ہے جو غالب تو سر اس کا توڑ دے

آں مقلد سخرۂ[2] خرگوش شد
وز خیال خویشتن پُرجوش شد
وہ مقلد سخرۂ خرگوش تھا
اور اپنی دُھن میں بس پُرجوش تھا

او نگفت ایں نقش او دآب نیست
ایں بجز تقلیب آں قلّاب[3] نیست
وہ نہ بولا - یہ نہیں نقش آب کا
یہ اُلٹنا کام ہے قلّاب کا

تو ہم از دشمن چو کینہ می کشی
اے زبون شش غلط در ہر ششی
تو عدو سے کینہ کیا ہے بے دلیل
خود غلط ہے شش جہت کے اے ذلیل

آں عداوت اندرو عکس حق است
کز صفات قہر آنجا مشتق است
عکس حق ہے اس کے دل میں دشمنی
قہر کے اوصاف سے پھوٹی گئی

[1] یعنی ستارہ شناسی کی تعلیم ۔ [2] وہ شخص جس پہ ہنسیں - مضحکہ ۔
[3] الٹ دینے والا - حق تعالیٰ سے مراد ہے ۔

وان گنہ در وے ز عکس جرم تست   باید آں خو را ز طبع خویش شست

جرم اس کا عکس تیرے جرم کا   طبع سے اپنی تو یہ خو دھو ذرا

خلق زشتت اندراں روئے نمود   مر ترا او صفحہ آئینہ بود

اس میں تیرا خلق بد ظاہر ہوا   صفحہ وہ تیرے لئے آئینے کا

چونکہ قبح خویش دیدی اے حسن   اندر آئینہ بر آئینہ مزن

آئینے میں دیکھا اپنے عیب کو   توڑنے کے پھیر اسے در پے نہ ہو

می زند بر آب استارہ سنی   خاک تو بر عکس اختر می زنی

اختر اپنا عکس ڈالے آب پر   تو گرائے عکس پہ مٹی مگر

کیں ستارہ نحس در آب آمد ست   تا کند مر سعد ما را زیر دست

ہے ستارہ نحس اندر آب کے   تا ہمارے سعد کو عاجز کرے

خاک از استیلا بریزی بر سرش   چونکہ پنداری ز شبہ اخترش

خاک اس کے سر پہ ڈالی اس لئے   مثل اختر چونکہ تو سمجھا اسے

عکس پنہاں گشت و سوئے غیب راند   تو گماں بردی کہ آں اختر نماند

جب چھپا اختر نہ عکس اس کا رہا   تو یہ سمجھا وہ ستارہ چھپ گیا

آں ستارہ نحس ہست اندر سما   ہم بدانسو بایدش کردن دوا

ہے ستارہ نحس اوپر چرخ کے   اب دوا بھی اس کی کرنی چاہئے

بلکہ باید دل سوئے بیسوئے بست   عکس ایں سو عکس نحس آں سو است

بے جہت جو ہے تو اس سے دل لگا   عکس ادھر کا عکس ہے اس سمت کا

داد داد حق شناس و بخشش   عکس آں داد ست اندر پنج و شش

داد حق ہے جو کسی کو ہے ملا   پنج و شش میں عکس ہے اس داد کا

؎ یعنی پنج حس میں بھی اور شش جہت میں بھی ۔

گر بود داد خساں افزوں زریگ — تو بمیری واں نماند مردہ ریگ

داد ناکس ہو جو افزوں ریگ سے — تو مرے۔ میراث آخر کو رہے

عکس آخر چند باید در نظر — اصل بینی پیشہ کن اے کژ نگر

عکس ٹھہرے گا نظر میں تا بکے — کج نگر! تو اصل پہ نظریں جما

حق چو بخشش کرد بر اہل نیاز — با عطا بخشید شاں عمرے دراز

حق نے بخشش کی جو با اہل نیاز — ساتھ ہی بخشی انہیں عمر دراز

خالدین شد نعمت منعم علیہ — محیی الموتیٰ ست فاجئتوا الیہ

نعمت حق سے وہ بہرہ ور رہے — مردے کو زندہ کرے ڈھونڈو اسے

داد حق با تو درآمیزد چو جاں — آنچناں کہ آں تو باشی و تو آں

داد حق تجھ سے مثال جاں ملے — ایسے وہ تو تو بنے۔ تو وہ بنے

گر نماند اشتہائے[1] ناں و آب — بدہدت بے ایں دو قوت مستطاب

روٹی پانی کی نہیں گر اشتہا — دیگا بے ان دو کے پاکیزہ غذا

فربہی گر رفت حق در لاغری — فربہی پنہانت بخشد آں سری

فربہی جاتی ہے۔ جانے غم ہے کیا — فربہی پوشیدہ بخشے گا خدا

چوں پری را قوت از بو می دہد — ہر ملک را قوت جاں او می دہد

دیتا ہے پریوں کو وہ بو کی غذا — قوت جاں کردے فرشتوں کو عطا

جاں چہ باشد تا تو سازی بر اں سند — حق بہ عشق خویش زندہ ات می کند

جان کیا شے ہے سند جس کی تو لے — عشق سے اپنے خدا زندہ کرے

زو حیات عشق خواہ و جاں مخواہ — تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ

جا حیات عشق مانگ اور جان نہ مانگ — رزق بے ناں مانگ اس سے ناں نہ مانگ

[1] بھوک۔ خواہش۔

خلق را چوں آبِ صافِ زلال — اندرو تاباں صفاتِ ذوالجلال

جاں ہے خلقت کو جوں آبِ زلال — اس میں روشن ہیں صفاتِ ذوالجلال

علم شاں و عدل شاں و لطف شاں — چوں ستارہ چرخ در آبِ رواں

علم و عدل و لطف ان کا جان سے — پانی پہ جیسے ستارے چرخ[1] کے

پادشاہی زیبد آں خلاق را — پادشاہی جملگاں عاجز ورا

شاہی ہے شایانِ شاں خلاق کے — سب کی شاہی عاجز اس کے سامنے

پادشاہاں مظہرِ شاہیِ حق — فاضلاں مرآتِ آگاہیِ حق

شاہ مظہر شاہیِ حق کے ہوئے — فاضل آگاہیِ حق کے آئینے

قرنہا بگذشت ایں قرنِ نویست — ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست

اب ہے دورِ نو - گئی صدیاں کئیں — مہ وہ مہ ہے - پانی وہ پانی نہیں

عدل آں عدل است فضل آں فضل ہم — لیک مستبدل شد آں قرن و امم

عدل بھی وہ ہے وہی ہے فضل بھی — پر زمانہ اور ہے لوگ اور ہی

قرنہا بر قرنہا رفت اے ہمام — ویں معانی برقرار و بر دوام

گزری ہیں صدیوں پہ صدیاں اے ہمام — ان معانی کو ہے پہ حاصل دوام

آب مبدل شد دریں جو چند بار — عکسِ آں خورشید و انجم برقرار

پانی اس ندی کا بدلا چند بار — عکس اس خورشید[2] کا ہے برقرار

پس بنایش نیست بر آبِ رواں — بلکہ بر اقطارِ عرضِ آسماں

آب جاری پہ بنا اس کی کہاں — بلکہ آگے اس سے یعنی لامکاں

ایں صفتہا چوں نجومِ معنویست — داں کہ بر چرخِ معانی مستویست

یہ نجومِ معنوی کی خوبیاں — چرخِ معنی پہ وہ یکساں ہے عیاں

[1] آسمان مراد ہے۔

[2] یعنی خورشید۔

خوبرویاں آئینہ خوبی او | عشق ایشاں عکس مطلوبی او

خوبرو آئینہ اس خوبی کا ہے | عشق اس کا عکس مطلوبی کا ہے

ہم باصل خود رود ایں خد و خال | دائما در آب کے ماند خیال

اصل کی جانب یہ جائیں خد و خال | کب ہے قائم رہتا پانی کا خیال

جملہ تصویرات عکس آبجوست | چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست

آبجو کا عکس تصویریں سبھی | آنکھ مل کر دیکھ سب کچھ ہے وہی

باز عقلش گفت بگذر زیں حول | خل دوشابست و دوشابست خل

عقل بولی - چھوڑیں دو بینی جناب | ہے دوشاب اک سرکہ - سرکہ ہے دوشاب

خواجہ را از چشم ابلیس لعیں | منگر و نسبت مکن او را بطیں

خواجہ کو ابلیس کی تو آنکھ سے | دیکھ مت اور خاک سے نسبت نہ دے

خواجہ را جاں بیں مبیں جسم گراں | مغز او را بیں مبیںش استخواں

جاں سمجھ خواجہ کو مت جسم گراں | مغز اس کو جان - مت جان استخواں

خواجہ را چوں غیر گفتی در غرور | شرم دار اے احول از شاہ غیور

کیوں کہا غیر اس کو از راہ غرور | شرم کر بھینگے وہ ہے شاہ غیور

خواجہ را کو درگذشتست از اثیر | جنس ایں موشان تاریکی مگیر

خواجہ تو گزرا ہے اوج چرخ سے | مت اندھیرے کے چوہوں سے جان کے

ہمرہ خورشید را شب پرہ مخواں | آنکہ او مسجود شد ساجد مداں

مہر کے ساتھی کو چمگادڑ نہ جان | جو ہوا مسجود اسے ساجد نہ مان

عکس ہا را ماند و ایں عکس نیست | در مثال عکس خود بنمود نیست

ہے تو دو جوں عکس، لیکن عکس کب | عکس کی صورت میں ہے وہ نیست کب

آفتابے دید و یخ جامد نماند | روغنیں گل روغنیں کنجد نماند

یخ نے دیکھا مہر - پھر جامد نہیں | روغنی گل روغنی کنجد نہیں

چوں مبدل گشتہ اند ابدالِ حق ٭ نیستند از خلق برگرداں ورق

ہو گئے تبدیل جب ابدالِ حق ٭ وہ نہیں مخلوق سے۔ اُلٹا ورق

قبلۂ وحدانیت دو چوں بود ٭ خاک مسجودِ ملائک چوں شود

قبلۂ وحدانیت کیونکر ہیں دو ٭ سجدہ کیوں کرتے فرشتے خاک کو

چوں زبیں جو دید غرسِ سیب مرد ٭ دامنش را دید آں پُر سیب کرد

دیکھا تو نے ہیں جو بوٹا سیب کا ٭ سیب سے پھر مرد کا دامن بھرا

آں چو در جو دید کے باشد جوال ٭ چونکہ شد از دیدنش پُر صد جوال

دیکھا جو تُو نے ہیں وہ کب ہے جوال ٭ اس کے دیکھے سے ہُوا وہ مالا مال

عکس بارا ماند و ایں نیست عکس ٭ در مثال عکس حق معنیست عکس

عکس کب ہے عکس سے رہتا ہُوا ٭ یہ ہے معنی عکس حق کی شکل کا

تن مبیں و جاں مبیں کن بکم و صم ٭ کذّبوا بالحق لمّا جاءہم

تن نہ دیکھ اور جان نہ دیکھ گنگ و صم ہو تو ٭ غور سے پڑھ قولِ حق ہے کذّبوا

کہ ز مارمیت اذ رمیت احمد بدست ٭ دیدن او دیدن خالق شدہ است

ما رمیت اذ رمیت احمد ہوئے ٭ دیدِ حق ہوتی ہے ان کی دید سے

حق مر او را برگزید از انس و جاں ٭ رحمۃ العالمین خواند از آں

حق نے اُن کو خلق سے افضل کیا ٭ رحمۃ للعالمین فرما دیا

خدمت او خدمت حق کردن است ٭ روز دیدن دیدن ایں روزن است

ان کی خدمت خدمتِ حق برملا ٭ دیکھ اس روزن کو گر ہے دیکھنا

ل قولہ تعالیٰ۔ فقد کذّبوا بالحق لمّا جاءہم فسوف یاتیہم انبٰؤا ما کانوا بہ یستہزءون یعنی انہوں نے حق کو جھٹلایا ہرگاہ کہ ان کے پاس آیا سو قریب آئیگی ان کو اصلی آگاہی جس پر ٹھٹھے مارتے تھے۔ ملہ قولہ تعالیٰ ما رمیت اذ رمیت ۔۔۔۔ ولکن اللہ رمیٰ یعنی جب تو نے تیر پھینکا تو تو نے نہیں پھینکا۔ بلکہ اللہ نے پھینکا۔ سے حدیث شریف میں من رآنی فقد رای اللہ یعنی جس نے مجھ

کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔

خاصہ ایں روزن درخشاں خود است — نے ذریعہ آفتاب و فرقد[1] است

خاص یہ روزن کہ خود روشن ہوا — مہر یا فرقد ذریعہ کب بنا

ہم ازاں خورشید زد بر روزنے — لیک از راہ و سوئے معہود نے

اس میں ہے مہر حقیقی جلوہ گر — راہ و جانب بے معیّن بے نگر

درمیان شمس و ایں روزن رہی — ہست روزن را نشدزاں آگہی

شمس اور روزن میں ہے اک راہ بھی — جس سے روزن کو نہیں کچھ آگہی

تا اگر ابرے برآمد چرخ پوش — اندریں روزن بود نورش بجوش

بھر کے آجائے جو ابرِ چرخ پوش — نور روزن میں ہو ویسا پُر زجوش

غیر ایں راہ و جہاتے شش جہت — درمیان روزن و خور رالفت

قیدِ راہ و بادِ دُنیا کی نہیں — مہر و روزن میں ہے اُلفت بالیقیں

مدحت و تسبیح او تسبیح حق ! — میوہ می روید ز عین ایں طبق

اس کی تسبیح و ثنا حمدِ خدا — اس طبق کی ذات سے میوہ اُگا

سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت — عیب نبود گر نہی نامش درخت

اس سے عمدہ اور بہت سے سیب اُگے — عیب کیا گر تو درخت اس کو کہے

ایں سبد[2] را تو درخت سیب خواں — کز میان ہر دو رہ آمد نہاں

اس سبد کو کہہ تو نخلِ سیب ہاں — دونوں راہوں سے یہ آیا ہے نہاں

آنچہ روید از درخت بارور — زیں سبد روید ہماں نوعِ ثمر

جو درخت بار آور سے اُگے — اس سبد سے بھی وہی بس پھل ملے

پس سبد را تو درخت بخت بیں — زیر سایہ ایں سبد خوش می نشیں

پس سبد کو جان نخلِ اقبال کا — اس سبد کے زیرِ سایہ بیٹھ جا

---

[1] قطب شمالی کے پاس کا ایک ستارہ ۔

[2] ٹوکری - ٹوکرا ۔

ناں چو اطلاق آورد اے مہرباں
ناں چرا سقمونیش محمودہ خواں
ناں سے دست آئیں گر اے با صفا
ناں مت کہہ کہ اسے سقمونیا[1]

خاک رہ چوں چشم روشن کرد جان
خاک رہ را سرمہ بین و سرمہ دان
خاک رہ نے کی جو روشن آنکھ جان
خاک رہ کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان

چوں ز روئے ایں زمیں تابد شروق
من چرا بالا کنم رو در عیوق[2]
اس زمیں سے نور جب پیدا ہوا
کس لئے میں منہ تکوں عیوق کا

شد فنا ہستش مخواں اے چشم شوخ
در چنیں جو خشک کے ماند کلوخ
ہست مت کہہ جب وہ فانی ہو گیا
خشک کب اس نہر میں ڈھیلا رہا

پیش ایں خورشید کے تابد ہلال
با چنیں رستم چہ ماند زور زال
آگے کب اس مہر کے چمکے ہلال
ایسے رستم کے مقابل کیا ہو زال

طالب است و غالب است آں کردگار
تا ز ہستیہا برآرد او دمار
طالب و غالب ہے رب العالمیں
ہستیوں کو نیست کر دے بالیقیں

دو مگو و دو مخواں و دو مداں
بندہ را در خواجہ خود محو داں
دو نہ کہہ اور دو نہ پڑھ اور دو نہ جان
بندے کو خواجے میں اپنے محو جان

خواجہ ہم در نور خواجہ آفریں
فانی است و مردہ و مات و دفیں
نور خواجہ آفریں میں خواجہ بھی
مردہ فانی اور ہے مدفوں اے اخی

چوں جدا بینی ز حق ایں خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را
گر جدا دیکھے تو حق سے خواجے کو
گم کرے گا متن اور دیباچے کو

چشم و دل را ہیں گذارا کن ز طیں
آں یکے قبلہ ست و قبلہ مبیں
چشم و دل کو آب و گل سے دے نکال
ایک قبلہ ہے۔ نہیں دو کر خیال

[1] ایک تلخ دوا جو صفراء بلغم کی مسہل ہے ‡
[2] ایک نہایت سرخ رنگ، اور بہت روشن ستارے کا نام جو کہکشاں کی داہنی جانب واقع ہے ‡

چوں دو دیدی مانذی از ہر دو طرف
آ گشتے در خفت فتاد ور فت خف

دیکھے دو۔ تو دونوں جانب سے گیا۔
آگ لگ کر سوختہ نانی بجھی

گر عمر نامی تو اندر شہر کاش
کس نہ بفروشد بصد دانگت لواش

تو عمر گر خطہ کاشاں میں ہو
دے نہ کوئی تجھ کو ناں سو دانگ کو

دو دیکھنے والا عمر کاشانی کی مانند ہے

چوں بیک دکاں بگفتی عمرم
ایں عمر را ناں فروشید از کرم!

اک دکاں پہ تو کہے میں ہوں عمر
مول دے روٹی۔ کرم کی کر نظر

او بگوید رو بدیں دیگر دکاں
زیں یکے ناں بہ گزیں پنجاہ ناں

وہ کہے جا۔ اک دکان ہے اور پاس
اس سے بہتر ہے وہاں سے ناں پچاس

گر نبودے احوال او اندر نظر
او بگفتے نیست دکان دگر

صاف کہتا۔ گر نہ وہ ہوتا دو بیں
دوسری اس جا دکاں ہرگز نہیں

پس زدے اشراق ایں نالولی
بر دل کاشی شدے عمر علی

پڑتی اس یک بینی کی وہ روشنی
وہ عمر کاشی کو ہو جاتا علی

ایں از ینجا گوید آں خباز را
ایں عمر را ناں فروش اے ناتوا

دوسرے پھر نا نبائی سے کہا
اس عمر کو ناں دے اے نانوا

چوں شنید او ہم عمر از احولی
در کشید آں ناں کہ ہست آں علی

سنتے ہی نام عمر ناں کھینچ لی
اور کہا اس سے یہ ہے بلکہ علی

پس فرستادش بدکان بعید
ناں ز پیش روئے او اندر کشید

اک دکاں پہ بھیجا پھر جو دور تھی
روٹی اس کے سامنے سے کھینچ لی

کہ عمر را ناں دہ اے نباز من
راز یعنی فہم کن ز آواز من

بولا اے بھائی عمر کو نان دے
راز اس آواز سے تو جان لے

او همت زانسو حوالت می کند ‏ ‏ ‏ هین عمر آمد کہ تا برناں زند

وہ بھی تجھ کو اور جانب بھیج دے ‏ ‏ ‏ لو عمر آیا کہ روٹی پہ گرے

چوں بیک دکاں عمر بودی برو ‏ ‏ ‏ در ہمہ کاشاں زناں محروم شو

اک دکاں پہ جب عمر تو ہو گیا ‏ ‏ ‏ سارے کاشاں میں نہ روٹی پائے گا

ور بیک دکاں علی گفتی بگیر ‏ ‏ ‏ ناں ازآنجا بے حوالہ بے زحیر

اک دکاں پہ گر کہا میں ہوں علی ‏ ‏ ‏ ناں اسی جا سے تجھے مل جائیگی

احول دو بیں چو بے بر شد ز نوش ‏ ‏ ‏ احول صد بینی اے مادر فروش

احول دو بیں کو تو رو کر دیا ‏ ‏ ‏ احول صد بیں ہے تو اے بے حیا

اندراں کاشان خاک از احولی[1] ‏ ‏ ‏ چوں عمر می گرد چوں نبوی علی

کاشِ خاک احولی میں اے اخی! ‏ ‏ ‏ جوں عمر پھر گر نہیں ہے تو علی

ہست احول را دریں ویرانہ دیر ‏ ‏ ‏ گو نہ گو نہ نقل نو کہ تم خمیر

پھینگا تو اس دہر میں اے نیک نام ‏ ‏ ‏ پھرتا رہتا ہے نہیں اک جا قیام

ور دو چشم حق شناس آمد ترا ‏ ‏ ‏ دوست ترہ بیں عرصہ ہر دو سرا

حق شناس آنکھیں ملی ہیں گر تجھے ‏ ‏ ‏ دو جہاں کو دوست اپنا جان لے

وا رہیدی از حوالہ جا بجا ‏ ‏ ‏ اندریں کاشان پر خوف و رجا[2]

جا بجا پھرنے سے تو بس چھوٹ گیا ‏ ‏ ‏ اس جہاں میں جو ہے پُر خوف و رجا

اندریں جو غنچہ دیدی یا شجر ‏ ‏ ‏ مثل ہر جو تو خیالش ظن مبر

دیکھا اس ندی میں غنچہ یا شجر ‏ ‏ ‏ عام ندی پہ خیال اس کا نہ کر

کر ترا از عین ایں عکس نقوش ‏ ‏ ‏ حق حقیقت کرد دو بینی تو روش

نقش سے اس عکس کے بچ جا اخی ‏ ‏ ‏ اصل دو بینی کی حق نے کھول دی

[1] یعنی اس کاشان میں جہاں احولی پیدا ہوتی ہے ۔

[2] امید ۔

چشم از آں آب از خول خُرمی شود
عکس می بیند سبد پُر می شود

آنکھ کی اس سے دو بینی چھٹ گئی
عکس دیکھا - ٹوکری اس کی بھری

پس بمعنی باغ باشد ایں نہ آب
پس مشو عریاں چو بلقیس الحجاب

آب کب ہے اصل میں ہے یہ چمن
ہو نہ عریاں مثل بلقیس حسن

بار گونا گوں است بر پشتِ خراں
میں بیک چوب ایں خراں تو مراں

بار گونا گوں گدھوں پہ ہے لدا
ایک لاٹھی سے نہ ہانکو ہر گدھا

بر یکے خر بار لعل و گوہر است
بر یکے خر بار سنگِ مرمر است

ایک خر پہ لعل و گوہر کا ہے بار
ایک خر پہ سنگِ مرمر کا ہے بار

بر ہمہ جُوہا تو ایں حکمت مراں
اندریں جُو ماہ بیں عکسش مخواں

مت لگا سب نہروں پہ یہ حکم ہاں
چاند ہے اس نہر میں سایہ کہاں

آبِ خضر ست ایں نہ آبِ دام و دد
ہر چہ اندر وے نماید حق بود

باقی ہے اس نہر کا آبِ بقا
بالیقیں اس میں ہے حق جلوہ نما

زیرِ تگ جُو ماہ گوید من ہم
من نہ عکسش ہم حدیثم ہمرہم

چاند ندی سے کہے میں ماہ ہوں
عکس کب ہوں ہم سخن ہمراہ ہوں

اندریں جو ہر چہ بر بالاست ہست
خواہ بالا خواہ بروے وارد ست

نہر کے جو کچھ ہے اوپر ہست جان
خواہ اوپر - خواہ اندر ہست مان

اندر گر جُوہا مگیر ایں جُوئے را
ماہ داں ایں پرتوِ مہ روئے را

اور نہروں کی طرح اس کو نہ جان
ماہ تو اس پرتوِ مہرو کو مان

اندر ایں جُو ہر چہ میخواہی ببیں
از نعیم و تاج و تخت و ہم ز دیں

جو کچھ اس ندی میں چاہے دیکھ لے
دین لے - نعمت سے - تاج و تخت سے

اندریں جُو ہر چہ داری تو مراد
باز بیں و شکر کن بہر زیاد

جو کچھ اس ندی میں ہے تیری مراد
دیکھ لے اور شکر کرتا ہو زیاد

جملہ مطلوبات خلق ہر دو کون ۔۔۔ گشت موجود اندرو بے لعد لون
دو جہاں کی خلق کے مطلب سبھی ۔۔۔ اس میں ہیں موجود بے فرق اے اخی

این سخن پایاں ندارد آں غریب ۔۔۔ گریہ کرد از درد آں مرد لبیب
اس سخن کی حد نہیں کچھ، وہ غریب ۔۔۔ روتا ہے اور کرتا ہے یاد حبیب

درویش کا قبر محتسب پر جا کر قصہ کہنا

واقعہ آں وام او مشہور شد ۔۔۔ پا نمرد از درد او رنجور شد
جبکہ اس کے قرض کا چرچا ہوا ۔۔۔ پانمرد اس درد سے کڑھنے لگا

از پے توزیع گرد شہر گشت ۔۔۔ وز طمع می گفت ہر جا سرگذشت
چندے کو وہ شہر میں پھرنے لگا ۔۔۔ حرص سے کہتا تھا ہر جا ماجرا

ہیچ ناورد از رہ کدیہ بدست ۔۔۔ غیر صد دینار آں کدیہ پرست
بھیک سے اس کو ملا کچھ بھی نہیں ۔۔۔ صرف سو دینار پائے ہمنشیں

پانمرد آمد بدو دستش گرفت ۔۔۔ شد بگور آں کریم بس شگفت
ہاتھ سے پکڑا اسے غمخوار نے ۔۔۔ اس سخی کی قبر پہ دونوں گئے

گفت چوں توفیق یا بد بندۂ ۔۔۔ کو کند مہمانی فرخندۂ
بولا جب توفیق بندے کو ملے ۔۔۔ وہ کسی فرخندہ کی دعوت کرے

مال خود ایثار راہ او کند ۔۔۔ جان خود ایثار جاہ او کند
مال اس کی راہ میں سب صرف ہو ۔۔۔ جاہ پہ قربان کرے وہ جان کو

شکر او شکر خدا باشد یقیں ۔۔۔ چوں بہ احساں کرد توفیقش قریں
شکر اس کا شکر حق کا ہے اخی ۔۔۔ جس کے احساں سے ہے یہ توفیق دی

ترک شکرش ترک شکر حق بود ۔۔۔ حق او لا شک بہ حق ملحق شود
ترک شکر اس کا ہے ترک شکر حق ۔۔۔ حق سے ملحق ہے بلا شک اس کا حق

ے مددگار۔ غمخوار ۱۲

شکر میکن مر خدا را در نعم . . . نیز می کن ذکر و شکر خواجہ ہم

نعمتوں پہ شکر کر اللہ کا . . . خواجہ کا بھی شکر کر تو برملا

رحمت مادر اگرچہ از خداست . . . خدمت او ہم فریضہ ست و سزاست

ماں کی رحمت گرچہ ہے اللہ سے . . . فرض خدمت اس کی بھی ہے جانئے

زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ[1] . . . کہ محمد بود محتاج الیہ!

کردیا بھیجو درود اللہ نے . . . مستحق اس کے رسول پاک تھے

در قیامت بندہ را گوید خدا . . . ہیں چہ کردی آنچہ من دادم ترا

حشر میں بندے سے پوچھیگا خدا . . . میں نے جو تجھ کو دیا تھا کیا کیا

گوید اے رب شکر تو کردم بجاں . . . چوں ز تو بود اصل آں روزی و ناں

وہ کہیگا شکر تیرا ہی کیا . . . اصل تھی روزی کی تجھ سے اے خدا

گویدش حق نے نکردی شکر من . . . چوں نکردی شکر آں اکرام و فن

تو تھا ما شکرا یہ فرمائے خدا . . . اس سخی کا شکر تو نے کب کیا

بر کریمے کردۂ حیف و ستم . . . نے ز دست او رسید ایں نعمتم

اس سخی پہ تو نے کی جور و جفا . . . اس سے نعمت کب ملی یہ کردیا

چوں بگور آں ولی نعمت رسید . . . گشت گریاں زار و آمد در نشید

اس سخی کی قبر پر جب وہ گیا . . . رویا پیٹا اور یوں کہنے لگا

گفت اے پشت و پناہ ہر نبیل . . . مرتجا و غوث ابناء السبیل

اے عقیل و نیک کی پشت و پناہ . . . اے مسافر کے انیس۔ امید گاہ

اے غم ارزاق ما بر خاطرت . . . اے چو رزق عام احسان و برت

تھا ہماری روزیوں کا غم تجھے . . . مثل رزق احسان تیرے عام تھے

[1] قولہ تعالیٰ۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ یعنی اے ایمان والو! اس پر درود اور سلام بھیجو جیسا کہ بھیجنا چاہئے ◆

اے فقیراں را عشیرہ و والدین — در خراج و خرج در ایفائے دین
تو گدا کا خویش تھا ماں باپ تھا — خرج دیتا۔ قرض کرتا تھا ادا

اے چو بحر از بہر نزدیکاں گہر — دادہ تحفہ مرسوئے دوراں مطر
پاس والوں کے لئے گوہر تھا — دور والوں کے لئے بارش بنا

پشت ما گرم از تو بود اے آفتاب — رونق ہر قصر و ہر گنج خراب
تجھ سے ہم تھے گرم پشت اے آفتاب — رونق ہر خانہ و کنج خراب

اے ندیدہ کس در ابرویت گرہ — اے چو میکائیل راد و رزق دہ
کس نے دیکھی تیرے ابرو پہ گرہ — مثل میکائیل تو تھا رزق دہ

اے دلت پیوستہ با دریائے غیب — اے لقات مکرمت عنقائے غیب
غیب کے دریا سے تیرا دل ملا — تقاف بخشش کا تھا عنقا بر ملا

یاد ناورد کہ از مالم چہ رفت — سقف قصر ہمتت ہرگز نکفت
یاد کب لایا کہ دولت کیا ہوئی — قصر ہمت کی نہ چھت ٹوٹی کبھی

اے من و صد ہمچو من در ماہ و سال — مر ترا چوں نسل تو گشتہ عیال
میری۔ مجھ سے سیکڑوں کی ماہ و سال — پرورش کی تو نے مانند عیال

نقد ما و جنس ما و رخت ما — نام ما و فخر ما و بخت ما
تو ہمارا نقد و جنس و رخت تھا — تو ہمارا نام و فخر و بخت تھا

تو نمردی نیک بخت ما بمرد — عیش ما و رزق مستوفی ببرد
بخت اپنا مر گیا تو کب مرا — رزق اور خوشیاں ہماری لے گیا

ایں ہمہ از حق بدو تو واسطہ — درمیان ما و حق تو رابطہ
تھا یہ سب حق سے مگر تو واسطہ — ہم ہیں اور حق میں تو تھا اک رابطہ

واحد کالالف در بزم کرم — صد چو حاتم گاہ ایثار نعم
ایک تھا بزم کرم میں جوں ہزار — مثل صد حاتم ترا جود و نثار

حاتم از مرده به مرده می دهد — گردگانهائے شمرده می دهد

دیتا ہے مُردے سے حاتم مُردے کو — اور گِن کر دیتا ہے اخروٹ جو

تو حیاتے می دہی در ہر نفس — کز نفیسی می نگنجد در نفس

تو مگر دے ہر گھڑی تازہ حیات — اور ایسی عمدہ اس کی کیا ہے بات

تو حیاتے می دہی بس پائدار — نقد نقدے بے کساد و بے شمار

زندگی دیتا ہے تو بس پائدار — نقد زر اور بے کساد و بے شمار

وارثے نابوده یک خوئے ترا — اے فلک سجده کناں کوئے ترا

تیری خو کا کب کوئی وارث ہوا — تیرے کوچے کا فلک ساجد بنا

خلق را از گرگ غم لطفت شباں — چوں کلیم اللہ شبان مہربان

گرگ غم سے تو چھڑاتا جوں شباں — مثل موسیٰؑ اک شبان مہربان

حضرت موسیٰؑ سے بکری کا بھاگنا

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت — پائے موسیٰؑ آبلہ شد نعل ریخت

بھاگی اک بکری کلیم اللہ سے — دوڑے وہ اور پاؤں میں چھالے پڑے

در پئے او تا بشب در جستجو — واں رمہ غائب شده از چشم او

جستجو میں اس کی وہ شب بھر رہے — ہو گیا غائب وہ ریوڑ آنکھوں سے

گوسفند از ماندگی شد سست و ماند — پس کلیم اللہ گرد از وے فشاند

تھک کے بکری سست ہو کر رہ گئی — گرد پھر موسیٰؑ نے اس کی جھاڑ دی

کف ہمی مالید بر دوش و سرش — می نوازش کرد ہمچوں مادرش

پشت و سر پہ ہاتھ پھیرا آپ نے — مثل مادر مہربان اس پہ ہوئے

۱ بے رواجی ؞
۲ گڈریا ؞

نیم ذرہ تیرگی و خشم نے / غیر مہر و رحم و آب چشم نے

وہ نہ مطلق اس سے رنجیدہ ہوئے / رحم سے آنکھوں میں آنسو آ گئے

گفت گیرم بر منت رحمے نبود / طبع تو بر خود چرا استم نمود

بولے مجھ پر تو نہ رحم آیا تجھے / کیوں جفا کی تجھ پہ تیری طبع نے

با ملائک گفت یزدان آن زمان / کہ نبوت را ہمی زیبد فلان

اس گھڑی حق نے ملائک سے کہا / اس کو زیبا ہے نبوت بخشنا

مصطفیٰ ؐ فرمود کہ خود ہر نبی / کرد چوپانی چہ برنا چہ صبی

مصطفیٰ ؐ بولے چرائے بکریاں / ہر نبی۔ ہو خواہ لڑکا یا جواں

بے شبانی کردن و آن امتحان / حق ندادش پیشوائی جہان

بے شبانی اور بغیر امتحان / حق نے کب دی پیشوائی جہان

تا شود پیدا وقار و صبر شان / کردشان پیش از نبوت حق شبان

تاکہ پیدا ہو وقار و صبر ہاں / ہے کیا پہلے نبوت سے شبان

گفت سائل کہ تو ہم اے پہلوان / گفت من ہم بودہ ام دیرے شبان

بولا سائل۔ آپ بھی اے مصطفیٰ / بولے۔ میں بھی مدتوں چوپاں رہا

ہر امیرے کو شبانی بشر / آن چنان آرد کہ باشد مؤتمر

جو یہ چاہے۔ میں شبانی بشر / یوں بجا لاؤں ہے جیسے مؤتمر[1]

حلم موسیٰ وار اندر رعی خود / او بجا آرد بتدبیر و خرد

کہدو اس سے حلم موسیٰ ؑ کا رکھے / پھر بجا لائے گا وہ تدبیر سے

لاجرم حقش دہد چوپانیے / بر فراز چرخ و مہ روحانیے

اس کو روحانی شبانی ہو عطا / اوج چرخ و ماہ پر اے باصفا

---

[1] امر کیا گیا۔ یعنی حکم خدا کے بموجب ٭

آں چنانکہ انبیاء رازیں رعا	برکشید و داد رعی اصفیا
جیسے نبیوں کو سرافرازی ملی	اصفیا کی اُن کو چوپانی ملی
خواجہ تو بارے دریں چوپانیت	کردی آنچہ کور گردد شانیت
خواجہ! تو نے اس شبانی میں کیا	کام ایسا۔ تو دشمن اندھا ہو گیا
وانگہ آنجا در مکافات ایزدت	سروری جاودانہ بخشدت
اس کے بدلے حق نے تجھ کو بے گماں	بخشی ہو گی سروری جاوداں
بر امید کفِ چوں دریائے تو	وز وظیفہ دادن و ایفائے تو
تیرے دست و جود پر تکیہ کیا	اور وظیفہ دیے پر اے باسخا
وام کردم نہ ہزار از زر گزاف	تو کجائی تا شود ایں وصاف
قرضہ ہے دینار مجھ پر نو ہزار	تو کہاں تا ہوں ادا نیکو شعار
تو کجائی تا بصد چنداں کرم	با منِ خستہ بجا آری نعم
تو کہاں تا مجھ سے اے مہرباں	کہدے مجھ عاجز سے میں دیدو نگاہاں
تو کجائی تا بصد لطف و عطا	با غریب خستہ دل آری بجا
تو کہاں تا سیکڑوں لطف و عطا	مجھ غریب و زار سے رکھے روا
تو کجائی تا کہ خنداں چوں چمن	گویمت بستان و صد چنداں زمن
تو کہاں تا مثلِ گل ہنس کر کہے	یہ ہے کیا۔ دو سو گنا تو مجھ سے لے
تو کجائی تا مرا خنداں کنی	لطف و احسان چوں خداونداں کنی
تو کہاں ہے تا مجھے خنداں کرے	لطف و احساں جوں خداونداں کرے
تو کجائی تا بری در مخزنم	تا کنی از وام و فاقہ ایمنم
تو کہاں مخزن میں لے جائے مجھے	اور قرض و فاقہ سے ایمن کرے
من ہمی گویم بس و تو مفضلم	گفتہ گیں ہم گیر از بہرِ دلم
بس کہا میں نے تو بولا ورے	یہ فقط میری خوشی کے واسطے

چوں ہمی گنجد جہانے زیرِ طیں — چوں نگنجد آسمانے در زمیں

تو سماتا کس طرح زیرِ زمیں — آسماں اس میں سماتا جب نہیں

حاش للہ تو بروں زیں جہاں — ہم بوقتِ زندگی ہم ایں زماں

تو بلا شک اس جہاں سے تھا جدا — زندگی میں اور اب بھی ہے ملا

در ہوائے غیب مرغے می پرد — سایۂ او بر زمیں می گسترد

جس طرح کوئی ہوا میں مرغ اڑتے — اور زمیں پر اس کا پھر سایہ پڑے

جسم سایہ سایۂ سایہ دلست — جسم کے اندر خور پایہ دلست

سایۂ دل کا ہے سایہ جسم ظل[1] — دل کے لائق کب ہے جسم اے نیک دل

مرد خفتہ روح او چوں آفتاب — در فلک تابان و تن در جامہ خواب

مرد سوئے روح مثلِ مہر صاف — چرخ پر روشن ہو تن زیرِ لحاف

جاں نہاں اندر خلا ہمچوں سجاف — تن تقلب می کند زیرِ لحاف

جاں فضا میں ہے چھپے مثلِ سجاف — کروٹیں لیتا ہے تن زیرِ لحاف

روح چوں من امرِ ربی[2] مختفیست — ہر مثالے کہ بگویم منتفیست

روح جوں من امرِ ربی ہے نہاں — ہر مثال اس کی بھی ہوگی معطل

اے عجب کو لعلِ شکربارِ تو — واں جواباتِ خوش و اسرارِ تو

آہ وہ لب ہائے شکر بار اب کہاں — وہ جواب خوش وہ اسرار اب کہاں

اے عجب کو از عقیق لعل خا — آں کلیدِ قفلِ مشکلہائے ما

وہ کہاں لب ہائے لعلیں اے سعید — وہ ہمارے قفلِ مشکل کی کلید

اے عجب کو آں دمِ چوں ذوالفقار — آنکہ کردے عقل ہا را بیقرار

آہ وہ دم ہے کہاں جوں ذوالفقار — جس سے ہو جاتی تھیں عقلیں بے قرار

[1] سایہ ✦

[2] قولہ تعالیٰ۔ قل الروح من امر ربی یعنی کہ اے محمدؐ۔ روح میرے رب کے امر سے ہے

چند گوئی فاختہ ساں اے عمو ۔ کو و کو و کو و کو و کو
تا کجا جوں فاختہ بولے گا تو ۔ کو و کو و کو و کو و کو و

کو ہم آنجا کہ دل و اندیشہ اش ۔ دائم آنجا بد چو شیر و بیشہ اش
وہ گیا جس جا دل و اندیشہ تھا ۔ جو ہمیشہ بیشہ[لہ] تھا اس شیر کا

کو ہم آنجا کہ صفات رحمت است ۔ قدرت ست و نزہت ست و فطنت ست
وہ وہاں ہے جس جگہ رحمت بھی ہے ۔ قدرت و نزہت بھی ہے فطنت بھی ہے

کو ہم آنجا کہ امید مرد و زن ۔ می رود در وقت اندوہ و حزن
وہ وہاں جس جا امید مرد و زن ۔ جاتی ہے ہنگام اندوہ و حزن

کو ہم آنجا کہ بوقت علتے ۔ جسم دارد بہر امید صحتے
وہ وہاں ہے وقت بیماری جہاں ۔ تن رکھے امید صحت بے گماں

آں طرف کہ بہر دفع زشتیے ۔ باد جوئی بہر کشت و کشتیے
دفع زشتی کو جہاں تو برملا ۔ کھیت کشتی کے لئے ڈھونڈے ہوا

آں طرف کہ دل اشارت می کند ۔ چوں زباں یاہو عبارت می کند
اُس طرف جس سمت اشارہ دل کرے ۔ چوں زباں یاہو کہے وہ شوق سے

او مع اللہ است بے کو کو ہمے ۔ کاش جولاہا نہ ماکو گفتمے
وہ خدا کے ساتھ ہے کو کو سے کیا ۔ کاش[تہ] جوں بافندہ ماکو بولتا

عقل ما کو تا بہ بیند غرب و شرق ۔ روح ہا را می زند صد گونہ برق
دیکھے غرب و شرق عقل ایسی کہاں ۔ روح پہ گرتی ہیں سو سو بجلیاں

جز رو مدش بد بہ بحرے ز زبد ۔ منتفی شد جزر و باقی ماند مد
جھاگ کو دریا میں جزر و مد یہ تھا ۔ جزر گم ہے اور باقی مد رہا

لہ جنگل ۔ بت ۔ تازگی و تہ ۔ دانائی ۔ تک ۔ ماکو جلاہوں کا نال جس سے کپڑا بنتے ہیں۔ یعنی کاش ہم جلاہوں کی طرح اکو کہتا اگر وہ وہاں کے معنوں میں کہتے ہیں ان معنوں میں کہتا کہ ہم کہاں ہیں یا یعنی

اصل مطلب

نہ ہزارم وام و من بے دسترس ۔ ہست صد دینار زیں تو زیچ و بس

قرض تو ہے نو ہزار اور میں غریب ۔ چندہ سو دینار ہے صرف اے نجیب

حق کشیدت ماندہ ام در کشمکش ۔ میروم من باد بر تو خاک خوش[1]

حق نے کھینچا مجھ کو میں ہوں مبتلا ۔ اب میں جاتا ہوں تجھے تجھ سے خدا

ہمتے می دار یا پر حسرتت ۔ اے ہمایوں دست و رو و ہمتت

رکھ خیال اس بیچے پر امید کا ۔ اے مبارک دست و رو اے با سخا

آمدم بر چشمۂ اصل عیون ۔ یافتم وے بجائے آب خوں

اصل چشمے پر میں آیا اے عموں ۔ پایا پانی کی جگہ اس میں لہو

چرخ آں چرخ ہست گر مہتاب نیست ۔ جو ہماں جو ہست آں آب نیست

چرخ ہے وہ چرخ پر مہتاب کب ۔ نہر ہے وہ نہر لیکن آب کب

محسناں ہستند کو آں مستطاب ۔ اختراں بسیار کو آں آفتاب

ہیں بہت محسن کہاں وہ مستطاب ۔ ہیں بہت اختر کہاں وہ آفتاب

تو شدی سوئے خدا اے محترم ۔ پس بسوئے حق روم من ہم و دم

تو گیا اللہ کی جانب اے نجیب ۔ پس اُدھر جاتا ہوں میں بھی بد نصیب

مجمع و پائے علم مادی القرون ۔ ہست حق کل لدینا محضرون[2]

جھنڈے کے نیچے وہاں ہونگے قرنے ۔ سچ ہے سب جائیں گے پاس اللہ کے

نقشہا گر بے خبر گر با خبر ۔ در کف نقاش باشد مختصر

نقش ہیں گر بے خبر یا با خبر ۔ ہاتھ میں نقاش کے ہیں مختصر

دمبدم در صفحۂ اندیشہ شاں ۔ ثبت و محوے می کند آں بے نشاں

صفحۂ اندیشہ میں وہ دمبدم ۔ کرتا ہے محو اور ثابت بیش و کم

---

[1] خوش: پاک۔

[2] قولہ تعالیٰ۔ سب کے سب ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے۔

چشم می آرد رضا را می برد
بخل می روید سخا را می برد

غصہ لاتا اور کھوتا ہے رضا
بخل لاتا اور کھوتا ہے سخا

گہ برد حقد و صفا آرد ہمی
بدرود بخل و عطا کارد ہمی

کینہ لے جائے کبھی لائے صفا
بخل کو کاٹے کبھی بوئے عطا

نیم لحظہ مدرکاتم شام و غدو
ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو

اپنی عقلیں صبح و شام اک لحظہ بھی
کب ہیں ثبت و محو سے خالی کبھی

کوزہ گر با کوزہ باشد کارساز
کوزہ از خود کے بود پہن و دراز

کوزہ گر ہی کوزے کا ہے کارساز
کوزہ خود ہی کب ہو چوڑا اور دراز

چوب در دست درودگر معتکف
ورنہ چوں گردد بریدہ مؤتلف

لکڑی تو ہے ہاتھ میں نجار[1] کے
ورنہ کب کٹ کر کسی سے جا ملے

جامہ اندر دست خیاطے بود
ورنہ آں خود چوں بدوزد یا درد

کپڑا تو ہے ہاتھ میں خیاط[2] کے
ورنہ وہ خود قطع کب ہو یا سلے

مشک با سقا بود اے منتہی
ورنہ آں خود کے بود پر یا تہی

مشک ہے سقے کے پاس اے منتہی
ورنہ وہ خود کب بھرے یا ہو تہی[3]

ہر دمے پر می شوی تی می شوی
پس بداں کاندر کف صنع ویئی

تو بھی یوں ہر دم ہو خالی اور بھرے
کہ خدا کے ہاتھ میں ہے جان نے

چشم بند از چشم روز آگہ بود
صنع از صانع چساں پیدا شود

چشم بند آگاہ دیدہ دوز ہاں
جس طرح ہے صنع صانع سے عیاں

چشم داری تو بچشم خود نگر
منگر از چشم سفیہے بے خبر

آنکھیں ہیں تو دیکھ اپنی آنکھ سے
دیکھ مت تو بے خبر کی آنکھ سے

[1] بڑھئی ۔ [2] درزی ۔
[3] خالی ۔

گوش داری تو بگوش خود شنو | گوش گولاں را چرا باشی گرو
کان میں۔ تو سن تو اپنے کان سے | گوش احمق کا مقید کس لئے

بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن | ہم برائے وعقل خود اندیشہ کن
دیکھیے جو کچھ دیکھ بے تقلید کے | سوچ اپنی رائے اپنی عقل سے

بشنو از من یک حکایت در نظیر | تا شوی از سِر گفت من خبیر
اک حکایت سن شالا اے اخی | تا کہ میرے قول سے ہو آگہی

خوارزم شاہ کا ایک گھوڑے کو دیکھنا

بُد امیرے را یکے اسپ گزیں | در گلہ سلطاں نبودش ہم قریں
رکھتا تھا اک عمدہ گھوڑا اک امیر | شہ کے گلے میں نہ تھی اس کی نظیر

او سوارہ گشت در موکب پگاہ | ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
ایک دن اس پر جلو میں وہ چڑھا | دیکھا وہ خوارزم شہ نے برملا

چشم شہ را فر و رنگ او ربود | تا بہ رجعت چشم شہ با اسپ بود
اس کی شان و رنگ پہ عاشق ہوا | واپسی تک شاہ اسے دیکھا کیا

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر | ہر یکے خوشتر نمودے زاں دگر
پڑتی تھی جس عضو پر اس کی نظر | دوسرے سے ہوتا تھا وہ خوب تر

غیر چستی و گشی و روحنت | حق مرا و را دادہ بُد نادر صفت
خوبی رفتار و چستی کے سوا | حق نے اس کو وصف نادر تھا دیا

پس تجسس کرد عقل پادشاہ | کیں چہ باشد کو زند بر عقل راہ
عقل دوڑائی بہت کچھ شاہ نے | میں ہوا مفتوں بھلا کس چیز سے

چشم من سیر ست و پُر ست و غنی | از دو صد خورشید دارد روشنی
آنکھ میری سیر و پُر ہے اور غنی | سیکڑوں سورج کی رکھے روشنی

ای رخ شاہاں بر من بیدقے | نیم اسپم در رباید ناحقے
بادشہ عاجز ہیں میرے سامنے | جانے کیوں بیدل کیا اس اسپ نے

جادوے کردست جادو آفریں | جذبہ باشد آں خاصیات ایں
سحر کے خالق نے جادو کر دیا | یہ اسی کا جذب ہے گھوڑا ہے کیا

فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد | فاتحہ اش در سینہ می افزود درد
فاتحہ لاحول اس نے بس پڑھی | درد پر سینے میں اٹھا اور بھی

زانکہ اورا فاتحہ خود می کشید | فاتحہ در جر و رفع آمد وحید
فاتحہ خود اس طرف تھی کھینچتی | فاتحہ ہے جذب میں یکتا اجی

گر نماید غیر ہم تمویہ اوست | ور رود غیر از نظر تنبیہ اوست
گر دکھائے غیر۔ مکر اس کا یہ جان | غیر غائب ہو ہدایت اس کی مان

پس یقیں گشتش کہ جذب آں سریست | کار حق ہر لحظہ نادر آوریست
پس وہ سمجھا یہ اسی کا جذب ہے | ہر گھڑی حق لاتا ہے نادر شے

اسپ رنگین گاو رنگیں زابتلا | می شود مسجود از مکر خدا
اسپ رنگین گاو رنگیں سے گماں | مکر حق سے ہوتے ہیں مسجود یاں

پیش کافر نیست بت را ثانیے | نیست مر بت را فروں روحانیے
بت کا کافر کے لیے ثانی نہیں | بت سے زائد کوئی روحانی نہیں

چیست آں جاذب نہاں اندر نہاں | در جہاں تابندہ از دیگر جہاں
کیا ہے وہ جاذب نہاں اندر نہاں | اس جہاں سے اس میں چمکے بجلیاں

عقل محجوب است و جاں ہم زیں کمیں | من نمی بینم تو میتانی ببیں
عقل سے اور جان سے ہے یہ نہاں | میں نہ دیکھوں۔ تو جو دیکھے دیکھ یاں

چونکہ شاہنشہ ز سیر باز گشت | با خواص مملکت ہمراز گشت
بادشہ جب سیر سے واپس ہوئے | راز سب خاصان دولت سے کہا

پس بہ سرہنگاں بفرمود آں ہماں ۔ تا بیارند اسپ[1] زاں خانداں

چوبداروں سے کہا شہ نے گراں ۔ لاؤ گھوڑا اس جگہ سے بے جہاں

ہمچو آتش زود رسیدند آں گروہ ۔ ہمچو لقمے[2] گشت امیر ہمچو کوہ

آگ کی تیزی سے پہنچا وہ گروہ ۔ ہو گیا جوں لقمہ امیر مثل کوہ

جانش از درد و حزن بر لب رسید ۔ جز عماد الملک زنہارے ندید

جاں لب پر درد و کرب سے تھا وہ آہ ۔ جز عماد الملک کب دیکھی پناہ

کہ عماد الملک بُد پائے علم ۔ بہر ہر مقتول و ہر مظلوم ہم

تھا عماد الملک ہی جائے امان ۔ بہر ہر مظلوم و بے کس بیکساں

محترم تر زو نبُد خود سروَرے ۔ پیش سلطاں بود چوں پیغمبرے

کوئی بھی اُس سے معزز تر نہ تھا ۔ جوں پیمبر تھا وہ پیش بادشا

بے طمع بود و اصیل و پارسا ۔ راہبِ[3] شب خیز و حاتم در سخا

بے طمع تھا اور شریف و متقی ۔ اور شب بیدار۔ حاتم سا سخی

بس ہمایوں رائے با تدبیر و راد ۔ آزمودہ رائے او در ہر مراد

وہ جواں مرد اور با تدبیر تھا ۔ رائے صاحب رکھتا تھا وہ با صفا

ہم بمبذل جاں سخی و ہم بمال ۔ طالب خورشید غیب او چوں بلال

خرچ کرتا تھا کرم سے جان و مال ۔ طالب خورشید تھا وہ جوں بلال

در امیری او غریب و محتبس ۔ در صفات فقر و خلت ملتبس

وہ امیری میں غریب اور قید تھا ۔ پردۂ فقر و محبت میں چھپا

بود ہر محتاج را ہمچوں پدر ۔ پیش سلطاں شافع و دفع ضرر

باپ کی مانند ہر محتاج کا ۔ پیش سلطاں شافع و ہمدرد تھا

[1] یعنی مطلق العنان نہیں تھا ۔ [3] ریاضت کرنے والا۔

مرمداں را ستر چوں حلم خدا — خلق او بر عکس خلقاں جدا
بھائیوں کا پردہ جوں حلم خدا — اس کی عادت اور لوگوں سے جدا

بارہا می شد بسوئے کوہ فرو — شاہ با صد لابہ او را منع کرد
بارہا وہ کوہ کی جانب گیا — منع پہ شہ نے خوشامد سے کیا

ہر دم او صد جرم را شافع بدے — چشم سلطاں را ازو شرم آمدے
ہر گھڑی شافع تھا وہ سو جرم کا — اس سے شرما جاتی چشم بادشا

رفت او پیش عماد الملک راد — سر برہنہ کرد و در پایش فتاد
وہ عماد الملک کے آگے گیا — ننگے سر پاؤں پہ اس کے گر پڑا

کہ حرم ما ہر چہ دارم گو بگیر — تا نگیرد حاصل من ہر مغیر
خوش ہوں شہ سے کہ کرے سب پامال — تا کوئی تا کو نہ لے اے خوش خصال

آں یکے اسپ است جانم رہن اوست — گر برد مُردم یقین اے خیر دوست
ایک گھوڑا ہے میں عاشق جس پہ ہوں — وہ جو لے جائے۔ تو میں قطعاً مروں

گر برد ایں اسپ را از دست من — من یقین دانم نخواہم زیستن
یہ جو گھوڑا مجھ سے وہ لے کہیں — میں نہیں زندہ رہونگا بالیقیں

چوں خدا پیوستگیم دادہ است — بر سرم مال اے مسیحا از دو دست
حق نے دی پیوستگی اس سے مجھے — اے مسیحا ہاتھ رکھ سر پہ مرے

از زر و زن وز عقارم صبر ہست — ایں تکلف نیست بے تزویر است
گر زر و زن گاؤں جائے غم نہیں — یہ ہے سچ اور بے بناوٹ بالیقیں

اندریں گر می نداری باورم — امتحاں من امتحاں گفت و فرم
اور اگر اس کا یقیں تجھ کو نہ ہو — آزما۔ ہاں آزما اس بات کو

آں عماد الملک گریاں چشم مال — پیش سلطاں در دوید آشفتہ حال
وہ عماد الملک غمگیں اشکبار — آگے سلطاں کے گیا باحال زار

لب بہ بست او پیش سلطاں ایستاد ۔ راز گویاں با خدا ربّ العباد

بادشہ کے آگے وہ چپ تھا کھڑا ۔ راز اپنا تھا خدا سے کہہ رہا

ایستادہ راز سلطاں می شنید ۔ اندر آں اندیشہ اش آں می تنید

سن رہا تھا وہ کھڑا سلطاں کا راز ۔ اور یہ کہتا تھا دل میں پاک باز

کاے خدا گر آں جواں کژ رفت راہ ۔ کس نشاید ساختن جز تو پناہ

اے خدا گر وہ جواں ٹیڑھا چلا ۔ تو نہیں اس کو اماں تیرے سوا

تو از آں خود کن و بروے مگیر ۔ گرچہ او خواہد خلاص از ہر اسیر

اس کو اپنی ملک کر پرسش نہ کر ۔ وہ رہائی چاہے ہر اک سے اگر

زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ ۔ از گدائے گیر تا سلطاں ہمہ

کیونکہ ہے محتاج خلقت برملا ۔ شاہ سے لے کر گدا تک اے خدا

با وجود آفتاب با کمال ۔ رہنمائی جستن از شمع و ذبال

با وجود آفتاب پر ضیا ۔ شمع ہی سے رہنمائی ڈھونڈنا

در حضور آفتاب خوش مساغ ۔ رہنمائی جستن از نور چراغ

جلوۂ خورشید کے ہوتے ہوئے ۔ رہنمائی چاہنا اک شمع سے

بیگماں ترک ادب باشد ز ما ۔ کفر نعمت باشد و فعل ہوا

بیگماں ترک ادب ہم سے ہوا ۔ کفر نعمت اور حرکت نا سزا

لیک اغلب ہوشہا در افتکار ۔ ہمچو خفاشند ظلمت دوستدار

لیکن اکثر فکر ہو جب ہوش کو ۔ مثل چمگادڑ کے ظلمت دوست ہو

در شب ار خفاش کرمے می خورد ۔ کرم را خورشید ہم می پرورد

رات کو خفاش کیڑے کھائے جو ۔ پالتا خورشید ہے ان کیڑوں کو

در شب ار خفاش از کرمے ست مست ۔ کرم از خورشید جنبیدہ شدست

مست ہے کیڑے سے شب خفاش جو ۔ حرکت اس کیڑے کو سورج ہی سے ہو

آفتابے کہ ضیا زو می زہد
دشمن خود را نوالہ می دہد
مہر ایسا جس سے پیدا ہو ضیا
اپنے دشمن کو بھی دیتا ہے غذا

نے کہ خفاشے کہ او رہ گم کند
آخر از خورشید ہم یابد سند
ایسی چمگادڑ جو رستہ گم کرے
کیوں غذا پائے نہ پھر خورشید سے

لیک شہبازے کہ او خفاش نیست
چشم بازش شاہ بین و روشنیست
جو مگر شہباز چمگادڑ نہیں
آنکھ روشن اُس کی ہے اور شاہ بیں

گر بشب جوید چو خفاش او نمو
در ادب خورشید مالد گوش او
شب کو جوں خفاش اگر ڈھونڈے غذا
تو اُسے خورشید دیتا ہے سزا

گویدش گیرم کہ آں خفاش شُد
علتے دارد ترا بارے چہ شُد
اور کہے۔ مانا کہ وہ خفاش تھا
گمرہ و بیمار۔ تجھ کو کیا ہوا

مالشت بدہم بزجر و اکتیاب
تا نتابی سر تو دیگر ز آفتاب
اب سزا میں سخت دیتا ہوں تجھے
پھر نہ سرتابی کرے خورشید سے

قید خانے میں حضرت یوسفؑ سے مواخذہ

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے
با نیازے خاضعے سعدانیے
جس طرح یوسف نے اک زندانی سے
پُر نیاز و عاجزی سعدانی سے

خواست یاری گفت چوں بیروں روی
پیش شہ در کار گردی مستوی
چاہی امداد اور کہا جب ہو رہا
کام بن جائے تو پیش بادشا

یاد من کن پیش تخت آں عزیز
تا مرا او وا خرد زیں حبس نیز
ذکر کرنا میرا شہ کے سامنے
تا مجھے بھی وہ چھڑالے قید سے

کے دہد زندانیے در اقتناص
مرد زندانی دیگر را خلاص
ایک قیدی قید میں جو آپ ہو
کب چھڑائے دوسرے زندانی کو

اہل دنیا جملگی زندانیند
انتظار مرگ دار فانیند

اہل دنیا سارے زندانی ہوئے
منتظر دار فنا میں موت کے

جز مگر نادر یکے فردانیے
تن بزندان جان او کیوانیے

جز بزرگ و عارفِ یکتا مگر
جس کا تن زنداں میں جاں افلاک پر

پس جزائے آنکہ دید او را معین
ماند یوسفؑ حبس در بضع سنین[1]

لی مدد یوسفؑ نے اس زندانی سے
سات سال اک قید خانے میں رہے

یادِ یوسفؑ دیو از عقلش سترد
وز دلش دیو آں سخن از یاد برد

یادِ یوسفؑ کی بس اتری ذہن سے
وہ بھلا دی بات اُسے شیطان نے

زاں خطائے کامد از نیکو خصال
ماند در زنداں ز داور ہفت سال

یوں ہوئے مجرم جو وہ نیکو خصال
قید خانے میں رہے پس سات سال

گو چہ تقصیر آمد از خورشید داد
تا تو چوں خفاش رفتی در سواد

بولا حق گر مہر کی ہے کیا خطا!
تو جو جوں خفاش اندھیرے میں گیا

ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب
تا تو یاری جوئی از ریگ سراب

کیا خطا کی بحر نے یا ابر نے
لے مدد تو جو سراب و ریگ سے

عام گر خفاش طبع اند و مجاز
یوسفا آخر تو داری چشم باز

عام اگر خفاش صورت ہیں سبھی
تیری تو اے یوسفؑ! آنکھیں ہیں کھلی

گر خفاشے رفت در کور و کبود
باز سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

کیا ہے گر خفاش اندھیرے میں پڑا
باز سلطاں دیدہ کو کیا ہو گیا

[1] قولہ تعالیٰ:۔ وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ۔ یعنی حضرت یوسفؑ نے اس شخص سے کہا جس کو گمان تھا کہ رہائی پا جائیگا کہ جب رہائی پائے تو میرا حال اپنے بادشاہ سے کہنا لیکن شیطان نے بادشاہ سے انکا حال کہنا اُسے بھلا دیا کہ وہ انکا ذکر کرے۔ لہٰذا وہ سات سال تک قید خانے میں رہے۔

پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد … کہ مساز از چوب پوسیدہ عماد
دی سزا استاد نے پس اس جرم … کیوں بناتا ہے گھنی لکڑی کا تھم

لیک یوسف را بخود مشغول کرد … تا نیاید در دلش زاں حبس درد
اپنے میں مشغول انہیں اللہ نے … کر لیا تا دکھ نہ پہنچے قید سے

آں چناں اش انس و مستی داد حق … کہ نہ زنداں یاد آمد نہ غسق
ایسا عشق اور ایسی مستی ان کو دی … یاد زنداں اور نہ تاریکی رہی

نیست زندانی وحش تر از رحم … ناخوش و تاریک و پر خون و وخم
زشت تر زنداں رحم سے کب ہوا … ناخوش و تاریک اور خون سے بھرا

چوں کشادت حق دریچہ سوئے خویش … در رحم اندر فزاید تنت بیش
حق دریچہ اپنی جانب کھولے جب … تن رحم میں یہ ورزش پائے عجب

اندراں زنداں ز ذوق بیقیاس … بشگفد چوں گل ز غرس تن حواس
اندر اس کے بچہ بہ ذوق بے قیاس … نخل تن سے کھلتے ہیں جوں گل حواس

زاں رحم بیروں شدن آید درشت … می گریزد از زہار او سوئے پشت
اس رحم سے باہر آتا ہو درشت … فرج سے وہ بھاگتا ہے سوئے پشت

راہ لذت از دروں نے از بروں … ابلہی داں جستن از قصر و حصول
لذت اندر سے نہ باہر سے ملی … قصر و قلعہ ڈھونڈنا ہے احمقی

آں یکے در کنج مسجد مست و شاد … واں دگر در باغ ترش و بے مراد
گوشۂ مسجد میں ہے اک مست و شاد … دوسرا ہے باغ میں پر بے مراد

قصر چیزے نیست ویراں کن تن … گنج در ویرانہ است اے میر من
کچھ نہیں یہ قصر ڈھا اس کو بدن … گنج ویرانے میں ہے سردار من

آں نمی بینی کہ در بزم شراب … مست آنگہ خوش شود کو شد خراب
دیکھ لے جب گرم ہو بزم شراب … مست ہو اس وقت خوش جب ہو خراب

گرچہ پُر نقش است خانہ کُنَش ۔ گنج جُو و ز گنج آباداں کنش

گرچہ گھر پُر نقش ہے برباد کر ۔ گنج ڈھونڈ اور گنج سے آباد کر

خانہ پُر نقش و تصویر و خیال ۔ ویں صور چوں پردہ بر گنج وصال

تو ہے گھر پُر نقش و تصویر و خیال ۔ صورتیں یہ پردۂ گنج وصال

تابش گنج است پُر تو ہائے زر ۔ کاندریں سینہ ہمی جوشد صور

تاب گنج و عکس زر ہے سینے میں ۔ جوش زن اُس میں ہیں جن کی صورتیں

ہم ز لطف و جوش جان با ثمن ۔ پردہ بر روئے جاں شد شخص تن

جیسی قیمت جاں کا لطف و جوش ہے ۔ جس پہ تن پردہ بنا اے نیک پے

ہم ز لطف و عکس آب با شرف ۔ پردہ شد بر روئے آب اجزائے کف

یہ ہے بیشک عکس بحر با شرف ۔ جس کے منہ پر پردہ ہیں اجزائے کف

پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست ۔ کانچہ بر ما می رود آنہم زماست

پس تو سن لے یہ مثل مشہور اب ۔ ہم پہ جو گزرے ہمیں سے ہے وہ سب

زیں حجاب ایں تشنگان کف پرست ۔ ز آب صافی اوفتادہ دور دست

پس اسی پردے سے پیاسے کف پرست ۔ آب صافی سے پڑے ہیں دور دست

آفتابا چو تو قبلہ وا میم ۔ شب پرستی و خفاشی می کنیم

تجھ سا ہے اے مہر قبلہ اور امام ۔ پھر بھی ہم لیتے ہیں خفاشی سے کام

سوئے خود کن ایں خفاشاں را مطار ۔ زیں خفاشی شاں بخر اے مستجار

شپّروں کو اپنی جانب تو اُڑا ۔ اُن کو خفاشی سے اے اللہ چھڑا

ایں جواں زاں جرم ضالست و مغیر ۔ کو مرا بگرفت تو او را مگیر

اس جواں نے مجھ کو پکڑا ہی خطا ۔ تو اُسے ماخوذ مت کر اے خدا

در عماد الملک ایں اندیشہا ۔ گشتہ جوشاں چوں اسد در بیشہا

تھے یہ اندیشے عماد الملک کو ۔ شیر جیسے گونجتا جنگل میں ہو

ایستادہ پیش سلطاں ظاہرش	در ریاض قدس جاں چو طائرش
ظاہراً وہ پیش سلطاں تھا کھڑا	جان ریاض قدس میں تھی برملا
چوں ملائک او بہ اقلیم الست	ہر دمے می شد بہ شرب تازہ مست
جوں ملائک وہ بہ اقلیم الست	تھا شراب تازہ سے ہر لحظہ مست
اندروں پُر شور بیروں پُر غمے	در تن ہمچوں لحد خوش عالمے
ظاہراً غمناک - دل پُر شور تھا	جوں لحد تن کا عجب عالم ہوا
واندریں حیرت بُد او در انتظار	تا چہ پیدا آید از غیب و سرار
منتظر وہ اور اسی حیرت میں تھا	غیب سے ظاہر ہو کیا دیکھوں ذرا
اسپہا اندر کشیدند آں زماں	در بر خوارزم شاہ اسپاہیاں
گھوڑے کو اندر سپاہی لے گئے	اُس گھوڑی خوارزم شہ کے سامنے
الحق اندر زیر ایں چرخ کبود	آنچناں اسپے بقد و تگ نبود
حق یہ ہے اس چرخ کے نیچے نہ تھا	کوئی گھوڑا اس قد و رفتار کا
سیر پوشے رنگ او بہر دیدہ را	مرحبا آں برق مہ زائیدہ را
رنگ اس کا باصرہ افروز تھا	برق مہ زائیدہ تھا وہ مرحبا
ہمچو ماہ و چوں عطارد تیز رو	گوئیا صرصر علف بودش نہ جو
تھا وہ جوں ماہ و عطارد تیز رو	صرصر اس کا چارہ تھی گویا نہ جو
ماہ عرصہ آسماں را در شبے	می برد اندر مسیرہ مذہبے
ایک شب میں آسماں کو طے کرے	ماہ تاباں حکم سے اللہ کے
چوں بیک شب مہ برد ابراج را	از چہ منکر می شوی معراج را
ماہ برجوں کو جو شب میں طے کرے	منکر معراج ہے تو کس لئے
صد چو ماہ ہست آں عجب دُرِّ یتیم	کہ بیک ایماۓ او شد مہ دو نیم
وہ ہیں جوں صدہ ماہ اک دُرِّ یتیم	مہ ہوا جن کے اشارے سے دو نیم

آں عجب کو در شگاف مہ نمود ‌ ‌ ‌ ہم بقدر فہم حسن خلق بود

معجزہ شق القمر کا مرحبا ‌ ‌ ‌ یہ بقدر فہم حسن خلق تھا

کار و بار انبیا و مرسلوں ‌ ‌ ‌ ہست از افلاک و اختر ہا بروں

کار و بار انبیا و مرسلیں ‌ ‌ ‌ دور ہے افلاک و انجم سے کہیں

تو بروں شو ہم ز افلاک و دوار ‌ ‌ ‌ وانگہے نظارہ کن ایں کار و بار

تو بھی چرخ و دوار سے باہر ہو یار ‌ ‌ ‌ اور دیکھ اُس وقت یہ سب کار و بار

درمیانِ بیضۂ چوں فرخہا ‌ ‌ ‌ نشنوی تسبیح مرغانِ ہوا

مثلِ چوزہ تو ہے انڈے میں چھپا ‌ ‌ ‌ کب سُنے تسبیح مرغانِ ہوا

معجزات اینجا نخواہد شرح گشت ‌ ‌ ‌ ز اسپ و سلطاں گوئے حال و سرگذشت

معجزات اس جا نہیں ہونگے بیاں ‌ ‌ ‌ اسپ و سلطاں کی سنا تو داستاں

آفتابِ لطفِ حق بر ہر چہ تافت ‌ ‌ ‌ از سگ و از اسپ فرِ کہف یافت

جس پہ چمکا مہر الطافِ خدا ‌ ‌ ‌ اسپ ہو یا سگ ملا فر[1] کہف کا

تابِ لطفش را تو یکساں ہم مداں ‌ ‌ ‌ سنگ را و لعل را داد او نشاں

اس کی تاب لطف کو یکساں نہ داں ‌ ‌ ‌ لعل پتھر کو دے اس نے نشاں

لعل را زاں ہست نورِ مقتبس ‌ ‌ ‌ سنگ را گرمی و تابانی و بس

لعل نے پائی ہے اس سے روشنی ‌ ‌ ‌ سنگ کو گرمی و تابانی ملی

آنکہ بر دیوار افتد آفتاب[2] ‌ ‌ ‌ آنچناں نبود کو آبے ضطراب

پڑتا ہے دیوار پہ جو آفتاب ‌ ‌ ‌ مضطرب کب ہو مثالِ عکس آب

بادشاہ اور گھوڑے کی حکایت

چوں دمے حیراں شد از وے شاہ فرد ‌ ‌ ‌ روئے تا سوئے عماد الملک کرد

دیکھ کر گھوڑے کو شہ حیراں ہوا ‌ ‌ ‌ پھر عماد الملک سے اُس نے کہا

[1] مرتبہ ـ [2] دھوپ

کاے اخی این خوب اسپے ہست این ۔ از بہشت است این مگر نے از زمیں

اے اخی! یہ اسپ ہے بس خوش عناں ۔ یہ بہشتی ہے - زمینی ہے کہاں

پس عماد الملک گفتش اے خدیو ۔ چوں فرشتہ گردد از میل تو دیو

پس عماد الملک بولا اے خدیو ۔ تیری رغبت سے ملک بن جائے دیو

در نظر آنچہ آوری گردد نیک ۔ بس خوش و رعناست این مرکب ولیک

نیک ہو - جس پہ پڑے تیری نظر ۔ خوبرو - رعنا یہ گھوڑا ہے - مگر

ہست ناقص این سر اندر پیکرش ۔ چوں سر گاو است گوئی آں سرش

اس کے سر میں نقص ہے اے بادشا ۔ سر یہ گھوڑے کا نہیں - ہے بیل کا

در دل خوارزم شاہ این کار کرد ۔ اسپ را در منظر او خوار کرد

شاہ کے دل میں اثر اس نے کیا ۔ اس کی نظروں میں یہ گھوڑا گر گیا

چوں غرض گردد دلالہ واصفے ۔ از سہ گز کرباس یابی یوسفے[1]

جب غرض تعریف اک شے کی کرے ۔ تین گز کپڑے سے بس یوسف ملے

چونکہ ہنگام فراق جاں شود ۔ دیو دلالہ در ایماں شود

جان تن سے نکلنے کی جب بجا ۔ ہوگا پھر شیطاں در ایمان کا

پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب ۔ اندر آں تنگی بیک ابریق آب

بیچے گا ایمان کو احمق شتاب ۔ نزع میں از بہر یک ابریق آب

واں خیالے باشد ابریق نے ۔ قصد آں دلالہ جز تحریق نے

وہم ہوگا پانی کی چھاگل کہاں ۔ چاہے شیطاں آگ ہی میں ڈالے ہاں

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی ۔ صدق را بہر خیالے می دہی

تندرست اب اور ہے فربہ اے عمو ۔ صدق کو کھوتا ہے بہر وہم تو

[1] یعنی حقیر جامے میں حضرت یوسف نظر آئیں چنانچہ حضرت ممدوح ایک پھٹا ناٹ پہنے کنوئیں سے نکلے تھے۔ [2] پانی کی چھاگل۔

می فروشی ہر زمانے زرِّ کاں — می ستانی ہمچو طفلاں گردگاں

کان کا سونا تو بیچے ہر گھڑی — مثل لڑکوں کے تو لے اخروٹ ہی

پس ہماں رنجوری روز اجل — نیست نادر گر بود اینت عمل

وقت بیماری کے پس روزِ اجل — کیا عجب ہے گر یہ ہو تیرا عمل

در خیال صورتے جوشیدۂ — ہمچو جوزے وقت دق پوسیدۂ

ذہن میں اک صورت کی تو جوشیدہ ہو — مثل اک اخروٹ کے بوسیدہ ہو

ہست از آغاز چوں بدر آں خیال — لیک آخر می شود ہمچوں ہلال

چودھویں کا چاند پہلے وہ خیال — لیکن آخر گھٹ کے ہو مثل ہلال

گر تو آخر بنگری در آخرش — فارغ آئی از فریب فاترش

پہلے کر انجام اس کا دیکھ لے — تو ہو فارغ اس کے مکر زشت سے

جوز پوسیدہ است دنیائے امیں — امتحانش کم کن از دورش ببیں

اک سڑا اخروٹ ہے بس یہ جہاں — دور سے دیکھا اس کو مت کر امتحان

شاہ دید آں اسپ را با چشم حال — واں عماد الملک با چشم مآل

شہ نے گھوڑا دیکھا چشم حال سے — چشم باطن سے عماد الملک نے

چشم شہ دو گز ہمی دید از لغز — چشم آں پایاں نگر پنجاہ گز

دو ہی گز سے دیکھا چشم شاہ نے — چشم آخر بیں نے گز پنجاہ سے

تا چہ سرمہ است آنکہ یزداں می کشد — کز پس صد پردہ بیند جاں رشد

کیسا سرمہ ہے لگائے جو خدا — جان سو پردوں سے دیکھے برملا

چشم سید چوں بہ آخر بود جفت — پس بداں دیدہ جہاں را جیفہ گفت

چونکہ آخر بیں تھی چشم مصطفیٰ — اس نے مردار دنیا کو کہا

آں یکے عیبش کہ بشنید او حسب — پس فسرد اندر دل او مہر اسپ

شہ نے وہ اک عیب اس کا جب سنا — اس کا عشق اسپ ٹھنڈا ہو گیا

چشم خود بگذاشت چشم او گزید | ہوش خود بگذاشت قول او شنید

شہ نے اس کی آنکھ کو ترجیح دی | رائے اپنی چھوڑی بات اسکی سنی

ایں بہانہ بود کاں دیّان فرد | از نیاز آں بردلِ شہ سرد کرد

اک بہانہ ہی تھا یہ اللہ کا | شہ کا دل بیزار اس سے کردیا

در بہ بست از حسن او پیش نظر | ایں سخن بُد در میاں چوں بانگِ در

حسن کا دروازہ بند اس پہ کیا | درمیان جوں بانگ در یہ قول تھا

پردہ کرد آں نکتہ را بر چشم شاہ | کہ از آں پردہ نماید مہ سیہ

چشم شہ پہ نکتہ وہ پردہ بنا | چاند جس پردے سے کالا ہوگیا

پاک بنائے کہ برسازد حصول | در جہانِ غیب از گفت و فسوں

کیا بنائے قلعے اس معمار نے | غیب کی دنیا میں قول و مکر سے

بانگِ در رواں گفت از قصرِ راز | یا کہ بانگِ وا شدست آں فراز

بانگ در اس قصر کی وہ قول تھا | بند ہونے کی کہ کھلنے کی صدا

بانگِ در محسوس بود از حسن سوں | تبصرون ایں بانگ در لا تبصرون

بانگ در محسوس۔ دروازہ نہاں | بانگ در آتی ہے دروازہ کہاں

چنگ حکمت چونکہ خوش آواز شد | تا چہ در از روضۂ جنت باز شد

چنگ حکمت کا جو خوش آواز ہو | کیسا باغ خلد کا در باز ہو

بانگ گفتِ بد چو در وا می شود | از سقر تا خود چہ در وا می شود

بانگ گفت بد جو دروازہ ہے | کیسا پھر دوزخ سے دروازہ کھلے

بانگِ در بشنو چو دوری از درش | اے خنک او را کہ واشد منظرش

بانگ در سن۔ دور گر در سے ہوا | کیا مبارک وہ ہے جس کی آنکھ وا

چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی | بر حیات و راحتے بر می زنی

جب تو یہ دیکھے کہ تو نیکی کرے | تو حیات اور راحتوں پہ تو چلے

چونکہ تقصیر و فسادے می رود — آں حیات و ذوق پنہاں می شود
جب ہو اس نیکی میں کوتاہی ذرا — تو حیات اور ذوق پنہاں ہو گیا

دید خود مگزار از دید خساں — کہ بمردارت کشد ایں کرگساں
دید ناکس سے تو مت چھوڑ اپنی دید — کھینچیں یہ گدھ سوئے مردار پلید

چشم چوں نرگس فرو بندی چنیں — کہ عصایم کش کہ کورم اے امیں
تو نے جوں نرگس جو آنکھیں بند کیں — یہ پکڑ لاٹھی - ہوں اندھا اے امیں

اے عصا کش کہ گزیدی در سفر — باز بیں کو ہست از تو کور تر
جس عصا کش کو کیا ہے ہم سفر — غور کر وہ تجھ سے بھی ہے کور تر

دست کورانہ بحبل اللہ زن — جز بر امر و نہی یزدانی متن!
مثل کوراں ہاتھ حبل[1] اللہ پہ مار — امر و نہی حق کو کرے اختیار

چیست حبل اللہ رہا کردن ہوا — کیں ہوا شد صرصرے مر عاد را
کیا ہے حبل اللہ - ہوا[2] کا چھوڑنا — عاد کو صرصر اجل کی تھی ہوا

خلق در زنداں نشستہ از ہواست — مرغ را پرہا ببستہ از ہواست
خلق زنداں میں ہوا کی وجہ سے — مرغ کے پر ہیں ہوا ہی سے بندھے

ماہی اندر تابۂ گرم از ہواست — رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست
اور توے پہ مچھلیاں بھونے ہوا — شرم مستورات کی کھوئے ہوا

خشم شحنہ و شعلۂ نار از ہواست — چار میخ و ہیبت دار از ہواست
محتسب کا غصہ، شعلہ آگ کا — چار میخ[3] اور سولی سب ہے ہوا

شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں — شحنۂ احکام جاں را ہم ببیں
جسم کے شحنے تو دیکھے برملا — شحنۂ احکام جاں دیکھ اب ذرا

---

[1] خدا کی رسی یعنی قرآن شریف ۔ [2] یعنی حرص و ہوس ۔ [3] ایک قسم کی سزا جس میں مجرم کو چت لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میخوں سے باندھ دیتے ہیں ۔

روح را در غیب خود اشکنجہاست — لیک تا نجہی شکنجہ در خفاست
غیب میں خود ہیں شکنجے روح کے — تن نہ جبتک چھوڑے تو وہ ہیں چھپے

چوں رہیدی بینی اشکنجہ دمار — زانکہ ضد از ضد گردد آشکار
چھوڑے تن۔ تو وہ شکنجے دیکھے یار — کیونکہ ضد ہوتی ہے ضد سے آشکار

آنکہ در چہ زاد و در آب سیاہ — او چہ داند لطف دشت و رنج چاہ
جو کنوئیں یا پانی میں پیدا ہوا — لطف دشت و رنج چہ وہ جانے کیا

چوں رہا کردی ہوا از بیم حق — در رسد سغراق از تسنیم حق
جب خدا کے ڈر سے تو چھوڑے ہوا — نہر جنت سے پیالہ پائے گا

لا تطرق فی ہواک سل سبیل — من جناب اللہ نحوا السلسبیل
مانگ راہ راست لالچ چھوڑ دے — چاہ نہر سلسبیل[1] اللہ سے

لا تکن طوع الہوی مثل الحشیش — ان ظل العرش اولی من عریش
جوں گیاہ اب کر نہ تقلید ہوا — اچھا ہے چھوج سے سایہ عرش کا

گفت سلطاں اسپ واپس برید — زود تر زیں مظلمہ بازم خرید
شاہ بولا۔ گھوڑے کو واپس کرو — اور نجات اس تخمیے سے اب مجھ کو دو

با دل خود شہ نفرمود ایں قدر — شیر را مفریب زیں راس البقر
اپنے دل سے یہ کہا اس شاہ نے — گاؤ سر سے شیر کو دھوکا نہ دے

پائے گاو اندر میان آری ز داو — رو نمد و زد حق بر اسپے شاخ گاو
پائے بیل کا توڑ کر لایا کرکے داو — حق نہ گھوڑے پر لگائے شاخ گاو

پس مناسب صنعت است ایں شہ طلو — کے نہد بر جسم اسپ او عضو گاو
یہ مثل مشہور ہے۔ یعنی خدا — عضو کب گھوڑے پہ رکھے بیل کا

[1] بہشت کی ایک نہر کا نام ہے ؞

زاد ابداں را مناسب ساختہ ست — قصر ہائے منتقل پرداختہ ست

جسم موزوں ہیں کئے اللہ نے — پھرنے والے یہ محل پیدا کئے

درمیان قصر ہا تخریج ہا — از سوئے بیسوئے ایں مہر یجیا

تالیاں قصروں کے اندر ہیں رواں — جو حق ہیں یہ سوئے حق سے بیگماں

در درون شان عالم بے منتہا — درمیان خرگہے چندیں فضا

اندران قصروں کے دنیا سے بڑی — اور ان خیموں میں ہیں میداں کئی

گرچہ کابوسی نماید ماہ را — گہ نماید روضہ قعر چاہ را

بے حس و حرکت بنائے ماہ کو — گہ بنائے باغ قعر چاہ کو

قبض و بسط چشم دل از ذوالجلال — دمبدم چوں می کند سحر حلال

بند ہونا کھلنا چشم و قلب کا — حق ہے گویا ایک جادو کر رہا

زیں سبب درخواست از حق مصطفیٰ — زشت را زشت و حق را حق نما

اس لئے چاہیں خدا سے مصطفیٰ — نیک کو نیک اور بد کو بد دکھا

تا بآخر چوں بگردانی ورق — از پشیمانی نیفتم در قلق

تا کہ جب آخر ہیں تو اُلٹے ورق — کچھ نہ ہووے دل کو ہو رنج و قلق

مکر کہ کرد آں عماد الملک فرد — مالک الملکش بداں ارشاد کرد

جو کیا حیلہ عماد الملک نے — وہ بتایا مالک کل نے اُسے

حیلہ محمود ایں باشد ولیک — تو ممیز باش مر بد را از نیک

حیلہ محمود اسے کہتے ہیں ہاں — بے تمیز نیک و بد کر بے گماں

مکر حق سر چشمہ ایں مکرہا ست — قلب بین الاصبعین کبریاست

مکر حق سر چشمہ ہے ان حیلوں کا — دل ہے مومن کا بدست کبریا

آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس — آتشے تاندزد اندر آں پلاس

مکر و حیلہ دل میں جو پیدا کرے — ٹاٹ کو بھی وہ جلا دے آگ سے

بے نہایت آمد آں خوش سرگذشت	چوں غریب از گورِ خواجہ باز گشت
داستاں دلچسپ سن اب اے عجیب	گورِ خواجہ سے جو وہ لوٹا غریب

مقروضِ دُرویش کی حکایت

پائمردش سوئے خانہ خویش بُرد	وجہ صد دینار را با او سپُرد
اپنے گھر پامرد اُس کو لے گیا	اور سو دینار اُس کو دے دیا
نُوتش آورد و حکایتہاش گفت	کز اُمید اندر دلش صد گل شگفت
کھانا لایا اور بہت قصے کہے	اس کے دل میں پھول امید کے کھلے
آنچہ بعد العسر یسرا او دیدہ بود	با غریب از قصۂ آں لب کشود
بعد تنگی جو فراغت دیکھی تھی	وہ کہانی اس مسافر سے کہی
نیم شب بگذشت افسانہ کناں	خواب شاں انداخت در مرعائے جاں[1]
رات آدھی قصہ گوئی میں کٹی	بعد اس کے آنکھ اُن کی لگ گئی
دید پامرد آں ہمایوں خواجہ را	اندر آں شب خواب در صدر سرا
خواب میں پامرد کیا ہے دیکھتا	خواجہ ہے جلوہ گر صدر سرا
خواجہ گفت اے پاُمردِ بانمک	آنچہ می گفتی شنیدم یک بیک
خواجہ بولا پاُمردِ خوش کلام	جو کہا تو نے سُنا وہ لا کلام
لیک با سخن دادنم فرماں نبود	بے اشارت لب نتانستم کشود
حکم کب تھا جو میں دے دیتا جواب	بے اشارہ کچھ نہ بولوں اے جناب
ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند	مہر بر لب ہائے ما بنہادہ اند
حال اشیا سے ہوئی جب آگہی	اس نے مہر لب پہ ہمارے مہر کی
تا نگردد رازہائے غیب فاش	تا نگردد منہدم نظمِ معاش
تا رہیں اسرار غیبی سب نہاں	درہم و برہم نہ ہو نظمِ جہاں

[1] مرعی - چراگاہ

تا نگردد ہیچکس واقف بر آں	تا نسوزد پردۂ دعویٰ وراں
تا کوئی واقف نہ ہو ان سے ذرا	جل نہ جائے پردہ دعوے والوں کا
تا نہ دّرد پردۂ غفلت تمام	تا نماند دیگ حکمت نیم خام
تا نہ پھٹے پردہ نہ غفلت کا تمام	تا نہ ہو یہ دیگ حکمت نیم خام
بر نہفتند از طبق سرپوش غیب	تا نہ بیند دیدۂ فی راغبین ریب
تا طبق پر غیب کا پردہ رہے	دیدۂ شک ہو نہ واقف راز سے
ما ہمہ گوشیم گر شد نقش گوش	ما ہمہ نطقیم اما لب خموش
گوش میں ہم گو نہیں اب نقش گوش	ہم ہیں گویائی۔ مگر لب ہیں خموش
ما ہمہ عینیم گر شد نقش عین	بل ہمہ عینیم ما بے میغ و غین
آنکھ ہیں۔ گو آنکھ کا گم ہے نشاں	آنکھ بالکل ہیں ہے مانع کہاں
غرق دریائیم گرچہ قطرہ ایم	جملگی شمسیم گرچہ ذرہ ایم
غرق ہیں دریا میں گو ہم قطرہ ہیں	ہم ہمہ تن شمس ہیں گو ذرہ ہیں
بے حجاب و دُرد گل آئیم صاف	در جہان جاوداں گشتہ معاف
گاد کا پردہ نہیں۔ ہیں آب صاف	ہم جہان جاوداں میں ہیں معاف[1]
ہر چہ ما دادیم دیدیم ایں زماں	کیں جہاں عینیست و تحقیق آں جہاں
جو دیا تھا ہم نے دیکھا ہے یہاں	یہ جہاں نیکی۔ بدی ہے وہ جہاں
روز کشتن روز پنہاں کردنست	تخم در خاکے پریشاں کردنست
وہ تھا دن بونے کا۔ کھیتی کے لئے	اور زمیں میں تخم ریزی کے لئے
وقت بدرودن گہ منجل[2] زدن	وقت اظہار آمد و پیدا شدن
آ گیا اب کاٹنے کا وقت ہاں	وقت پیدا وار کا ہے بے گماں

۱؎ یعنی نہ کوئی شرعی تکلیف ہے اور نہ مواخذہ ۲؎ درانتی

پائمرد کو خواجہ کا جواب

بشنو اکنوں راز مہمان جدید	من ہمی دیدم کہ او خواہد رسید
راز اب مہمان نو کا سن ذرا	جانتا تھا میں کہ وہ بس آئے گا
ہم شنیدہ بودم از وامش خبر	بستہ بہر او دو سہ پارہ گہر
مجھ کو اس کے قرض کی بھی تھی خبر	اس لئے دو تین رکھتے تھے گہر
کہ وفائے وام او ہست آں بیش	تا کہ ضیفم بر نگردد سینہ ریش
قرض اترے گر تھوڑا زر بچ جائے گا	تا نہ ہو سے غمزدہ مہماں مرا
وام دارد از ذہب او نُہ ہزار	وام را از بعض او گو وا گزار
قرض ہے دینار اُس پہ نو ہزار	گر دے اس میں سے تو اپنا قرض اُتار
فضلہ ماند زاں بسے گو خرج کن	ور دعا گوئی مرا ہم درج کن
جو بچے اس میں سے خرچ اپنا کرے	اور دعا پھر وہ کرے حق میں مرے
خواستم آں تا بدست خود دہم	در فلاں دفتر نوشتہ ہست آں رقم
چاہتا تھا۔ دوں یہ اپنے ہاتھ سے	اور فلاں دفتر میں لکھا ہے اُسے
خود اجل مہلت ندادم تا کہ من	خفیہ بسپارم بدو دُرِّ عدن
موت نے مجھ کو نہ مہلت دی ذرا	میں اُسے خفیہ وہ گوہر سونپتا
لعل و یاقوت بہر وام او	در خنورے و نوشتہ نام او
لعل اور یاقوت بہر قرض ہاں	نام کاسے پہ ہے اس کا بیگماں
در فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام	من غم آں یار پیشیں خوردہ ام
اور فلاں سے طاق میں گاڑا اُسے	اس نے ہمدردی تو کی ہے پہلے سے
قیمت آں می نداند جز ملوک	فاجتہد بالبیع ان لم یخدعوک
اس کی قیمت شاہ ہی ہیں جانتے	بیچ تا کوئی نہ دھوکا دے تجھے

در بیوع آن کن تو از خوف غرار — کہ رسول آموخت سہ روز اختیار

تین دن کی واپسی پہ بیع آسے — ہو نہ گھاٹا۔ جو نبی فرما گئے

از کساد آں مترس و در میفت — کہ رواج آں نخواہد ہیچ جفت

بے رواجی سے نہ اس کی خوف کھا — تجھ کو ہیں نقصان نہ پہنچے گا ذرا

وارثانم را سلام من بگو — ویں وصیت را بیاں کن مو بمو

جا کے میرے وارثوں کو کر سلام — اور وصیت یہ بیاں کر دے تمام

تا ز بسیاری آں زر نشکہند — بے گرانی پیش آں مہماں نہند

زر کی کثرت سے نہ وہ مطلق ڈریں — بے تأمل نذر مہماں کی کریں

ور بگوید او نخواہم من فرہ — گو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ

گر کہے وہ۔ میں نہیں لوں گا سوا — کہہ دے۔ لے جس کو جی چاہے ترا

زانچہ دادم باز نستانم نقیر — سوئے پستاں باز ناید ہیچ شیر

یوں نہ واپس میں نے جو کچھ دیدیا — دودھ پستاں میں کبھی واپس گیا

گشتہ باشد چوں سگ قی کردہ اکول — مسترد صدقہ از قول رسول

قے کو کھانے والا وہ کتا بنا — صدقہ پھیرے جو۔ بقول مصطفیٰ

بہر او بنہادہ ام آں از دو سال — کردہ ام من نذرہا با ذوالجلال

رکھا ہے دو سال سے اس کے لئے — میں نے نذریں کی ہیں ہیں اللہ سے

ور بہ بندد در نیابد آں زرش — گو بریزد آں عطا را بر سرش

گر نہ گوہر بیچے قیمت نے نہ پایا — گر دے۔ اس کے سر پہ وہ کردیں نثار

ہر کہ آنجا بگذرد زری بہد — نیست ہدیہ مصلحاں را مسترد

ہے کے زر جاتا ہے جو جائے وہاں — مسترد ہو ہدیہ نیکوں کا کہاں

ور رو دادار تد چیزے زاں ستد — نیست چنداں خود زیانشاں می رسد

وارث اس میں سے اگر لیں گے زر — ان کا نقصان بھی ہیں جتنے ہو سوا

گر روان من پژوراند زود ۔۔ صد دو محنت بر ایشاں بر کشود

دیں وہ میری جان کو تکلیف اگر ۔۔ ان پہ وا ہوں سیکڑوں محنت کے در

از خدا امید دارم من لبق ۔۔ کہ رساند حق را با مستحق

حق سے میں اُمید رکھوں برملا ۔۔ حق وہ لیں حقدار کو پہنچائے گا

دو قضیہ دیگر او را دست داد ۔۔ لب بذکر او نخواہم بر کشاد

اور دو قضیے اُسے حاصل ہوئے ۔۔ لب رکھوں گا بند ان کے ذکر سے

تا بماند دو قضیہ سرّ و راز ۔۔ ہم نگردد مثنوی چندیں دراز

تا وہ دو قضیے رہیں مانند راز ۔۔ مثنوی بھی ہو نہ ان سے بس دراز

بر جہید از خواب انگشتک زناں ۔۔ گہ غزل خواناں وگہ نوحہ کناں

خواب سے چونکا بجاتا چٹکیاں ۔۔ وہ غزل خواں تھا کبھی نوحہ کناں

گفت مہماں در چہ سودا ہاستی ۔۔ یا نمُردا مست و خوش برخاستی

بولا مہماں کیا تجھے سودا ہوا ۔۔ مست و شاداں تو جو اے یا مرد اٹھا

تا چہ دیدی دوش خوابے بوالعلا ۔۔ کہ نمی گنجی تو در شہر و فلا

تو نے دیکھا خواب میں کیا اے امیں ۔۔ شہر و جنگل میں سماتا جو نہیں

خواب دیدہ فیل تو ہندوستاں ۔۔ کہ رمید ستی ز حلقہ دوستاں

دیکھا خواب ہند تیرے فیل نے ۔۔ تو جو بھاگا حلقۂ احباب سے

گفت سودا ناک خوابے دیدہ ام ۔۔ در دل شب آفتابے دیدہ ام

بولا ۔ پر سودا سے دیکھا ایک خواب ۔۔ نصف شب کو دیکھا میں نے آفتاب

خواب دیدم خواجۂ بیدار را ۔۔ آں سپردہ جاں پئے دیدار را

خواجۂ بیدار کو دیکھا سے یار ۔۔ جس نے دید حق پہ جان کر دی نثار

خواجہ را دیدم بخواب اے بوالعلا ۔۔ آں سپردہ جاں براہ کبریا

خواب میں خواجے کو دیکھا اے اخی ۔۔ جس نے راہ حق میں اپنی جان دی

خواب دیدم خواجۂ معطی المنیٰ ۔۔۔ واحد کالالف از امر خدا

خواب میں دیکھا ہے خواجہ باسخا ۔۔۔ جوں ہزار اک تھا بامر کبریا

مست و بیخود ایں چنیں بر می شمرد ۔۔۔ تاکہ مستی عقل و ہوشش را ببرد

مست و بیخود کر رہا تھا ایسے ہی ۔۔۔ عقل اس کی مستی سے جاتی رہی

در میان خانہ افتاد و دراز ۔۔۔ خلق اُو بہ گرد آں آمد فراز

گر پڑا گھر میں وہ غش کھا کر جونہی ۔۔۔ جمع خلقت پاس اس کے ہو گئی

باخود آمد گفت اے بحر خوشی ۔۔۔ اے نہادہ ہوش ہا در بیہشی

ہوش آیا۔ بولا اے بحر خوشی ۔۔۔ بیہشی میں عقل تو نے ہے رکھی

خواب در بنہادۂ بیداریے ۔۔۔ بستۂ در بیدلی دلداریے

خواب میں تو نے ہے بیداری رکھی ۔۔۔ بیدلی میں تو نے دلداری رکھی

منعمی پنہاں کنی در ذل فقر ۔۔۔ طوق دولت بندی اندر غل فقر

فقر کے سائے میں پنہاں ہے غنا ۔۔۔ طوق دولت فقر میں ہے باندھتا

ضد اندر ضد پنہاں مندرج ۔۔۔ آتش اندر آب سوزاں مندمج

ضد کے اندر ضد ہے پوشیدہ ہوئی ۔۔۔ آگ جیسے آب سوزاں میں ملی

روضۂ در آتش نمرود درج ۔۔۔ دخلہا روئیاں شدہ از بذل خرج

آتش نمرود میں گلشن نہاں ۔۔۔ خرچ سے آمد ہے پیدا بیگماں

تا بگفتہ مصطفیٰ صاحب نجاح ۔۔۔ السماح یا اولی النعماء رباح

مصطفیٰ نے جیسے ہے فرما دیا ۔۔۔ نفع ہے اے مال دار و یہ سخا

ما نقص مال من الصدقات قط ۔۔۔ انما الصدقات نعم المرتبط !

صدقوں سے ہے مال میں نقصاں کہاں ۔۔۔ صدقے لاتے ہیں نعمتوں کو بیگماں

جوششے و فزونی زر بود زکوٰۃ ۔۔۔ عصمت از فحشا و منکر در صلوٰۃ

مال و دولت کو بڑھاتی ہے زکوٰۃ ۔۔۔ باز رکھتی ہے گناہوں سے صلوٰۃ

لہ قولہ تعالیٰ: ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر یعنی تحقیق نماز گناہوں اور بدیوں سے باز رکھتی ہے ۔

آں زکاتت کیسۂ ت را پاسباں ۔ واں صلاتت ہم ز گرگاں شُباں

پاسباں ہے تیرے کیسے کی زکوٰۃ ۔ بھیڑیوں سے تیری رکھوالی صلوٰۃ

میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ ۔ زندگیٔ جاوداں در زیرِ مرگ

میوۂ شیریں ہے پتّوں میں نہاں ۔ موت میں ہے زندگیٔ جاوداں!

زبل گشتہ قوتِ خاک از شیوۂ ۔ زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ

خاک کی خوراک جب گوبر بنا ۔ اس غذا سے میوہ پھر پیدا ہوا

در عدم پنہاں شدہ موجودیے ۔ در سرشتِ ساجدے مسجودیے

ہے[1] عدم میں دیکھ موجودی نہاں ۔ اور ساجد میں ہے مسجودی نہاں

آہن و سنگ از برونش مظلمے ۔ وز درونش نورے و شمعِ عالمے

لوہا پتھر ہیں سیہ باہر سے ہاں ۔ باطناً ہیں نور اور شمع جہاں

درج در خوفے ہزاراں ایمنی ۔ در سوادِ چشم چندیں روشنی

خوف کے اندر ہزاروں ایمنی ۔ ہے سواد[2] چشم میں بس روشنی

اندرونِ گاوِ تن شہزادۂ ۔ گنج در ویرانۂ بنہادۂ

بیل[3] کے تن میں ہے شہزادہ نہاں ۔ گنج ویرانے میں پنہاں بیگماں

تا خرِ پیرے گریزد زاں نفیس ۔ گاو بیند شاہ نے یعنی بلیس

تا گدھا[4] بوڑھا گریزاں اس سے ہو ۔ بیل کو دیکھے نہ دیکھے شاہ کو

[1] یعنی عدم ہی سے وجود پاکر موجود ہوتے ہیں اور انسان فرشتوں کا مسجود تھا۔ جیسے کہ حضرت آدمؑ وہی مسجود ساجد کی سرشت میں پیاں آیا ۔ [2] سیاہی ۔ [3] یعنی اس جسم میں جو بیل کی مانند ہے۔ اور کھانے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ ایک شہزادہ یعنی روح پوشیدہ ہے ۔

[4] بوڑھا گدھا ابلیس ہے۔ جس نے حضرت آدمؑ میں بیل یعنی جسم اور مٹی کو دیکھا اور شاہ یعنی روح کو جو اُن کے اندر فرشتوں کی مسجود تھی نہ دیکھا ۔

ایک بادشاہ کی اپنے تین بیٹوں کو وصیت

بادشاہے بود او را سہ پسر — ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر
ایک شہ تھا تین تھے اُس کے پسر — تینوں دانشمند اور صاحب نظر

ہر یکے از دیگرے استودہ تر — در سخا و در وغا و کر و فر
ایک سے تھا ایک بڑھ کر باہنر — شوکت و جود و وغا میں سربسر

پیش شہ شہزادگاں استادہ جمع — قرۃ العینان شہ ہمچوں سہ شمع
شہ کے آگے شہزادے تھے کھڑے — شاہ کے نور نظر جوں شمع تھے

از رہ پنہاں ز عینین پسر — می کشید آبے نخیل[1] آں پدر
بیٹوں کے چشموں سے خفیہ راہ سے — باپ کے اعضا تھے پانی کھینچتے

تا ز فرزند آب ایں چشمہ شتاب — میرود سوئے ریاض ام و باب
پانی جب تک چشمۂ فرزند سے — جاتا ہے گلزار میں ماں باپ کے

تازہ می باشد ریاض والدین — گشتہ جاری عین شاں زیں ہر دو عین
تازہ رہتا ہے چمن ماں باپ کا — گو انہیں چشموں سے وہ جاری ہوا

چوں شود چشمہ ز بیماری علیل — خشک گردد برگ شاخ آں نخیل
چشمہ جب بیمار ہو بیماری سے — سوکھ جائیں برگ و شاخ اُس نخل کے

خشکی نخلش ہمی گوید پدید — کز فرزند آں شجر نم میکشید
نخل کی خشکی کہے یہ برملا — پانی یہ فرزند ہی سے لیتا تھا

اے بسا کاریز[2] پنہاں ہمچنیں — متصل با جان تاں اے غافلیں
ایسی کاریزیں بہت سی ہیں چھپی — غافلو! جاں سے تمہاری ہیں لگی

[1] یعنی باپ کے نخل وجود کے ۔ [2] کاریز اُس نہر کو کہتے ہیں جو خود زمین کے نیچے چھپی ہوئی ہو۔ اور اس کا پانی اوپر رواں ہو۔

اے کشیدہ ز آسمان و از زمیں	مایہ ہا تا گشتہ جسم تو سمیں
آسمانوں اور زمینوں سے لئے	اپنے سرمائے کہ تن موٹے ہوئے
تن ز اجزائے زمیں دزدیدہ	پارہ پارہ زیر آں ببریدہ
تن میں اجزائے زمیں چوری گئے	تھوڑا تھوڑا کاٹا اس کے تحت سے
از زمین و آفتاب آسماں	پارہ پارہ دوختی بر جسم جاں
اور زمین و آفتاب چرخ سے	ٹکڑے لے کر جسم پر تو نے سے
تا تو پنداری کہ بردی رائگاں	باز نستانند از تو این و آں
تو یہ سمجھے مفت ہی میں لے گیا	تجھ سے وہ واپس نہ لیں گے کیا بھلا
کالۂ دزدیدہ نبود پایدار	لیک آرد دزد را تا پائے دار
مال چوری کا کہاں ہے پائدار	چور کو لاتا ہے سولی تک وہ یار
عاریہ ست ایں کم ہمی باید فشار	کانچہ بگرفتی ہمہ باید گزارد
عاریت پر تو نہ ہو شیدا کبھی	جو لیا ہے تو نے چھوڑے گا سبھی
جز نفخت[1] کاں ز وہّاب آمدہ ست	روح را باش آں دگر ہا بیہدہ ست
جز نفخت فیہ من روحی کے اب	روح کا ہو اور بیہودہ ہے سب
بیہدہ نسبت بجاں می گویمش	نے بہ نسبت با صنیع محکمش
جسم ہے بیہودہ جاں کے سامنے	ورنہ وہ ہے صنعت اللہ سے

[1] قولہ تعالیٰ - یعنی میں نے اپنی روح اس میں پھونک دی ۔

عارف کا سرچشمۂ حیاتِ ابدی سے مدد چاہنا

رُباعی

کاریزِ درونِ جانِ تو می باید   کز عاریہ ہا ترا درے نکشاید
یک چشمۂ آب از درونِ خانہ   بہ زاں جو یکہ از بروں می آید

ترجمہ

کاریز جو ہو تو تیری جان کے اندر   کردے جو بے نیاز جوئے دیگر
باہر سے جو نہر آئے اُس کا کیا ہے   اُس نہر سے تو گھر کا ہے چشمہ بہتر
حبذا کاریز اصل چیز ہا!   فارغت آرد ازیں کاریز ہا
اصل ہے جو، صدقے اس کاریز کے   تجھ کو سب کاریزوں سے فارغ کرے
تو ز صد ینبوع شربت میکشی   ہر چہ زاں صد کم شود کا ہد خوشی
تو ہے سو چشموں سے شربت پی رہا   تو ہو ناخوش ایک بھی گر کم ہوا
چوں بجوشد از دروں چشمہ سنی   ز استراقِ چشمہا گردد غنی!
دل سے اُبلے چشمہ گر روشن کوئی   چشموں کی چوری سے وہ کردے غنی
چشمۂ آبے درون خانہٗ   بہ ز رودے کاں بود کاشانہٗ
گھر کے اندر چشمہ پانی کا ہو جو   بہتر اُس ندی سے جو گھر میں نہ ہو
قرۃ العین چو زاب و گل بود   راتبہ ایں قرہ در دیدہ و دل بود
نورِ دیدہ آب و گل سے ہو اگر   دیدہ و دل اس کی غذا ہو سربسر
قلعہ را چوں آب آید از بروں   در زمانِ امن باشد بر فزوں
قلعے میں پانی اگر باہر سے آئے   امن کی حالت میں وہ بڑھتا ہی جائے

چونکہ دشمن گرد آں حلقہ کند
تا کہ اندر خون شاں غرقہ کند

دشمن اس قلعے کو جس دم گھیر لے
غرق خوں تا قلعہ والوں کو کرے

آب بیروں را بہ بندد آں سپاہ
تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ

روک دے باہر سے پانی وہ سپاہ
تا ہوں اہل قلعہ محروم پناہ

آں زماں یک چاہ شورے ز اندروں
بہ ز صد جیحون شیریں از بروں

اچھا ہے کھاری کنواں اندر کا ہو
میٹھے سو دریاؤں سے باہر ہوں جو

قاطع الاسباب لشکر ہائے مرگ
ہمچو دے آمد بقطع شاخ و برگ

کاٹتی اسباب کو ہے فوج مرگ !
کاٹتی جیسے خزاں ہے شاخ و برگ

در جہاں نبود مدد شاں از بہار
جز مگر در جاں بہار روئے یار

کب مدد دے ان کو دنیا میں بہار
ہاں مگر جان کی بہار روئے یار

زاں لقب شد خاک را دار الغرور
کہ کشد پا را سپس یوم العبور

نام دنیا کا ہے۔ یوں دار الغرور
موت کے دن بھاگتی ہے یہ ضرور

پیش ازاں از راست از چپ می دوید
کہ بچینم درد تو چیزے بچید

پہلے دائیں بائیں سے یہ برملا
دوڑتی اٹھی ۔ درد توں یہ کب لیا

او بگفتے مر ترا وقت غماں
دور از تو رنج دہ کہ درمیاں

تجھ کو کہتی تھی کہ وقت اندوہ کے
دور رو تا ٹل رنج و غم تجھ سے ہے

چوں سپاہ رنج آمد بست دم
خود نمی گوید ترا من دیدہ ام

فوج غم آئی تو چپ ہی سادھ لی
"تجھ کو دیکھا ہے" کہے کب اتنا بھی

حق پئے شیطان نیساں زد مثل
کہ ترا در رزم آرد با حیل

دی ہے شیطان کی مثال اللہ نے
حیلوں سے وہ جنگ میں لائے تجھے

کہ ترا گوید کہ من پشتم ترا
در جفا و در بلا و در عنا

تجھ کو کہتا ہے میں ہوں حامی ترا
تو جو ہو رنج و الم میں مبتلا

من ترا یاری دہم من با توام — در خطر ہا پیش تو من می دوم

میں ہوں تیرے ساتھ تیرا یار ہوں — وقت خطرے کے ترے آگے رہوں

اسپرت باشم گہ تیر و خدنگ — مخلصت باشم ہم اندر وقت جنگ

تیروں کی بارش میں تیری ڈھال ہوں — جنگ میں تیری حفاظت میں کروں

جاں فدائے تو کنم در انتعاش — رستمی شیری ہلا مردانہ باش

عیش و عشرت میں کیوں میں تجھ پہ نثار — ہو بہادر شیر و رستم ہے تو یار

سوئے کفرش آورد زیں عشوہ ہا — آں چناں خدعہ و مکر و دغا

لائے سوئے کفر اسے یوں بہلا — بتلا وہ دھوکے۔ فریب اور مکر کا

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد — او بخندہ قہقہہ لب را کشاد

جب قدم رکھتے ہی خندق میں گرا — مار کر اک قہقہہ شیطاں ہنسا

ہیں بیا ایں طمعہا دارم نہ تو — گویدش رو رو کہ بیزارم ز تو

یہ کہے آ۔ تجھ سے امیدیں رکھوں — وہ کہے۔ چل۔ چل کہ میں بیزار ہوں

تو نترسیدی ز عدل کردگار — من ہمی ترسم تو دست از من بدار

تو نہ انصاف خدا سے کچھ ڈرا — ڈرتا ہوں میں۔ چھوڑ دے پیچھا مرا

گفت حق او خود جدا شد از بہی — تو بدیں تزویر ہا ہم کے رہی

وہ ہوا گمراہ۔ کہا اللہ نے — تو بھی ان مکروں سے لیکن کب بچے

فاعل و مفعول در روز شمار — رو سیاہند و صلیب و سنگسار

فاعل و مفعول روز حشر کو — رو سیہ ہوں سنگ باری ان پہ ہو

رہزدہ و رہزن یقیں ز حکم داد — در چہ بعد و در بئس المہاد

رہزدہ۔ رہزن خدا کے حکم سے — بالیقیں ہوں گے جہنم میں پڑے

گول را و غول را کو را فریفت — از خلاص و فوز میباید شگفت

اس نے جس احمق کو دھوکا ہے دیا — صبر اس کی مغفرت سے کر ذرا

هم خرو خرگیر اینجا در گِلند — غافلند اینجا و آنجا آفلند

جیسے گدھے خرگیر و خر دونوں یہاں — غافل اس جا۔ ڈوبنے والے وہاں

چوں کسانے راکہ واگردند ازاں ! — در بہار فصل آیند از خزاں

سوا ان کے جو اس سے ہیں رہا — وہ خزاں سے فصل گل کا لیں مزا

توبہ آرند و خدا توبہ پذیر — امر او گیرند و او نعم الامیر

وہ کریں توبہ۔ خدا توبہ پذیر — مانیں اس کا حکم۔ وہ اچھا امیر

چوں برآرند از پشیمانی حنین — عرش لرزاں از انین المذنبین

جب پشیماں ہوگئے وہ روئیں یہاں — عرش کانپے سُن کے فریاد و فغاں

آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد — دستشاں گیرد بہ بالا می کشد

ایسے ماں بیٹے پہ جیسے کانپ اُٹھے — پھر پکڑ کر ہاتھ اوپر کھینچ لے

کاے خداتاں واخریدہ از غرور — نک ریاض فضل نک ربّ غفور

اب تمہیں دے دی نجات اللہ نے — کھاؤ پھل اس کے کرم کے باغ سے

بعد ازیں تاں برگ رزق جاوداں — از ہوائے خود بود زیں ناوداں

پھر تمہیں حق دے گا رزقِ جاوداں — جیسا تم چاہوگے ویسا بیگماں

چونکہ دریا بر وسائط رشک کرد — تشنہ چوں ماہی تبرک مشک کرد

رشک دریا نے وسیلوں پر کیا — مثل ماہی پیاسے کو دریا ملا

قصہ شہزادگاں آور بہ پیش — کایں حدیث از حد مکافست بیش

شاہزادوں کی سُنا اب داستاں — یہ کہانی تو ہے بیرون بیاں

بادشاہ کے ملکوں کو شہزادوں کی روانگی

عزم رہ کردند آں ہر سہ پسر — سُوئے املاک پدر رسم سفر

تینوں لڑکوں نے ارادہ کرلیا — باپ کی کل سلطنت کی سیر کا

در طواف شہرہا و قلعہ ہاش — از رہ تدبیر دیوان معاش

اس کے شہروں اور قلعوں میں پھریں — حکم سے اللہ کے دورہ کریں

خواستند از شہ اجازت گاہ عزم — داد اجازت شاں چو دید از جزم

شاہزادوں نے اجازت شہ سے لی — دیکھا آمادہ اجازت شہ نے دی

دست بوس شاہ کردند و وداع — پس بایشاں گفت آں شاہ مطاع

دست بوسی کی اُنہوں نے شاہ سے — پس کہا ان کو شہ ذی جاہ نے

ہر کجاتاں دل کشد عازم شوید — فی امان اللہ دست افشاں روید

جس جگہ جی چاہے تم اُس جا پھرو — فی امان اللہ اب سیریں کرو

غیر آں قلعہ کہ نامش ہش ربا — تنگ آرد بر کلہ داراں قبا

جس کا ہش ربا نامی جو قلعہ ہے مگر — جس سے ہوتے ہیں پریشاں تاجور

اللہ اللہ زاں ذات الصور — دور باشید و بترسید از خطر

اس میں مت جاؤ ہے پُر تصویر جو — دُور ہی اس سے رہو ۔ کانپو ۔ ڈرو

روے و پشت برجہاش و سقف و ستے — جملہ تمثال و نگار و صورت است

نیچے اُوپر جس جگہ نظریں اُٹھیں — ہر طرف ہیں صورتیں ہی صورتیں

ہمچو آں حجرہ زلیخا پُر صُوَر — تا کند یوسف بناکاہش نظر

جیسے حجرے میں زلیخا کے نقش ہاں — صورتیں تا دیکھیں یوسفؑ ناگہاں

چونکہ یوسف سوئے او خود نگرید — خانہ را پُر نقش خود کرد آں مکید

چونکہ یوسفؑ تھے نہ اُس کو دیکھتے — بھر دیا گھر اپنی ہی تصویروں سے

تا بہر سو بنگرد آں خوش عیار — روئے او را بیند او بے اختیار

تاکہ جس جانب بھی دیکھیں وہ خود — سامنے صورت اسی کی ہو ضرور

بہر دیدہ روشناں یزدان فرد — شش جہت را مظہر آیات کرد

عارفوں کے واسطے حق نے کیا — مظہر اس دنیا کو اپنی ذات کا

تا بہر حیوان و نامی بنگرند — از ریاضِ حسنِ ربانی چرند

تا وہ جس حیواں کو دیکھیں بے ملا — حسنِ حق کے باغ سے پائیں غذا!

بہرِ آں فرمود با آں اسپہ او — حَیْثُ وَلَّیْتُمْ فَثَمَّ وَجْهُهٗ

اس لئے اس نے یہ انساں سے کہا — منہ جدھر پھیرو۔ اُدھر پاؤ خدا

از قدح گر در عطش آبے خورند — در درونِ آب حق را ناظرند

یہ اگر پانی پیالے سے پئیں! — پانی کے اندر خدا کو دیکھ لیں

آنکہ عاشق نیست او در آب در — صورتِ خود بیند اے صاحب نظر

جو نہیں عاشق۔ وہ پانی میں مگر — اپنی صورت دیکھے اے صاحب نظر

صورتِ عاشق چو فانی شد درو — پس در آب اکنوں کرا بیند بگو

صورتِ عاشق جو اس میں ہے فنا — اب وہ کس کو پانی میں دیکھے۔ بتا

حسنِ حق بینند اندر روئے حور — ہمچو مہ در آب از صنع غیور

حور میں دیکھیں وہ حسن اللہ کا — چاند جیسے پانی میں جلوہ نما

غیرتے بر عاشقے و صادقیست — غیرتش بر دیو و بر استور نیست

عاشق و صادق پہ غیرت ہے مگر — جانور پہ ہے نہ غیرت دیو پہ

دیو اگر عاشق شود ہم گوئے برد — جبرئیلے گشت و آں دیوے بمرد

دیو عاشق ہو۔ تو بازی جیت لے — مرتبہ جبریل کا اس کو ملے

اسلم[1] الشیطاں در آنجا شد پدید — کہ یزیدے شد ز فضلش بایزید

اسلم[1] الشیطاں کو سن لے اے سعید — تھا یزید اور ہو گیا وہ بایزید

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ — ہیں نگہدارید از آں قلعہ وجوہ

بات یہ لمبی بہت ہے دوستو — ہوشیار۔ اس قلعے کی وجہیں شنو

[1] یعنی شیطان مسلمان ہو گیا۔

ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند | کہ فتید اندر شقاوت تا ابد
ہاں کہیں تم کو ہوس دھوکا نہ دے | اور نہ بدبختی میں دائم وہ رکھے

از خطر پرہیز آمد مفترض | بشنوید از من حدیث بے غرض
فرض ہے خطرے سے تم بچتے رہو | اب یہ میری بے غرض باتیں سنو

در فرج جوئی ہمہ سر تیز بہ | از کمیں گاہ و بلا پرہیز بہ
تیزی فرحت ڈھونڈنے میں ہے بھلی | پر بلاؤں سے رہے پرہیز ہی

گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر | ور نمی فرمود زاں قلعہ حذر
گر نہ کہتا ان سے باپ اس بات کو | اور نہ کہتا۔ قلعے سے بچتے رہو

خود بداں قلعہ نمی شد خیل شاں | خود نمی افتاد آں سو میل شاں
خود نہ جاتے ان کے گھوڑے قلعے میں | خود نہ ہوتی رغبت اُس جانب انہیں

کاں نبُد معروف بس مہجور بود | از قلاع و از مناہج دور بود
وہ نہ تھا مشہور۔ نظارہ سے جدا | قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا

چونکہ کرد او منع دل شاں ان شال | در ہوس افتاد و در کوئے خیال
روکنے سے اور دل مائل ہُوا | دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا

رغبتے زاں منع در دل شاں بجست | کہ بباید سرّ آں را باز جست
ان کی خواہش تھی کہ ڈھونڈنا چاہئے | بھید اس میں کیا ہے دیکھنا چاہئے

کیست کز ممنوع گردد ممتنع! | چونکہ الانسان حریصٌ ما منع[1]
کون ہے جو منع کرنے سے رُکے | حرص انساں باز رکھنے سے بڑھے

نہی بر اہل تقی تبغیض شد | لیک بر اہل ہوا تحریض شد
اہل تقویٰ باز رہتے ہیں مگر | حرص ہو اہل ہوس کی تیز تر

[1] حدیث شریف: الانسان حریصٌ مما منع - انسان کی حرص اُسی سے زیادہ ہوتی ہے جس سے وہ منع کیا جائے ؎

پس ازیں یغوی بہ قوم کثیر ہم ازیں یہدی بہ قلب خبیر
لوگ اکثر ہوتے ہیں گمراہ بھی حق شناسوں کو ہدایت ہو گئی

نے رمد از نے حمام آشنا بل رمد از نے حمامات ہوا
نے سے کب بھاگے کبوتر آشنا جنگلی جو ہو وہ بھاگے برملا

پس بہ شہ گفتند خدمتہا کنیم بر سمعنا و اطعنا پا زنیم
ہم ہیں خادم شاہ سے بولے سبھی ہو گی تعمیل آپ کے ارشاد کی

رو نگردانیم از فرمان تو! کفر باشد غفلت از احسان تو
منہ نہ پھیریں گے تیرے فرمان سے کفر ہے غفلت ترے احسان سے

لیک استثنا و تسبیح خدا ز اعتماد خود از ایشاں بُد جدا
اعتماد اپنے پہ ایسا اُن کو تھا بھولے یہ کہنا۔ اگر چاہے خدا[1]

ذکر استثنا و جزم ملتوی گفتہ شد در ابتدائے مثنوی
ذکر استثنا کا اُ مجھے قصد کا مثنوی کی ابتدا میں ہے کیا

صد کتاب ار ہست جز یک باب نیست صد جہت را قصد جز محراب نیست
سو کتابیں ہیں مگر ہے باب ایک سیکڑوں طرفیں مگر محراب ایک

آں طرق را منتہی یک خانہ است ویں ہزاراں سنبلہ یک دانہ است
انتہا سب راہوں کی ہے خانہ ایک بالیاں تو ہیں ہزاروں دانہ ایک

گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار جملہ یک چیز است اندر اعتبار
گرچہ کھانے مختلف ہیں سو ہزار ایک ہیں لیکن بروئے اعتبار

از یکے چوں سیر گشتی تو تمام سرد شد اندر دلت پنجہ طعام
مٹ گئی گر ایک ہی سے بھوک پیاس دل نہ چاہے گا جو ہوں کھانے پچاس

[1] انشاء اللہ کہنا ۔

در مجاعت پس تو احول دیدهٔ　　کہ یکے را صد ہزاراں دیدهٔ
بھوک میں تو ایسا بھینگا ہے تو یار　　ایک کو دیکھا ہے تو نے سو ہزار

گفته بودیم از سقام آں کنیز　　وز طبیبان کرِ ذی تدبیر نیز
قصّہ لونڈی کے مرض کا ہو چکا !　　ذکر بے دانش طبیبوں کا ہوا

کاں طبیباں ہمچو اسپ بے خسار　　غافل و بے بہرہ بودند از سوار
وہ اطبا مثل اسپ بے لگام　　تھے سوار ہی سے غافل بس تمام

کام شاں پُر زہر از قرع لگام　　سمّ شاں مجروح از تحویل گام
حلق تھے پُر زہر لگنے سے لگام　　سم ہوئے تھے چلنے سے زخمی تمام

ناشده واقف که نک پشت ما　　رائضے چست است استادی نما
وہ نہ تھے واقف ہماری پشت پر　　ہے سوار استاد اک عالی نظر

نیست سرگردانی ما زیں لجام　　جز ز تصریف سوار دوست کام
پھیرنے دیتی نہیں سر یہ لگام　　پھیرے وہ۔ جو ہے سوار ؎ دوست کام

ما پئے گل سوئے بستاں ہا شده　　گل نموده لیک آں خارے بُده
ہم گئے باغوں کو بہرِ گل ذرا　　گل ہوا معلوم۔ لیکن خار تھا

ہیچ شاں ایں نے که گوید از خرد　　بر گلوئے ما که می کوبد لگد
ان میں کوئی کہہ نہیں سکتا ذرا　　کون گردن پہ ہے لاتیں مارتا

آں طبیباں جملگی بنده سبب　　گشته اندر مکر یزداں محتجب
تھے وہ پابند سبب سارے طبیب　　تھے ہی اللہ کے مخفی عزیب

گر به بندی بر سطبلے گاؤ نر　　بازیابی در مقام گاؤ خر
اصطبل میں بیل گر تو باندھ دے　　اور گدھا اس بیل کے بدلے ملے

؎ مطلب کا دوست ؞

از خری باشد تغافل خفته وار | که بجوئی تا کیست این خفیه کار

تو گدھا پن ہے تغافل خفتہ کا | جو نہ ڈھونڈے کون یہ اُستاد تھا

خود نگفتی کاین مُبدّل تا کیست | نیست پیدا او مگر افلاکیست

کس نے بدلا - یہ نہیں تو نے کہا | آسمانی ہے نہ گو ظاہر ہُوا

تیر سوئے راست پرّانیدهٔ | سوئے چپ رفته است تیرت دیدهٔ

تیر پھینکا تو نے گو سیدھی طرف | تو نے دیکھا وہ گیا اُلٹی طرف

سوئے آهوئے بصیدے تاختی | خویش را تو صید خوکے ساختی

تو شکاری بن کے آہو کا گیا | خود شکارِ خوک لیکن تو ہُوا

در پئے سودے دویدی بهر کیس | نارسیده سود اُفتادی بحبس

فائدہ لینے کو تو دوڑا گیا! | فائدے سے پہلے زنداں میں پڑا

چاهها کنده برائے دیگراں! | خویش را دیده فتاده اندراں

دوسروں کے واسطے کھودیں کنوئیں | خود ہی لیکن ان کنوؤں میں گر پڑیں

در سبب چوں بے مرادت کرد رب | پس چرا بدظن نگردی در سبب

تجھ کو ناکام سبب حق نے کیا | پھر سبب سے تو نہ کیوں بدظن ہُوا

بس کسے از مکسبے خاقاں شده | دیگراں زاں مکسبه عریاں شده

کسب سے اکثر تو سلطاں ہوگئے | بعض لیکن اس سے عریاں ہوگئے

بس کس از عقدِ زناں قاروں شده | دیگرے از عقد زن مدیوں شده

بیاہ سے زردار اکثر ہو گئے | بعض لیکن قرضدار اس سے ہوگئے

پس سبب گرداں چو دُمّ خر بود | تکیه بروے کم کنی بهتر بود

پس سبب کو دُم گدھے کی جان لے | اس پہ پس تکیہ نہ کرنا چاہئے

در سبب گیری نگردی هم دلیر | کہ بس آفتهاش پنهاں است زیر

بے تحاشا تو سبب گیری نہ کر | اس میں پنہاں آفتیں ہیں سربسر

بہر استثناست ایں حزم و حذر — زانکہ خر را بز نماید ایں قدر

بہر استثنا ہے آگاہی ۔ حذر — خر کو جو بز ہے دکھاتی یہ قدر[۱]

مشرکاں را در دو چشم احل بدر — کم نمودہ تا ندارند ایچ قدر

مشرکوں کو چشم احل بدر میں — کم دکھایا تا نہ قدر اُن کی کریں

آنکہ چشمش بست گرچہ گربزست — زاحولی اندر دو چشمش خر بزست

جس کی آنکھیں باندھے گو ہو حیلہ گر[۲] — بھینگے پن سے بز نظر آتا ہے خر

او بگرداند دل و افکار را — چوں مقلب حق بود ابصار را

پھیرتا ہے وہ دل و افکار کو — حق بصارت پھیرنے والا جو ہو

چاہ را تو خانۂ بینی شریف — دام را تو دانۂ بینی لطیف

چاہ کو دیکھے تو اک خانہ شریف — دام کو دیکھے تو اک دانہ لطیف

ایں تسفسط[۳] نیست تقلیب خداست — می نماید کہ حقیقت ہا کجاست

منکری کب یہ ہے تقلیب خدا — جو بتاتا ہے حقیقت شے ہے کیا

آنکہ انکار حقائق می کند — جملگی او بر خیالے می تند

جو حقائق کا ہے منکر برملا — وہ فقط پابند ہے تخئیل کا

او ہمی گوید کہ حسبانست خیال — ہم خیالے باشدت چشمے بمال

ہم جسے جو سمجھیں اس کا ہے وہ حال — کھول آنکھیں دیکھ خود اپنا خیال

ایں سخن پایاں ندارد آں فریق — بر گرفتند از پئے آں دژ طریق!

بات یہ لمبی بہت ہے وہ فریق — قلعے کی جانب چلا۔ سن اے رفیق

بر درخت گندم منہی زدند — از طویلہ مخلصاں بیروں شدند

جیسے آدم نخل گندم پہ گئے — مخلصوں کے حلقے سے باہر ہوئے

---

[۱] تقدیر ۔ [۲] جس کی آنکھیں قدر یا تقدیر باندھ دے ۔

[۳] سوفسطائی ہونا یعنی حقائق اشیا کو نہ ماننا ۔

قلعہ ممنوعہ کی طرف شہزادوں کا جانا

چوں شدند از منع و نہیش گرم تر	سوئے آں قلعہ بر آوردند سر
روکنے سے شہ کے وہ ضدی ہوئے	قلعے کی جانب روانہ ہوگئے
بر ستیزِ قولِ شاہ مجتبیٰ	تا بہ قلعہ صبر سوز ہش ربا
برخلاف قولِ شہ گھوڑے بڑھائے	صبر سوز و ہش ربا قلعے تک آئے
آمدند از رغم عقل پند توز	در شبِ تاریک برگشتہ ز روز[1]
برخلافِ عقل تینوں آگئے	دن کو چھوڑا - داخل شب وہ ہوئے
اندر آں قلعہ خوش ذات الصور	پنج در در بحر و پنجے از سوئے بر
اُس حصارِ خوب دپُر تصویر کے	پانچ بحری در تھے، بری پانچ تھے
پنج ازاں چوں حسنِ ظاہر رنگ و بو	پنج ازاں چوں حسنِ باطن راز جو
پانچ تھے جوں حسن ظاہر رنگ و بو	پانچ تھے جوں حسن باطن راز جو
زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار	میشدند از سو بسو بس بیقرار
تھیں ہزاروں صورتیں نقش و نگار	پھر رہے تھے یہ ہر اک سو بیقرار
زیں قدح ہائے صور کم باش مست	تا نگردی بت تراش و بُت پرست
ہو نہ تصویروں کے پیمانوں سے مست	تا نہ ٹھہرے بت تراش و بُت پرست
از قدح ہائے صور بگزر بایست	بادہ در جامست لیک از جام نیست
جام صورت سے گزر جائے ابھی	جام میں مے - جام سے لیکن نہیں
سوئے بادہ بخش بکشا پہن گوش	تا از آنسو بشنوی بانگ و خروش
کان ساقی کی طرف اپنے لگا	تا سُنے اس سمت سے بانگ و صدا

[1] یعنی راحت کو چھوڑ کر رنج میں پڑے۔

چوں رسد بادہ نیاید جام کم　　گوش دار آواز آید دمبدم

بادہ جب پہنچے تو کب ہو جام کم　　سن تو - آواز آئے گی پھر دمبدم

آدما معنی دلبندم بجوے　　ترک قشر و صورت گندم بگوے

آدم! اب معنی پہ میرے کر نظر　　گندم اور بھوسی کو بس اب ترک کر

چونکہ ریگے آرد شد بہر خلیلؑ　　دانکہ معزول است گندم اے نبیل

ریت جب آٹا ہوئی بہرِ خلیلؑ　　جان تو گندم کو بیکار اور ذلیل

صورت از بے صورت آمد در وجود　　ہمچناں کز آتشے زاد ست دود

شکل ہے بے شکل سے پیدا ہوئی　　آگ سے جیسے دھواں ہے اے اخی

کمترین عیبے مصوّر در خیال　　چوں پیا پے بنیش آرد ملال

عیب یہ رکھتی ہے تصویرِ خیال　　جب لگاتار اُس کو دیکھے ہو ملال

حیرت محض آردت بے صورتی　　زادہ صدگوں آلت از بے آلتی

محض حیرت لاتی ہے بے صورتی!　　آلے سو پیدا کرے بے آلتی

بے زدستے دست با یا قدہمی　　جان جاں سازد مصوّر آدمی

ہاتھ یہ بے ہاتھ والے سے بنے　　جان جاں سے اس نے انساں کر دئے

آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال　　می شود بافیدہ گوناگوں خیال

جیسے دل میں بابت ہجر و وصال　　ہر طرح کے ہوتے ہیں پیدا خیال

ہیچ ماند ایں مؤثر با اثر　　ہیچ ماند بانگ نوحہ با ضرر

ان میں کب رہتا ہے کوئی با اثر　　کب کسی نوحے نے پہنچایا ضرر

نوحہ را صورت ضرر بے صورت است　　دست خائید از ضرر کش نیست دست

نوحے کی صورت ہے بے صورت ضرر　　ہاتھ اپنے چاب اور افسوس کر

ایں مثل نالائق است اے مستدل　　حیلت تفہیم اے جہد المقل

یہ مثل موزوں نہیں اے با دلیل　　حیلہ سمجھانے کا ہے یہ اے عقیل

صنع بے صورت نماید صورتے	تن نگار و با حواس و آلتے
صنعت اس بے شکل کی صورت بنائے	با حواس و آلہ ی وہ جسم لائے
تا چہ صورت باشد آن وفق خود	اندر آرد جسم را در نیک و بد
شل صورت ہے بناتی جسم بھی	خواہ اچھی ہو وہ صورت یا بُری
صورت نعمت بود شاکر شود	صورت مہلت بود صابر شود
صورت نعمت جو ہو شاکر ہو وہ	صورت مہلت جو ہو صابر ہو وہ
صورت زخمے بود نالاں شود	صورت رحمے بود بالاں شود
زخم کی صورت جو ہو نالہ کرے	رحم کی صورت جو ہو پھولے پھلے
صورت سیرے بود گیرد سفر	صورت تیرے بود گیرد سپر
سیر کی صورت ہو پیش آئے سفر	تیر کی صورت ہو تو پکڑے سپر
صورت خوباں بود عشرت کند	صورت غیبے بود خلوت کند
صورت خوباں ہو تو عشرت کرے	غیب کی صورت ہو تو خلوت کرے
صورت خوبی بود ناز آورد	صورت چنگی بود ساز آورد
صورت خوبی ہو تو وہ ناز لائے	صورت چنگی ہو تو وہ ساز لائے
صورت محتاجی آرد سوئے کسب	صورت بازو وری آرد بغضب
صورت افلاس سوئے کسب لائے	صورت بازو وری غصہ بڑھائے
ایں ز حد و اندازہ ہا باشد بروں	داعی فعل از خیال گونہ گوں
مختلف تخئیل سے یہ صورتیں	فعل کی جانب طلب ہم کو کریں
بے نہایت کیش ہا و پیشہا	جملہ ظل صورت اندیشہا
مذہب اور پیشے جو ہیں بے انتہا	سب ہیں سایہ صورت افکار کا
بر لب بام ایستادہ قوم خوش	ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اش
بام پہ اک قوم خوش جلوہ کناں	سایہ ہر اک کا زمیں پہ دیکھ ہاں

صورت فکر ست بر بام مشید چرخ پر ہے صورت فکر اے جواں	واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید اور عمل جوں سایہ ارکان[2] پہ عیاں
فعل بر ارکان و فکرت مکتتم فکر پنہاں۔ فعل ہے ارکان پہ	لیک در تاثیر و وصلت دو بہم ہیں بہم تاثیر و وصلت میں مگر
آں صور در بزم گر جام خوشی ست دہر میں وہ صورتیں جام خوشی	فائدہ آں بیخودی و بیہشی ست فائدہ ہے بیخودی اور بیہشی
صورت مرد و زن و لعب و جماع شکل مرد و زن کی صحبت اور خوشی	فائدہ اش بیہشی وقت وقاع فائدہ صحبت کا ہے بس بیہشی
صورت نان و نمک کاں نعمت ست صورت نان و نمک نعمت ہوئی	فائدہ آں صورت بے صورت ست فائدہ ہے شکل نہ بے صورت اجی
در مصاف آں صورت تیغ و سپر جنگ میں وہ صورت تیغ و سپر	فائدہ اش بے صورتی یعنی ظفر فائدہ بے صورتی یعنی ظفر
مدرسہ تعلیم و صورتہائے وے صورتیں اور مدد سے تعلیم کے	چوں بدانش متصل شد گشت طے طے ہوئے جب مل گئے وہ عقل سے
ایں صور چوں صورت بے صورت اند صورتیں ہیں شکل بے صورت کی جو	پس چرا در نفی صاحب نعمت اند صاحب نعمت سے کیوں انکار ہو
پیش او رو بند و در نفی او فتند اس کے آگے یہ ہوں پیدا اور مریں	پس صورہا بندۂ بے صورتند بندۂ بے شکل کی ہیں صورتیں
ایں صور دارد ز بے صورت وجود ہیں جو بے صورت سے پیدا صورتیں	چیست پس بر موجد خویشش جحود کیوں پھر انکار اپنے موجد سے کریں

[1] یعنی جسم ۔
[2] یعنی جان ۔

خود از و یا بد ظہور انکار او ‏ ‏ نیست غیر عکس خود ایں کار او
اس سے ہے انکار یہ ظاہر ہوا ‏ ‏ کام ہے یہ تو بس اپنے عکس کا

صورت دیوار و سقف ہر مکاں ‏ ‏ سایۂ اندیشۂ معمار داں
ہر مکان کی چھت بھی اور دیوار بھی ‏ ‏ جان سایہ فکر کا معمار کی

گرچہ خود اندر محل افتکار ‏ ‏ نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار
خود محل فکر میں گو اے امیں ‏ ‏ اینٹ - پتھر اور لکڑی کچھ نہیں

فاعل مطلق یقیں بے صورتست ‏ ‏ صورت اندر دست او چوں آلتست
فاعل مطلق کو بے صورت ہی جان ‏ ‏ صورت اس کے ہاتھ میں اک آلہ مان

گہ گہ آں بے صورت از کتم عدم ‏ ‏ مر صور را رو نماید از کرم
صورتوں کو غیب کے پردے سے بھی ‏ ‏ منہ دکھاتا ہے وہ بے صورت کبھی

تا مدد گیرد از و ہر صورتے ‏ ‏ از کمال و از جمال و قدرتے
تا مدد ہر شکل کو اس سے ملے! ‏ ‏ حسن سے - قدرت سے اور اوصاف سے

باز بے صورت چو پنہاں کرد رو ‏ ‏ آمدند از بہر کد در رنگ و بو
جب چھپائی صورت اس بے شکل نے ‏ ‏ رنگ اور بو کی یہ کوشش میں پڑے

صورتے از صورت دیگر کمال ‏ ‏ گر بجوید باشد آں عین ضلال
دوسری صورت سے گر ڈھونڈے کمال ‏ ‏ گمرہی ہیں اس کو لے جائے خیال

جز مگر آں صورتے کاں میزِ او ‏ ‏ یا بت ارشاد گردش از و داد
جز بجز اس[1] صورت کے جو اللہ نے ‏ ‏ کی ہے پیدا واسطے ارشاد کے

پس چہ عرضہ می کنی اے بے ہنر ‏ ‏ احتیاج خود بہ محتاج دگر
بے ہنر! پھر کس لئے ظاہر کرے ‏ ‏ اپنی حاجت دوسرے محتاج سے

[1] انبیاؑ سے مراد ہے۔

چوں صور بند ست بر یزداں مگو ‏ ‏ ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجو

قید صورت۔ حق سے تو نسبت نہ دے ‏ ‏ ڈھونڈ مت تشبیہ اس کی جان لے

در تضرع جو و در افنائے خویش ‏ ‏ کز تفکر جز صور ناید بہ پیش

عاجزی میں اور فنا میں ڈھونڈ لے ‏ ‏ صرف صورت پیش آئے فکر سے

ور ز غیرت صورتت نبود فرح ‏ ‏ صورتے کاں بے تو زاید در تو بہ

اور جو غیرت سے نہ ہو تو شاد ماں ‏ ‏ صورت[1] بے "تو" ہے بہتر بے گماں

صورتے شہرے کہ آنجا می روی ‏ ‏ ذوق بے صورت کشیدت اے روی

اب چلا جاتا ہے تو جس شہر[2] کو ‏ ‏ تجھ کو کھینچے ذوق بے صورت ہے جو

پس بمعنی می روی تا لا مکاں ‏ ‏ کہ خوشی غیر مکانست و زماں

اصل میں جاتا ہے تو تا لا مکاں ‏ ‏ ہے خوشی بس بے مکان و بے زماں

صورت یارے کہ نزد او شوی ‏ ‏ از برائے مونسی اش می روی

پاس جس دلدار کے جاتا ہے تو ‏ ‏ انس ہی کے واسطے جاتا ہے تو

پس بمعنی سوئے بے صورت شوی ‏ ‏ گرچہ زاں مقصود غافل آمدی

اصل میں تو سوئے بے صورت گیا ‏ ‏ گرچہ اس مقصود سے غافل ہوا

در حقیقت حق بود معبود کل ‏ ‏ کز پئے ذوق است سیران سبل

اصل میں معبود کل اللہ ہے ‏ ‏ لطف کو سب کی اُدھر ہی راہ ہے

لیک بعضے رو سوئے دم کردہ اند ‏ ‏ گرچہ سر اصل است سر گم کردہ اند

بعض نے لیکن کیا منہ سوئے دم ‏ ‏ جیدہ گو ہے اصل پہ کی راہ گم

لیک سر در پیش ایں ضالان گم ‏ ‏ می دہد داد سری از راہ دم

سر گروہ آگے ان گمراہوں کے ‏ ‏ داد سر دیتا ہے دم کی راہ سے

[1] یعنی ایسی صورت جس میں تو تی (تو ہونا) نہ ہو۔

[2] شہر آخرت مراد ہے۔

آں ز سری یابد آں واں ز دُم — قومِ دیگر پا و سر کردند گم

سر سے وہ لیں کام یہ از راہ دُم — بعض نے پر کر دئے سر پاؤں گم

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند — از گُم آمد سوئے کُل بشتافتند

کھو گئے جو سب کچھ اُن کو مل گیا — خود کو کھو کر کُل[1] سے اُنہیں حاصل ہُوا

ایں سخن پایاں ندارد آں گروہ — صورتے دیدند با فر و شکوہ

بات یہ لمبی بہت ہے اے امیں — دیکھی شہزادوں نے صورت اک حسیں

شہزادوں کا دخترِ شاہِ چین کی تصویر دیکھنا

خوب تر زاں دیدہ بودند آں فریق — لیک زیں رفتند در بحرِ عمیق

اس سے بہتر پہلے دیکھی تھیں مگر — بحر میں ڈوبے وہ اس کو دیکھ کر

زانکہ افیوں شاں ازیں کاسہ رسید — کاسہا محسوس و افیوں ناپدید

اس پیالے سے اُنہیں افیوں ملی — جام ہیں محسوس۔ افیوں ہے چھپی

کرد کارِ خویش قلعہ ہش رُبا — ہر سہ را انداخت در چاہِ بلا

کر گیا کام اپنا قلعہ ہش ربا — مبتلا تینوں کو آفت میں کیا

تیرِ غمزہ دوخت دل را بیگماں — الاماں یا ذوالاماں زیں بے اماں

تیرِ غمزہ سے چھدا دل بیگماں — الاماں۔ اللہ اس سے دے اماں

قرنہا را صورتِ سنگیں بسوخت — آتشے در دین و دل شاں برفروخت

مورتوں سے صدیوں سب جلتے رہے — پھونک ڈالا دین و دل کو آگ سے

چونکہ روحانی بود خود چوں بود — فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بود

جب ہو موجود ذی روح پھر ہو حال کیا — اس کا فتنہ ہر گھڑی اُٹھے نیا

[1] حق تعالیٰ سے مراد ہے۔

عشق صورت در دل شہزادگاں	چوں خلش می کرد مانند سناں
دل میں شہزادوں کے عشق بے اماں	کرتا تھا پیدا کھٹک مثل سناں
اشک می بارید ہر یک ہمچو میغ	دست می خائید و می گفت آہ و دریغ
اشک برساتے تھے وہ مثل ابر کے	ہاتھ مل کر آہ بھر کر کہتے تھے
ما کنوں دیدیم شہ ز آغاز دید	چند ماں سوگند داد آں بے ندید
ہم نے اب دیکھی یہ شاہ نے پہلے سے	ہم کو قسمیں دی تھیں اس بے مثل نے
انبیا را حق بسیار ست ازاں	کہ خبر کردند از پایان ماں!
انبیاء کا حق ہے بے حد اس لئے	با خبر ہم کو کیا انجام سے
کانکہ می کاری ز وید غیر خار	ویں طرف پرّی نیابی زو مطار
تو جو بوتا ہے اُگے گا یہی کے خار	اُڑ سکے گا یوں نہ سوئے کردگار
تخم از من گیر تا ریعے دہد	با پرِ من پہ کہ تیر آں سو جہد
بیج لے تو مجھ سے تا حاصل ملے	میرے پر سے اڑ کہ تیر اس سمت اُڑکے
تو ندانی واجبی آن وہست	ہم تو گوئی آخر آں واجب بُدست
تو نہ سمجھا اس کو واجب کیوں کیا	پھر کہے گا بعد میں واجب ہُوا
او توا ست اما نہ ایں تو کہ تنست	آں توئی کہ برتر از ماؤ منست
وہ ہے تو۔ لیکن نہ یہ تو تن ترا	وہ توئی¹ جو ماؤ من سے ہے جُدا
ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی	ہست اندر سوئے تو از بیسوئی²
یہ توئی ظاہر توئی جانے جسے	تیری جانب ہے اسی بے سمت سے
برصدف لرزاں چرائی اے گہر	تو نے خود را نے مداں می داں شکر
کیوں لرزتا ہے صدف پہ اے گہر	تُو نے نہ جانا اس کو یہ توئی ہے شکر

¹ یعنی تو ہونا ۔

² یعنی حق تعالیٰ ۔

توئی بیگانہ است با تو ایں توئی ۔ تو ئی خود را یاب و بگزار دوئی

تو توئی بیگانہ تجھ سے یہ توئی ۔ پا لے تو اپنی توئی چھوڑ اب دوئی

توئی[1] آخر سوئے توئی اولت ۔ آمدہ است از بہر تنبیہ و صلت

توئی آخر سمت اول توئی کے ۔ آئی ہے تنبیہ کرنے کے لئے

توئی تو در دیگرے آمد دفیں ۔ من غلام مرد خود بین[2] چنیں

دفن توئی دوسری میں ہے تمام ۔ میں ہوں ایسے مرد خود بیں کا غلام

آنچہ اندر آئینہ بیند جواں ۔ پیر اندر خشت بیند پیش ازاں

آئینے میں جو جواں ہے دیکھتا ۔ بوڑھا دیکھے اینٹ میں اُس سے سوا

زامرِ شاہ خویش بیروں آمدیم ۔ با عنایات پدر باغی شدیم

حکم کو شہ کے نہ مانا پھر گئے ۔ باپ کے الطاف سے باغی ہوئے

سہل داشتیم قول شاہ را ۔ واں عنایت ہائے بے اشباہ را

ہم نے جانا سہل قول شاہ کو ۔ مہر اور شفقت کو بھی بے مثل جو

تا کجا افتادیم در خندق ہم ۔ خستہ و کشتہ بلائے ملحمہ

دیکھو اب کس طرح خندق میں گرے ۔ اور بغیر جنگ ہم کشتہ ہوئے

تکیہ بر عقل خود و فرہنگ خویش ۔ بود ماں تا ایں بلا آمد بہ پیش

تھا بھروسہ ہم کو اپنی عقل پر ۔ اس لئے آئیں بلائیں سر بسر

بے مرض دیدیم خود را بے زرق ۔ آنچناں کہ خویش را بیمار دق

اپنی بیماری سے ہم تھے بے خبر ۔ جیسے دق والا ہو دق سے بے خبر

علت پنہاں کنوں شد آشکار ۔ بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار

خفیہ بیماری ہوئی اب آشکار ۔ پھنس گئے اور ہو گئے جب ہم شکار

[1] آخر توئی سے تن اور اول توئی سے روح مراد ہے ؎

[2] اپنے آپ کو دیکھنے اور سمجھنے والا یعنی عارف ؎

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق !
یک قناعت بہ ز صد لوت و طبق

ذکرِ حق سے خوب ظلِّ راہبر
اک قناعت سو غذا سے خوب تر

در قناعت خواندہ باشی اے حسن !
ذکرِ ذکرِ حق و ذکرِ بوالحسن

اس قناعت میں پڑھا ہوگا حسن
ذکرِ ذکرِ حق کا - ذکرِ بوالحسن

چشمِ بینا بہتر از سی صد عصا
چشم بشناسد گہر را از حصا

سو عصا سے چشم بینا خوب تر
جانچتی ہے آنکھ ہی پتھر گہر

در تفحص آمدند اندر زماں
صورتِ کہ بود عجب اندر زماں

جستجو میں پڑ گئے تینوں وہ اب
کس کی یہ صورت ہے دنیا میں عجب

بعد بسیاری تفحص در مسیر
کشف کرد آں راز را یعنی بصیر

سیر گہ میں جستجو سے گرم سے
بھید کھولا اُن پہ یہ اللہ نے

ز طریقِ گوش بل از وحیِ ہوش
راز را بُد پیش او بے روئے پوش

کان کا کیا ذکر وحیِ ہوش سے
راز کھلم کھلا سب تھے مانتے

گفت نقشِ رشکِ پروین ست ایں
صورتِ شہزادۂ چین ست ایں

بولا پروین کو ہے رشک اس شکل پر
چین کی شہزادی ہے پیشِ نظر

دخترے دارد شہِ چیں بے مثال
در بہا و در جمال و در کمال

بیٹی شاہِ چیں کی ہے اک بے مثال
بے بہا اور پُر جمال اور با کمال

ہمچو جان و چوں جنین پنہاں ست او
در مکتم پردہ و ایوان ست او

صورتِ جان و پری یا عزوشاں
ہے محل کے پردے میں یا قرنہاں

سوئے او نے مرد رہ دارد نہ زن
شاہ پنہاں کردہ او را از فتن

مرد یا عورت نہ اس تک جا سکے
شہ نے فتنوں سے بچا یا ہے اُسے

غیرتے دارد ملک بر نام او
کہ نپرد مرغ ہم بر بام او

شاہ کو غیرت ہے اُس کے نام پر
یہ پرندہ بھی نہ مارے بام پر

وائے آں دل کش چنیں سودا فتاد ‌ ‌ ‌ ہیچ کس را ایں چنیں سودا مباد

وائے اُس دل پہ یہ سودا ہو جسے ‌ ‌ ‌ ایسے سودا میں نہ کوئی بھی پڑے

ایں سزائے آنکہ تخمِ جہل کاشت ‌ ‌ ‌ واں نصیحت را کساد و سہل داشت

یہ سزا اُس کی ہے جس میں جہل ہے ‌ ‌ ‌ اور نصیحت کو جو سمجھے سہل ہے

اعتمادے کرد بر تدبیرِ خویش ‌ ‌ ‌ کہ برم من کارِ خود با عقلِ پیش

ہو بھروسہ جس کو ہر تدبیر پر ‌ ‌ ‌ اور کہے ہے عقل میری خوب تر

نیم ذرہ زاں عنایت بہ بود ‌ ‌ ‌ کہ ز تدبیرِ خرد پانصد رسد

اس کی ذرہ بھر عنایت ہو بھلی ‌ ‌ ‌ پانسو تدبیر سے بس عقل کی

ترکِ مکرِ خویشتن گیر اے امیر ‌ ‌ ‌ پا بکش پیشِ عنایات و بمیر

مکر و حیلہ اے امیر اب چھوڑ دے ‌ ‌ ‌ اور مر جا اس عنایت کے لئے

ایں بقدرِ حیلۂ معدود نیست ‌ ‌ ‌ زیں حیل تا تو نمیری سود نیست

یہ عنایت حیلوں سے تو ہے سوا ‌ ‌ ‌ چھوڑ حیلے ورنہ پہنچے نفع کیا

تا نمیری سُود کے خواہی ربود ‌ ‌ ‌ رو بمیر و بہرہ بربا از وجود

نفع کب مرنے سے پہلے ہو تجھے ‌ ‌ ‌ جا تو مر جا۔ نفع لے لے جسم سے

بخارا کے صدرِ جہاں کی حکایت

در بخارا خوئے آں صدرِ اجل ‌ ‌ ‌ بود با خواہندگاں حسنِ عمل

عادتِ شاہِ بخارا تھی یہی ‌ ‌ ‌ سائلوں سے اُس کو اُلفت خوب تھی

داد بسیار و عطائے بے شمار ‌ ‌ ‌ تا بشب بودے ز جودش زر نثار

سائلوں کو دیتا تھا وہ بے شمار ‌ ‌ ‌ زر ہوا کرتا تھا روز و شب نثار

زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بود ‌ ‌ ‌ تا وجودش بود می افشاند جود

ٹکڑوں میں کاغذ کے زر لپٹا ہوا ‌ ‌ ‌ زندگی بھر بخششیں کرتا رہا

ہمچو خورشید و چو ماہ پاک باز	آنچہ گیرند از ضیا بدہند باز
چاند سورج کی طرح وہ شاہ تھا	جیسے وہ واپس کریں لے کر ضیا
خاک را زر بخشش کر بود آفتاب	زر از و در کان و گنج اندر خراب
خاک کو دیتا ہے زر گون آفتاب	کان و ویرانہ ہیں اس سے گنج یاب
ہر صباحے فرقہ را راتبہ	تا نماند امتے زو خائبہ
روز راتب ملتا تھا اک قوم کو	تا نہ محروم اس سے کوئی قوم ہو
مبتلایاں را بُدے روزے عطا	روز دیگر بیوگاں را آں سخا
ایک دن خیرات لیتے مبتلا!	دوسرے دن ہوتی رانڈوں پہ سخا
روز دیگر بر علویان مقل	با فقیہاں روز دیگر مشتغل
اگلا دن تو بچے فقیروں کے لئے	پھر کرم اس کا فقیہوں پہ رہے
روز دیگر بر تہیدستان عام	روز دیگر بر گرفتاران وام
اگلا دن تھا مفلسان عام کا	بعد اس کے قرضداروں پہ سخا
روز دیگر بر یتیمان صغیر	روز دیگر بر ضعیفان اسیر
اگلے دن ہوتی یتیموں پہ عطا	پھر ضعیفوں پہ وہ کرتا تھا سخا
روز دیگر بہر ابناء السبیل	روز دیگر در مکاتب را کفیل
اگلا دن تھا راہگیروں کے لئے	پھر غلاموں کی کفالت پہ تلے
شرط آں بُد کہ کسے نو با زباں	زر نخواہد ہیچ و نگشاید دہاں
شرط تھی سائل نہ منہ سے کچھ کہے	التجا ہرگز نہ وہ منہ سے کرے
لیک خامش بر حوالی رہش	ایستادہ مفلساں دیوار وش
سارے مفلس گرد اس کی راہ کے	صورت دیوار چپ رہتے کھڑے
ہر کہ کردے ناگہاں سوٗا سوال	زو نبردے زیں گنہ یک حبہ مال
کوئی بھولے سے جو کرتا تھا سوال	اس خطا سے ملتا اک حبہ نہ مال

من صمت منکم بجا بدٔ مایہ اش — بر ہمہ اہل بخارا سایہ اش
چپ جو رہتا پاتا وہ دولت مدام — اس کے سائے میں بخارا تھا تمام

بر خموشی داشت عشق و تاسہ اش — خامشاں را بود کیسہ کاسہ اش
عشق خاموشی سے تھا اس کو مدام — دیتا تھا خاموشوں کو نقد و طعام

تا ورا روزے یکے پیرے بگفت — دہ زکاتم کہ منم با جوع جفت
ایک بوڑھے نے کہی اک دن یہ بات — مر رہا ہوں بھوک سے دے مجھ زکوٰۃ

منع کرد از پیر و پیرش جد گرفت — ماند خلق از جد پیر اندر شگفت
اس نے روکا بوڑھے کو۔ ضد اس نے کی — خلق اس تکرار پہ حیران تھی

گفت بس بے شرم پیری اے پدر — پیر گفت از من توئی بے شرم تر
بولا۔ بوڑھے! بے حیا ہے تو بڑا — بوڑھا بولا۔ تجھ سے کم ہوں بے حیا

کایں جہاں خوردی و می خواہی بطمع — کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع
یہ جہاں کھایا مگر لالچ یہ ہے — وہ جہاں اور یہ جہاں لوں بے بے

خندہ اش آمد مال داد آں پیر را — پیر تنہا برد آں توفیر را
ہنس پڑا شہ اور اس کو زر دیا — بوڑھا تنہا مال بے حد لے گیا

غیر ازیں پیر ایچ خواہندہ نزو — نیم حبّہ زر ندید و یک تسو
ماسوا اس بوڑھے کے کوئی گدا — رتی بھر اس سے نہ زر لے جا سکا

نوبت روز فقیہاں ناگہاں — یک فقیہ از حرص آمد در فغاں
دن فقیہوں کا جو آیا برملا — ایک ان میں حرص سے چلا اٹھا

کرد زاریہا بسے چارہ نبود — گفت ہر نوعے نبودش ہیچ سود
گو بہت رو یا نہ کچھ بھی بن پڑا — گو کہا ہر طرح۔ پہ بے سود تھا

روز دیگر با رکو پیچیدہ پا — با کش اندر صف قوم مبتلا
اگلے دن پاؤں پہ پٹی باندھ کر — صف میں بیماروں کی بیٹھا وہ بشر

تختہا بر ساق بست از چپ و راست	تا برد آں شہ گماں کاشکستہ پاست
پنڈلیوں تک کھپچیاں بھی باندھ لیں	سمجھے شہ ۔ ہے پا شکستہ بالیقیں
دیدش و بشناختش چیزے نداد	روز دیگر رو بپوشید از لباد
شہ نے پہچانا ۔ نہ کچھ اس کو دیا	دوسرے دن منہ پہ نمدا رکھ لیا
تا گماں آید کہ نابیناست او	در میانِ اعمیاں بر خاست او
وہ ہے اندھا ۔ تا یہ سمجھے بادشا	اور وہ اندھوں ہی میں سے ہے اٹھا
پس بدیدا و را نداد ش ہیچ چیز	از گناہ و جرم گفتن آں عزیز
پھر بھی دیکھا اور نہ کچھ اس کو دیا	مانگنے کا جرم تھا اس نے کیا
چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید	چوں زناں او چادرے بر سر کشید
جب وہ سو مکروں سے ہارا بیگماں	چادر اس نے اوڑھ لی مثل زناں
درمیانِ بیوگاں رفت و نشست	سر فرو افگند پنہاں کرد دست
بیچ میں رانڈوں کے بیٹھا آن کے	سر جھکایا ہاتھ پوشیدہ کیے
ہم شناسید و ندادش صدقہ	در دلش آمد ز حرماں حرقہ
پھر بھی پہچانا ۔ نہ کچھ صدقہ دیا	اپنی محرومی پر اس کا دل جلا
رفت پس پیش کفن خواہے پگاہ	کہ بپیچم در نمد نہ پیش راہ
پھر کفن والے کے پاس آیا تباہ	مجھ کو کفنا کر تو رکھ دے پیش راہ
ہیچ مکشا لب نشیں و می نگر	تا کند صدر جہاں اینجا گزر
بیٹھ جا چپ چاپ لیکن رکھ نظر	تا ادھر صدر جہاں کا ہو گذر
بوکہ بیند مردہ پندارد بظن	زر دراندازد پئے وجہ کفن
دیکھ کر شاید وہ مردہ جان لے	اور زر ڈالے کفن کے واسطے
ہر چہ بدہد نیمہ بدہم بتو	ہمچناں کرد آں فقیر گدیہ جو
جو وہ دیگا آدھا اس میں سے ترا	اس کفن والے نے ایسا ہی کیا

در نمد پیچید و در راہش نہاد | معبر صدر جہاں آنجا فتاد
پس اسے کفنا کے رستے میں رکھا | اتفاقاً شاہ اُس جا آ گیا

چند زر انداخت بر روئے نمد | دست بیروں کرد از تعجیل خود
دیکھا نمدے پہ جو زر شہ نے رکھا | جلد اُس نے ہاتھ باہر کر لیا:

تا نگیرد آں کفن خواہ آں صلہ | تا نہاں نکند ازو آں دہ ولہ
تا کفن والا نہ لے وہ عطا | وہ فریبی تا نہ اُس کو دے چھپا

مرد از زیر نمد بر کرد دست | سر بروں کرد از پئے دست اُو ز پست
مرد نے باہر کفن سے کر کے ہاتھ | سر بھی پیچھے سے نکالا اُس کے ساتھ

گفت با صدر جہاں چوں بستدم | اے ببستہ بر من ابواب کرم
شہ سے بولا دیکھ کیونکر زر لیا | در کرم کا بند تھا تو نے کیا

گفت لیکن تا نمردی اے عنود | از جناب من نبردی ہیچ سود
بولا شہ جب تک نہ تو مردہ بنا | فائدہ تجھ کو نہ کچھ مجھ سے ہوا

سرّ موتوا قبل موت ایں بود | کز پئے مردن غنیمت ہا رسد
دیکھ یہ ہے پہلے مرنا موت سے | بعد مر جانے کے مال و زر ملے

غیر مردن ہیچ فرہنگے دگر | در نگیرد با خدا اے حیلہ گر
اے فریبی! دیکھ مرنے کے سوا | کب کوئی دانش ہے مقبولِ خدا

یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد | جہد را خوف است ز صد گوں فساد
اک عنایت خوب ہے سو جہد سے | آفتیں سو جہد کے ہیں واسطے

واں عنایت ہست موقوف ممات | تجربہ کردند ایں رہ را ثقات
وہ عنایت موت پر موقوف ہاں | آزمایا عاشقوں نے بیگماں

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست | بے عنایت ہاں و ہاں جائے مایست
بے عنایت بلکہ مرنا بھی نہیں | بے عنایت مت کھڑا ہو تو کہیں

آں زمرد باشد ایں افعی پیر	بے زمرد کے بود افعی ضریر
وہ زمرد ہے یہ سانپ اے باصفا	بے زمرد سانپ اندھا کب ہوا

ایک لڑکے ایک کوسے اور ایک لوطی کی حکایت

امردے و کوسۂ در انجمن	آمدند و مجمعے بُد در وطن
اک وطن میں لوگ اک جا جمع تھے	ایک لڑکا ایک کوسہ آ گئے
مشتغل ماندند قوم منتجب	روز رفت و شد زمان ثلث شب
محو اپنے کام میں تھے لوگ سب	دن تو گذرا اور تھی پچھلی رات اب
زاں طرب خانہ نرفتند آں دو کس	ہم بخفتند آں سو از ترس عسس
سب گئے لیکن نہ وہ دونوں گئے	محتسب کے ڈر سے اس جا سو رہے
کوسہ را بُد بر زنخداں چار مُو	لیک ہمچوں ماہ بدرش بُود رُو
کوسے کی ڈاڑھی پہ تھے کل چار بال	بر مثال بدر تھا حسن و جمال
کودک امرد بصورت بود زشت	ہم نہادہ اندر ایں خود بست خشت
نقش گو لڑکے بے حد تھے برے	بیس اینٹیں پیچھے تھا رکھے ہوئے
لوطی دب برد شب از گمرہی	خشتہا را نقل کرد آں مشتہی
لوطی گمرہ وہاں اک آ گیا	اس نے پیچھے سے وہ اینٹیں لیں اٹھا
دست بر کودک نہاد او زجا بجست	گفت ہی تو کیستی اے سگ پرست
ہاتھ ڈالا اس پہ لڑکا چونک اٹھا	اور کہا بدکار! یہ کرتا ہے کیا
گفت ایں بیست خشت چوں داشتی	گفت تو بیست خشت چوں انباشتی
بولا کیوں تو نے یہ اینٹیں لیں اٹھا	بولا تو نے کس لئے ان کو رکھا

؎ کوسہ اس کو کہتے ہیں جس کی ساری ڈاڑھی صاف ہو صرف ٹھوڑی پہ چند بال ہوں ۔

گفت اے فی النار خرس مردہ ریگ	ابلہ و بے خاصیت مانند ریگ
بولا اے ریچھ اے حقیر اے دوزخی	احمق اور بے سود صورت ریت کی
گو کہ بیمارم واز ضعفِ خود	کردم اینجا احتیاطِ مرتقد
میں ہوں اک بیمار لڑکا ضعف سے	یوں کیا تھا میں نے سونے کے لئے
گفت اگر داری زرنجوری تفے	چوں نرفتی جانب دار الشفے
بولا بیماری میں گر تھا مبتلا!	کیوں نہ آخر تو شفا خانے گیا
یا بجانہ یک طبیبے مشفقے	کو کشائدے از سقامت مغلقے
یا طبیب مہرباں کے پاس ہی	جاتا۔ تا جاتی یہ بیماری تری
گفت آخر من کجا یارم شدن	کہ بہر جائی روم من ممتحن
بولا لڑکا جاؤں میں آخر کہاں	آزمایا جاتا ہوں جاؤں جہاں
چوں تو زندیقے پلیدے ملحدے	می برآرد سر بہ پیشم چوں ددے
تجھ سے جو کافر ہوئے۔ ملحد ہوئے	جوں درندہ سر اٹھائیں سامنے
خانقاہے کو بود بہتر مکاں	من ندیدم یک زماں دروے اماں
خانقہ میں جو ہے اک بہتر مکاں	میں نے دم بھر بھی نہیں پائی اماں
رو بمن آرند مشتے خمر خوار	چشمہا پر نطفہ کف خایہ فشار
کچھ شرابی دیکھتے ہیں خواہش مری	خایہ ملتے۔ آنکھوں میں شہوت بھری
وانکہ ناموسیست خود را زیرزیر	غمزہ ورزد می دہد مالش بکیر
شرح والا کہتا ہے اپنے کو جو	غمزے کرتا اور ہے ملتا کیر کو
یار با ناموس را غیر نظر	نیست لیکن زیں نظر دیں پُرخطر
یار با ناموس کو غیر نظر	کام کب ہے۔ دیں ہے لیکن پُرخطر
خانقہ چوں ایں بود بازارِ عام	چوں بود خر گلۂ دیوانِ خام
خانقہ کا جب یہ عالم ہو گیا	تو گدھوں کے گھر کا پھر سے ذکر کیا

خر کجا ناموس و تقوٰی از کجا — خر چہ داند خشیت و خوف و رجا

خر کجا - ناموس اور تقوٰی کجا — کیا خبر خر کو - ہے کیا خوف و رجا

عقل باشد ایمنی و عدل جُو — بر زن و بر مرد اما عقل کو

امن ڈھونڈے - عدل ڈھونڈے عقل ہاں — مرد و زن میں - عقل لیکن ہے کہاں

در گریزم من ز دوم سوئے زناں — ہمچو یوسفؑ رفتم اندر افتتاں

عورتوں میں جاؤں گر بھاگ کر — مثل یوسفؑ دکھ اٹھاؤں سربسر

یوسفؑ از زن یافت زندان و فشار — من ز شوم تو زلیخ بر پنجاہ وار

زن سے زنداں ہی میں یوسفؑ تھے گئے — پھر مری ہر بوٹی سولی پہ آ گئے

آں زناں از جاہلی بر من تنند — اولیا شاں قصدِ جانِ من کنند

عورتیں مجھ پہ جہالت سے کریں — جو ولی ان کے ہیں - میری جان لیں

نے ز مرداں چارہ دارم نے زناں — چوں کنم چوں نے ازینم نے ازآں

مرد و زن سے بن نہ آئے - کیا کروں — ہوں نہ ان میں سے نہ ہیں ان میں سے ہوں

بعد ازاں کودک بہ کوسہ بنگریست — گفت او با ایں دو مو از غم بریست

دیکھ کر لڑکے نے کوسے کو کہا — یہ تو دو بالوں سے غم سے چھوٹ گیا

فارغ است از خشت و از پیکارِ خشت — وز چو تا مادر فروش و کنگ و زفت

اینٹیں لانے اور لڑنے سے چھٹا — تجھ سے بھڑوے بے حیا سے بھی بچا

بر زنخداں چار مو بہر نمود — بہتر از سی خشت پیرامون کوں

بال ٹھوڑی کے دکھاوے کے لئے — کوں کے گرد اینٹیں رکھنے سے بھلے

ذرّہ سایہ عنایت بہتر است — از ہزاراں کوشش طاعت پرست

سایہ اللہ کی عنایت کا ذرا — سیکڑوں کوشش سے زاہد کی بھلا

؎ امید

زانکہ شیطاں خشت طاعت بر کند ۔۔۔ گر دو صد خشت است خود ابتر کند

بندگی کی اینٹ شیطاں پھینک دے ۔۔۔ دو سو اینٹیں ہوں تو سب ابتر کرے

با عنایت او ندارد زہرۂ! ۔۔۔ تا لبسازد خویشتن را بہرۂ

عاجز آگئے پر عنایت کے رہے ۔۔۔ کامیاب اپنے کو وہ کیونکر کرے

خشت اگر بسیار بنہادہ تو است ۔۔۔ واں دو سہ موز عطائے آں سو است

جمع اینٹوں کو تو ہے تو نے کیا ۔۔۔ بال پہ دو تین حق کی ہیں عطا!

در حقیقت ہر یک ازاں مو کمیست ۔۔۔ کاں ز انعامہ و صلۂ شاہنشہیست

اصل میں ہے اک پہاڑ ایک ایک بال ۔۔۔ جو ہے انعام دامان ذو الجلال

تو اگر صد قفل نہی بر درے ۔۔۔ بر کند آں جملہ را خیرہ سرے

تو لگائے در پہ اک سو قفل اگر ۔۔۔ توڑے ان سب کو اک ادنی خیرہ سر

شحنۂ از موم اگر مُہرے[۱] نہد ۔۔۔ پہلواناں را ازاں دل بشکند

موم سے گر مُہر کردے کوتوال ۔۔۔ پہلواں دل چھوڑ دیں ڈر کا ہو یہ حال

آں دو سہ تار عنایت ہمچو کوہ ۔۔۔ سد شدہ چوں فر سیما در وجوہ

مثل کوہ سد ہیں عنایت کے یہ تار ۔۔۔ جیسے ہو رعب جبیں چہروں میں یار

خشت را بگذار اے نیکو سرشت ۔۔۔ لیک ہم ایمن مخسپ از دیو زشت

چھوڑ دے ان اینٹوں کو اے نیک خو ۔۔۔ پر نڈر شیطاں سے ہو کر سو نہ تو

رو دو تا موزاں کرم در دست آر ۔۔۔ وانگہاں ایمن بخسپ و غم ندار

بال دو حاصل کرم سے اس کے کر ۔۔۔ اور بے غم ہو کے سو رہ بے خطر

نوم عالم از عبادت بہ بود ۔۔۔ آنچناں علمے کہ مستنبہ بود

خواب عالم بندگی سے خوب تر ۔۔۔ ایسا عالم ہو جو صاحب دل مگر

۱ دیوار

آں سکونِ سباح اندر آشنا — بہ ز جہد اعجمی با دست و پا

ہے کہیں بہتر سکوں تیراک کا — سعی ناداں سے جو مارے دست و پا

دست و پا ساکن بر آب اندر سباح — بہ بود از اعجمی با انتطاح

اسکوں تیراک اس ناداں سے — اچھا ہے جو فکر میں مارا کرے

می رود سباح ساکن چوں عمد — اعجمی ز دست و پا و غرق شد

مثل علم کے بہتا ہے تیراک تو — سعی سے بھی ڈوبا۔ تھا ناداں جو

علم دریا ئیست بیحد و کنار — طالب علم است غواص بحار

علم اک دریا ہے نا پیدا کنار — طالب علم اس میں غوطہ زن ہے یار

گر ہزاراں سال باشد عمر او — می نگردد سیر او از جستجو

ہو ہزاروں سال کی بھی عمر جو — جستجو سے وہ نہ پھر بھی سیر ہو

طالب علم اور طالب دنیا سیر نہیں ہوتے

کاں رسولِ حق بگفت اندر بیان — ایں کہ منہومان ہما لا یشبعان

جیسے ہے ارشاد ختم مرسلین ﷺ — دو ہیں بھوکے سیر جو ہوتے نہیں

طالب الدنیا و توفیراتہا — طالب العلم و تدبیراتہا

ایک بھوکا طالب دنیا تھا — دوسرا بھوکا ہے طالب علم کا

پس دریں قسمت چو بکشادی نظر — غیر ایں دنیا بود علم اے پدر

پس تو اس تقسیم پہ ڈال اب نظر — غیر دنیا علم وہ ہے اے پدر

غیر دنیا پس چہ باشد آخرت — کت کند زینجا و گردد رہبر !

غیر دنیا آخرت ہے اور کیا — دوسری جانب ہے تیری رہنما

؎ حدیث شریف: منہومان لا یشبعان طالب العلم و طالب الدنیا یعنی
دو بھوکے ایسے ہیں جو سیر نہیں ہوتے۔ ایک طالب علم اور دوسرا طالب دنیا۔

غیر دنیا آخرت باشد یقیں ۔۔۔ کاں بروزِ نجات آنجا اے امیں
غیر دنیا آخرت ہے بالیقیں ۔۔۔ تجھ کو لے جائیگی اُس جا اے امیں

شہزادوں کی آپس میں بحث

رو بہم کردند ہر سہ ممتحن ۔۔۔ ہر سہ را یک رنج و یک درد و حزن
رو برو تھے تینوں شہزادے بہم ۔۔۔ سب کو اک رنج۔ ایک درد اور ایک غم

ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم ۔۔۔ ہر سہ را یک رنج و یک علت سقیم
ایک فکر اور ایک سودا ان کو تھا ۔۔۔ ایک بیماری میں تینوں مبتلا

در خموشی ہر سہ را خطرت یکے ۔۔۔ در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
خوف خاموشی میں تھا تینوں کو ایک ۔۔۔ گفتگو حجت میں غمگینوں کو ایک

یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں ۔۔۔ بر سر خوان مصیبت خوں فشاں
اشک بار اک وقت تھے تینوں جواں ۔۔۔ اک مصیبت میں وہ تینوں خوں فشاں

یک زماں از آتش دل ہر سہ کس ۔۔۔ بر زدہ با سوز چوں مجمر نفس
گر کسی وقت آتش دل بجھ نکلتی ! ۔۔۔ سانس لینے میں نکلتی آگ سی

آں بزرگیں گفت کاے اخوان خیر ۔۔۔ ما نہ نر بودیم اندر نصح غیر
جو بڑا تھا ان میں بولا۔ بھائیو ۔۔۔ مرد تھے ہم غیر کے سمجھانے کو

از حشم ہر کہ بما کردے گلہ ۔۔۔ از بلا و خوف و فقر و زلزلہ
کوئی فوجی ہم سے گر کرتا گلا ۔۔۔ کہتا۔ میں ہوں رنج و غم میں مبتلا

ما ہمی گفتیم کم نال از حرج ۔۔۔ صبر کن کہ صبر مفتاح الفرج
ہم نہ کہتے تھے ! نہ رونا اس کا رو ۔۔۔ صبر کرنا مشکل آساں تیری ہو

آں کلید صبر ما اکنوں چہ شد ۔۔۔ اے عجب منسوخ شد قانون چہ شد
صبر کی وہ کنجیاں اب کیا ہوئیں ۔۔۔ کیا وہ اب قانون ہی باقی نہیں

ما ہمی گفتیم کاندر کشمکش　　آتش اندر ہیچو زر خندیم خوش

کہتے تھے ہم! کیسے ہی ہوں رنج و غم　　آگ میں جوں زر ہیں ہنستے ہی ہم

ہر سپہ را وقت تنگا تنگ جنگ　　گفتہ ما کہ ہیں مگردانید رنگ

فوجوں کو جنگ میں کہتے تھے ہم　　زرد رو مت ہونا۔ ہمت ہو نہ کم

آں زماں کہ پویہ اسپاں را وطا　　جملہ سرہا بریدہ زیر پا

گھوڑوں کے جب دوڑنے کا وقت تھا　　اور کٹے سر تھے پڑے سب زیر پا

ما سپاہ خویش را ہے ہے کناں　　کہ بہ پیش آئید قاہر چوں سناں

فوج کو تنبیہ کرتے تھے کہ ہاں　　سامنے دشمن کے آؤ جوں سناں

جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر　　زانکہ صبر آمد چراغ و نور صدر

سارے عالم کو سکھایا ہم نے صبر　　صبر ہی تو ہے چراغ و نور صدر

نوبت ما شد کہ خیرہ سر شدیم　　چوں زنان زشت در چادر شدیم

اپنی باری آئی تو حیراں ہوئے　　عورتوں کی طرح چادر میں چھپے

اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم　　گرم کن خود را و از خود دار شرم

تو تو کردیتا تھا اے دل سب کو گرم　　گرم کر اپنے کو رکھ لے اپنی شرم

اے زباں کہ جملہ را ناصح بدی　　نوبت تو گشت از چہ تن زدی

اے زباں! اوروں کی تو ناصح بنی　　اپنی باری پہ تو کیوں چپ ہو گئی

اے خرد کو پند شکر خائے تو　　دور تست اینندم چہ شد ہیہائے تو

اے خرد! شیریں نصیحت کیا ہوئی　　تیرا دور آیا۔ تو کیوں چپ لگ گئی

اے ز دلہا بردہ صد تشویش را　　نوبت تو شد بجنباں ریش را

تو نے کھویا دل سے سو تشویش کو　　تیری باری ہے ہلا اب ریش کو

از غم ار ریش ار کنوں وزدیدہٗ　　پیش ازیں بر ریش خود خندیدہٗ

تو ہنسی سے ہے ہلاتی ریش اب　　ریش پہ پہلے ہنسی تھی۔ اے عجب

چوں بدرد دیگراں درماں بُدی ‏ درد مہمان تو شد چوں تن زدی

تو تھی درماں دوسروں کے درد کی ‏ درد اب مہماں تھا کیوں چپ ہوئی

وقت چند دیگراں ہائے ہائے ‏ در غم خود چوں زنانے وائے وائے

دوسروں کی چند پہ تھی ہائے ہائے ‏ اب ہے اپنے غم میں جوں زن وائے وائے

بانگ بر لشکر زدن بُد ساز تو ‏ بانگ بر زن چہ گرفت آوازِ تو

فوج کو للکارنا تھا تیرا ساز ‏ بند ہے آواز اب یہ کیا ہے راز

آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش ‏ زاں قبیح خود لغلطاقے بپوش

ہوش سے پنجہ برس جو کچھ بُنا ‏ اب پہن اس سے بنا کر اک قبا

از نوائے بانگ یاراں بود خوش ‏ دست بیروں آر گوش خود بکش

تھی نوا سے تیری خوش یاروں کی ذات ‏ کان اپنے کھینچ باہر لا کے ہات

سر بُدی پیوستہ خود را دُم مکن ‏ پا و دست و ریش و سبلت گم مکن

تو ہمیشہ سر تھی - خود کو دُم نہ کر ‏ ہاتھ پاؤں - مونچھ - ڈاڑھی گم نہ کر

بازیٔ آں کست بر نطعے بساط ‏ خویش را در طبع آر و در نشاط

ہے بساطِ سر پہ بازی تری ‏ ہوش میں آ اور ہو واقف خوشی

ایں حکایت گوش کن اے باخرد ‏ تا بدانی اندریں معنی سند

یہ حکایت سن ذرا اے باخرد ‏ تاکہ تیرے واسطے ہو اک سند

ایک بادشاہ کا ایک عالم کو مجلس میں پکڑ بلانا

پادشاہے مست اندر بزم خوش ‏ می گزشت آں یک فقیہے بر درش

مست اپنی بزم میں اک شاہ تھا ‏ ایک عالم کا گزر اس جا ہوا

کرد اشارت کش درین مجلس کشید ‏ وز شراب لعل زخوردش دہید

یہ اشارہ تھا کہ اس کو کھینچ لاؤ ‏ اور شراب لعل رنگ اس کو پلاؤ

چوں کشیدندش بر خمرہ بے اختیار — نشست در مجلس ترش چوں زہر مار

کھینچ لائے جب اُسے بے اختیار — تلخ بیٹھا بزم میں جوں زہر مار

عرضہ کردندش نمی‌پذرفت او در خشم — از شہ و ساقی بگردانید چشم!

جب شراب آئی۔ نہ کی اس نے قبول — شاہ و ساقی سے ہوا بے حد ملول

کہ بعمر خود نخوردستم شراب — خوشتر آید زیں شرابم زہر ناب

عمر بھر چکھی نہیں میں نے شراب — مجھ کو اس سے ہے بہتر زہر ناب

ہیں بجائے مے مرا زہرے دہید — تا من از خویش و شما زیں وا رہید

بولے اس سے کہ مجھے تم زہر دو — تا میں چھوٹوں خود سے بھی تم چھٹو

مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد — گشت در مجلس گراں چوں مرگ و درد

مے نہ پی۔ جھگڑا کیا۔ اور بار بار — بزم پر جوں مرگ تھا وہ ناگوار

ہمچو اہل نفس و اہل آب و گل — در جہاں بنشست با اصحاب دل

جیسے دنیا دار۔ بندہ۔ نفس کا — ہو جلیس عارفان با صفا

حق ندارد خاصگاں را در کموں — از مئے ابرار جز در یشربون[۱]

حق نے ابرار سے پردے ہیں کیے — رکھتے خاصوں کو۔ پئیں وہ سب کے سب

عرضہ می‌دارند بر محجوب[۲] جام — حس نمی‌یابد ازو غیر از کلام

اور جب محجوب کو دیتے ہیں جام — اس کی حس باقی نہیں کچھ جز کلام

رو ہمی گرداند از ارشاد شاں — کہ نمی‌بیند بدیدہ داد شاں

قول سے اُن کے ہے وہ منہ پھیرتا — آنکھ سے انکار بھی نہ دیکھے وہ داد عطا

۱ قولہ تعالیٰ:۔ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِہَا الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یعنی ایک چشمہ (تسنیم) ہے۔ جس سے قربت والے پیتے ہیں ۲ خدا سے دور بندہ۔ قولہ تعالیٰ کَلَّآ اِنَّہُمْ عَنْ رَّبِّہِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔ حقا کہ بیشک آج کے دن وہ لوگ اپنے رب سے محجوب ہیں۔

گر بگوئی خشتش تا بہ حلقش رہ بدے ریزہ نصح اندر درونش در شدے

راہ ہوتی کان سے تا حلق اگر ریزہ نصیحت دل پہ کر جاتی اثر

چوں ہمہ نار ست جانش نیست نور کا فگند در نار سوزاں چوں قشور

نار بالکل۔ نور کب ہے اس کی جان مثل چھلکوں کے جلا دے اس کو ہاں

مغز بیروں ماند و قشرش گفت ذقت کے شود از قشر معدہ گرم و زفت

مغز باہر۔ چھلکا معدے میں گیا معدہ چھلکے سے بھلا فربہ ہوگیا

نار دوزخ جز کہ قشر افشار نیست نار را با ہیچ مغزے کار نیست

آگ سے دوزخ کی چھلکا جل گیا آگ کو بس مغز سے ہے کام کیا

در بود بر مغز نارے شعلہ زن بہر پختن داں نہ بہر سوختن

آگ شعلہ زن اگر ہو مغز پر تو ہو اُس کی پختگی پیش نظر

تا کہ باشد حق حکیم ایں قاعدہ مستمر داں در گذشتہ و آمدہ

ہے حکیم اللہ۔ تو یہ قاعدہ جان لے جاری ہمیشہ برملا

مغز نغز و قشرہا مغفور ازو مغز را پس چوں بسوزد دور ازو

مغز عمدہ چھلکا ہے بخشا ہوا مغز کو پھر آگ۔ کیونکر دے جلا

از عنایت گر بگوید بر سرش اشتہا آرد و شراب احمرش

وہ عنایت سے جو کوٹے اس کا سر ہو مئے احمر کی خواہش سر بسر

در نکوبد ماند او بستہ دہاں چوں فقیہہ از شرب و بزم ایں شہاں

گر نہ کوٹے۔ وہ رہے بستہ دہاں جیسے عالم بزم شہ میں بیکساں

شاہ با ساقی بگفت اے نیک پے چہ خموشی دہ طبیعش آر ہے

شہ نے ساقی سے کہا اے باصفا کیوں ہے چپ ہاں اس کو متوالا بنا

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد ہر کرا خواہد بفن از خود برد

ہر خرد پر خفیہ اک حاکم رہے جس کو چاہے فن سے وہ کھودے کہے

آفتاب مشرق و تنویر او ‌ ‌ چوں اسیراں بستہ در زنجیر او
مہر مشرق اور اس کی روشنی ‌ ‌ اس کی زنجیروں میں جکڑے تھی بندھی

چرخ را چرخ اندر آرد در زمن ‌ ‌ چوں بجنباند درو ماعشش نیم فن
چرخ کو چکرا دے رکھ دے برملا ‌ ‌ کان میں اس کے جو پھونکے فن ذرا

عقل کو عقل دگر را سخرہ کرد ‌ ‌ مہرہ زو آرد و بیست استاد فرد
عقل وہ جو اور عقلوں پہ ہنسے ‌ ‌ مہرہ لاتی ہے اسی استاد سے

چند سیلی بر سرش زد گفت گیر ‌ ‌ در کشید از بیم سیلی آں زحیر
سر پہ تھپڑ مارے۔ بولا لے شتاب ‌ ‌ خوف سے تھپڑ کے اس نے پی شراب

مست گشت و شاد و خنداں ہمچو باغ ‌ ‌ در ظریفی و مضاحک رفت و لاغ
مست و خنداں باغ کی صورت ہوا ‌ ‌ اور ہنسی ٹھٹھا وہاں کرنے لگا

شیر گیرش خوش شد انگشتک بزد ‌ ‌ سوئے مبرز رفت تا مبرز کند
چٹکیاں اس نے بجائیں۔ خوش ہوا ‌ ‌ کرنے کو پیشاب پاخانے گیا

یک کنیزک دید در مبرز چو ماہ ‌ ‌ سخت زیبا رخ ز قرناقان شاہ
دیکھی پاخانے میں لونڈی چاند سی ‌ ‌ خوبرو تھی اور تھی لونڈی شاہ کی

چوں بدید او دہانش باز ماند ‌ ‌ عقل رفت و تن ستم پرواز ماند
دیکھ کر پھیلائے منہ وہ رہ گیا ‌ ‌ عقل گم اور تن ہوا وقف بلا

عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست ‌ ‌ بر کنیزک در زماں بر زد دو دست
تھا وہ مدت سے مجرد بے قرار ‌ ‌ ہاتھ ڈالا لونڈی پہ مستانہ وار

بس طپید آں دختر و نعرہ فراشت ‌ ‌ بر نیامد با وے و سودے نداشت
لونڈی تڑپی اور شور اس نے کیا ‌ ‌ لیکن اس سے بس نہ تھا اس کا چلا

زن بدست مرد در وقت لقا ‌ ‌ چوں خمیر آمد بدست نانوا
وصل میں عورت مرد کے آگے حقیر ‌ ‌ جیسے بس میں نانبائی کے خمیر

بسر شد گاہیش نرم و گہ درشت — زو بسا آرد چاق و چالے نغز و زفت

گاہ نرم اور گاہ سخت اُس کو کرے — ٹھیک کر دے۔ دے کے پھرتی اُسے

گاہ پیچش وا کشد بر تختۂ — در ہمش آرد گہے یک لختۂ

اُس کو تختے پہ کبھی چوڑا کرے — گر سمیٹے اور اُسے یک جا کرے

گاہ در وے ریزد آب و گہ نمک — از تنور و آتشش سازد محک

گاہ پانی۔ گہ نمک ہے ڈالتا — اور کبھی تنور پہ پکا گیا

ایں چنیں پیچد مطلوب و طلوب — اندریں لعبند مغلوب و غلوب

ہیں لپٹتے طالب و مطلوب یوں — کھیلتے ہیں غالب و مغلوب یوں

ایں لعب تنہا نہ شو را با زن است — ہر عشیق و عاشقے را ایں فن است

کھیل کب یہ شوہر و زن تک رہا — فن یہ ہے ہر عاشق و معشوق کا

از قدیم و حادث و عین و عرض — پیچشے چوں ویس و رامیں مفترض

جو قدیم اور حادث اور جوہر عرض — ویس و رامیں کی طرح لپٹے بغرض

لیک لعب ہر یکے رنگے دگر — پیچش ہر یک ز فرہنگے دگر

کھیل ہے ہر ایک کا لیکن جدا — اور لپٹنا بھی الگ ہے برملا

شو و زن را گفتہ شد بہر مثیل — کہ مکن اے شوے زن را بے سبیل

شوہر و زن کو مثالاً کہہ دیا — دفع کر زن کو دا اے شوہر ذرا

آں شبے کردک نہ نیکا وستا او — خوش امانت داد وش اندر دست تو

پہلی شب ناکح نے ہاتھ اس کا دیا — ہاتھ میں تیرے امانت وہ ہوا

کانچہ تو با او کنی اے معتمد — از بد و نیکی خدا با تو کند

تو کرے گا اس سے اب جیسا سلوک — حق کریگا تجھ سے بس ویسا سلوک

ایں زن دنیا کہ ہست اندر دست تو — حق امانت داد وش اندر دست تو

زن یہ دنیا ہے۔ جو ہے مشہود تری — حق نے یہ تجھ کو امانت سونپ دی

حاصل آنجا آں فقیہ از بیخودی / بے عفیفے ماندش و نے زاہدی

مست و بیخود تھا غرض ایسا فقیہ / زہد اور پاکیزگی بھولا فقیہ

آں فقیہ افتاد برآں حور زاد / آتشش او اندر آں پنبہ فتاد

وہ فقیہہ اُس حورِوش پہ جا پڑا / آگ سے اُس کی وہ روئی دی جلا

جاں بجاں پیوست قالب ہا تپید / چوں دو مرغ سر بریدہ می طپید

جان سے جاں قالب سے قالب مل گیا / مرغِ بسمل بن کے تڑپے برملا

چہ شراب و چہ ملک چہ ارسلاں / چہ حیا چہ دین چہ خوف و بیم جاں

کیا شراب اور کیا غلام اور شاہ کیا / خوف جاں کیا دین کیا اور کیا حیا

چشم شاں افتاد اندر عین عین / نے حسن پیدا شد آنجا نے حسین

آنکھوں میں آنکھیں وہ تھے ڈالے ہوئے / ان کے آگے ایک تھے چھوٹے بڑے

یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مراد / طبع ہر یک خرم و دل گشت شاد

دونوں نے اک دوسرے سے لی مراد / خوش طبیعت ان کی تھی اور دل تھا شاد

شد دراز و کو طریق بازگشت / انتظار شاہ ہم از حد گذشت

بیٹا عالم۔ کس طرح وہ لوٹتا / انتظارِ شاہ حد سے بڑھ گیا

شاہ آمد تا ببیند واقعہ / یافت آنجا زلزلہ و القارعہ

شاہ آیا تا کہ دیکھے واقعہ / حشر برپا تھا وہاں اور زلزلہ

آں فقیہ از جائے برجست و برفت / شہ سوئے مجلس جام را بربود تفت

وہ فقیہہ اُٹھا وہاں سے اور گیا / سوئے مجلس جلد اک ساغر پیا

شہ چو دو رخ پُر شرار و پُر نکال / تشنۂ خون دو جفت بدفعال

بحرِ خشم مشتعل چشمِ شاہ تھا / دونوں کے وہ خون کا پیاسا ہوا

چوں فقیہش دید پُر از خشم و قہر / تلخ و خوفی گشتہ چوں جام زہر

دیکھا عالم نے جو یہ غصہ یہ قہر / ہو گیا ہے شاہ مثلِ جام زہر

بانگ زد بر ساقیش کاے گرم کار	چہ نشستی خیز ہیں فرطبش آر
بولا ساقی سے کرے خوش کار	اٹھ تو مزے میں شہ کو لا بیٹھا ہے کیا
خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا	آدم با طبع آں دختر ترا
شاہ کے عالم سے یہ جنس کر کہا	ہے وہ لونڈی۔ میں مزے میں آگیا
پادشاہم کار من عدلست و داد	زاں خورم کہ یار را جودم بداد
بادشاہوں۔ عدل ہے بس میرا کام	جو میں کھاؤں۔ یار کو دوں لا کلام
آنچہ آں را می خورم از زشت و خوش	من دہم در خورد یاراں را بخوش
میں جو کچھ کھاتا ہوں اچھا یا برا	یار کو بھی دیتا ہوں ویسی غذا
آنچہ آں را می خورم ہیچو نوش	کے دہم آں را بجز یاراں تو نوش
میں جو خود جس چیز کو کھاؤں بھلا	یار کو کب دوں وہ کھانے کو غذا
زاں خورانم من غلاماں را کہ من	بر خورم بر خوان خاص خویشتن
وہ غلاموں کو کھلاؤں برملا	جو میں خوان خاص پہ کھاؤں غذا
زاں خورانم بندگاں را از طعام	کہ خورم من خود زپختہ یا کہ خام
وہ کھلاتا ہوں غلاموں کو طعام	جو میں خود کھاؤں۔ وہ پختہ ہو کہ خام
من چو پوشم از خز و اطلس لباس	زاں بپوشانم حشم را نے پلاس
پہنوں گر ریشم کا۔ اطلس کا لباس	کیوں انہیں دوں ٹاٹ کا بھدا لباس
شرم دارم از نبیؐ ذوفنوں	البسوہم گفت مما تلبسون
شرم آتا ہے رسول اللہ سے	البسوہم آپ ہیں فرما گئے
مصطفیٰؐ کرد ایں وصیت با بنوں	اطعموا الارباب مما تاکلون
یہ وصیت مصطفیٰؐ کی کیوں بھلاؤ	تم جو کھاتے ہو وہ اوروں کو کھلاؤ

ا؎ حدیث شریف ہے البسوہم تلبسون۔ یعنی جو کچھ تم پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ ◆

۲؎ حدیث شریف ہے اطعموا الارباب مما تاکلون۔ جو کچھ تم کھاتے ہو وہی اوروں کو کھلاؤ ◆

شد فقیہ و بُرد با خود جفت جب | از عطائے خاص کشاف الکروب

عالم اپنے ساتھ لونڈی لے گیا | اس پہ یہ منّت کشا نے کی عطا

دیگراں را بس بطبع آوردۂ | در صبوری چست و راغب کردۂ

دوسروں کو تو بہت ہے خوش کیا | صبر میں چست اور راغب کر دیا

ہم بطبع آور بمردی خویش را | پیشوا کن عقل دور اندیش را

مرد بن۔ اپنے کو خوش کر اب ذرا | عقل دور اندیش کو کر رہنما

چوں قلاوزی صبرت پر شود | جاں باوجِ عرش و کرسی بر شود

رہبری جب صبر کی ہاتھ آئے گی | عرش و کرسی تک وہی لے جائے گی

مصطفیٰ بیں چونکہ صبرش شد براق | برکشانیدش ببالائے طباق

صبر تھا جس دم براقِ مصطفیٰ | عرش پر دیکھو ان کو لیکر اڑا

چوں صبوری پیشہ کرد ایوب راد | از بلا او را در رفعت کشاد

صبر ایوبؑ نے شیوہ کیا | تو بلا سے در بلندی کا کھلا

صبر صد سالہ بہر حالت کہ ہست | صبر وا مگزار تا بتواں زدست

صبر ہر اک حال میں ہوتا ہے صد | تا بہ امکاں ہاتھ سے مت چھوڑ صبر

صبر مفتاح الفرج گفتند ۂ | کاندریں تعجیل در پیچیدۂ

صبر کنجی فتح کی ہے سن ذرا | کیوں پھر اس جلدی میں ہے الجھا ہوا

صبر آرد عاشقاں را کام دل | بیدلاں را صبر شد آرام دل

مقصد عشاق بر لاتا ہے صبر | بیدلوں کو غم میں بہلاتا ہے صبر

حد ندارد ایں سخن کوتاہ کن | وز حدیث عاشقاں برگو سخن

بات یہ لمبی ہے کر دے مختصر | عاشقوں کی داستاں کا ذکر کر

لہ حق تعالیٰ سے مراد ہے ۔

لہ تینوں شہزادوں میں سے بڑا لڑکا ہے ۔

بازگرد اے عاشق و زو زیاں | کانتظار تست آں شہزادگاں
لوٹ اے عاشق لیں اب چل جلد تر | منتظر تیرے ہیں شہزادے ادھر

چین کو شہزادوں کی روانگی!

ہر سہ شہزادہ چو کار افتاد شاں | عشق در خورد گوشمالی داد شاں
تینوں شہزادے پریشاں جب ہوئے | خوب کانوں کو مروڑا عشق نے

ایں بگفتند و رواں گشتند زود | ہر چہ بود اے یار من آں لحظہ بود
یہ کہا اور چل دئے وہ یک بیک | رنج تھا جو کچھ بھی تھا اس وقت تک

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند | بعد ازاں سوئے بلاد چیں شدند
صادقوں میں سب سے شامل ہوئے | بعد اس کے چین کی جانب گئے!

والدین و ملک را بگزاشتند | راہ معشوق نہاں برداشتند
والدین اور ملک سب کو چھوڑ کے | ڈھونڈتے معشوق پنہاں کو چلے

ہمچو ابراہیم ادہم از سریر | عشق شاں بے پا و سر کرد و حقیر
جیسے ابراہیم ادہم کو کیا | عشق نے بے تخت دبے برگ و نوا

یا چو ابراہیم مرسل سرخوشی | خویش را افگند اندر آتشی
جیسے ابراہیم پیغمبر جو تھے | آگ میں کودے نہایت شوق سے

یا چو اسمٰعیلؑ صبار مجید! | پیش عشق و خنجرش حلقے کشید
جیسے اسمٰعیلؑ پتلے صبر کے | خود گلا رکھا چھری کے سامنے

امرء القیس بادشاہ عرب کی حکایت

امرء القیس از ممالک خشک لب | ہم کشیدش عشق از خطۂ عرب
امرء القیس اک عرب کا شاہ تھا | عشق نے بے خانماں اس کو کیا

بود نازک طبع و ہم صاحب جمال — شاعر و صاحب اصول اندر کمال

تھا وہ نازک طبع اور صاحب جمال — با اصول و شاعر و اہل کمال

چونکہ زد عشق حقیقی بر دلش — سرد شد ملک و عیال و منزلش

جب اسے عشق حقیقی ہو گیا — ملک، گھر سے سرد اس کا دل ہوا

نیم شب دلقے بپوشید و برفت — از میان مملکت بگریخت تفت

نصف شب کو ایک گدڑی اوڑھ کر — سلطنت سے اپنی بھاگا بے خطر

تا بیامد خشت می زد در تبوک — با ملک گفتند شاہے از ملوک

جب تبوک آیا۔ تو اینٹیں پاتھیں گا — لوگوں نے شہ کو خبر دی۔ ایک شاہ

امرؤ القیس آمد است اینجا بکد — شد شکار عشق و خشتے می زند

امرؤ القیس اس جگہ سے آ گیا — ہے شکار عشق۔ اینٹیں پاتھتا

آں ملک برخاست آمد پیش او — گفت با او اے ملیک نیک خو

شاہ اٹھ کر پاس اس کے آ گیا — اور کہا اس سے کہ شاہ باصفا

یوسف وقتی و ملکت شد کمال — مرترا رام از بلاد و از جمال

تو ہے یوسف سلطنت تیری کمال — تیرے تابع اہل شہر اہل جمال

گشتہ مرداں بندگاں از تیغ تو — واں زناں ملکہ بے میغ تو

مرد تیری تیغ سے تابع ہوئے — عورتیں ہیں حسن پر شیدا ترے

پیش ما باشی تو بخت ما بود — جان ما از وصل تو صد جاں شود

رہ تو میرے پاس قسمت جاگ اٹھے — میری جاں سو جاں ہو تیرے وصل سے

ہم من و ہم ملک من مملوک تو — اے بہمت ملک ہا متروک تو

میں بھی تیرا ملک بھی یہ ہے ترا — تو وہ ہمت ور کہ شاہی چھوڑتا تھا

فلسفہ گفتش بسے وا و خموش — تا گہاں وا کرد از سر روئے پوش

فلسفیں سن کر وہ چپ تھا بے گماں — سر سے پھر رو پوش کھولا ناگہاں

تا چه گفتش او بگوشش عشق و درد — همچو خود در حال سرگردانش کرد

جانے اُس کے کان میں کیا کہہ دیا — عشق نے اپنی طرح بے خود کیا

دست او بگرفت با او یار شد — او هم از تاج و کمر بیزار شد

ہاتھ پکڑا اور یار اُس کا بنا — وہ بھی بیزار حکومت ہو گیا

تا بلادِ دور افتادند آں دو شه — عشق یک کرت بکرده است آیں گنه

دُور ملکوں تک گئے وہ دونوں شاہ — عشق سے پہلا ہوا کب یہ گناہ

بر بزرگاں شهد و طفلاں است شیر — او بهر کشتی بود من الاخیر

یہ بڑوں کو شہد ہے بچوں کو شیر — عشق ہر کشتی ڈبوتا ہے شریر

گر چو در کشتی شود غرقش کند — تا بقعر از پائے تا فرقش کند

یہ جو کشتی میں ہو پھر کیونکر بچے — سر سے پاتک تہ میں کر دے غرق اُسے

قصهٔ کیخسرو آں شاهِ زماں — هست شهره در میانِ انس و جاں

تو نے کیخسرو کا قصہ ہے سُنا — شہرۂ آفاق جو ہے برملا

غیر ایں دو بس ملوک بے شمار — عشق شاں بربود از ملک و تبار

دو یہ کیا۔ کتنے ہی شہ ایسے ہوئے — عشق نے جو ملک۔ گھر سے کھو دئے

جانِ ایں سه بچه هم گرد چیں — همچو مرغاں گشته هر سو دانه چیں

تینوں شہزادوں کی جاں بھی گردچیں — مرغ کی صورت تھی ہر سُو دانہ چیں

زهره نے تا لب کشائید از ضمیر — زانکه رازے با خطر بود و خطیر

کس کی طاقت راز عشق افشا کرے — کیونکہ تھے اس راز میں خطرے بڑے

صد هزاراں سر بیک تیغ آں زماں — عشق خشم آلوده زه کرده کماں

لاکھ سر اک جو ہیں۔ تو ٹکڑے ہوئے — عشق غصے سے کماں کھینچے ہوئے

عشق خود نے خشم و نے وقت خوشی — خوئے دارد دمبدم خیره کشی

عشق بے غصہ ہوا اور ہو خوشا عجب — اس کی خو ہے قتل کرنا بے سبب

این بود آں لحظہ کو خوشنود شد | من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد
جب یہ عالم ہے خوشی کے وقت کا | کیا کہوں غصے کا پھر میں ماجرا

یک مرغ جاں فدائے شیر او | کش کشاں عشق و ایں شمشیر او
بیشہ جاں ہے فدا اس شیر پہ | تاکہ مارے عشق اس کو بے خطر

کشتنش بہ از ہزاراں زندگی | سلطنتہا مردہ آں بندگی
قتل اس کا زندگی سے ہے بھلا | اس پہ مرتی ہے حکومت برملا

با کنایت رازہا با یک دگر | لیست گفتندے لبعد خوف و خطر
راز اشاروں سے وہ باہم کہتے تھے | کہتے چھپکے ڈر کے ڈر کے خوف سے

راز را غیر از خدا محرم نبود | آہ را جز آسماں ہمدم نبود
صرف اللہ راز سے تھا آشنا | آہ کا جز آسماں ہمدم نہ تھا

اصطلاحاتے میان ہمدگر | داشتند از بہر ایراد خبر
اصطلاحیں ان کی کچھ مخصوص تھیں | باخبر کرنے کو جو کافی ہوئیں !

زیں لسان الطیر عام آموختند | طمطراق سروری اندوختند
عام نے سیکھی پرندوں کی زبان | جس سے حاصل کرتے فر جاہ و شان

صورت آواز مرغ است ایں کلام | غافل است از جان مرغاں مرد عام
مرغ کی بولی ہے گویا یہ کلام | جان سے مرغوں کی غافل مرد عام

کو سلیمانے کہ داند لحن طیر | دیو اگرچہ ملک گیرد ہست غیر
اک سلیمان جانتے بولی مرغ کی | غیر ہے گو دیو لے ملک بھی

دیو بر شبہ سلیمان کردہ ایست | علم مکرش ہست علّمناش نیست
دیو ہم شکل سلیمان ہو کہیں | علم مکر اس کا ہے علّمنا نہیں

لہ قولہ تعالیٰ : ۔ علّمنا ۔ منطق الطیر ۔ یعنی ہم نے اسے (حضرت سلیمان کو) پرندوں کی بولی سکھائی ۔

چوں سلیماں از خدا بشاش بود ‏ ‏ ‏ منطق الطیرے ز علمناش بود

شادِ حق نے یوں سلیمانؑ کو کیا ‏ ‏ ‏ طائروں کی گفتگو کا علم تھا

تو زناں مرغِ ہوائی فہم کن ‏ ‏ ‏ کہ ندیدستی طیورِ مِن لدن

تو فقط مرغِ ہوائی جان لے ‏ ‏ ‏ کہ نہیں واقف طیورِ قدس سے

جائے سیمرغان بود آں سوئے قاف ‏ ‏ ‏ ہر خیالے را نباشد دست یاف

قاف کے اُس پار سیمرغوں کی جا ‏ ‏ ‏ کب ہے آساں ہو خیال ایسا رسا

ہر خیالے را کہ دید آں اتفاق ‏ ‏ ‏ آں گہش بعد العیاں افتد فراق

اتفاقاً اس نے دیکھا جو خیال ‏ ‏ ‏ ہو گئے ظاہر وہ ہوا فرقت کا حال

نے فراقِ قطع بہرِ مصلحت ‏ ‏ ‏ کایمن است از ہر فراق آں منقبت

ہجر یہ قطعی نہیں ۔ ہے مصلحت ‏ ‏ ‏ کیونکہ فرقت سے ہے اس میں یہ صفت

بہرِ استبقائے آں جسم چو جاں ‏ ‏ ‏ لحظہ و دایہ خود گردد نہاں

جسم قائم اس سے ہے یہ ظلِ جاں ‏ ‏ ‏ ابر میں ہو جو اک لحظہ نہاں

بہرِ استبقائے آں روحی جسد ‏ ‏ ‏ آفتاب از برف یکدم دور شد

جسمِ روحی کی بقا کے واسطے ‏ ‏ ‏ آفتاب اک دم الگ ہو برف سے

بہرِ جاں خویش جو ز ایشاں صلاح ‏ ‏ ‏ ہیں مدزد از حرفِ ایشاں اصطلاح

پس تو ان سے ڈھونڈ لے جاں کی فلاح ‏ ‏ ‏ مت چرا ان کے سخن سے اصطلاح

آں زلیخا از سپنداں تا بہ عود ‏ ‏ ‏ نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

عود سے اسپند تک ہر چیز کا ‏ ‏ ‏ نام یوسف تھا زلیخا نے رکھا

نام او در نامہا مکتوم کرد ‏ ‏ ‏ محرماں را سرِّ آں معلوم کرد

نام ان کا ناموں میں پنہاں کیا ‏ ‏ ‏ محرم اس کے راز سے تھے آشنا

۱ یعنی طائرانِ قدس سے ۔

۲ کالا دانہ جو نظرِ بد رفع کرنے کے لئے جلاتے ہیں ۔

چوں بگفتے موم ز آتش نرم شد	ایں بدے کاں یار با ما گرم شد
کہتی جب موم آگ سے نرم اب ہوا	تھا یہ مطلب، یار ہم سے ہے خفا
ور بگفتے مہ برآمد بنگرید	ور بگفتے سبز شد آں شاخ بید
کہتی گر وہ چاند نکلا دیکھ تو	کہتی گر سرسبز شاخ بید کو
ور بگفتے آبہا خوش می طپند	ور بگفتے خوش ہمی سوزد سپند
کہتی گر دریا تڑپ کر ہیں رواں	کہتی گر جلتا ہے خوب اسپند یاں
ور بگفتے برگہا خوش می تنند	دست بر ہم رقص و مستی می کنند
کہتی گر پتوں کا دیکھو کودنا	ہاتھ دے کر ہاتھ میں رقصاں ہیں کیا
ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت	ور بگفتے سر شہ شہباز گفت
کہتی گر کہ گل نے بلبل سے کہا	راز شہ شہباز نے افشا کیا
ور بگفتے چہ ہمایوں ست بخت	ور بگفتے کہ برافشانید رخت
کہتی گر کیا نصیبہ جاگ اٹھا	کہتی گر کس نے ہے جھاڑا بسترا
ور بگفتے کہ سقا آورد آب	ور بگفتے ہیں برآمد آفتاب
اور کہتی بہشتی لایا آب	کہتی گر دیکھو وہ نکلا آفتاب
ور بگفتے دوش دیگے پختہ اند	یا حوائج از درش یک لختہ اند
اور جو کہتی کل پکائی دیگ تھی	حاجتیں یا اس کے در سے ہیں لگی
ور بگفتے ہست نافہ بے نمک	ور بگفتے عکس می گردد فلک
اور اگر کہتی ہے روٹی بے نمک	گردشیں الٹی ہی کرتا ہے فلک!
ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم	ور بگفتے درد سر شد خوشترم
کہتی گر سر درد کرتا ہے برا	اور جو کہتی درد سر جاتا رہا
محرماں راز آں خبر بد کہ چہ گفت	گر مخالفت یا موافق گشت جفت
جو تھے محرم - جانتے تھے کیا کہا	یعنی دشمن دوست سے ہے مل گیا

گرستونے اعتناق او بُدے
ورنکو میدے فراق او بُدے

وصل تھا مقصود اگر اچھا کہے
اور جدائی - گر برائی وہ کرے

صد ہزاراں نام اگر برہم زدے
قصد او و خواہ او یوسف بُدے

لیتی دن بھر میں اگر لاکھوں وہ نام
اس کا مقصد ہوتا تھا یوسفؑ مدام

گرسنہ بودے چو گفتے نام او
می شدے سرمست و سیر از جام او

بھوکی گر ہوتی تو لیتی ان کا نام
سیر اور سرمست کرتا ان کا جام

تشنگیش از نام او ساکن شدے
نام یوسفؑ شربت باطن شدے

پیاس ان کے نام سے ہوتی فنا
نام یوسفؑ باطنی شربت ہوا

ور بُدے دردیش زاں نام بلند
درد او در حال گشتے سودمند

درد میں بھی درد سے اس نام کے
فائدہ اس درد میں ہوتا اُسے

وقت سرما بودے او را پوستین
ایں کند در عشق نام دوست ایں

پوستیں اُس کے لئے جاڑے میں تھا
یہ اثر الفت میں نام یار کا

عام می خوانند ہر دم نام پاک
ایں عمل نبود چو نبود عشق پاک

عام ہر دم نام پاک اُس کا پڑھیں
یہ اثر ہے عشق ہو کب پڑھنے میں

آنچہ عیسیٰ کردہ بود از نام ہو
می شدے پیدا ورا از نام او

نام حق سے تھا جو عیسیٰؑ نے کیا
نام یوسفؑ سے زلیخا کو ہوا

چونکہ با حق متصل گردید جاں
ذکر آں اینست و ذکر اینست آں

حق سے واصل جب کسی کی جاں ہوئی
جو کیا ہے - ذکر اس کا ہے یہی!

خالی از خود بود و پُر از عشق دوست
پس ز کوزہ آں تراود کاندروست

خود سے خالی - عشق جاناں سے بھری
کوزے میں جو ہوگا - ٹپکے گا وہی

خندہ بوئے زعفران وصل او
گریہ بوہائے پیاز آں بعاد

تھی ہنسی تو زعفران وصل سے
رونا تھا بوئے پیاز فصل[۱] سے

[۱] جدائی - فراق -

ہر سرے را ہست از دل صد مراد ‎— ایں فنا شد مذہب عشق و وداد

سیکڑوں ہیں مطلب جو دل میں ہوں نہاں ‎— عشق و الفت کا یہ مذہب ہے کہاں

یار باید عشق را روز آفتاب ‎— آفتاب آں روئے را ہمچوں نقاب

عشق کو خورشید سے ہے پُر ضیا ‎— پر مگر وہ ہے روئے یار کا

آنکہ نشناسد نقاب از روئے یار ‎— عابد الشمس است دست وے بدار

جو نقاب و رخ نہیں پہچانتا ‎— بھاگ اُس سے ہے پجاری شمس کا

روز او و روزی عاشق ہم او ‎— دل ہم او و دلسوزی عاشق ہم او

روز وہ ہے - روزی عاشق وہی ‎— دل وہی - دلسوزی عاشق وہی

ماہیاں را نقد شد از عین آب ‎— نان و آب و جامہ و دارو و خواب

مچھلیوں کو جیسے سب کچھ آب ہے ‎— روٹی پانی کپڑا - دارو خواب ہے

ہمچو طفل است و پستان شیر گیر ‎— می نداند در دو عالم غیر شیر

جیسے لڑکا دودھ لے پستان سے ‎— دو جہاں میں جانے کیا جز شیر کے

طفل داند ہم نداند شیر را ‎— راہ نبود ایں طرف تدبیر را

لڑکا جانے اور نہ جانے شیر کو ‎— راہ کب ہے اس طرف تدبیر کو

ہیچ کرد ایں گنج نامہ روح را[1] ‎— تا بیابد فاتح و مفتوح را

گنج نامہ یہ ہے شیدا روح کا ‎— راز سمجھے فاتح و مفتوح کا

گنج نبود در روش بلکہ اندرو ‎— حاملش دریا بود نے سیل جو

گنج نامہ کب - ہے پریشاں اندرو ‎— نہر کب - ہے بحر حامل اس کا تو

چوں بیابد او کہ باید گم شود ‎— ہمچو سیلے غرقہ قلزم شود

پانی روٹی - دودھ پھر گم ہو گیا ‎— غرق وہ جوں سیل قلزم میں ہوا

[1] تاکہ روح یعنی لڑکا اس بھید کو سمجھے کہ اس گنج نامے یعنی پستان کو کھولنے والا کون ہے - اور کھولا کیسا ہے - اور کس لئے +

دانہ چوں گم گردد آنگہ طیں شود — تا نمردی[1] زر ندادم ایں بود

دانہ جب گم ہو گیا مٹی بنا — اس کو یہ لیں "تو نے مر کر زر دیا"

پایۂ تخت چین کو بڑے شہزادے کی روانگی

یا بپائے رسانم بمقصود مرا — یا سر بنہم ہمچو دل از دست انجا

یا[2] تو مقصد پا کے ہونگا شادماں — بیل دل یا سر بھی دیدوں گا یہاں

آں بزرگیں گفت کاے اخوان من — زانتظار آمد بلب ایں جان من

جو بڑا تھا بولا۔ اے اخوان اب — انتظارِ یار سے ہوں جاں بلب

لاابالی گشتہ ام صبرم نماند — مر مرا ایں صبر در آتش فشاند

میں ہوں بے پروا۔ نہیں صبر اب مجھے — آگ پہ مجھ کو بٹھایا صبر نے

طاقتِ من زیں صبوری طاق شد — واقعہ عبرتِ عشاق شد

صبر سے اب مجھ میں طاقت ہے کہاں — عبرتِ عشاق میری داستاں

من زجاں سیر آمدم اندر فراق — زندہ بودن در فراق آمد نفاق

ہجر میں اب سیر ہوں میں جان سے — ہجر میں جینا خلاف اخلاص کے

چند درد فرقتش بکشد مرا — سر ببرد تا عشق سر بخشد مرا

اس کا دردِ ہجر کب تک مارے گا — کاٹ سر۔ تا عشق دے سود سرا

دینِ من از عشق زندہ بودن است — زندگی زیں جانِ سر ننگِ من است

میرا دین ہے زندہ ہونا عشق سے — عام جینا ننگ ہے میرے لئے

---

[1] یہ صدرِ جہاں بخارا کے قول کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ذکر اوپر گذرا۔ کہ ایک فقیہہ نے مردہ بن کر اس سے زر لیا تھا۔

[2] یہ بات بڑے شہزادے نے اپنے بھائیوں سے رخصت ہوتے وقت کہی۔

تیغ ہست از جانِ عاشق گرد روب ؎۱ | زانکہ سیف اُفتادہ محّاء الذنوب

مجازاً گردِ تن کو جاں سے تیغ ہے | کیونکہ مٹتے ہیں گنہ سب تیغ سے

چوں غبارِ تن بشد ماہم بتافت | ماہِ جانِ من ہوائے صاف یافت

ماہ چمکا جب غبارِ تن ہٹا | ماہِ جاں کو مل گئی ستھری فضا

عمرہا بر چنگِ عشقت اے صنم | اِنَّ فی موتی حیاتی می زنم

تیرے چنگِ عشق پہ گایا یہی | میرے مرنے میں ہے میری زندگی

دعویٔ مرغابیی کردہ ست جان | کے ز طوفانِ بلا آرد امان

جان کا دعویٰ ہے۔ مرغابی ہوں ہاں | مانگے طوفانِ بلا سے کب اماں

بط را ز اشکستنِ کشتی چہ غم | کشتیش بر آب بس باشد قدم

بط کو کشتی ٹوٹنے کا غم ہو کیا | اس کی کشتی ہے پانی پہ ہے بڑھا

زندہ زیں دعویٰ بود جان و تنم | من ازیں دعویٰ چگونہ تن زنم

زندہ اس دعوے سے جان و تن مرا | چپ ہوں اس دعوے سے کیونکر بھلا

خواب می بینم و لیکن خواب نے | مدعی ہستم و لے کذّاب ؎۲ نے

دیکھتا ہوں خواب۔ ہے یہ خواب کب | مدعی تو ہوں۔ مگر کذاب کب

گر مرا صد بار تو گردن زنی | ہمچو شمعم بر فروزم روشنی

اے مرے گر سو بار تو گردن مری | تو بڑھے جوں شمع مجھ میں روشنی

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس | شب رواں را خرمنِ آں ماہ بس

آگ خرمن کو جو گھیرے پیش و پس | شب رووں کو چاند کا خرمن ہے بس

کرد یوسفؑ را نہان مجتبیٰ | حیلتِ اخوان ز یعقوبؑ نبی

کر کے یوسفؑ کو نہاں کر دیا | بھائیوں نے توڑا دل یعقوبؑ کا

؎۱ جسم سے مراد ہے۔

؎۲ بہت جھوٹ بولنے والا۔

خفیہ کردندش ز حیلت سازیے ۔۔۔ کرد آخر پیرہن غمازیے
حیلہ سازی سے چھپایا کیا ہوا ۔۔۔ پیرہن نے راز ظاہر کر دیا

آں دو گفتندش نصیحت در سمر ۔۔۔ کہ مکن زا خطار خود را بیخبر
سُن کے دونوں بھائیوں نے یہ کہا ۔۔۔ خطروں سے خود کو نہ غافل کر ذرا

ہیں منہ بر زخمہائے ما نمک ۔۔۔ ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک
مت چھڑک زخموں پہ اے بھائی نمک ۔۔۔ زہر مت کھا، کر نہ جلدی - کر نہ شک

جز بتدبیر یکے شیخے کبیر ۔۔۔ چوں روی چوں نیست قلب بصیر
تو سوا اک شیخ کی تدبیر کے ۔۔۔ دل نہیں بینا تو کیونکر جا سکے

وائے آں مرغیکہ ناروئیدہ پر ۔۔۔ بر پرد بر اوج افتد در خطر
آہ وہ طائر جو ہوے بال و پر ۔۔۔ اُڑ کے سوئے چرخ ہو وقف خطر

عقل باشد مرد را بال و پرے ۔۔۔ چوں ندارد عقل باشد ابترے
عقل بال و پر ہے مردوں کے لئے ۔۔۔ ہوں وہ ابتر - ہوں جو خالی عقل سے

یا مظفر یا مظفر جوئے باش ۔۔۔ یا نظر ور یا نظر ور جوئے باش
یا مظفر ہو - مظفر ڈھونڈ یا ۔۔۔ یا نظر ور ہو نظر ور ڈھونڈ یا

بے ز مفتاح خرد ایں قرع باب ۔۔۔ از ہوا باشد نہ از روئے صواب
بے کلید عقل مت در کھٹکھٹا ۔۔۔ حرص سے ہے - راستی سے کب بھلا

عالمے در دام می بیں از ہوا ۔۔۔ وز جراحت ہائے ہمرنگ دوا
ہے ہوس کے جال میں عالم پھنسا ۔۔۔ اور ہیں سب زخم ہمرنگ دوا

ایستادہ مار بر سینہ چو مرگ ۔۔۔ در دہانش بہر صید اشگرف برگ
سانپ سینے پہ کھڑا ہے مثل مرگ ۔۔۔ منہ میں ہے بہر شکار اک طرفہ برگ

در حشائش چوں حشیشے او بپاست ۔۔۔ مرغ پندارد کہ آں شاخ گیاست
گھاس میں ہے گھاس کی صورت کھڑا ۔۔۔ مرغ سمجھے گھاس ہے وہ بے بلا !

چوں نشیند بہر خوردے ریگ — پس فتد اندر دہانِ مار و مرگ

کھانے کو بیٹھے جو وہ گھاس کے — سانپ کے منہ میں وہ فوراً جا پڑے

کرد مستسقی دہانِ خویش باز — گرد دندانہاش کرمان دراز

پھر بابر کر لیا اس نے دہاں — کیڑے اس کے دانتوں کے بیچ گرداں

از بقیۂ خورد کہ در دندانش ماند — کرمہا روئید پُر دندان فشاند

باقی کھانا تھا جو اندر دانتوں کے — اس سے کیڑے دانتوں میں پیدا ہوئے

مرغکاں بینند کرم و قوت را — مرغ چیند از دہاں تابوت را

مرغ کیڑوں سمجھتے ہیں غذا — اور جاتے کو چرا کہ بے بلا

چوں دہاں پُر شد ز مرغ او ناگہاں — در کشد شاں و فرو بندد دہاں

اس کا منہ مرغوں سے جس دم بھر گیا — بند منہ ان کو نگل کر لیا

ایں جہاں پُر ز نقل و پُر ز ناں — چوں دہانِ باز آں تمساح داں

یہ جہاں ہے نقل و روٹی سے بھرا — جس طرح گھڑیال کا منہ ہے کھلا

بہر کرم و طعمہ اے روزی تراش — از فنِ تمساح دہر ایمن مباش

واسطے انکو کیڑے کھانے کے لئے — ہو نہ ایمن دہر کے گھڑیال سے

روبہ افتد پہن اندر زیرِ خاک — بر سرِ خاکش حبوب گرد ناک

خاک کے نیچے ہے لیٹی لومڑی — خاک پہ ہیں گرد کے دانے اجی

تا بیاید زاغ غافل سوئے آں — پائے او گیرد بہ مکر آں مکرداں

اور کوا غافل آتا ہے ادھر — پاؤں پکڑے لومڑی اس کا مکر

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست — چوں بود مکرِ بشر کو مہتر است

مکر لاکھوں ہیں جو حیواں میں بھرے — مکر کیسے ہوں گے پھر انسان کے

مصحفے[1] در کف چو زین العابدینؒ — خنجرِ پُر زہر اندر آستیں

ہاتھ قرآں مثلِ زین العابدینؒ — خنجرِ پُر زہر زیرِ آستیں

[1] حضرت امام زین العابدینؒ سے مراد ہے۔

گوید آں عثمان کہ اے مولائے من / در دل او یا بے پُر سحر و فن

تجھ سے ہنس کر کہتا ہے آقا مرے / دل میں وہ پُر سحر اک بابل رکھے

زہر قاتل صورتش شہد است و شیر / ہیں مرو بے صحبت پیر خبیر

زہر ہے وہ۔ ظاہر اس کا شہد و شیر / تو نہ جا بے صحبت پیر خبیر

جملہ لذات ہوا مکر است و زرق / سوز و تاریکیست گرد نور برق

حرص کی ہیں لذتیں پُر مکر سے / سوز ظلمت گرد نور برق کے

برق نورے کوتہ و کذب و مجاز / گرد او ظلمات و راہ تو دراز

برق جھوٹا نور اور کذب و مجاز / ظلمت اس کے گرد تیری رہ دراز

نے بنورش نامہ تانی خواندن / نے بمنزل اسپ تانی راندن

پڑھ سکے تو خط نہ اس کے نور سے / گھوڑا منزل تک نہ تو لے جا سکے

لیک جرم آں کہ باشی رہن برق / از تو رو اندر کشد انوار شرق

اس خطا میں کہ تو ہے رہن برق / منہ چھپاتے تجھ سے ہیں انوار شرق

خشم گیرد بر دلت آں آفتاب / کہ تو جوئی از عطارد نور و تاب

تجھ سے ہوتا ہے خفا وہ آفتاب / تو عطارد سے جو ڈھونڈے نور و تاب

می کشاند مکر برقت بے دلیل / در مغارہ مظلمے شب میل میل

تجھ کو مکر برق کھینچے بے دلیل[1] / غار میں تاریک ہے جو میل میل

برکہ افتی گاہ بر جوئے اوفتی / گہ بداں سو گہ بدیں سو اوفتی

تو گرے گا کوہ پہ۔ گہ نہر پہ / اور گرے گا ہے ادھر گاہے ادھر

خود نہ بینی تو دلیل اے راہ جو / ور ببینی رو بگردانی کہ کو

خود نہ دیکھے اپنا رہبر بے گماں / دیکھے تو منہ پھیر کر کہدے کہاں

[1] رہنما۔

من سفر کردم دریں رہ شصت میل ۔ مر مرا گمراہ گوید آں دلیل!

ساٹھ میل اس راہ میں ہوں میں چلا ۔ پھر بھی گمرہ کہتا ہے وہ رہنما

گر نہم من گوش سوئے آں شگفت ۔ راہ او را ہم زسر بالا گرفت

کان رکھوں اس کی جانب میں اگر ۔ چاہیئے یوں پھرے رستہ سر بسر

من دریں رہ عمر خود کردم گرو ۔ ہر چہ بادا بادا اے خواجہ برو

عمر اسی رستے میں گذری ہے ملا ۔ جو بھی ہوتا ہو۔ سو ہو اسے خواجہ جا

راہ کردی لیک در ظنے چو برق ۔ عشر[1] آں ظن[2] بود وحی چو شرق

تو چلا ہے ظن میں جو تھا مثل برق ۔ تھوڑا چل پر ہیر وحی مثل شرق

ظن لا یغنی من الحق خواندۂ ۔ وز چناں برقے زشرقے ماندۂ

ظن نہ توڑے حق سے یہ تو نے پڑھ دیا ۔ شرق سے پھر برق کے باعث چھٹا

ہیں درا در کشتی ما اے تژند ۔ یا کہ آں کشتی بایں کشتی ببند

و گھبرا! کشتی میں میری بیٹھ جا ۔ اپنی کشتی باندھ اس کشتی سے یا

گوید او چوں ترک گیرم گیر و دار[3] ۔ چوں روم من در طفیلت کل وار

وہ کہے کیونکر میں چھوڑوں گیر و دار ۔ چوں طفیلی کیوں چلوں میں کل وار

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں ۔ زاں یکے ننگست و صد ننگست ایں

اندھا رہبر ساتھ تنہا سے بھلا ۔ اس میں اک ننگ اس میں سو ہیں بڑا

می گریزی از پشہ در کژدمے[4] ۔ از نمے تو می گریزی در یمے

سوئے کژدم بھاگتا مچھر سے ہے ۔ نم سے تو دریا کو بھاگے ہے بچے

---

[1] دسواں حصہ ۔

[2] قولہ تعالیٰ: إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ یعنی بیشک گمان کسی چیز کو حق سے بے پروا نہیں کرتا ۔

[3] حکومت ۔ [4] بچھو ۔

می گریزی از جفاہائے پدر
درمیان لوطیان شور و شر

بھاگتا ہے تو جفائے باپ کی
لوطیوں کے شر سے بے دلبستگی

می گریزی مثل یوسفؑ زاں نمط
تا ز ترتع تلعب افتی در چہی

مثل یوسفؑ کا اُن سے جو بھاگتا
تا کنوئیں میں گر پڑے تو بر ملا

زیں تفرج در چہ افتی ہمچو او
عزتو لیک آں عنایت یار کو

تو کنوئیں میں گر پڑا اس سیر[1] سے
لطف حق لیکن کہاں حاصل تجھے

گر نبودے آں بدستوری پدر
بر نیاوردے ز چہ تا حشر سر

وہ نہ ہوتا اذن سے گر باپ کے
کب نکلتے حشر تک وہ چاہ سے

آں پدر بہر دل او اذن داد
گفت چوں نیست میلت خیر باد

دی اجازت باپ نے دلجوئی سے
بولے۔ خواہش تیری راس آئے تجھے

ہر ضریرے کز مسیحے سر کشد
او چو دانہ بماند از رشد

گر کوئی اندھا مسیحا سے پھرے
تو ہدایت سے وہ بے بہرہ رہے

قابل ضو بود گرچہ کور بود
شد ازیں اعراض او کور و کبود

نور کے قابل تھا گو اندھا وہ تھا
وہ تو روگردانی سے اندھا رہا

گویدش عیسیٰؑ بزن در من دو دست
اے عمی کحل عزیزی با من است

بولے عیسیٰؑ تھام لے مجھ کو ذرا
پاس میرے سرمہ نابینائی کا

از من ار کوری بیابی روشنی!
بر قمیص یوسف جاں برزنی

کوری زائل روشنی مجھ سے ملے
پیرہن سے یوسف جاں کے لگے

کاروبارے کت رسد بعد شکست
اندر آں اقبال و منہاج رہ است

بعد حرماں ہو جو حاصل کاروبار
اس میں ہے اقبال و راہ راست یار

[1] یعنی سیر۔

کار و بارے کہ ندارد پا و سر ‏— ترک گیر اے پیر خر اے پیر خر

کام وہ جس کا نہیں کچھ پا و سر ‏— چھوڑ اُسے اے پیر خر اے پیر خر

کار و بارے کاں ندارد پا و دست ‏— ترک گیر اے بو الفضول گیج و مست

بے سر و پا ہے جو کوئی کار و بار ‏— چھوڑ اُسے اے احمق اے بیہودہ کار

غیر پیر استاد و سر لشکر مباد ‏— پیر گردوں نے و لے پیر رشاد

ہو نہ سر لشکر کوئی بھی غیر پیر ‏— پیر بھی کیسا جو ہو روشن ضمیر

ور نہ ماں گر پیر را شد زیر دست ‏— روشنائی دید و از ظلمت برست

جس کی بیعت کر کے دل روشن ہوا ‏— نور دیکھا اور ظلمت سے چھٹا

شرط تسلیم است نے کار دراز ‏— سود نہ بود در ضلالت ترکتاز

اچھا سب کچھ سونپ دے تو پیر کو ‏— گمرہی کی دوڑ سے کب نفع ہو

من نجویم زیں سپس راہ اثیر ‏— پیر جویم پیر جویم پیر پیر

میں بھی ڈھونڈونگا نہ راہ [illegible] ‏— پیر ڈھونڈوں ۔ پیر ڈھونڈوں پیر پیر

پیر باشد نردبان آسماں ‏— تیر پراں از کہ گردد از کماں

پیر سیڑھی ہے برائے آسماں ‏— کون اُڑاتا تیر کو ہے بس کماں

نے ز ابراہیم نمرود گراں ‏— کرد با کرگس سفر بر آسماں

بے خلیل اللہ نمرود اُڑ گیا ‏— چرخ کو اور ساتھ گدھ تھے برملا

از ہوا شد سوئے بالا او بسے ‏— لیک بر گردوں نپرد کرگسے

وہ ہوا سے گو بہت اُوپر گیا ‏— آسماں پہ کوئی گدھ کب چڑھ سکا

گفتش ابراہیمؑ کاے مرد سفر ‏— کرگسے من باشم اینک خوب‌تر

بولے ابراہیمؑ اے مرد سفر ‏— گدھ بنا کر مجھ کو اُڑ ہے خوب تر

چوں ز من سازی ببالا نردباں ‏— بے پریدن بر شوی بر آسماں

تو مجھے سیڑھی بنائے گا اگر ‏— بے اُڑے پہنچے گا فوراً چرخ پر

آں چناں کہ می رود تا غرب شرق ۔۔۔ بے زر زادو رواحلہ ایں دل چو برق

جس طرح اڑ جاتا ہے تا غرب و شرق ۔۔۔ بے سواری کے مرا دل مثل برق

آنچنانکہ میرود شب از اغتراب ۔۔۔ حس مردم شہرہا در وقت خواب

جیسے جاگے جوں مسافر رات کو ۔۔۔ لوگوں کی حس۔ جوں وہ محو خواب جو

آنچنانکہ عارف از راہ نہاں ۔۔۔ خوش نشستہ می رود در صد جہاں

جیسے عارف کوئی خفیہ راہ سے ۔۔۔ بیٹھے بیٹھے سو جہانوں میں پھرے

گر نہ دادستش چنیں رفتار دست ۔۔۔ ایں خبرہا زاں ولایت از کہ ہست

یہ اگر رفتار اُسے حاصل نہیں! ۔۔۔ کس سے خبریں اس ولایت کی ملیں

ایں خبرہا واں روایات محق ۔۔۔ صد ہزاراں پیر بر وے متفق

پس تو یہ سب خبریں سچی جان لے ۔۔۔ متفق لاکھوں ہی پیر اس پہ ہوئے

یک خلافے نہ میان ایں قروں ۔۔۔ آنچنانکہ ہست در علم و ظنون

اس میں صدیوں سے نہیں کچھ اختلاف ۔۔۔ علم و ظن میں جس طرح ہے صاف صاف

آں تحری آمد اندر لیل تار ۔۔۔ دیں حضور کعبہ و وسط نہار

سمت کعبہ ڈھونڈیں شب کو برملا ۔۔۔ دوپہر کو کعبے کا کیا ڈھونڈتا

خیز اے نمرود پر جو از کساں ۔۔۔ نردبانے نایدت زیں کرکساں

لے لے پر مردوں سے اے نمرود! ہاں ۔۔۔ سیڑھی پائے گا گدھوں سے تو کہاں

عقل جزوی کرکس آمد اے مقل ۔۔۔ پر او با جیفہ خواری متصل

عقل جزوی مثل گدھ کے جان لے ۔۔۔ اس کے پر مردار خواری سے بنے

عقل ابدالاں چو پر جبرئیل ۔۔۔ می پرد تا ظل سدرہ میل میل

عقل ابدالاں ہے پر جبرئیل ۔۔۔ اڑ کے سدرہ تک جو پہنچے میل میل

باز سلطانم گشم نیکو پیم ۔۔۔ فارغ از مردارم و کرگس نیم

باز سلطاں نیک پے ہوں اور حسیں ۔۔۔ دور ہوں مردار سے کرگس نہیں

ترک کرکس کن کہ من باشم کست — یک پر من بہتر از صد کرکست

چھوڑ گدھ کو میں ہوں ساتھی ترا — سو گدھوں سے بہتر اک پر میرا

چند بر عمیا دوانی اسپ را — باید استا پیشہ را و کسب را

اسپ اندھے پن سے دوڑا تا کجا — فن کو ہے استاد لازم برملا

خویش را رسوا مکن در شہر چین — عاقلے جو خویش را زو در مچین

چین میں بدنام تو خود کو نہ کر — ڈھونڈ عاقل مست بچا اس سے نظر

آنچہ گوید اے فلاطون زماں — ہیں ہوا بگذار و رو بر وفق آں

جو کہے وہ اے فلاطون زماں — حرص کو چھوڑ اور وہی کر بے گماں

جملہ می گویند اندر چیں بجد — بہر شاہ خویشتن کہ لم یلد

کہتے ہیں اصرار سے سب اہل چیں — شاہ نے بچہ جنا کوئی نہیں

شاہ ما خود ہیچ فرزندے نزاد — بلکہ سوئے خویش زن را رہ نداد

کب ہمارے شاہ نے بچہ جنا — بلکہ عورت کو نہ پاس آنے دیا

ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت — گردنش با تیغ براں گشت جفت

گر کسی شہ نے اسے ایسا کہا — تیغ سے گردن ہوئی اس کی جدا

شاہ گوید چونکہ گفتی ایں مقال — زود ثابت کن کہ من دارم عیال

شہ کہے ظاہر کیا جو یہ خیال — جلد ثابت کر میں رکھتا ہوں عیال

مر مرا دختر اگر ثابت کنی — یافتی از تیغ تیزم ایمنی

میری بیٹی تو اگر ثابت کرے — امن پائے میری تیغ تیز سے

ورنہ بیشک من ببرم حلق تو — برکشم از صوفی جاں دلق تو

ورنہ تیرا حلق کاٹوں بے گماں — تیری جاں تن سے جدا کر دوں یہاں

۱ چھوٹے شہزادے بڑے بھائی سے کہہ رہے ہیں۔

سر نخواہی برد ہیچ از تیغ تو | اے بگفتہ لاف کذب آمیغ تو

کیونکہ جانے گا سر تیغ سے | جھوٹے دعوے تو نے یہ سب ہیں کیے

بنگر اے از جہل گفتہ ناحقے | پر ز سرہائے بریدہ خندقے

دیکھ تو جہل سے بکتا ہے | پٹ رہی ہے خندق سروں سے جھوٹوں کے

خندقے از قعر خندق تا گلو | پر ز سرہائے بریدہ از غلو

نیچے سے خندق ہے اوپر تک بھری | اتنے سر ہیں حد سے ہے گزری ہوئی

جملہ اندر کار ایں دعوی شدہ | گردن خود را بدیں دعوی زدہ

ان میں سب نے جھوٹے دعوے تھے کیے | سر کٹائے جھوٹے دعووں کے لیے

ہیں ببیں آخر بہ چشم اعتبار | ایں چنیں دعوی میندیش شہسوار

چشم عبرت سے تو دیکھ اے بے خبر | ایسا دعوی بیہودہ ہرگز نہ کر

تلخ خواہی کرد بر ما عمر ما | گر بدیں می دار وائے داورت

تلخ کر دے گا ہماری عمر کو | تو رہے گا قائم اس دعوے پہ جو

گر رود صد سال آں آگاہ نیست | بر عمی آں از حساب راہ نیست

سو برس گر مدت چلتا ہے خام کار | رہ جیسے تو کچھ نہ ہو اس کا شمار

بے سلاحے در مرو در معرکہ | ہمچو بیباکاں مجہ در تہلکہ!

معرکے میں جا نہ بے ہتھیار کے | تا نہ جوں بے باک آفت میں پڑے

ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور | کہ مرا زیں گفتہا آید نفور

سن کے یہ بے صبر وہ کہنے لگا! | مجھ کو نفرت ہے یہ کیوں مجھ سے کہا

سینہ پر آتش مرا چوں منقل است | کاملم آمد کشتہ وقت مقبل است

آگ سے سینہ انگیٹھی سا بھرا | کھیت کے کٹنے کا وقت اب آ گیا

صد ردا صبرم بُد اکنوں تنگ ماند | بر مقام صبر عشق آتش فشاند

میرے دل کو صبر تھا پہ اب کہاں | صبر کی جا عشق ہے آتش فشاں

صبر من مرد آں ساعت کہ عشق زاد
در گذشت او حاضراں را عمر باد

صبر میرا مر گیا ۔ عشق آ گیا
حاضروں کی خیر ہو اب اے خدا

اے محدث از خطاب و از خطوب
در گذشتم آں ز شے سر وے مکوب

گذر اے ناصح میں وعظ و پند سے
سر لوہا کوٹتا ہے کس لئے

سرنگونم ہیں رہا کن پائے من
فہم کن ور حیلہ ہا اجزائے من

سرنگوں ہوں ۔ چھوڑ دے پاؤں مرا
غور کر کیا حال میرا ہو گیا

اشترے ام تا گواہم می کشم
چوں فتادم زار با کشتن خوشم

اونٹ ہوں ۔ کھینچا ۔ کھینچا جب تلک
خوش ہوں مرنے پر گرا جب ہو کے زار

بر سر مقطوع اگر صد خندق است
پیش درد من مزاج مطلق است

سر پریدہ پہ جو سو خندق ہو اب
آگے میرے درد کے ہیں ایک سب

من نخواہم زد دگر از خوف و بیم
ایں چنیں طبل ہوا زیر گلیم

اب نہ میں ڈر سے بجاؤں برملا
نیچے کمبل کے یہ طبلہ حرص کا

من علم اکنوں بہ صحرا می زنم
یا سر اندازی دیار روئے صنم

بلکہ اب میدان میں جھنڈا گاڑ دونگا
یا گیا سر یا ملا وہ دل ربا

حلق کاں نبود سزائے آں شراب
آں بریدہ بہ ز شمشیر و ضراب

حلق جو اس کے لائق ہی نہ ہو
اچھا ہے تلوار سے کٹ جائے جو

دیدہ کاں نبود ز وصلش در فرہ
آں چناں دیدہ سپیدہ کور بہ

آنکھ جو محروم دیدار ہو
اچھا ہے اندھی ہی وہ ہو جائے جو

گوش کاں نبود سزائے راز او
بر کنش کہ نبود آں بر سر نکو

کان جو نا اہل راز یار ہو
اچھا ہے اندھی ہی وہ ہو جائے جو

اندر آں دستے کہ نبود آں نصاب
آں شکستہ بہ ز ساطور قصاب

ہاتھ ایسا جس میں دولت کچھ نہ ہو
وہ قصائی کی چھری سے کاٹ دو

آں چناں پائیکہ از رفتارِ او | جاں خود بود و بہ نرگس زارِ او
پاؤں، ایسا جس کی یہیں رفتار سے | جاں لے اس کے نہ نرگس بو دے

آں چناں پا در حدید اولیٰ تر است | آں چناں پا عاقبت دردِ سر است
خوب ہے - زنجیر ہی میں ہو اگر | کیونکہ آخر ہے وہ پاؤں دردِ سر

مجاہد کا بیان

یا دریں رہ می بیابم کامِ من | یا چو باز آیم زرہ سوئے وطن
جستجو کا منزل پہ پاؤں گے کھلا | یا وہی لوٹ آؤں گا جوں پاؤں

بو کہ موقوف است کامم بر سفر | چوں سفر کردم بیابم در حضر
آرزو شاید ہے موقوفِ سفر | پھر اسے پاؤں گا میں وقتِ حضر[2]

یار را چنداں بجویم جد و جست | تا بدانم کہ نمی بایست جست
یار کو ڈھونڈوں میں جد و جہد سے | تاکہ جانوں، اب نہ ڈھونڈنا چاہیے

ایں معیت کے رود از گوشِ من | تا نگردم گردِ دورانِ زمن
یہ معیت[3] کان سے نکلے کہاں | خوب جب تک پھر دوں گردِ جہاں

کے کنم من از معیت فہم راز | جز کہ از بعد سفرہائے دراز
کس طرح سمجھوں معیت کا میں راز | بالیقیں غیر سفرہائے دراز

حق معیت گفت و دل را مہر کرد | تاکہ عکس آں بگوش آید نہ طرد
حق معیت بولا - دل پر مہر کی | تا سنے ہر بات وہ برعکس ہی

۱ بڑا شہزادہ اپنے بھائیوں سے کہہ رہا ہے۔

۲ سفر کی ضد، گھر میں رہنا۔

۳ اللہ معکم اینما کنتم کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جہاں کہیں تم ہو، اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

چوں سفرہا کرد دل را راہ داد | بعد از اں مہر از دل او بر کشاد

جب سفر دل نے کئے دی راہ بھی | بعد میں مہر اس کے دل سے کھول دی

چوں خطاہا آں صفات باصفا | گردوش روشن ز بعد و خطا

جوں چمکیں جیسے بعد و خطا | ویسے روشن ہوں صفات باصفا

بعد از آں گوید اگر دانستمے | ایں معیت را کہ او را جستمے

پھر کہے گر یہ معیت جانتا | ڈھونڈتا میں کس لئے اس کو بھلا

دانشِ آں بود موقوفِ سفر | نایدآں دانش بہ تیزی فکر

جانتا اس کا تھا موقوفِ سفر | فکر سے حاصل نہیں ہوتا مگر

آنچناں کہ وجہ وامِ شیخ بود | بستہ و موقوف گریہ آں عنود

جیسے صورت قرض و وامِ شیخ کی | رونے پہ اس طفل کے موقوف تھی

کودک حلوائے بگریست زار | توختہ شد وام آں شیخ کبار

رو دیا حلوائی کا لڑکا زار زار | سر سے اترا شیخ کے قرضے کا بار

گفتہ شد آں داستان معنوی | پیش ازیں اندر بیان مثنوی

آچکی یہ داستان معنوی ! | پیشتر ہی درمیان مثنوی

در دولت خوف افگند در موضعے | تا نباشد غیر آں جنت مطمعے

دل میں خوف اک گاؤں سے پیدا | تا طمع پیدا نہ ہو اس کے سوا

در طمع خود فائدہ دیگر نہد | واں مراد از کسے دیگر دہد

خود طمع میں فائدہ ز انمر سکے | اور دے تیری مراد اک اور سے

اے طمع بربستہ یک جائے سخت | کہ دہم میوہ ازیں عالی درخت

اک جگہ تو نے طمع رکھی ہے سخت | دے مجھے میوہ یہی عالی درخت

آں طمع زنجا نخواہد شد وفا | بل ز جائے دیگر آید آں عطا

وہ طمع اس جا سے کب پوری ہوئی | دوسری جا سے وہ بخشش آئیگی

آں طمع را پس چرا در تو نہاد	چوں نبودش نیّت اکرام و داد
وہ طمع کیوں تجھ میں رکھتا بر ملا	گر نہ ہوتی نیّت جود و عطا
از برائے حکمتے و صنعتے	نیز تا باشد دلت در حیرتے
ایک حکمت اور صنعت کے لئے	نیز تیرا دل تعجب میں پڑے
تا دلت حیراں بود اے مستفید	کایں مرادم از کجا خواہد رسید
تا کہ دل حیران رہ جائے ترا	یہ مراد اپنی کہاں سے پاؤں گا
تا بدانی عجز خویش و جہل خویش	تا شود ایقان تو در غیب بیش
تا تو سمجھے اپنے عجز و جہل کو	غیب پہ زائد یقیں تا تجھ کو ہو
ہم دلت حیراں شود در منتجع	کہ چہ رو یابد مصرّف زیں طمع
دل چراگہ میں رہے حیراں ترا	اس طمع سے کیا اُگائے وہ بھلا
طمع داری روزیے در درزئی	تا ز خیاطی بری مال مجزئی
طمع درزی میں ہیں روزی کی تجھے	تا کہ کپڑے سینے سے روزی ملے
رزق تو در زرگری آید پدید	کہ ز وہمت بود آں مکسب بعید
زرگری سے رزق ہے پیدا ہوا	کسب تیرے وہم سے وہ دور تھا
پس طمع در درزئی بہر چہ بود	چوں ترا در جائے دیگر در گشود
طمع درزی میں بھلا پس کیوں تھی تجھے	دوسرا جب در کھلا تیرے لئے
بہر تا در حکمتے در علم حق	کہ نوشت آں حکمتے در ما سبق
تا ہو ظاہر حکمتِ حق بر ملا	پیشتر جیسا کہ ہے لکھا گیا
نیز تا حیراں شود اندیشہات	تا کہ حیرانی بود کل پیشہات
نیز تا حیراں ہو اندیشہ ترا	تا کہ حیرانی ہو کل پیشہ ترا
یا وصال یار زیں سعیم رسد	یا ز راہ خارج از سعی جسد
وصلِ دلبر یا تو ہو اس سعی سے	جسم کی کوشش سے یا مجھ کو ملے

من نگویم زیں طریق آید مراد ‌ ‌ می طپم تا از کجا خواہد کشاد

کیا کہوں کس شور سے مقصد ملے ‌ ‌ ہوں تڑپتا کامیابی کے لئے

سر بریدہ مرغ ہر سوی طپد ‌ ‌ تا کدامی سو رہد جاں از جسد

جس طرح اک مرغ بسمل ہو تپاں ‌ ‌ تا کسی صورت تو نکلے تن سے جان

یا مراد من برآید زیں خروج ‌ ‌ یا ز برجے دیگر از ذات البروج

اس سفر سے یا مجھے مقصد ملے ‌ ‌ آسمان کے یا کسی اک برج سے

ایک فضول خرچ کی حکایت

بود زر میراثے را بے شمار ‌ ‌ جملہ را خورد و بماند او زار زار

زر کسی کو ورثے میں بے حد ملا ‌ ‌ کھا گیا سب اور مفلس ہو گیا

مال میراثی ندارد خود وفا ‌ ‌ چوں بناکام از گزشتہ شد جدا

مالِ موروثی ہے خود ہی بے وفا ‌ ‌ نامرادی سے ہو سابق سے جدا

او نداند قدر ہم کاز زاں بیافت ‌ ‌ کو بکد و کسب و رنجش کم شتافت

وہ نہ جانے قدر، مفت اس کو ملا ‌ ‌ محنت و کوشش نہ کی اس نے ذرا

قدرِ جاں زاں می ندانی اے فلاں ‌ ‌ کہ بدادت حق بہ بخشش رائگاں

تو نہ جانے قدرِ جاں اس واسطے ‌ ‌ مفت بخشی تجھ کو یہ اللہ نے

نقد رفت و جنس رفت و خانہا ‌ ‌ ماند چوں چغداں دریں ویرانہا

نقد و جنس اور گھر جو تھا سب کھو گیا ‌ ‌ خود وہ ویرانوں میں اُلّو سا رہا

گفت یارب برگ دادی رفت برگ ‌ ‌ یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ

بولا یارب میرا سب ساماں گیا ‌ ‌ یا تو رب ساماں دے یا کر فنا

چوں تہی شد یاد حق آغاز کرد ‌ ‌ یارب و یارب اجرنی ساز کرد

جب ہوا مفلس تو کی یادِ خدا ‌ ‌ فضل کر اے میرے رب! کہنے لگا

چوں پیمبرؐ گفت مومن مزہر است — در زمانِ خالیے نالہ گر است

بولے پیغمبرؐ ہے مومن بانسری — ہوتی ہے خالی تو وہ ہے چیختی؛

چوں شود پُر مطربش بنہد ز دست — پُر مشو کا سیب دست اوخوش است

پُر جو ہو تو چھوڑے مطرب بے گماں — پُر نہ ہو، پُر ہونا تو خود ہے زیاں

خالی آ و باش بین الاصبعین[1] — کز مئے لا این سرمست است این

خالی ہو وہ، انگلیوں کے درمیاں — پھر مئے لا کی تو دیکھے مستیاں

رفت طغیانِ آب از چشمش کشاد — ابر چشمش زرعِ دیں را آب داد

رو پڑا۔ وہ سرکشی جاتی رہی — کشتِ دیں سیراب اس کی ہو گئی

در دعا و لابہ ورزد ہر دو دست — زر طلب شد بے تعب آں زر پرست

ہاتھ اٹھائے عاجزی سے کی دعا — بے تکلف زر کا وہ طالب ہوا

دعائے مومن کے قبول ہونے میں تاخیر کی وجہ

اے بسا مخلص کہ نالد در دعا — تا شود دودِ خلوصش بر سما

مخلص اکثر کرتے ہیں رو رو کر دعا — آسماں پر جائے ان کی آہ تا

تا شود بالائے ایں سقفِ بریں — بوئے مجمر از انینِ مذنبیں

اور پہنچ جائے کہیں تا آسماں — مجرموں کے آہ و نالہ کا دھواں

پس ملائک با خدا نالند زار — کاے مجیبِ ہر دعائے مستجار

پس فرشتے کہتے ہیں رو رو کے آہ — اے مجیب[2] التجا! جائے پناہ

بندۂ مومن تضرّع می کند — او نمی داند بجز تو مستند

بندۂ مومن ترا ہے رو رہا — اور اسے تکیہ نہیں تیرے سوا

[1] یعنی خدا کی انگلیوں کے ۔

[2] قبول کرنے والا ۔

صلها بیگانگاں را می دہی — از تو دارد آرزو ہر مشتری

دیتا ہے انعام تو کافر کو بھی — آرزو رکھتا ہے ہر طالب تری

حق بفرماید کہ زخواری اوست — عین تاخیر عطا یاری اوست

حق کہے اس دم یہ کب خواری سے ہے — یہ عطا میں دیر تو یاری سے ہے

نالۂ مومن ہمی داریم دوست — گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست

نالۂ مومن پسند آئے ہمیں — گڑگڑائے جا ہے عزت رونے میں

حاجت آوردش زغفلت سوئے من — آں کشیدش مو کشاں درکوئے من

تھا وہ غافل حاجت اب لائی اسے — میرے کوچے میں پکڑ کر بالوں سے

گر بر آرم حاجتش او وارود — ہم دراں بازیچہ مستغرق شود

اس کی حاجت ہم اگر پوری کریں — غرق ہو پھر غفلتوں کے کھیل میں

گرچہ می نالد بجاں او سوگوار — دل شکستہ سینہ خستہ گو بزار

روتا ہے گو جان و دل سے سوگوار — دل شکستہ سینہ خستہ اور زار

خوش ہمی آید مرا آواز او — واں خدایا گفتن و آں راز او

ہے پسند اس کا ہمیں یہ چیخنا — راز کہنا اور کہنا اے خدا

وانکہ اندر لابہ و در ماجرا — می فریباند بہر نوعے مرا

اور خوشامد کرنا اس کام میں — ہر طرح کردیتا ہے مائل ہمیں

طوطیان و بلبلاں را از پسند — از خوش آوازی قفس در می کنند

طوطی و بلبل کی خوب آواز ہے — قید کرنے میں انہیں یہ راز ہے

زاغ را و چغد را اندر قفص — کے کنند ایں خود نیامد در قصص

کوے اور الو کو پنجرے میں بھلا — کوئی رکھتا ہے یہ قصوں میں سنا

پیش شاہد باز چوں آید دو تن — آں یکے کمپیر و آں یک خوش ذقن

آگے شاہد باز کے آئیں جو دو — ایک بڈھا ایک حسیں معشوق ہو

ہر دو ناں خواہند او زود تر فطیر — آرد و کمپیر را گوید کہ گیر

دونوں روٹی مانگیں، وہ آٹا گندھا — دے کے بڑھیا کو کہے گا۔ یہ۔ جا

واں دگر را کہ خوشستش قد و خد — کے دہد ناں بل بتا خیر افگند

دوسری کو جو ہے معشوق حسیں — ناں کب دے سے دیر کردے بالیقیں

گویدش بنشیں زمانے بے گزند — کہ بخانہ نان تازہ می پزند

اور کہے تشریف تو رکھئے یہاں — پک رہی ہیں گھر میں تازہ روٹیاں

چوں رسد آں نان گرمش بعد کد — گویدش بنشیں کہ حلوا می رسد

جب وہ تازہ گرم روٹی آئے گی — پھر کہے گا۔ آتا ہے حلوا ابھی

ہم بدیں فن دارو دارش می کند — وز رہ پنہاں شکارش می کند

پس اسے ٹھہرائے اس تدبیر سے — خفیہ رستے سے شکار اس کو کرے

کہ مرا کاریست با تو یک زماں — منتظر می باش اے خوب جہاں

آپ سے اک کام ہے مجھ کو ذرا — عرض کرتا ہوں ابھی اے مہ لقا

تا بدیں حیلت فریبا تد ورا — تا مطیع و رام گرداند ورا

تا بٹھائے اس کو اس تدبیر سے — اور مطیع و تابع فرماں کرے

مثل آں کمپیر آں بیگانگاں — شاہد خوش روئے مثل مومناں

کافروں کو مثل اس بڑھیا کے جان — مومنوں کو وہ حسیں معشوق مان

بے مرادی مومناں از نیک و بد — تو یقیں می داں کہ بہر ایں بود

رہتے ہیں ناکام مومن اس لئے — ہے یہی باعث یقیناً جان لے

ایں جہاں زندان مومن زیں بود — کافراں را جنت عالی شود

یہ جہاں زنداں ہے مومن کے لئے — اور جنت کافروں کے واسطے

مصر کی طرف فضولخرچ کی روانگی!

خواجہ چوں میراث خوردو شد فقیر / آمد اندر یارب و گریہ نفیر

خواجہ جب میراث کھا بے زر ہوا / گریہ و آہ و فغاں کرنے لگا

خود کہ کوبد ایں در رحمت نثار / کہ نیابد در اجابت صد بہار

کون ہے رحمت کا در جو کھٹکھٹائے / سو بہاریں درگہِ حق سے نہ پائے

خواب دید او ہاتفے گفت و شنید / کہ غنائے تو بہ مصر آید پدید

خواب میں اُس کو یہ ہاتف نے کہا / مصر سے دولت ملے گی برملا

رو بہ مصر آنجا شود کارِ تو راست / کردہ گریہ ات را قبول او مرتجاست

مصر جا۔ اُس جا ملے گا مدعا / ہو گیا مقبول یہ رونا ترا

در فلاں موضع یکے گنجیست زفت / در پئے آں بایدت تا مصر رفت

ہے فلاں جا اک خزانہ بے بہا / مصر جانا اس لئے لازم ہوا

در فلاں کوئے فلاں موضع دفیں / ہست گنجے سخت نادر بس ثمیں

اُس جگہ۔ اُس کوچے میں ہے دفن وہاں / قیمتی اک گنج ہے، جا کر وہاں

بے درنگے ہیں ز بغداد اے پسر / رو بسوئے مصر و منبت گاہ زر

جلد جا بغداد سے اب اے پسر / مصر کی جانب کہ ہے وہ کانِ زر

چوں ز بغداد آمد او تا سوئے مصر / گرم شد پشتش چو دید او روئے مصر

آیا جب بغداد سے وہ سوئے مصر / پائی قوت دیکھتے ہی روئے مصر

بر اُمید وعدۂ ہاتف کہ گنج / یابد اندر مصر بہر دفع رنج

اس سے ہاتف نے یہ تھا وعدہ کیا / رنج جائے گا۔ خزانہ پائے گا

لیک از نفقہ ورا چیزے نماند / خواست کدیہ بر عوام الناس راند

کچھ نہ لیکن خرچ پاس اُس کے رہا / چاہا اُس نے بھیک مانگوں برملا

لیک شرم و ہمتش دامن گرفت	خویش را بر صبر افشردن گرفت
شرم دامنگیر لیکن ہو گئی	اس نے سینے پہ رکھی سِل صبر کی
باز نفسش از مجاعت بر طپید	جز گدائی گردن او چارہ ندید
نفس تڑپا اس کا مارے بھوک کے	جز گدائی کچھ نہ تھا چارہ اُسے
گفت شب بیروں روم من نرم نرم	تا ز ظلمت نایدم از کدیہ شرم
بولا شب کو جاؤں گا میں نرم نرم	مانگنے سے تا نہ آئے مجھ کو شرم
ہمچو شب گوئے کنم من ذکر و بانگ	تا رسد از بامہایم نیم دانگ
مثل شب گو[1] کے کروں میں ذکر و بانگ	تا ملے مجھ کو چھتوں سے نیم دانگ
اندریں اندیشہ بیروں شد بکو	و اندریں فکرت ہمی شد سو بسو
وہ غرض اس سوچ میں باہر گیا	سُو بسُو اس فکر میں پھرنے لگا
یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ	یک زمانے جوع می گفتش بخواہ
روکتے تھے گاہ شرم و جاہ اُسے	گاہ کہتی بھوک۔ ہاں ہاں مانگ لے
پائے پیش و پائے پس تا ثلث شب	کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب
پیش و پس ہی میں تہائی گذری شب	کہتا تھا۔ مانگوں کہ سوؤں خشک لب

گرفتاری کے بعد درویش کی کامیابی

ناگہانے خود عسس او را گرفت	مشت و چوبش زد ز صفرا تا شگفت
اس کو پکڑا کوتوالِ شہر نے	گھونسوں اور ڈنڈوں سے مارا خوب اُسے
اتفاقاً اندر آں شبہائے تار	دیدہ بد مردم ز شب دزداں ضرار
اتفاقاً راتیں وہ تاریک تھیں	خلق کو چوروں سے تکلیفیں ہوئیں

[1] وہ فقیر جو رات کو درخت پر چڑھ کر اہل محلہ کے لئے ذکر وغیرہ کرے۔

بود شبہائے مخوّف منتحس ‏ پس بجد می جست دزداں را عسس

تھیں وہ راتیں ہولناک اور پُروبال ‏ ڈھونڈتا چوروں کو تھا پس کوتوال

تا خلیفہ گفتہ کہ ببرید دست ‏ ہر کہ شب گردد وگر خویش منست

حکم شہ تھا۔ ہاتھ اُس کے کاٹ لو ‏ جو پھرے شب کو۔ ہو میرا خویش گو

بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم ‏ کہ چرا باشید بر دزداں رحیم

شحنے کو تنبیہ کی تھی شاہ نے ‏ چوروں پہ ہے رحم کرتا کس لئے

عشوہ شاں از چہ رو باور کنید ‏ یا چرا از ایشاں قبول زر کنید

کیوں یقیں کرتا ہے اُن کے مکر پہ ‏ کس لئے تو اُن سے لیتا ہے زر

رحم بر دزدان و ہر منحوس دست ‏ بر ضعیفاں زحمت و بے رحمی است

رحم کرنا مجرموں اور چوروں پہ ‏ ہے ضعیفوں پہ تشدد سربسر

ہیں ز رنج خاص مگسل ز انتقام ‏ رنج او کم بیں نگر در رنج عام

بدلہ مت چھوڑ اک کا مجرم جان کر ‏ عام کی تکلیف پہ تو کر نظر

اصبع ملدوغ بُر در دفع شر ‏ در تعدّی و ہلاک تن نگر

سانپ انگلی پہ جو کاٹے کاٹ دے ‏ جسم کا مسموم ہونا سوچ لے

اتفاقاً اندر آں ایّام دزد ‏ گشتہ بود انبوہ پختہ و خام دزد

ان دنوں چوروں کا تھا حد درجہ زور ‏ ہر جگہ پھرتے تھے کچے پکے چور

در چنیں وقتش بدید و سخت زد ‏ چوبہا و زخم ہائے بے عدد

دیکھا ایسے وقت مارا سخت اُسے ‏ زخم ڈنڈوں سے کئی اس کو لگے

نعرہ و فریاد از اں درویش خاست ‏ کہ مزن تا من بگویم حال راست

کر کے فریاد اس بچارے نے کہا ‏ مار مجھے مت۔ دیتا ہوں کچھ بتا

گفت اینک دادمت مہلت بگو ‏ تا بشب چوں آمدی بیروں بگو

بولا۔ مہلت تجھے دی۔ اب بتا ‏ رات کو کوچے میں کیونکر آ گیا

تو نہٗ زینجا غریب و منکری	راست گو تا تو بچہ مکر اندری
تو یہاں کا تو نہیں پھر سچ بتا	اجنبی! کس مکر سے تو آ گیا
اہلِ دیواں بر عسس طعنہ زدند	کہ چرا دزداں کنوں انبہ شدند
اہلِ دیواں شحنے کو یہ طعنہ دیں	زور چوروں کا ہوا کیوں شہر میں
انبہی از تست و از یارانِ تست	وانما یارانِ زشتت را نخست
زور تجھ سے تیرے یاروں سے ہوا	پہلے اپنے یاروں کا تو دے پتا
ورنہ کین جملہ را از تو کشم	تا شود ایمن ز شر ہر محتشم
ورنہ سب کا بدلہ لوں گا تجھ سے ہاں	تا کہ شر سے پائیں اہلِ شہر اماں

سچائی تسلی ہے اور[1] جھوٹ شک و شبہ

گفت او از بعدِ سوگندانِ بسے!	کہ نیم من خانہ سوز و کیسہ بر
کھا کے قسمیں بولا درویش اے امیں	میں اُچکا اور آتش زن نہیں
من نہ مرد دزدی و بیدادیم	من غریب مصرم و بغدادیم
میں نہیں چور اور نہ بیدادی ہوں میں	اک مسافر اور بغدادی ہوں میں
قصہ آں خواب و گنج زر بگفت	پس ز صدقِ او دلِ آں کس شگفت
قصہ خواب و گنج کا اس نے کہا	اس کی سچائی سے دل اس کا کھلا
بوئے صدقش آمد از سوگندِ او	سوز او پیدا شد از اسپندِ او
بوئے صدق آئی اسے سوگند سے	سوز پیدا کر دیا اسپند نے
دل بیارامد ز گفتارِ صواب	آں چنانکہ تشنہ آرامد ز آب
دل کو راحت بھی باتوں سے ملے	جیسے پیاسے کی بجھے پیاس آب سے

[1] حدیث شریف:۔ الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ ٭

جز مگر محجوب کو را علتے ست — از نبی اش تا غبی تمییز نیست

پر بجز محجوب جو علت رکھے — کب نبی میں اور غبی میں فرق ہے

ورنہ آں پیغام کز موضع بود — بر مہ ادبیر زد شگافیدہ شود

ورنہ وہ پیغام جو معقول ہو! — گر پڑے تو پھاڑ ڈالے چاند کو

مہ شگافد وآں دلِ محجوب نے — زانکہ مردود است او محبوب نے

مہ پھٹے لیکن دل محجوب کب — کیونکہ وہ مردود ہے محبوب کب

چشمہ شد چشمِ عسس ز اشکِ مُبل — نے ز گفت خشک بل از بوئے دل

چشم شحنہ اشک سے چشمہ بنی — خشک کب تھی بات بوئے دل سے تھی

یک سخن از دوزخ آید سوئے لب — یک سخن از شہر جاں در کوئے لب

اک سخن دوزخ سے آئے سوئے لب — ایک شہر جاں سے سمت کوے لب

بحرِ جاں افزا و بحرِ پُر حرج — درمیانِ ہر دو بحر ایں لب مرج

ایک بحرِ جانفزا- اک پُر خطر — درمیاں دونوں کے لب جائے گزر

بحرِ جاں افزا و بحرِ غم کاہ — ہر دو آں بر لب گزر دارند و راہ

بحرِ راحت بحرِ غم اے باصفا — دونوں لب پر راہ رکھیں برملا

چوں یبنلو درمیانِ شہرہا — از نواحی آمد آنجا بہرہا

جیسے اندر شہروں کے بازار ہو — ہر طرف سے مال آئے بکنے کو

کالۂ معیوبِ قلبِ کیسہ بُر — کالۂ پُر سود و مستشرف چو دُر

کوئی کھوٹا مال ہے نقصان رساں — کوئی ہے پُر نفع- موتی سا گراں

زاں یبنلو ہر کہ بازرگاں ترست — بر سرہ بر قلبہا دیدہ ور است

جو ہے اس بازار میں تاجر بڑا — اور ہے پہچانتا کھوٹا کھرا

لہ ہوائے نفس سے مراد ہے ۔

شد نیپلو مردرا دار الرباح — واں دگر را از عمی دار الجناح

اس کو ہے یہ نفع کا گھر بے گماں — دوسرے کی اندھے پن سے ہے زیاں

ہر یکے زاجزائے عالم یک بیک — بر غبی بند است و بر استاد فک

ہے غبی پر قید دنیا سر بسر — بہر استاد اک ہے آزادی مگر

بر یکے قند است و بر دیگر چو زہر — بر یکے لطف است و بر دیگر چو قہر

ایک پر ہے قند۔ اک پر زہر ہے — ایک پر ہے لطف اک پر قہر ہے

بر یکے دیو است بر دیگر چو حور — بر یکے نار است بر دیگر چو نور

ایک پر ہے دیو اک پر حور ہے — ایک پر ہے نار اک پر پر خار ہے

بر یکے گنج است بر دیگر چو مار — بر یکے ورد است بر دیگر چو خار

ایک پر ہے گنج اک پر مار ہے — ایک پر ہے پھول اک پر خار ہے

بر یکے شیریں و بر دیگر ترش — بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہش

ایک پر شیریں۔ ترش ہے ایک پر — اک پہ حیرت۔ ہوش اک پر سر بسر

بر یکے پنہان و بر دیگر عیاں — بر یکے سود است بر دیگر زیاں

ایک پر پوشیدہ اک پر ہے عیاں — ایک پر ہے نفع اک پر ہے زیاں

بر یکے بند است و بر دیگر کشاد — بر یکے قید است بر دیگر مراد

ایک پر ہے بند اک پر ہے کشاد — ایک پر ہے قید اک پر ہے مراد

بر یکے نوش است بر دیگر چو نیش — بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش

ایک پر ہے نوش اک پر نیش ہے — ایک پر بیگانہ۔ اک پر خویش ہے

بر یکے روز است بر دیگر چو شب — بر یکے عیش است و بر دیگر تعب[1]

ایک پر ہے روز تو اک پر ہے شب — ایک پر ہے عیش تو اک پر تعب

[1] رنج و غم۔

بر یکے محبوب بر دیگر عدو — بر یکے راح است و بر دیگر کدد
ایک پہ محبوب - اک پہ ہے عدو — ہے شراب اک پہ تو اک پہ ہے کدد

بر یکے آب است و بر دیگر چو خوں — بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں
ایک پہ پانی ہے تو اک پہ ہے خوں — ایک پہ ہے معجزہ - اک پہ فسوں

بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم — بر یکے سنگ است و بر دیگر صنم
ایک پہ حلوہ ہے تو اک پہ ہے سم[1] — ایک پہ پتھر ہے تو اک پہ ہے صنم

بر یکے جسم است و بر دیگر چو روح — بر یکے حبس است و بر دیگر فتوح
ایک پہ ہے جسم تو اک پہ ہے روح — ایک پہ ہے قید - تو اک پہ فتوح[2]

بر یکے تیر است و بر دیگر کماں — بر یکے نان است و بر دیگر سناں
ایک پہ ہے تیر اک پہ ہے کماں — ایک پہ ہے نان اک پہ ہے سناں[3]

بر یکے نقص است و دیگر کمال — بر یکے ہجر است بر دیگر وصال
ایک پہ ہے نقص - اک پہ ہے کمال — ایک پہ ہے ہجر - اک پہ ہے وصال

ہر جمادی با نبی افسانہ گو — کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو
ہے ہر اک بے جاں نبی سے گفتگو — کعبہ حاجی کا گواہ اور نطق جو

بر مصلّی مسجد آمد ہم گواہ — کو ہمی آمد بدیں از دور راہ
ہر نمازی کی ہے ہر مسجد گواہ — دُور سے آتا تھا یہ طے کرکے راہ

بر خلیل آتش گل و ریحاں بود — باز بر نمرود آتش داں بود
آگ ابراہیمؑ پہ تو پھول تھی — لوٹ کر نمرود پہ آتش بنی

بارہا گفتیم ایں را اے حسن — می نگردم از بیانش سیر من
اے حسن میں نے کہا یہ بارہا — اس بیاں سے پر نہ میرا جی بھرا

[1] زہر
[2] کشاد - آزادی +
[3] نیزہ +

بارہا خوردی تو ناں درفم ولول ۔۔۔ ایں ہماں ناں است چوں گشتی ملول

بھوک میں اکثر تو روٹی کھا گیا ۔۔۔ یہ وہی روٹی ہے۔ کیوں غمگیں ہوا

در تو جوعے می رسد نوز اعتدال ۔۔۔ کہ ہمی سوزد از و تخمہ و ملال

بھوک ہو تجھ کو بوجہ اعتدال ۔۔۔ جس سے جل جاتے ہیں بدہضمی و ملال

ہر کرا درد مجاعت نقد شد ۔۔۔ نو شدن با جزو جزوش عقد شد

درد جس کو مل گیا ہو بھوک کا ۔۔۔ جزو جزو اس کا ہو تازہ اور نیا

لذت از جوع است نے از نقل نو ۔۔۔ با مجاعت از شکر بہ نان جو

بھوک لذت دار ہے۔ کب نقل نو ۔۔۔ بھوک میں شکر سے بہتر نان جو

پس ز بے جوعیست و ز تخمہ مدام ۔۔۔ ایں ملامت نے ز تکرار کلام

یہ ہے سوء ہضم و سیری سے مدام ۔۔۔ باعث غم کب ہے تکرار کلام

چوں ز دکان و مکاس و قیل و قال ۔۔۔ وز فریب مردمت ناید ملال

کب دکانداروں کی قیل و قال سے ۔۔۔ کب فریب خلق سے ہو غم تجھے

چوں ز غیبت و اکل لحم مردماں ۔۔۔ شصت سالہ سیر بے نامد از آں

آدمی کے گوشت اور غیبت سے بھی ۔۔۔ ساٹھ برسوں میں نہ سیری ہو سکی

مدحہا در صید شلّہ گفتہ تو ۔۔۔ بے ملامت ہمچو گل بشکفتہ تو

عورتوں کی مدح تو کرتا رہا ۔۔۔ اور مثل گل ہنسا۔ بے رنج تھا

بار آخر گوئیش سوزاں و چست ۔۔۔ گرم تر صد بار از بار نخست

پھر تو اُن سے بات جل بھن کر کرے ۔۔۔ گرم تر سو بار پہلی بار سے

درد دارو ئے کہن را نو کند ۔۔۔ درد ہر شاخے ملولے خو کند

درد ہی سے ہوتی ہے پیدا دوا ۔۔۔ درد شاخ غم زدہ ہے کاٹتا

کیمیائے نو کنندہ درد ہاست ۔۔۔ کو ملولی آں طرف کہ درد خاست

درد ہے تاثیر میں اک کیمیا ۔۔۔ درد اُٹھا جس سمت غم جاتا رہا

ہیں مزن تو از ملولی آہِ سرد ... درد جو و درد جو ہیں درد درد

بھرے نہ اندوہ و الم سے آہِ سرد ... درد ہی کو ڈھونڈ ہاں تو ڈھونڈ درد

خادعِ دردند درمان‌ہائے ژاژ ... رہزنند و زر ستانان رسم باژ

درد کے مکار ہیں درماں تمام ... راہزن ہیں اور لیں محصول عام

آب شورے نیست درمان عطش ... وقت خوردن گو نماید سرد و خوش

پیاس کب بجھتی ہے کھاری پانی سے ... پینے میں گو سرد اور اچھا لگے

لیک خادع گشت و مانع شد زجست ... ز آب شیرینے کزو صد سبزہ رست

بے فریبی - ڈھونڈنے سے روک دے ... آب شیریں سے کہ اس سے گھاس اُگے

ہمچنیں ہر زرِ قلبے مانع است ... از شناس نقدکاں ہر جا کہ ہست

ایسے ہی ہر کھوٹا زر مانع ہوا ... زر پرکھنے سے ہے کھوٹا یا کھرا

پال و پرت را بہ تزویرے بُرید ... کہ مرادِ تو منم گیر اے مرید

مکر سے وہ تیرے پر ہے کاٹتا ... کہتا ہے - لے - میں ہوں تیرا مدعا

گفت دردت چینیم و خود درد بود ... خار بود ار چہ بصورت ورد بود

بولا - چن لوں درد گو خود درد تھا ... خار تھا - گو شکل میں تھا گل بنا

رو ز درمانِ دروغیں می گریز ... تا شود دردت مطیب و مشک بیز

بھاگ تو جھوٹی دوا سے نیک خو ... درد تا ہو جائے تیرا مشک بو

کوتوال کا درویش کو اپنا خواب بتانا

گفت اے دزدی و تو نے فاسقی ... مرد نیکی لیک گول و احمقی

بولا تو چور اور بدکار بھی ... نیک ہے پر ساتھ ہی بے عقل بھی

مست خیال و خواب چندیں رہ کنی ... نیست عقلت را تسوئے روشنی

طے خیال و خواب پہ یہ راہ کی ... عقل میں تیری نہیں کچھ روشنی

بر خیالے ایں چنیں راہِ دراز — پیش گیری از سرِ جہل و دز آز

اک گماں پہ ایسا لمبا راستا — لے جہالت اور لالچ سے کیا

بارہا من خواب دیدم مستمر — کہ بہ بغداد است گنجے مستتر

خواب میں دیکھا ہے میں نے بارہا — گنج اک بغداد میں ہے بے بہا

در فلاں کو در فلاں موضع دفیں — بود آں خود نام کوئے آں حزیں

ہے فلاں کوچے، فلاں جا میں چھپا — اور وہ خود اس کی گلی کا نام تھا

ہست در خانہ فلانے رَو بجو — نام خانہ گفت و نام کوئے او

وہ فلاں گھر میں ہے جا کر ڈھونڈنا — نام گھر کا اور کوچے کا لیا

دیدہ ام ایں خواب را من بارہا — گر بروی آنجا کہ یابی گنج را

میں نے ایسا خواب دیکھا بارہا — جا وہاں تو اک خزانہ پائے گا

ہیچ من از جا نہ رفتم زیں خیال — تو بیک خوابے بیائی بے ملال

میں نے بیہودہ ہی جانا یہ خیال — آ گیا اک خواب سے تو بے ملال

خوابِ احمق لائقِ عقلِ وے است — ہمچو او بے قیمت است و لاشے است

خوابِ احمق لائق اس کی عقل کے — اور اسی کی طرح ہیں ناچیز سے

خوابِ زن کمتر ز خوابِ مرد داں — از پئے نقصانِ عقل و ضعفِ جاں

خوابِ زن کمتر ہے خوابِ مرد سے — اس کا باعث ضعفِ دانش جان لے

خوابِ ناقص عقل گول آمد کساد — پس ز بے عقلے چہ باشد خواب باد

خواب ناقص عقل کا کھوٹا ہوا — خوابِ احمق کا ہے اک بیہودہ سا

گفت با خود گنج در خانہ من است — پس مرا آنجا چہ فقر و شیون است

گنج گھر میں ہے کہا درویش نے — کیسی محتاجی ہے پھر کیا غم مجھے

بر سرِ گنج از گدائی مُردہ ام — زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام

گنج ہے پاس اور گدائی سے مرا — کیونکہ غفلت اور پردے میں رہا

زیں بشارت مست شد درویش نماند ۔۔۔ صد ہزار الحمد بے لب او بخواند

مست اس کا اس بشارت سے ہوا ۔۔۔ اور دل میں لاکھ شکر اس نے کیا

گفت بد موقوف ایں لت خوردن من ۔۔۔ آب حیواں بود در حانوت من

بولا - تھی موقوف لاتوں پہ غذا ۔۔۔ آب حیواں ورنہ میرے گھر میں تھا

رو کہ بر لوت شگرفے بر زدم ۔۔۔ کوری آں وہم کہ مفلس بدم

جا کہ نعمت مل گئی مجھ کو عجیب ۔۔۔ وہم غارت ہو کہ میں ہوں اک غریب

خواہ احمق گو و خواہی عاقلم ۔۔۔ یافتم من آنچہ می خواہد دلم

خواہ احمق - خواہ کہہ عاقل مجھے ۔۔۔ مدعائے دل ہوا حاصل مجھے

من مراد خویش دیدم بیگماں ۔۔۔ ہر چہ خواہی گو مرا اے بد دہاں

آرزو بر آئی میری بے گماں ۔۔۔ جو تو چاہے کہہ - مجھے اے بد زباں

تو مرا پر درد گو اے محتشم ! ۔۔۔ پیش تو پر درد و پیش خود خوشم

تو مجھے پر درد گر اے خوش نہاد ۔۔۔ مجھے تو پر درد لیکن خود ہوں شاد

وائے گر بر عکس بودے ایں مطار ۔۔۔ پیش تو گلزار و پیش خویش خار

ہوتا[1] گر بر عکس تو افسوس تھا ۔۔۔ باغ تجھ کو - اپنے آگے خار سا

با فقیرے گفت روزے یک کسے ۔۔۔ کہ ترا اینجا نمی داند کسے

ایک عامی نے کہا درویش سے ۔۔۔ جانتا کوئی نہیں اس جا تجھے

گفت او گر می نداند عامیم ۔۔۔ خویش را من نیک می دانم کیم

بولا گر عامی نہ جانے غم ہے کیا ۔۔۔ میں تو خود کو خوب ہوں پہچانتا

وائے گر بر عکس بودے دردو ریش ۔۔۔ او بدے بینائے من من کور خویش

ہوتا گر اس کے خلاف افسوس تھا ۔۔۔ جانتا وہ - میں نہ خود کو جانتا

[1] یعنی افسوس جب تھا کہ تو پکڑ کر خوش ہوتا اور میں اس گرفتاری سے غمگین ۔

احمقم گیرا احمقم من نیک بخت — بخت بہتر از لجاج و روئے سخت

میں سہی احمق، ہوں خوش قسمت مگر — بخت جنگ و غصہ سے ہے خوب تر

ایں سخن بر وفقِ ظنت می جہد — ورنہ بختم دادِ عقلم می دہد

ایسا کہتا ہوں میں تیرے ظن سے — بخت ورنہ مجھ کو عاقل ہی کہے

بغداد کو درویش کا واپس جانا

باز گشت از مصر تا بغداد او — ساجد و راکع ثنا گو شکر گو

مصر سے بغداد کو واپس چلا — سجدہ و شکرِ خدا کرتا ہوا

جملہ رہ حیران و مست او زیں عجب — ز انعکاس روزی و راہِ طلب

ساری رہ وہ مست و حیراں ہی رہا — الٹی روزی اور طلب کا راستا

کز کجا اُمیدوارم کردہ بود — وز کجا افشاند بر من سیم و جود

کس جگہ مجھ کو کیا اُمیدوار — اور کہاں برسادیا زر بے شمار

ایں چہ حکمت بود کاں کانِ مراد — کردم از خانہ بروں گمراہ و شاد

کیا یہ حکمت تھی مرے اللہ کی — پہلے تو بھٹکا دیا پھر دی خوشی

تا شتابان در ضلالت می شدم — ہر دم از مطلب جُداتر می بُدم

جلد گمراہی میں میں دوڑا کیا — اور مطلب سے ہُوا ہر دم جُدا

باز آں عین ضلالت را بجود — حق وسیلت کرد اندر رشد و سود

عین گمراہی میں اب پھر لطف سے — رہنمائی کی مری اللہ نے

گمرہی را منہجِ ایماں کند — کژ روی را مقصد عرفاں کند

گمرہی کو جادۂ ایماں کرے — کج روی کو مقصد عرفاں کرے

تا نباشد ہیچ محسن بے وجا — تا نباشد ہیچ خائن بے رجا

تا نہ ہو بے خوف محسن بھی کوئی — اور نہ ہو مایوس خائن بھی کوئی

اندرونِ زہر تریاق آں حفی
کرد تا گویند ذو اللطف الخفی

رکھ دیا تریاق اس نے زہر میں
لطف پوشیدہ ہے اس کا تا کہیں

نیست مخفی در نماز آں مکرمت
ور گنہ خلعت نہد از مغفرت

بندگی میں ہے کرم کو بھر دیا
مغفرت کا جرم میں خلعت رکھا

منکراں را قصد اذلال ثقات
ذل شدہ عز و ظہور معجزات

چاہیں منکر معتمد ہوں بس ذلیل
پہ ہوئے وہ صاحب اعجاز و دلیل

قصدِ شاں ز انکار ذلِ دیں بدہ
عین ذل عزِ رسولاں آمدہ

قصد انکاروں کا ذلت دیں کی تھی
پر وہی عزت رسولوں کی ہوئی

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے
معجزہ و برہاں چرا نازل شدے

ہوتے انکاری نہ یہ کفار اگر
ہوتے ظاہر معجزے کس بات پہ

خصم منکر تا نشد مصداق جاہ
کے کند قاضی تقاضائے گواہ

ہو عدو منکر نہ جب تک حسب جاہ
کب کرے قاضی تقاضائے گواہ

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی
بہر صدق مدعی در بے شکی

معجزہ ہے مثل شاہد اس لئے
مدعی کے صدق کو ظاہر کرے

طعنہ چوں می آمد از ہر ناشناخت
معجزہ می داد حق و می نواخت

طعنہ دیتا تھا جو ہر ناآشنا
معجزہ دیتا۔ کرم کرتا خدا

مکرِ آں فرعون سی صد تو شدہ
جملہ ذلِ او و قمع او شدہ

مکر تھا فرعون کا اتنا بڑا
پہ سب اس کے واسطے ذلت ہوا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد
تا کہ جرح معجزہ موسیٰؑ کند

تھے بلائے ساحران نیک و بد
تا کرے وہ معجزہ موسیٰؑ کا رد

تا عصا را باطل و رسوا کند
اعتبار او ز دلہا بر کند

تا عصا کو باطل و رسوا کرے
اعتبار اس کا دلوں سے میٹ دے

عین آں تمکیں آیتِ موسیٰؑ شدہ — اختبارِ آں عصا بالا شدہ

پردہ تمکا اعجازِ موسیٰؑ ہو گیا — اس عصا کا مرتبہ بالا ہوا

لشکر آرد بے عدد تا حول نیل — تا زند بر موسیٰؑ و قومش سبیل

دیا لشکر بے عدد وہ گرد نیل — تا کہ موسیٰؑ اور ہو قوم اُن کی ذلیل

ایمنی اُمّتِ موسیٰؑ شود — کو بہ تحت الارض ہامون رود

امن لیکن قوم موسیٰؑ کو ملے — دشت زیرِ ارض میں لشکر گھسے

گر بہ مصر اندر بدے و نامدے — وہم از سبطی کجا زائل شدے

مصر میں رہتا نہ آتا وہ اگر — سبطیوں کو وہم رہتا سربسر

آمد و در سبط افگند او گداز — تا بدانی کامن در خوفست راز

آیا فرعون اور کی غارت گری — تا تو جانے خوف میں ہے ایمنی

ایں بود لطفِ خفی کو را صلہ — نار بنماید و لے نورے بود

لطف یہ پوشیدہ ہے۔ وہ کرتا گاہ — نورؔ ہوتا ہے۔ دکھا دیتا ہے نار

نیست مخفی مزد دادن در تقا — ساحراں را اجر بیں بعد از خطا

ہے عیاں پرہیزگاری کا صلہ — دیکھ اجرِ ساحراں بعد خطا

نیست پنہاں وصل اندر پرورش — ساحراں را وصل داد اندر برش

پرورش میں وصل کب پنہاں دیا — ساحروں کو وصل کٹنے میں دیا

نیست مخفی سیر با پائے روا — ساحراں را سیر بیں در قطع پا

سیر سب کی پاؤں سے ظاہر ہوئی — ساحروں کی سیر قطع پا میں تھی

عارفاں زانند دائم آمنوں — کہ گذر کردند از دریائے خوں

عارفوں کو امن ہے دائم ملا — خوں کے دریا سے گزر ان کا ہوا

امن شاں از عین خوف آمد پدید — لاجرم باشند ہر دم در مزید

امن اُن کا خوف سے ظاہر ہوا — امن ہے ہر وقت ان کا بڑھ رہا

امن دیدی گشتہ در خوفے خفی! — خوف بیں ہم در امیدے اے صفی

امن کو تو خوف میں دیکھا نہاں — خوف کو امید میں بھی دیکھ ہاں

آں امیر از مکر بر عیسیٰ[۲] تند — عیسیٰ[۲] اندر خانہ رو پنہاں کند

پاس عیسیٰ کے امیر اک مکر سے — آیا۔ عیسیٰ گھر میں لیکن چھپ گئے

اندر آید تا شود او تاجدار — خود ز شبہ عیسیٰ[۱] آمد تا جدار

گھر کے اندر آیا۔ تا ہو بادشاہ — شبہ عیسیٰ[۲] سے وہ سولی پر چڑھا

ہی میاویزید من عیسیٰ[۲] نیم — من امیرم بر جہوداں خوش نیم

پر ملامت دو سولی۔ میں عیسیٰ نہیں — میں ہوں سردار یہوداں بالیقیں

زو ترش بردار آویزید کو — عیسیٰ است از دست ما تخلیص جو

بولے۔ دیدو جلد سولی پر ملا — یہ ہے عیسیٰ اور رہائی مانگتا

چند لشکر می رود تا بر خورد — برگ او نے گردد و بر سر خورد

کتنے لشکر جاتے ہیں تا پھل ملے — لیکن اُلٹے وہ مصیبت میں پڑے

چند بازرگاں رود بہر سود — عید پندارد بسوزد ہمچو عود

کتنے تاجر جاتے ہیں بہر نفع و سود — عید سمجھیں پر جلیں وہ مثل عود

چند در عالم بود بر عکس ایں — زہر پندارد بود آں انگبیں

اس کے بر عکس ایسی باتیں بھی ہوئیں — زہر سمجھیں جس کو نکلا انگبیں

بس سپہ بنہادہ دل بر مرگ خویش — روشنی با ظفر آمد بہ پیش

فوج اکثر سر ہتھیلی پر رکھے — جائے۔ پر فتح و ظفر اس کو ملے

ابرہہ[۳] با پیل بہر ذل بیت — آمدہ تا افگند حی را چو میت

ابرہہ تذلیل کعبہ کے لئے — لے کے ہاتھی آیا۔ خونریزی کرے

تا حریم کعبہ را ویراں کند — جملہ را زآنجا پے سرگرداں کند

تا کرے بیت اللہ کو ویراں کرے — اور وہاں سے سب کو سرگرداں کرے

[۲] یعنی حضرت عیسیٰ کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے۔ [۳] بادشاہ حبش کا نائب جو ہاتھی لیکر کعبے کو گرانے کیلئے گیا تھا۔

تا ہمہ زوّار گردِ او تنند — کعبۂ او را ہمہ قبلہ کنند

تا کہ سارے زائر اُس کے گرد آئیں — اور اُس کے کعبے کو قبلہ بنائیں

وز عرب کینہ کشندہ اندر گزند — کہ چرا در کعبہ ام آتش زنند

اور عربوں سے یہ بدلا لے عتاب — کیوں کیا تم نے مرا کعبہ خراب

عین سعی عزتِ کعبہ شدہ — موجب اعزاز آل بیت آمدہ

اس کی سعی اعزازِ کعبہ ہو گئی — باعث توقیر بیت اللہ ہوئی

مکیاں را عز یکے بُد صد شدہ — تا قیامت عزِ شاں ممتد شدہ

قدر اہل مکہ اک سے سو ہوئی — تا قیامت اُن کی عزت بڑھ گئی

او و کعبہ اش می شود مخسوف تر — از چہ است ایں از عنایات قدر

وہ اور اُس کا کعبہ بالکل گم ہوئے — یہ ہُوا سب کچھ خدا کے حکم سے

از جہاز ابرہہ ہمچوں ودہ — آں فقیران عرب منعم شدہ

ابرہہ کے مال اور اسباب سے — وہ فقیران عرب پُر زر ہوئے

او گماں بردہ کہ لشکر می کشد — بہر اہل بیت خود زر می کشد

تھا گماں اُس کو کہ لشکر لے چلا — پر برائے کعبہ تھا زر لا دلا

اندر ایں فسخ عزائم واں ہمم — در تماشا بودہ بر رہ ہر قدم

ٹوٹ جانا اُن کے قصد و عزم کا — ہر قدم پہ تھا تماشا دیکھتا

خانہ آمد گنج زر را باز یافت — کارش از لطف خدائی ساز یافت

کعبے پہنچا حق نے زر واپس لیا — لطف حق سے کام کعبے کا بنا

تا بدانی حکمت فرد قدیم — ایمنیہا می نہد در خوف و بیم

تا تو جانے حکمتِ ربّ علا — خوف میں بے خوفیاں رکھتی ہے کیا

یادم آمد قصۂ شہزادگاں — گوش ہوش آور ز من بشنو بیاں

یاد آیا قصۂ شہزادگاں — سُن لے گوشِ ہوش سے میرا بیاں

بڑے بھائی کا شاہِ چین کے پاس جانا

آں دو گفتندش کہ اندر جانِ ما ۔ ہست پاسخ ہا چو نجم اندر سما

دونوں بولے ہیں جواب پُر ضیا ۔ آسماں پر جیسے تارے بر ملا

گر نگوئیم آں نیاید راست نرد ۔ ور بگوئیم آں دلت آید بدرد

کام بگڑے ہم رہیں خاموش اگر ۔ گر دیں تو تیرا دُکھے دل سر بسر

ہمچو چغزیم اندر آب اے گفت لم ۔ ور خموشی اختناق است و سقم

ہم ہیں مینڈک جیسے بولیں تو غم ۔ اور اگر چپ رہتے ہیں گھٹتا ہے دم

گر نگوئیم آتشے را نور نیست ۔ ور بگوئیم ایں سخن دستور نیست

نورِ آتش کو نہ کہنا ناروا ۔ اور جو کہ دیں تو نہیں دل مانتا

در زمان جستند کاے یاراں وداع ۔ انما الدنیا و ما فیہا متاع

وہ مُعاً اٹھا کہا بس الوداع ۔ کچھ نہیں دنیا بجز مال و متاع

پس بروں جستند چو تیرے از کماں ۔ کہ مجال گفت کم بود آں زماں

بس گیا وہ صورتِ تیرِ کماں ۔ گفتگو کی تھی مجال اس دم کہاں

اندر آمد مست پیش شاہِ چیں ۔ زود مستانہ ببوسید او زمیں

مست و بیخود آیا پیشِ شاہِ چیں ۔ جلد مستوں کی طرح چومی زمیں

شاہ را مکشوف یک یک حال شاں ۔ اوّل و آخر غم و زلزال شاں

شاہ اُن کا حال سب تھا جانتا ۔ اُن کے غم کی ابتدا و انتہا

میش مشغول است در مرعائے خویش ۔ لیک چوپاں واقفست از حالِ میش

چر رہی ہے بھیڑ چرواہا مگر ۔ اس کے سارے حال سے ہے باخبر

کلکم راع بداند ز آں رمہ ۔ کے علف خوار است کہ در ملحمہ

تم ہو راعی شہ اور ہے راعی جانتا ۔ گلّہ کھاتے گھاس یا ہے لڑ رہا

ے چرواہا

گرچہ در صورت از آں صف دور بود
لیک چوں دف در میانِ سور بود

گو بظاہر ان کی صف سے تھا وہ دور
مثل ۱ دف شادی میں لیکن تھا ضرور

واقف از سوز و لہیبِ آں قود
مصلحت آں بُد کہ خشک و ردہ بود

ان کے سوزِ قلب سے واقف وہ تھا
مصلحت سے تھا وہ ناداں بن گیا

درمیانِ جانِ شاں بُد آں سمے
لیک خود را کردہ قاصد اعجمے

ان کی جانوں میں وہ مثلِ زہر تھا
عمداً اس نے خود کو گونگا کر لیا

صورتِ آتش بود پایانِ دیگ
معنیٔ آتش بود در جانِ دیگ

آگ کی صورت ہے نیچے دیگ کے
آگ کے معنی ہیں جانِ دیگ سے

صورتش بیرون و معنی اندرون
معنیٔ معشوقِ جاں در رگ چو خوں

شکل باہر اور معنی درمیاں
خون رگ میں معنیٔ معشوقِ جاں

شاہزادہ نزدِ شہ زانو زدہ
دہ معرّف شاہدِ حالش شدہ

شاہزادہ بیٹھا شہ کے سامنے
دس ۲ معرّف شاہدِ حال اس کے تھے

گرچہ شہ عارف بُد از کل پیش پیش
لیک می کردے معرّف کارِ خویش

شہ اُسے پہلے سے گو تھا جانتا
کام اپنا تھا معرّف ۳ کر رہا

در درون یک ذرّہ نورِ عارفی
بہ بود از صد معرّف اے صفی

دل میں ہو اک ذرّہ نورِ عارفی
سو معرّف سے ہے بہتر اے صفی

۱ یعنی جس طرح شادی کے موقع پر دف بجتی ہے۔ اور دور و نزدیک والے سب اسے سنتے ہیں۔ اسی طرح شاہ چین کو بھی ان شہزادوں کی دوری و نزدیکی برابر تھی۔ اور وہ اُن کے حال سے واقف تھا۔

۲ یعنی کئی علامتیں اس کی حالت کا پتہ دے رہی تھیں۔

۳ وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے ہر شخص کی تعریف بیان کرکے اُسے پہچنواتا ہے۔

گوش را رہنِ معرّف داشتن ۔۔۔ آیتِ محجوبی است و حرز و ظن

کان کو رہنِ معرّف جو رکھے ۔۔۔ پردہ و ظن میں ابھی ہے، جان لے

آنکہ او را چشمِ دل شد دیدہ بان ۔۔۔ دید خواہد چشمِ او عین العیان

جس کی چشمِ باطنی جاسوس ہو ۔۔۔ دیکھے وہ چیزوں کی ذاتِ خاص کو

با تواتر نیست قانع جانِ او ۔۔۔ بل ز چشمِ دل رسد ایقانِ او

اس کی جاں قانع تواتر پہ نہیں ۔۔۔ چشمِ دل سے اُس کو آتا ہے یقیں

پس معرّف نزدِ شاہ منتجب ۔۔۔ در بیانِ حالِ او بکشود لب

شاہ کے آگے معرّف نے کیا ۔۔۔ شاہزادے کا بیان سب ماجرا

گفت شاہا صیدِ احسانِ تو است ۔۔۔ پادشاہی کن کہ او آنِ تو است

بولا یہ ہے تیرے احساں کا شکار ۔۔۔ بادشاہی کر کہ شہ والا تبار[1]

دست در فتراکِ ایں دولت زدہ است ۔۔۔ بر سرِ مستِ او می مال دست

اس نے پکڑا دامنِ دولت ترا ۔۔۔ دستِ شفقت پھیر سر پہ بھلا

گفت شہ ہر منصب و ہر ملکتے ۔۔۔ کالتماسش ہست یابد آں فتے

بولا شہ۔ ہر مرتبے ہر ملک کو ۔۔۔ پائے گا وہ آرزو جو کچھ بھی ہو

بیست چنداں ملک کو شد زاں بری ۔۔۔ بخشش اینجا و با خود بر سری

بیس حصّے زائد اُس کے ملک سے ۔۔۔ اس کو بخشونگا وہ سرداری کرے

گفت تا شاہیت در وے کاشت ۔۔۔ جز ہوائے تو ہوائے کے گذاشت

بولا شاہی نے تری الفت جو کی ۔۔۔ جز تری الفت نہ کچھ خواہش ہوئی

بندگیت اش چناں درخورد شد ۔۔۔ کہ شہی اندر دلِ او سرد شد

ایسی تیری بندگی اچھی لگی ۔۔۔ بادشاہی سے اُسے نفرت ہوئی

[1] یعنی اُس کے ساتھ بادشاہی کے موافق سلوک کر۔

شاہی و شاہزادگی درباختہ ست
از پئے تو در غریبی ساختہ است

شاہی و شہزادگی کو چھوڑ کر
تیرے پیچھے ہے کیا اس نے سفر

صوفیے کانداخت خرقہ وجد در
کے رود او بر سر خرقہ دگر

وجد میں صوفی جو گدڑی پھینکدے
کس طرح گدڑی کو پھر واپس وہ لے

میل سوئے خرقہ دادہ ندم
آنچناں باشد کہ من مغبون شدم

پھر بھی رغبت ہو جو گدڑی کی اُسے
ہو ندامت۔ ہے زیاں جیسے مجھے

بازدہ آں خرقہ ایں سوائے قریں
کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں

او دیکھے دے وہ گدڑی ہمنشیں
پھینک دیئے تو وہ قابل نہیں

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش
ور بیاید۔ خاک بر سر بایدش

دور ہے عاشق سے۔ ہو یہ فکر اُسے
ہو۔ تو سر پہ خاک پڑنی چاہئے

عشق ورزد صد چو خرقہ کالبد
کہ حیاتے دارد و حس و خرد

مثل خرقہ کالبد سو ہوں اگر
جن میں عقل و زندگی ہو سر بسر

خاصہ خرقہ ملک دنیا کابتر ست
تنج وانگہ ہستیش دردسر است

خاص کر دُنیا کا خرقہ ہو اگر
تھوڑا بھی عاشق کو ہے وہ دردِ سر

ملک دنیا تن پرستاں را حلال
ما غلام ملک عشق بے زوال

ملک دُنیا تن پرستوں کو حلال
ہم غلام ملک عشق بے زوال

عامل عشق است معزولش مکن
جز بعشق خویش مشغولش مکن

وہ ہے عاشق تو نہ کر معزول اُسے
عشق میں اپنے ہی رکھ مشغول اُسے

منصبے کانش ز رویت محجب است
عین معزولیست نامش منصب است

دور جس منصب میں وہ تجھ سے رہا
عین معزولی ہے۔ منصب نام کا

موجب تاخیر ایں جا آمدن
فقد استعداد بود و ضعف تن

دیر سے آنے کا باعث یہ ہوا
بے لیاقت اور وہ کم عمر تھا

بے ز استعداد بر کانے روی — بر یکے حبہ نگردی محتوی

بے لیاقت کان پر بھی پہنچے گو — چھوٹی کوڑی کا بھی وہ مالک نہ ہو

ہمچو عنینے کہ بکرے را خرد — گرچہ سیمیں بر بود کے بر خورد

مول لے وہ دوشیزہ کو نامرد اگر — فائدہ کیا۔ گرچہ ہو وہ سیم بر

چوں چراغے بے ز زیت و بے فتیل — نے کشیدستش ز نور و نے قلیل

تیل بتی سے جو ہو خالی دیا — روشنی دیگا نہ وہ ہرگز ذرا

در گلستاں اندر آید اخشمے — کے شود مغز خوش ز ریحاں خرمے

باغ میں آئے جو خوشبو ناشناس — شاد اس کو کیا کرے پھولوں کی باس

ہمچو چینی دلبرے مہمان غر — بانگ چنگ و بربطے ود پیش کر

جائے دلبر گھر میں اک نادان کے — چنگ جیسے بہرے کے آگے بجے

یا چو مرغ خاک کآید در بحار — زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار

مرغ خشکی جیسے دریا میں گرے — کیا ہلاکت کے سوا اس کو ملے

یا چو بے گندم شدہ در آسیا — جز سفیدی ریش و مو نبود عطا[1]

پاس چکی کے جو بے گندم گیا — ورنہ سفید اس کی ہوئی ریش اے فتا

آسیائے چرخ بر بے گندماں — مو سفیدی بخشد و ضعف جناں

آسیائے چرخ بے گندم کو ہاں — مو سفیدی ضعف دل دے بے گماں

لیک با با گندماں ایں آسیا — ملک بخشش آمد و بہ کار کیا

جو ہیں باگندم انہیں یہ آسیا — سلطنت اور ملک کرتی ہے عطا

اول استعداد جنت بایدت — تا ز جنت زندگانی زایدت

پہلے استعداد جنت چاہیئے — زندگی جنت کی تا تجھ کو ملے

---

[1] سلہ یعنی آٹا اڑ کر ڈاڑھی سفید ہو گئی۔

طفل نو را از شراب و از کباب
چہ حلاوت از قصور و از قباب

طفل بچے کو بھلا کیا دے شراب
کیا محل بچے مزہ دیں اور کباب

حد ندارد ایں مثل کم گو سخن
تو برو تحصیل استعداد کن

حد نہیں اس کی بیاں کر مختصر
جا کے تو تحصیل استعداد کر

بہر استعداد تا اکنوں نشست
شوق از حد رفت و آں نامد بدست

اب تک استعداد کو بیٹھا رہا
کب ملی یہ۔ شوق حد سے بڑھ گیا

گفت استعداد ہم از شہ رسد
بے ز جاں کے مستعد گردد جسد

بولا۔ استعداد بھی شہ سے ملے
جسم کب ہو مستعد بے جان کے

لطف ہائے شہ غمش را در نوشت
شد کہ صید شہ کند خود صید گشت

لطف شہ سے دُور اس کا غم ہُوا
پھانسنے آیا تھا خود ہی پھنس گیا

ہر کہ در اشکار چوں تو صید شد
صید را نا کردہ قید او قید شد

صید کرنے کو تجھے جو بھی گیا
صید اُس نے کب کیا۔ خود ہی پھنسا

ہر کہ جویائے امیرے شد یقیں
پیش از آں اندر اسیری شد رہیں

جو ہُوا دُنیا میں جو یائے امیر
اس سے پہلے ہو گیا خود ہی اسیر

عکس می داں نقش دیباچہ جہاں
نام ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں

جان لے اُلٹا یہ سب نقش جہاں
نام ہر بندے کا ہے خواجہ جہاں

اے تن کژ فکرت معکوس رو
صد ہزار آزادہ را کردہ گرو

اے تن کج فکر اُلٹا چلنے سے
لاکھوں ہی آزادوں کو تو پھانس لے

مدتے بگزار زیں حیلت پزی
چند دم پیش از اجل آزاد زی

چھوڑ دے کچھ عرصہ یہ حیلہ گری
موت سے پہلے ذرا آزاد جی

---

۱ یعنی آٹا اُڑ کر پڑنے سے ڈاڑھی سفید ہو گئی ۔

در دو آزادیست چوں خر را نیست	ہیچ دولت سیر جز در چاہ نیست
اور جو آزادی میں جوں خوردہ نہیں	ڈول ہے تو - سیر بھی جز چاہ نہیں
مدتے زو ترک جان من بگو	رو حریفے دیگرے جز من بجو
میری جاں چھوڑ ایک مدت کے لئے	دوسرا کوئی حریف اب ڈھونڈ لے
نوبت من شد مرا آزاد کن	دیگرے را غیر من داماد کن
میری باری ہو چکی - آزاد کر	اور کو میرے سوا داماد کر
اے تن صدکارہ ترک من بگو	عمر من بردی کسے دیگر بجو
اے تن صدکارہ مجھ کو چھوڑ دے	عمر میری کھوئی اور اب ڈھونڈ لے

جوحی کی عورت کا قصہ

ہر زماں جوحی ز درویشی لعین	زو بہ زن کردے کہ اے دل خواہ من
ہر گھڑی جوحی جو اک نادار تھا	اہلیہ سے کہتا تھا۔ اے دل ربا
چوں سلاحت ہست رو صیدے بگیر	تا بدوشانیم از صید تو شیر
رکھتی ہے ہتھیار - تو جا کر شکار	تا میں دوہوں دودھ اُس سے بار بار
قوس ابرو - تیر غمزہ - دام کید	بہر چہ دادت خدا از بہر صید
قوس ابرو - تیر غمزہ - دام کید[1]	تجھ کو اللہ نے دئے ہیں بہر صید
رو بنہ مرغ شگرفے دام نہ	دانہ بنما لیک در خوردش مدہ
جال پھیلا مرغ نادر کے لئے	ڈال دانہ پر نہ کھانے دے اسے
کام بنما و کن او را تلخ کام	کے خورد دانہ چو شد محبوس دام
اس کو مقصد تو دکھا رکھ تلخ کام	دانہ کب کھاتا ہے جب ہو صید دام

[1] مکر و فریب ۔

شد زن او نزد قاضی با گلہ — کہ مرا افغاں ز یارِ دہ دلہ

جا کیا عورت نے قاضی سے گلا — میرا شوہر کرتا ہے مجھ پہ جفا

قصہ کوتہ کن کہ قاضی شد شکار — از جمال و از مقالِ آں نگار

مختصر یہ۔ ہو گیا قاضی شکار — حسن اور باتوں سے اُس کی یکبار

گفت ایدر محکمہ ست و غلغلہ — من نتانم فہم کردن ایں گلہ

بولا۔ یہ ہے محکمہ اور شور سا — میں سمجھ سکتا نہیں شکوہ ترا

کہ بخلوت آئے اے سروِ سہی — وز ستمگاریِ شوہر شرح دہی

تو جو تنہائی میں اے سروِ رواں — ظلم شوہر کا کرے مجھ سے بیاں

فہم آں بہتر کنم بدہم سزاش — آنچہ حق باشد تو زیں غمگیں مباش

خوب سمجھوں اور دوں اُس کو سزا — جیسا حق ہے تو نہ ہو غمگیں ذرا

مر مرا معلوم گردد حالِ تو — شوہرت لازم سازم بے عتو

مجھ پہ کھل جائے اگر حالت تری — تیرے شوہر کو کروں تابع ابھی

گفت خانۂ تو ز ہر نیک و بدے — پا شد از بہرِ گلہ آمد شدے

بولی عورت۔ نیک و بد گھر میں ترے — آتے ہیں شکوے شکایت کے لئے

خانۂ سر جملہ پُر سودا بود — صدر پُر وسواس پُر غوغا بود

خانۂ سر میں ہے سب سودا بھرا — سینے میں وسواس ہے غوغا مچا

باقی اعضا ز فکر آسودہ اند — واں صدور از صادراں فرسودہ

باقی اعضا فکر سے فارغ ہوئے — سینہ و سر مضمحل وسواس سے

ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہن — کرد خالی تا رسد از امر کن

شاخ برگ و میوہ سے خالی ہوئی — تا کہ امر کن سے حاصل ہوں ابھی

برگہا و میوہ ہائے نو ز غیب — از پئے آں کہنگی بے ہیچ ریب

غیب سے اس کو نئے برگ و ثمر — کہنگی کے بعد بے شک سر بسر

در خزان و باد خوف حق گریز — آں شقائق ہائے پاریں گو بریز

تو خزان و بادِ خوف حق میں جا — وہ پرانے پھول ہونے دے جدا

کیں شقائق ہا ضد اشگوفہاست — کہ درختِ دل برائے آں نماست

کیونکہ ہیں یہ پھول ضد اشگوفوں کی — نخلِ دل سے جو کی ہے بالیدگی

خویش را در خواب کن زیں افتکار — سر ز زیرِ خواب در یقظہ برآر

خواب میں جا چھوڑ دے اس فکر کو — خواب سے پھر سر اُٹھا بیدار ہو

ہمچو آں اصحاب کہف اے خواجہ زود — رو بہ ایقاظاً کہ تحسبھم رقود

صورتِ اصحاب کہف اے خواجہ ہاں — جاگ یوں۔ ہو خواب کا جس پر گماں

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست — گفت خانۂ ایں کنیزک بس تہیست

بولا قاضی۔ فیصلہ پھر کیا ہُوا — بولی۔ میرا گھر ہے بس خالی پڑا

خصم در رہ رفت و حارس نیز نیست — بہر خلوت سخت زیبا مسکنیست

ہے سفر پہ خصم۔ غائب پاسباں — خوب ہے خلوت کا موقع بے گماں

امشب ار امکاں بود آنجا بیا — کارِ شب بے سمعہ است و بے ریا

ہو جو ممکن آج شب اُس جا پہ آ — کام شب کا بے نمود و بے ریا

جملہ جاسوساں ز خمرِ خواب مست — زنگیِ شب جملہ را گردن زدہ است

سارے مخبر گھوک سوئیں برملا — قتل گویا زنگیِ شب نے کیا

خواند بر قاضی فسونہائے عجب — آں شکر لب وانگہانے از چہ لب

پڑھ کے قاضی پہ یہ منتر دم کئے — اُس شکر لب نے لبِ اعجاز سے

چند با آدمؑ بلیس افسانہ کرد — چونکہ حوا گفت خور[1] آں گاہ خورد

کیا کچھ آدمؑ سے کہا ابلیس نے — پہ جو حوّا نے کہا۔ کھایا اُسے

[1] یعنی دانۂ گندم کو ۔

اولیں خوں در جہاں ظلم و داد
در کفِ قابیل بہرِ زن فتاد
خون پہلا اس جہاں میں دیکھ لے
کر دیا تھا بہرِ زن قابیل نے

نوحؑ تا بہ خانہ می پرداختے
واہلہ[1] بر تابہ سنگ انداختے
ٹھیک کرتے نوحؑ تو گھر کا توا
واہلہ پتھر سے دیتی تھی بٹھا

مکرِ زن بر فنِ او چیرہ شدے
آبِ صافی وعظِ او تیرہ شدے
ان کے فن پہ مکرِ زن غالب رہا
صاف پانی وعظ کا گدلا ہوا

قوم را پیغام کردے از نہاں
کہ نگہ دارید دیں از گمرہاں
قوم کو پیغام دیتی تھی نہاں
دیں بچائے رکھنا گمراہوں سے ہاں

لوطؑ را زن ہم چنیں بد کافرہ
خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ
لوطؑ کی زن کافرہ تھی برملا
قصہ اس کا تو نے تو ہوگا پڑھا

یوسفؑ از کیدِ زلیخائے جواں
ماندہ در زنداں برائے امتحاں
مکرِ یوسفؑ سے زلیخا نے کیا
قید کر کے امتحان اُن کا لیا

ہر بلا کاندر جہاں بینی عیاں
باشد از شومیٔ زن در ہر مکاں
اس جہاں میں جو بھی آتی ہے بلا
شومیٔ زن سے ہوتا ہر بلا

زن جوجی کے گھر میں قاضی کا جانا

مکرِ زن پایاں ندارد وقتِ شب
قاضیِ زیرک سوئے زن بہرِ طرب
مکرِ عورت کی نہیں کچھ انتہا
رات کو قاضی گیا بہرِ زنا

زن دو شمع و نقل مجلس ساز کرد
زاں نوازش شاد شد قاضیِ فرد
زن نے شمع و نقل سے ساماں کیا
مجلسِ عشرت کا، قاضی خوش ہوا

[1] حضرت نوحؑ کی زوجہ کا نام۔

چونکہ بنشستند باہم ساعتے | تا برآسایند اندر خلوتے !
ایک ساعت دونوں بیٹھے ایک جا | قصد پھر خلوت میں جانے کا کیا

چوں نشست او پہلوئے زن بامراد | گشت جانانؔ پُرغش زاں وصل شاد
جب وہ بیٹھا پاس زن کے بامراد | جان پہ خرم وصل سے کی اُس نے شاد

اندر آں دم جوحی آمد در بزد | جُست قاضی مہربے تا در خزد
اتنے میں جوحی بھی در پہ آگیا | ڈھونڈی قاضی نے نہاں ہونے کو جا

غیر صندوقے ندید او خلوتے | رفت در صندوق از خوف آں فتے
دیکھی تنہائی نہ جز صندوق کے | گھس گیا صندوق میں وہ خوف سے

اندر آمد جوحی و گفت اے حریف | اے وبالم در ربیع و در خریف
جوحی آکر بولا اے ہمسر مری | اے کہ تو ہے آفتِ جاں ہر گھڑی

من چہ دارم کہ فدایت ہست آں | تا ز من فریاد داری ہر زماں
میری کیا شے جو نہیں تجھ پہ فدا | تو جو کرتی ہے مرا ہر دم گلا

گفت شخصے نزدِ قاضی رفتۂ | در خصم ناگفتنیہا گفتۂ
سُنتا ہوں تو پاس قاضی کے گئی | بات کہنے کی نہ تھی جو۔ وہ بھی

بر لبِ خشکم کشادستی زباں | گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں
فقر پہ میرے ہوئی تو لب کشا | کر دیا مفلس ۔ کبھی بھڑوا کہا

ایں دو علت گر بود اے جاں مرا | آں یکے از تست آں یک از خدا
مجھ میں ہیں یہ علتیں گر جاں مری | اک ترے باعث ہے۔اک ہے قدرتی

من چہ دارم غیر ایں صندوق کاں | ہست مایۂ تہمت و پایۂ گماں
پاس میرے کیا ہے جز صندوق کے | ہر کوئی رکھے گماں تہمت دھرے

خلق پندارند زر دارم درون | صلہ می گیرند از من زیں ظنوں
لوگ سمجھیں زر ہے اس کے درمیاں | چاہیں انعام اس گماں سے بے گماں

صورت صندوق بس عالیست لیک ۔۔۔ از زخوت سیم و زر خالیست نیک

صورت صندوق عمدہ ہے مگر ۔۔۔ اس میں کب اسباب ہے یا سیم و زر

چوں تنِ زراق خوب و باوقار ۔۔۔ و اندر آں سلہ نیابی غیر مار

جیسے تن مکار کا ہو باوقار ۔۔۔ پر نہیں اس میں پٹارہ غیر مار

من برم صندوق را فردا بکو ۔۔۔ پس بسوزم در میانِ چارسو

کل میں اس صندوق کو لے جاؤنگا ۔۔۔ چوک میں پس پھونک دونگا برملا

تا ببیند مومن و گبر و یہود ۔۔۔ کاندریں صندوق جز لعنت نبود

گبر و مومن اور یہودی دیکھ لیں ۔۔۔ کچھ نہیں جز لعنت اس صندوق میں

گفت زن ہی در گذر اے مرد زن ۔۔۔ خورد سوگند او کہ نکند جز چنیں

بولی عورت۔ چھوڑ یہ کیا ہے جنوں ۔۔۔ کھائی سوگند اس نے ایسا ہی کروں

بارسن صندوق را در دم ببست ۔۔۔ خویشتن را کردہ بُد مانند مست

رسّی سے صندوق باندھا اس نے اور ۔۔۔ مست کی صورت بنایا اپنا طور

از پگہ حمال آورد او چو باد ۔۔۔ زود آں صندوق بر پشتش نہاد

لایا وہ حمال کو وقتِ سحر ۔۔۔ رکھ دیا صندوق اس کی پشت پر

اندرو قش قاضی از بیم نکال ۔۔۔ بانگ می زد کاے حمال و اے حمال

قاضی اندر دردسے چلا اٹھا ۔۔۔ کہتا "اے مزدور اے مزدور" تھا

کرد آں حمال از ہر سو نظر ۔۔۔ کز چہ سو می رسد بانگ و خبر

کی نظر ہر سمت اس مزدور نے ۔۔۔ آتی ہے آواز یہ کس سمت سے

ہاتف است ایں یا پری من اے عجب ۔۔۔ یا پری ام می کند پنہاں طلب

یہ فرشتہ ہے بلاتا اے عجب ۔۔۔ یا پری پوشیدہ کرتی ہے طلب

چوں پیاپے گشت آں آواز بیش ۔۔۔ گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش

جب سنی آواز بیحد پے بہ نہیں ۔۔۔ ہوش میں آ کر کہا۔ ہاتف نہیں

عاقبت زانست کاں بانگ و فغاں — بد ز صندوق و کسے در وے نہاں

جاننا آخر کرنے والا یہ فغاں — ہے اسی صندوق کے اندر نہاں

عاشقے کو در پے معشوق رفت — گرچہ بیرون است در صندوق تفت

جائے عاشق در پئے معشوق جو — جائے وہ صندوق میں باہر ہو گو

عمر در صندوق برد از اندہاں — جز کہ صندوقے نہ بیند از جہاں

عمر اسی صندوق میں کر دے بسر — کب رکھے صندوق دیگر پر نظر

آں سرے کو نیست فوق آسماں — از ہوس او را در آں صندوق داں

آسماں پر جو ہوس سے سر نہیں — وہ ہے صندوق ہوس میں بالیقیں

چوں ز صندوق بدن بیروں شود — او ز گورے سوئے گورے می رود

نکلے وہ صندوق تن سے جس گھڑی — گور سے جائے گا سوئے گور ہی

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش — گفت اے حمال و اے صندوق کش

پس کہا قاضی نے یہ مزدور سے — اے اٹھانے والے اس صندوق کے

از من آگہ کن درون محکمہ — نائبم را زود تر با ایں ہمہ

محکمے میں جا کے کر دے بے گماں — میرے نائب سے یہ کیفیت بیاں

تا خرد ایں را بزر زیں بے خرد — ہمچنیں بستہ بخانہ ما برد

تا وہ اس بے عقل سے یہ مول لے — جلد ہی یوں گھر میں لے جائے مرے

اے خدا بگمار قومے رحم مند — تا ز صندوق بدن مارا خرند

اے خدا اک قوم مشفق بھیج دے — جو ہمیں صندوق تن سے مول لے

خلق را از بند صندوق فسوں — کہ خرد جز انبیا و مرسلوں

پھر کے صندوق سے خلقت بھلا — ہو رہی کیونکر بغیر انبیاء

از ہزاراں کس یکے خوش منظر است — کہ بداند کو بہ صندوق اندر است

ہے ہزاروں میں بس اک صاحب نظر — جانے جو صندوق کا حال اے پسر

آنکہ داند تو نشانش آں شناس — کوز زوجِ ایں جہاں دارد ہراس

باخبر کا یہ نشاں تو جان لے — اس جہاں کے جفت ہونے سے ڈرے

آں جہاں[۱] دیدہ باشد پیش از آں — تا بداں ضد ایں ضدش گردد عیاں

اُس نے دیکھا اس سے پہلے وہ جہاں — ضد سے ضد کا حال اس پہ ہے عیاں

زیں سبب کہ علم ضالۂ مومن است — عارفِ ضالہ خود است و موقن است

علم ہے مومن کی اک گم گشتہ شے — باخبر اس سے۔ یقیں بھی اس پہ ہے

آنکہ ہرگز روزِ نیکو را ندید — او دریں ادبار کے خواہد طپید

جس نے روزِ نیک دیکھا ہی نہیں — وہ بھی اس ادبار میں تڑپے نہیں

یا بہ طفلی در اسیری اوفتاد — یا ز اوّل روز مادر بندہ زاد

یا تو بچپن سے اسیری میں پڑا — یا وہ بندہ پہلے ہی پیدا ہوا

ذوقِ آزادی ندیدہ جانِ او — ہست صندوقِ صور میدانِ او

ذوقِ آزادی سے کب واقف ہوا — اس کو یہ صندوق ہی میدان تھا

دائماً محبوس عقلش در صور — از قفس اندر قفس آرد گذر

عقل اُس کی صورتوں میں قید ہاں — پنجرے سے پنجرے میں جاتے بے گماں

منفذش نے از قفس سوئے علا[۲] — در قفس ہا می رود او جا بجا

وہ قفس سے کب اُڑے سوئے علا — جاتی ہے پنجروں ہی میں وہ جا بجا

در نُبی ان استطعتم تنفذوا[۳] — ایں سخن با انس و جن آمد ز ہو

ہے اگر مقدور تو گذرو ذرا — انس و جن سے یہ خدا نے کہہ دیا

۱ یعنی دنیا ۔ ۲ بلندی آسمان ۔ ۳ قولہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان۔ یعنی اے جن اور انسان کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے گذر سکتے ہو تو گذر جاؤ۔ لیکن سلطانِ حقیقی کی مدد کے بغیر نہیں گذر سکو گے ۔

گفت منفذ نیست از گردونیاں — جز بہ سلطان و بوحیِ آسماں
پاس سے اہلِ سما کے راہ کب — جز بہ وحیِ غیبی و امدادِ رب

گر ز صندوقے بہ صندوقے بود — او سمائی نیست صندوقی بود
جائیں گر صندوق میں صندوق سے — وہ سمائی کب ہیں صندوقی ہوئے

فرجۂ صندوق نو نو منکر است — در نیابد کو بہ صندوق اندر است
تھوڑا ان صندوقوں میں ہے فاصلا — دیکھے کیا۔ صندوق میں وہ ہے پڑا

گر نہ شد غرہ بدیں صندوق ہا — ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا
جو نہ ان صندوقوں پہ شیدا ہوا — مثلِ قاضی ہے رہائی ڈھونڈتا

آنکہ داند ایں نشانش زاں نشاں — کو نباشد بے ہراس و بے فغاں
جو ہے واقف۔ جان اس کا یہ نشاں — وہ نہ ہوگا بے ہراس و بے فغاں

ہمچو قاضی باشد او را ارتعاد — کے بر آید یک دمے زجانش شاد
مثلِ قاضی خوف سے کانپے گا وہ — سانس اطمینان کا کب لے گا وہ

رہروے را گفت آں حمال شاد — کہ برو در محکمہ قاضی چو باد
بولا وہ مزدور اک رہ گیر سے — دوڑ کر جا محکمے میں قاضی کے

نائبش را گوئے کیں شد واقعہ — بر سرِ قاضی بیامد قارعہ
کر دے نائب سے یہ قصہ اے اخی — سر پہ قاضی کے قیامت آگئی

شغل را بگزار زود اینجا بیا — زود بگشا سر بستہ ایں صندوق را
کام چھوڑ اور جلد آ۔ غفلت نہ ہو — کھول دے کے بند اس صندوق کو

چونکہ رہرو شد رسالت را رسانْد — ہر کہ زو بشنید ایں خیرہ بماند
جب گیا راہ گیر۔ اور قصہ کہا — جس کسی نے بھی سُنا۔ حیراں ہوا

بُرد القصہ خبر صندوق کش — نائبِ قاضی حسن را از عمش
الغرض مزدور وہ خود ہی گیا — اور نائب سے کہا سب ماجرا

نائب آمد گفت صندوقت بچند ‌ ‌ گفت نہصد بیشتر زر می دہند
بولا نائب۔ قیمت اس صندوق کی ‌ ‌ بولا۔ نو سو تو مل رہی ہے اشرفی

من نمی آیم فروتر از ہزار ‌ ‌ گر خریداری کشا کیسہ شمار
میں کم نہ لونگا یقیناً اک ہزار ‌ ‌ لیتا ہے گر۔ کھول تھیلی کر شمار

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد ‌ ‌ قیمت صندوق خود پیدا بود
بولا۔ اے کم ظرف کچھ تو کر حیا ‌ ‌ مول ہے صندوق خود ہی کہہ رہا

گفت بے رویت شرا خود فاسد است ‌ ‌ بیع ما زیر گلیم این راست نیست
بولا۔ اے کم ظرف کچھ تو کر حیا ‌ ‌ بیع پوشیدہ مناسب ہے کہیں

بر کشایم گر نمی ارزد مخر ‌ ‌ تا نباشد بر تو حیفے اے پدر
کھولتا ہوں۔ گر نہ مرضی ہو۔ نہ لے ‌ ‌ تا نہ کچھ بھی ظلم تجھ پہ ہو سکے

گفت اے ستار بر مکشائے راز ‌ ‌ سر بستہ می خرم با من بساز
بولا۔ پردہ پوش! پردہ رہنے دے ‌ ‌ بند ہی تو مول اسے دے دے مجھے

ستر کن تا بر تو ستاری کنند ‌ ‌ تا نہ بینی ایمنی بر کس مخند
پردہ رکھ۔ تا تیرا بھی پردہ رہے ‌ ‌ ہنس نہ۔ بے خوفی تو جب تک دیکھ لے

بس درین صندوق چون تو ماندہ اند ‌ ‌ خویش را اندر بلا بنشاندہ اند
تجھ سے اس صندوق میں اکثر رہے ‌ ‌ اور خود بیٹھے بلا میں۔ جان لے

آنچہ بر خود خواہدت بودن پسند ‌ ‌ بر دگر کس آن کن اندر رنج و گزند
جو تو چاہے اپنے پہ رنج و گزند ‌ ‌ دوسرے پہ بھی وہی کر لے پسند

آنچہ تو بر خود روا داری ہمان ‌ ‌ می بکن از نیک و بد با کسان
اپنے اوپر تو جو رکھتا ہے روا ‌ ‌ رکھ روا سب پہ وہی اچھا برا

آنچہ نپسندی بخود از نفع و ضر ‌ ‌ بر کسے مپسند ہم اے بے ہنر
جو نہ خود پہ چاہے تو نفع و ضرر ‌ ‌ رکھ نہ اوروں پہ روا اے بے ہنر

زانکہ بر مرصاد حق اندر کمیں ۔۔۔ می دہد پاداش پیش از یوم دیں

حق کھلے رستے پہ رکھتا ہے نظر ۔۔۔ دے وہ بدلا حشر سے بھی پیشتر

آں عظیم العرش عرش او محیط ۔۔۔ تخت دادش بر ہمہ جانہا بسیط[1]

وہ ہے صاحب عرش، عرش اسکا محیط ۔۔۔ تخت بخشش ساری جانوں پر بسیط

گوشۂ عرشش بتو پیوستہ ہست ۔۔۔ ہیں مجنباں جز بدین و داد دست

گوشۂ عرش اس کا تجھ سے ہے ملا ۔۔۔ ہاتھ جز دین و عطا کے مت ہلا

تو مراقب باش بر احوال خویش ۔۔۔ نوش بیں در داد و بعد ظلم نیش

دیکھ اپنے حال کو تو پے بہ پے ۔۔۔ داد میں شہد اور ستم میں نیش ہے

پس ہمیں جا خود جزائے نیک و بد ۔۔۔ می رسد با ہر کسے چوں بنگرد

پس یہیں ملے نیک اور بد کی جزا ۔۔۔ ملتی ہے ہر اک کو اس جا برملا

واں جزا کانجا رسد در یوم دیں ۔۔۔ نیست آں با ایں نماند نیک بیں

دن قیامت کے ملیگی جو جزا ۔۔۔ اس جزا سے اس کو کیا نسبت بھلا

گفت آرے آنچہ کردم تہمت ست ۔۔۔ لیک ہم می داں کہ راوی ظالم ست

بولا جو جی۔ ظلم ہاں میں نے کیا ۔۔۔ پر ہے ظالم جس نے کی ہے اجدا

گفت نائب یک بیک ما بادیم ۔۔۔ با سواد وجہ اندر شادیم

ہم سبھی ظالم ہیں۔ نائب نے کہا ۔۔۔ رو سیاہی میں بھی خوش ہیں یہ بھلا

ہمچو آں زنگی کہ بد شاداں و خوش ۔۔۔ او نہ بیند غیر او بیند رخش

مثل اس زنگی کے جو شاداں ہوا ۔۔۔ وہ نہ دیکھے خود کو۔ دیکھے دوسرا

ماجرا بسیار شد در من یزید ۔۔۔ داد صد دینار و آں از وے خرید

الغرض قیمت میں بس جھگڑا ہوا ۔۔۔ مول سو دینار میں آخر لیا

[1] فراخ۔ کشادہ

ہر زماں صندوقئی اے ناپسند	باتغان وغیبانت می خرند
تو بھی صندوقی ہے ہردم جان لے	مول لیں ہے باتغت و غیبی تجھے

من کنت مولاہ[1] فعلی مولاہ کی تفسیر

زیں سبب پیغمبر با اجتہاد	نام خود وآں علی مولا نہاد
مصطفیٰ نے اس لئے مولا رکھا	نام اپنا اور علیؓ کا یہ ملا
گفت ہر کس را منم مولا و دوست	ابن عم من علیؓ مولائے اوست
کہدیا میں دوست ہوں جس شخص کا	دوست اس کا ہے علیؓ بھائی مرا
کیست مولا آنکہ آزادت کند	بند رقیت ز پایت بر کند
کون مولا۔ جو رہا کر دے تجھے	بندگی کی بیڑیوں کو توڑ دے
چوں بہ آزادی نبوت ہادی است	مومناں را ز انبیا آزادی است
ہے نبوت حریت کی رہنما	مومنوں کو کر دیں آزاد انبیا
اے گروہ مومناں شادی کنید	ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید
اے گروہ مومناں! ہاں شاد ہو	سرو و سوسن کی طرح آزاد ہو
لیک می گوئید ہر دم شکر آب	بے زباں چوں گلستان خوش خضاب
شکر پانی ملنے کا کرتے رہو	ہے چمن خوش رنگ جیسے شکر گو
بے زباں گویند سرو و سبزہ زار	شکر آب و شکر عدل نو بہار
بے زباں کرتے ہیں سرو و سبزہ زار	شکر آب اور شکر عدل نو بہار
حلہا پوشیدہ و دامن کشاں	مست و رقاص و خوش و عنبر فشاں
پہنے ہیں پوشاک اور دامن کشاں	مست و خوش رقاص اور عنبر فشاں

[1] حدیث شریف۔ یعنی جس کا میں مولا و دوست ہوں۔ اس کے (حضرت) علیؓ بھی مولا و دوست ہیں +

جزو جزو و آبستن از شاہ بہار ۔ جسم شاں چوں درّیج پرورد از شمار
ان کے ہر جز میں نہاں شاہ بہار ۔ جیسے ڈبے میں ہوں موتی آبدار

مریماں بے شوہرے آبستا از مسیح ۔ خامشاں بے لاف گفتارِ فصیح
مثل مریم حامل عیسیٰ تمام ۔ چپ ہیں اور بے لاف ہیں اور خوش کلام

ماہ ما بے نطق خوش تابندہ است ۔ ہر زباں نطق از فرِ او یافتہ است
خوب ہے بے نطق چمکا ماہ و آب ۔ ہر زباں ہے اُس کے دم سے فیضیاب

نطق عیسیٰؑ از فرِ مریمؑ بود ۔ نطق آدمؑ پر تو آں دم بود
نطق عیسیٰؑ فیض سے مریمؑ کے تھا ۔ نطق آدمؑ عکس سے اس دم[1] کے تھا

تا زیادت گردد از شکر اے ثقات ۔ پس نبات دیگر است اندر نبات
شکر ادا کرنے سے تا نعمت بڑھے ۔ جیسے سبزے میں سے اک سبزہ اُگے

عکس آں اینجاست فی آمن قنع ۔ اندریں طور است عز من طمع
اب اُگرٹ ہے یعنی قانع ہے ذلیل ۔ اور طامع ہے معزز بے دلیل

در جوالِ نفس خود چندیں مرو ۔ از خریداران خود غافل مشو
نفس کی بوری میں یوں داخل نہ ہو ۔ اور خریداروں سے تو غافل نہ ہو

تا نمانی تو پریشاں حال از آں ۔ آنچناں فرمودہ صاحبدلاں
تا نہ تو اس سے پریشاں حال ہو ۔ یاد رکھ صاحب دلوں کے قول کو

دوسرے سال جوجی کی بیوی کا قاضی کے پاس آنا

باز بعد سالے آں جوحی ز فن ۔ رو بہ زن کرد و بگفت اے چست زن
سال بھر کے بعد جوحی ایک بار ۔ بولا بیوی سے کہ ہاں اے ہوشیار

[1] یعنی نفخت فیہ من روحی ۔ یعنی میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی ۔

آں وظیفہ یار را تجدید کن — پیش قاضی از گلہ من گو سخن

اس پرانی بات کو پھر کر نیا — جا کے تو قاضی سے کر میرا گلا

زن بر قاضی در آمد با زناں — مر زنے را کرد آں زن ترجماں

عورتوں میں مل کے وہ عورت گئی — ترجماں ان میں سے اک اس کی بنی

تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش — یاد ناید از بلائے ماضیش

بات سے قاضی نہ پہچانے کہیں — اور بلا گذری نہ یاد آئے کہیں

ہست فتنہ غمزۂ غماز زن — لیک آں صد تو شود ز آواز زن

غمزۂ زن اک ہے فتنہ جان لے — سو گنا ہو جاتا ہے آواز سے

چوں نمی تانست آوازے فراشت — غمزۂ پنہان زن سودے نداشت

جب نہ وہ آواز اونچی کر سکی — غمزۂ پنہاں ہوا بے سود ہی

گفت قاضی رو تو خصمت را بیار — تا دہم کار ترا با او قرار

بولا قاضی۔ جا تو شوہر اپنا لا — تا کہ تیری بات کا ہو فیصلا

جوحی آمد قاضیش بشناخت زود — کو بوقت لقیہ در صندوق بود

جوحی آیا۔ تاڑ اسے قاضی گیا — دیکھا تھا صندوق میں جب تھا گھسا

ز و شنیدہ بود آواز درون — در شرا و بیع در نقص و فزوں

اس کی آواز اس نے اندر سے سُنی — جبکہ تھی صندوق کی بکری ہوئی

گفت نفقہ زن چرا ندہی تمام — گفت کز جاں شرع را ہستم غلام

بولا۔ کیوں دیتا نہیں نفقہ تمام — بولا۔ جاں سے ہوں شریعت کا غلام

لیک گر میرم ندارم من کفن — در قمارم مفلس و شش تیغ زن

پہ جو مر جاؤں کفن پاؤں کہاں — میں جوئے میں ہیچ و شش کرتا ہوں یاں

زیں سخن قاضی مگر بشناختش — یاد آورد آں دغل و آں باختش

جانا قاضی نے اسے اس بات سے — اس کی یاد آئی دغا بازی اسے

از شش و از پنج عارف گشت فرد ‏ ‏ محترز گشتہ است زین شش پنج نرد

جو ہے عارف - پنج و شش سے ہے جدا ‏ ‏ نرد شش و پنج جہاں سے ہے بچا

رست و ز بیرون پنج حس و شش جہت ‏ ‏ از ورای آں ہمہ کرد آگہت

پنج حس اور شش جہت سے وہ جدا ‏ ‏ باخبر اس پار سے تجھ کو کیا

شد اشاراتش اشارات ازل ‏ ‏ جاوز الاوہام طرا و اعتزل

جیسا ازل کے اس کی رمزیں ہیں عجب ‏ ‏ جا نہیں سکتے جہاں اوہام سب

زین چہ شش گوشہ گر نبود برون ‏ ‏ چون بر آرد یوسفی را از درون

چاہ شش پہلو کا جو قیدی ہی بنا ‏ ‏ کیسے یوسف کو نکالے گا بھلا

وارد بالای چرخ بے ستن ‏ ‏ جسم او چون دلو در چہ چارہ کن

ہاں مگر وہ جو ہے اوپر چرخ کے ‏ ‏ جسم اس کا چاہ میں چارہ کرے

یوسفان چنگال در دلوش زدہ ‏ ‏ رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ

یوسف اس کے ڈول کو ہیں تھام کے ‏ ‏ چاہ سے نکلے مصر کے سلطان ہوئے

دلوہای دیگر از چہ آب جو ‏ ‏ دلو او فارغ ز چہ اصحاب جو

ڈول اکثر پانی ڈھونڈیں چاہ سے ‏ ‏ چاہ سے فارغ - طالب اہل فقر کے

دلوہا غواص آب از بہر قوت ‏ ‏ دلو او قوت و حیات جان حوت

ڈول اکثر غوطہ خور آب ہیں ‏ ‏ جیسے مچھلی پانی کی طالب ہوئی

دلوہا وابستۂ چرخ بلند ‏ ‏ دلو او در اصبعین زورمند

ڈول ہیں وابستۂ چرخ بلند ‏ ‏ چرخ کا ہے ڈول تھامے زورمند

[1] یعنی وہ بیمار گمراہی کا علاج کرتا ہے ۔

[2] یعنی چاہ دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ ۔

[3] یعنی جسم ۔

دلو چہ یا حبل چہ یا چرخ چہ — ایں مثال بس رکیکست اے اچہ
ڈول کیا۔ رسّی ہے کیا۔ یا چرخ کیا — یہ مثالیں ہیں حقیر اے باصفا

از کجا آرم مثال بے شکست — کفو او نے آمد و نے آمدہ ست
لاؤں اس کی ٹھیک میں کیسے مثال — وہ رہا ہے، اور رہے گا بے مثال

صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے — صد کمان و تیر درج ناوکے
مرد ہیں اس ایک میں لاکھوں نہاں — ایک ناوک میں ہیں سو تیر و کماں

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ فتنہ[۱] — صد ہزاراں خرمن اندر حفنۂ
ما رمیت اذ رمیت اک ادا — لاکھ خرمن مشتِ گندم میں چھپا

آفتابے در یکے ذرّہ نہاں — ناگہاں آں ذرّہ بکشاید دہاں
وہ ہے اک خورشید ذرّے میں نہاں — کھولتا ہے منہ وہ ذرّہ ناگہاں

ذرّہ ذرّہ گردد افلاک و زمیں — پیش آں خورشید کو جستا زکمیں
ذرّہ ذرّہ بنتا ہے چرخ و زمیں — جب وہ سورج کودتا ہے اک کمیں

ایں چنیں جانے چہ در خورد تن است — ہیں بشوئے جاں ازیں تن ہر دو دست
جان ایسی کب ہے لائق جسم کے — ہاتھ دھو اے جان تو اپنے جسم سے

اے تن گشتہ وثاق جاں بس است — چند تا ند بحر در مشکے نشست
ہے یہ کافی تن جو قصرِ جان بنا — مشک میں دریا سمائے کتنا سا

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر — اے مسیحائے نہاں در جوف خر
آدمی میں ہیں بہت جبرئیل ہاں — قالبِ خر میں مسیحا ہیں نہاں

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد — واقف است ز خوف[۲] ناسوت نیک و بد
اس نمد میں ہیں کلیم اللہ چھپے — ڈرتے سے واقف۔ نیک بد سے ہیں بچے

[۱] قولہ تعالیٰ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ یعنی جب تو نے تیر پھینکا۔ تو تو نے نہیں پھینکا۔ بلکہ اللہ نے پھینکا ۔ [۲] یعنی اللہ کا ڈر ۔

اے حبیب اللہ نہاں خارِ تن — گنجِ ربانی نہاں در مارِ تن

خارِ تن میں ہے حبیب اللہ کا — مارِ تن میں گنج ربانی چھپا

اے ہزاراں کعبہ پنہاں در کنیس — اے غلط انداز عفریت و بلیس

دَیر میں کعبے ہزاروں میں چھپے! — دیو اور شیطان میں گمراہ کرے

سجدہ گاہ لامکانی در مکاں — مر بلیساں را ازو ویراں دکاں

سجدہ گاہ لامکاں تیرا مکاں — اور ابلیسوں کی ویراں ہے دکاں

کہ چرا من سجدۂ ایں طیں کنم — صورتے دوں را لقب چوں دیں کنم

سجدہ مٹی کو کروں کس واسطے — صورتِ دوں کو کہوں دیں کس لئے

نیست صورت چشم را نیکو بمال — تا بہ بینی شعشعہ نور جلال

آنکھ مل کر دیکھ۔ یہ صورت شکل — تا تو دیکھے نور ربّ العالمین

شہزادے کے قصّے کی طرف رجوع

شاہزادہ پیشِ شہ حیران ایں — ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طیں

پیشِ شہ حیراں تھا شہزادہ وہاں — مشتِ گِل میں دیکھے ساتوں آسماں

ہیچ ممکن نے ببحثے لب کشود — لیک جانش با جانِ وے خامش نبود

گرچہ طاقت تھی نہ اس میں بحث کی — جان لیکن ایک دم بھی چُپ نہ تھی

آمدہ در خاطرش کیں بس خفیست — ایں ہمہ معنیست پس صورت ز چیست

راز ہے یہ۔ سوچا یہ شہزادے نے — یہ ہے معنی۔ پھر ہے صورت کس لئے

صورت از بے صورتی آباد کن — خفتہ ام خفتہ را منقاد کن!

صورتوں سے تو الگ رہ برملا — تو ہے غافل۔ نفس کو تابع بنا

۱ یعنی وجود۔
۲ یعنی ظاہر کی بادشاہی۔

آں کلامت می رہاند از کلام ۔۔۔ واں سقامت می جہاند ز سقام

بات غیبی تجھ کو باتوں سے چھڑائے ۔۔۔ وہ مرض امراض سے تجھ کو بچائے

پس سقام عشق جان صحت است ۔۔۔ رنجہائش حسرت ہر راحت است

جان صحت کی مرض ہے عشق کا ۔۔۔ رنج اس کا حسرت راحت ہوا

اے تن اکنوں دست خود زیں جاں بشو ۔۔۔ ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو

اب تو اے تن! ہاتھ دھوئے جان سے ۔۔۔ اور کوئی جان ورنہ ڈھونڈ لے

شہزادے پر شاہ چین کی نوازش

حاصل آں شہ نیک او را می نواخت ۔۔۔ او از آں خورشید چوں مہ می گداخت

شاہ چیں شہزادے پہ تھا مہرباں ۔۔۔ مہر سے جوں مہ وہ گھلتا بے گماں

آں گداز عاشقاں باشد نمو ۔۔۔ ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو

ہے گداز عاشقاں نشو و نمو ۔۔۔ چاند گھلنے میں ہے جیسے تازہ رو

جملہ رنجوراں دوا دارند امید ۔۔۔ نالد ایں رنجور کم افزوں دہید

سارے بیماروں کو امید دوا ۔۔۔ بولے عاشق - کم مرض ہے دو سوا

جملہ رنجوراں شفا جویند وایں ۔۔۔ رنج افزوں جوید و درد و حنیں

کل مریض اپنی شفا چاہیں مگر ۔۔۔ چاہے عاشق رنج و نالہ بیشتر

خوب تر زیں سم ندیدم شربتے ۔۔۔ زیں مرض خوشتر نباشد صحتے

خوب تر اس زہر سے شربت نہیں ۔۔۔ اس مرض سے عمدہ تر صحت نہیں

زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے ۔۔۔ سالہا نسبت بدیں دم ساعتے

اس گنہ سے بہتر اک طاعت نہیں ۔۔۔ سال عاشق کو ہیں ساعت بالیقیں

مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق ۔۔۔ دل کباب و جاں نہادہ بر طبق

پاس شہ کے یوں وہ عرصے تک رہا ۔۔۔ دل کباب اور جان حاضر بر ملا

گفت شہ از ہر کسے یک سر برید
سب سے توڑا اس کو قول شاہ نے
من از و ہر لحظہ قربانم جدید
اس کی قربانی ہوں ہر دم - دو کیے

من فقیرم از زر و از سر غنی
میں فقیر اور زر سے سر سے ہوں غنی
صد ہزاراں سر خلف دارد سنی
لاکھ سر کی اس نے دولت مجھ کو دی

با دو پا در عشق نتواں تاختن
طے نہ دو پاؤں سے ہو رہ عشق کی
با یکے سر عشق نتواں باختن
ایک سر سے عشق بازی کب ہوئی

ہر کسے را خود دو پا و یک سر است
ہر کسی کے پاؤں دو سر ایک ہاں
با ہزاراں پا و سر تن نادر است
پر ہزاروں پاؤں سر کا تن کہاں

زیں ہمہ ہنگامہا کل شد ہدر
مٹ گئے دنیا کے جھگڑے مگر
ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
ہر گھڑی ہنگامہ یہ ہے گرم تر

معدن گرمیست اندر لامکاں
لامکاں میں یہ ہے معدن گرم ہاں
ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
سات دوزخ جس کے شعلے کا دھواں

ز آتش دوزخ گریزاں شد جحیم
آگ سے دوزخ گریزاں ہو گئی
زانکہ ایشاں راست پر ناز و نعیم
کیونکہ وہ عشاق پر جنت بنی

جز یا مومن[۱] فان نورک اطفأ ناری کا بیان

ز آتش مومن ازیں رو اے صفی
مومنوں کی آگ سے اس واسطے
می شود دوزخ ضعیف و منطفی
عاجز آئے دوزخ آگ اس کی بجھے

گویدش بگذر سبک اے محتشم
اس سے کہتا ہے گزر تو جلد ہی
ورنہ ز آتش ہائے تو مرد آتشم
ورنہ میری آگ تجھ سے بجھ چلی

[۱] حدیث شریف :- یعنی اے مومن ! آگ سے جلد نکل جا ۔ بیشک تیرا نور میری آگ بجھائے دیتا ہے ۔

کفر کہ کبریت دوزخ اوست بس — بیں کہ پوشانید او را ایں نفس

کفر جو اکسیر دوزخ کی ہُوا — دیکھ اسے اس وقت بجھے فسردہ کیا

زود کبریت بدیں سو وا سپار — تا نہ دوزخ بر تو تا زد نے شرار

جلد اِدھر اکسیر اپنی بھیجدے — تا نہ دوزخ تجھ پہ حملہ کر سکے

گو بدش جنّت گزر کن ہمچو باد — ورنہ گردد ہر چہ من دارم کساد

بولیگی جنّت - ہوا بن کر گزر — ورنہ ہوگا - مجھ کو نقصاں سربسر

کہ تو صاحب خرمنی من خوشہ چیں — من تہی ام تو ولایت ہائے چیں

صاحب خرمن ہے تو میں خوشہ چیں — میں ہوں اک بُت - تو مگر ہے ملک چیں

ہست لرزاں زو جحیم و ہم جناں — نے مر ایں را نے مر آں را زو اماں

کانپتی ہے اس سے دوزخ اور جناں — اس کو حد اس کو نہیں اس سے اماں

بڑے شہزادے کی وفات

رفت عمرش چارۂ فرصت نیافت — صبر بس سوزاں بُد و جاں تافت

عمر گذری - کچھ نہ اس کا بس چلا — صبر سوزاں سے نہ وہ جانبر ہُوا

مدتے دنداں کناں ایں می کشید — نارسیدہ عمر او آخر رسید

خوف وزاری ہی میں گزرے صبح و شام — عمر آخر ہو گئی اس کی تمام

صورت معشوق او شد در نہفت — رفت و شد با معنیٔ معشوق جفت

چہرہ گو معشوق کا اس سے چھپا — معنیٔ معشوق سے پر جا ملا

گفت لبسش گر ز شعر ششتر است[1] — اعتناق بے حجابش خوشتر است

گو لباس اس کا ہے ریشم کا مگر — وصل بے پردہ اسے ہے خوب تر

[1] یہ معنی کا قول ہے ۔

من شدم عریاں زتن او از خیال   می خرامم در نہایات الوصال

تن سے میں عریاں ہوں وہ افکار سے   خوب ہوں گے لطف حاصل وصل کے

ایں مباحث تابدینجا گفتنیست   ہر چہ آید زیں سپس بنہفتنیست

ہے یہاں تک بحث قابل کہنے کے   اس سے آگے ہے چھپانے کے لئے

گر بپوشی در بگوئی صد ہزار   ہست بیکار و نگردد آشکار

گر چھپائے یا کہے تو لاکھ بار   فائدہ کیا۔ وہ نہ ہوگی آشکار

تا بدریا سیر اسپ و زیں بود   بعد ازانت مرکب چوبیں بود

اسپ و زیں کی سیر دریا تک ہوئی   بعد اس کے تجھ کو اک کشتی ملی

مرکب چوبیں بہ خشکی ابتر است   خاص مر دریائیاں را رہبر است

کشتی خشکی میں مگر ابتر ہوئی   رہبر دریائیاں بے شک بنی

ایں خموشی مرکب چوبیں بود   بحریاں را خامشی تلقیں بود

ہے خموشی ایک کشتی جان لے   بحریوں کو چپ ہی رہنا چاہئے

ہر خموشے کاں ملولت می کند   نعرہائے عشق زاں سو می زند

جو ہے خاموش اور تجھے غمگیں کرے   مارے اُس جانب سے نعرے عشق کے

تو ہمی گوئی عجب خامش چراست   او ہمی گوید عجب گوشش کجاست

تو کہے یہ کس لئے خاموش یاں   وہ کہے ہیں! کان تیرے ہیں کہاں

من ز نعرہ کر شدم او بے خبر   تیز گوشاں زیں ہمہ بستند کر

میں ہوں بہرہ نعروں سے وہ بیخبر   تیز گوش ان سب سے بہرے ہیں مگر

آں یکے در خواب نعرہ می زند   صد ہزاراں بحث و تلقیں می کند

خواب میں کوئی ہے نعرے مارتا   بحث و تلقیں لاکھ ہے وہ کر رہا

ایں نشستہ پہلوئے آں بیخبر   خفتہ خود آنست کز آں شور و شر

پاس جو بیٹھا ہے وہ ہے بے خبر   خفتہ خود سنتا نہیں وہ شور و شر

آں کسے کش مرکب چوبیں شکست — غرق شد در آب و خود ماہیست
جس کسی کی ٹوٹی کشتی بر ملا — غرق دریا میں ہوا مچھلی بنا!

نہ خموشست و نہ گویا نادریست — حال او را در عبارت نام نیست
وہ نہ چپ ہے۔ اور نہ گویا۔ ہے عجب — حال اس کا ہو سکے تحریر کب

نے ازیں و ہر دو ہست آں بوالعجب — شرح آں گفتن بروں ست از ادب
وہ نہیں۔ ان دو سے۔ دونوں ہے عجب — شرح کرنا اس کی بیروں از ادب

ایں مثال آید رکیک و بے رود — لیک در محسوس ازیں بہتر نبود
گو ہے ناقص یہ مثال اور نارسا — تھی یہ لیکن سب سے بہتر ظاہرا

منجھلے شہزادے کا بڑے بھائی کے جنازے پر آنا

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت — جانش پر آذر جگر پر سوز تفت
الغرض شہزادہ دنیا سے گیا — جان پر آتش جگر پر سوز تھا

کوچکیں رنجور بود و آں وسط — بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
چھوٹا تھا بیمار اور منجھلا جو تھا — اپنے بھائی کے جنازے پر گیا

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست — کز اناں بحراست ایں ہم ماہیست
شاہ نے دیکھا تو قصداً یوں اُٹھا — ہے اسی دریا کی مچھلی یہ بھی کیا

پس معرّف گفت پور آں پدر — ایں برادر زاں برادر خُرد تر
پس معرّف نے کہا ہے ٹھیک ہاں — یہ برادر خرد اور وہ تھا کلاں

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار — کرد او را ہم بدیں پرسش شکار
کی نوازش شہ نے۔ تو ہے یادگار — کر لیا اس طرح اس کو بھی شکار

از نوازشہائے آں شاہ وحید — در تن خود غیر جان جاں ندید
شاہ یکتا کے کرم سے بے گماں — کچھ نہ دیکھا تن میں غیر جانِ جاں

در دلِ خود یافت عالی عالمے ۔۔۔ کاندیابد کس بہ صد خلوت ہمے

اک بڑی دنیا ملی دل میں اسے ۔۔۔ جو نہ سو خلوت سے کوئی پا سکے

در دلِ خود یافت عالی غلغلہ ۔۔۔ کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ

دل میں اچھے پائے ایسے قافلے ۔۔۔ جو نہ سو چلوں میں صوفی پا سکے

عرصہ و دیوار و سنگ و کوہ تافت ۔۔۔ پیشِ او چوں نار خنداں می شگافت

سب در و دیوار - درخت و کوہسار ۔۔۔ اس کے آگے ہنستے تھے مثلِ انار

ذرہ ذرہ پیشِ او چوں آفتاب ۔۔۔ دمبدم می کرد صد گوں فتح باب

ذرے اس کے آگے مثلِ آفتاب ۔۔۔ کرتے تھے سو طرح گویا فتح باب

باب گہ روزن شدے وگہ شعاع ۔۔۔ خاک گہ گندم شدے گہ کا صاع

در کبھی روزن تھا اور کرنیں کبھی ۔۔۔ خاک گہ گندم تھی گا ہے گھاس بھی

در نظر ہا چرخ بس کہنہ قدید ۔۔۔ پیشِ چشمش ہر دمے خلقے جدید

چرخ نظروں میں تھا سوکھا گوشت سا ۔۔۔ دیکھتا تھا ہر گھڑی عالم نیا

روحِ زیبا چونکہ وارست از جسد ۔۔۔ از قضا بے شک چناں چشمش رسد

روحِ زیبا جسم کو جب چھوڑ دے ۔۔۔ کہ قضا سے آنکھ اسے ایسی ملے

صد ہزاراں غیب پیشش شد پدید ۔۔۔ آنچہ چشمِ محرماں بیند بدید

ہو گئیں لاکھوں چھپی چیزیں عیاں ۔۔۔ دیکھا جو کچھ دیکھے چشمِ محرماں

آنچہ او اندر کتب برخواندہ بود ۔۔۔ چشم را از صورت آں بر کشود

جو کچھ اس نے تھا کتابوں میں پڑھا ۔۔۔ دیکھا اپنی آنکھ سے وہ برملا

از غبارِ موکب آں شاہِ فر ۔۔۔ یافت او کحل عزیزے در بصر

شاہ کے لشکر کی گرد راہ سے ۔۔۔ سرمہ بینائی کا ہاتھ آیا اسے

بر چنیں گلزار دامن می کشید ۔۔۔ جزو جزوش نعرہ زن ہل من مزید

چلتا تھا ایسے چمن میں وہ سعید ۔۔۔ اس کی رگ رگ کہتی تھی ہل من مزید

گلشن کز نقل روید یک دم است — گلشنے کز عقل روید خرم است
نقل کا گلزار ہے بے اعتبار — عقل کا گلزار لیکن ہے بہار

گلشنے کز گل دمد گردد تباہ — گلشنے کز دل دمد وا فرحتاہ
جو چمن گل سے اگا ویراں ہوا — جو چمن دل سے اگا ہے دلکشا

علمہائے بے مزہ دانستہ ماں — زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں
بے مزہ جو علم ہم ہیں جانتے — اک دو گلدستے ہیں اُس گلزار کے

زاں زبون این دو سہ گلدستہ ایم — کیں در گلزار بر خود بستہ ایم
مر مٹے ہیں - ہم جو ان گلدستوں پر — کر لیا بند اُس چمن کا ہم نے در

آں چناں مفتاح ہا ہر دم بناں — می فتد اے جاں دریغا از بناں
کنجیاں افسوس اس گلزار کی — وجہ ناں سے ہاتھ سے ہیں گر رہی

ور دمے خود فارغ آرندت کناں — گرد جادو گردی و عشوہ زناں
گر تجھے روٹی کبھی ملتی نہیں — کام لیتا ہے دغا سے بالیقیں

باز استسقات چوں شد موجناں — ملک شہرے بایدت پرناں و زن
پھر اگر ہو پیاس تیری موجزن — ملک تجھ کو چاہئے پُر ناں و زن

مار بودی اژدہا گشتی مگر — یکسرت بود ایں زمانے ہفت سر
سانپ تھا - اب ہو گیا اژدر مگر — پہلے تو یکسر تھا - اب ہے ہفت سر

اژدہائے ہفت سر دوزخ بود — حرص تو دانہ است دوزخ فخ بود
ہفت سر اژدر تو ہے دوزخ کا نام — حرص تیری دانہ ہے دوزخ ہے دام

دام را بدراں بسوزاں دانہ را — باز کن درہائے نو ایں خانہ را
دام کو پھاڑ اور دانہ پھونک دے — کھول دے اس گھر کے دروازے نئے

چوں تو عاشق نیستی اے نرگدا — ہمچو کوہی بے خبر داری صدا
اور اگر عاشق نہیں تو اے گدا — بے خبر ہے مثل کوہ اور ہے صدا

کوہ را گفتار کے باشد ز خود — عکس غیر است آں صدا اے معتمد

ہے پہاڑ از خود بھلا کب بولتا — عکس ہے وہ غیر کی آواز کا

گفت تو زاں ہم کہ عکس دیگریست — جملہ احوالت بغیر عکس نیست

بات تیری غیر کا ہے عکس جب — حال تیرا ہے بغیر عکس کب

خشم و ذوقت ہست عکس دیگراں — شادیٔ قوادے و خشم عواں

عکس اغیاراں ذوق اور غصہ تیرا — شادی دلاّل۔ غصہ شحنے کا

آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد — کرد بد او را بہ کینہ زجر و درد

کیا بچارے نے بگاڑا شحنے کا — کینے سے اس پہ خفا ہے ہو رہا

تا بکے عکس خیال لامعہ — جہد کن تا گرددت ایں واقعہ

تو رہے گا تا کجا عکس خیال — کر ذرا کوشش کہ ہووے تیرا حال

تا کہ گفتارت ز حال تو بود — سیر تو با پرّ و بال تو بود

ہو تری گفتار تیرے حال سے — سیر تیری تیرے پرّ و بال سے

صید گیرد تیر ہم با پرّ غیر — لاجرم بے بہرہ گشت از لحم[1] طیر

صید پکڑے تیر پرِ غیر سے — رہتا ہے بے بہرہ گوشت طیر سے

باز صید آرد بخود از کوہسار — لاجرم شاہش خوراند کبک و سار

باز خود کہسار سے لائے شکار — دے اُسے کبک اور مینا شہریار

باز از پرّ خود آرد صید شیک — لاجرم شاہش خوراند لحم کبک

کھیلتا ہے باز جو پر سے شکار — کبک ہے اس کو کھلاتا شہریار

منطقے کو وحی نبود از ہواست — ہمچو خاکے بر ہوا بر شد ہباست

ہے ہوس جو علم الہامی نہ ہو — خاک ہے تا چڑھے اوپر جائے گو

[1] یعنی پرندے کا گوشت۔

گر نماید خواجہ را ایں دم غلط ‏ ‏ زاقول والنجم برخواں چند خط
گر نظر آئے یہ اے خواجہ غلط ‏ ‏ اوّل والنجم[1] سے پڑھ چند خط

تاکہ ما ینطق محمدؐ از ہوا ‏ ‏ ان ہو الا یوحی احتوی
بات آنحضرتؐ نہ خود کہتے کوئی ‏ ‏ وحی جو آتی تھی۔ فرماتے وہی

احمدا چوں نیستت از وہم پاس ‏ ‏ جسمیاں را دہ تحری و قیاس
بڑلا حق۔ احمدؐ! تجھے ہے وہم اگر ‏ ‏ جسمیوں کو دے ہدایت سربسر

تا بدانی کہ محمدؐ از ہوا ‏ ‏ وانگفت و گفت از وحی خدا
مصطفیٰؐ کا قول ہے غیر از ہوا ‏ ‏ ہے سراسر وحی و الہام خدا

کز ضرورت ہست مردارے حلال ‏ ‏ کہ تحری نیست در کعبہ وصال
ہے ضرورت میں تو مردہ بھی حلال ‏ ‏ ہیں ہدایت سے بری اہلِ وصال

بے تحری و اجتہادات ہدیٰ ‏ ‏ ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوا
بے طلب نیکی کے۔ بے راہ و ہدیٰ ‏ ‏ جو ہوا حرص و ہوا میں مبتلا

ہمچو عادش برپرد باد و کشد ‏ ‏ نے سلیماں است تا تختش کشد
مثلِ عاد اس کو ہوا کردے فنا ‏ ‏ کب سلیماں ہے کہ تخت اس کا اڑا

عاد را باد است حمّالِ خذول ‏ ‏ ہمچو برّہ در کفِ مردِ اکول
تھی ہوا حمّالِ قومِ عاد کو ‏ ‏ جیسے برّہ ہاتھ میں پیٹو کے ہو

ہمچو فرزندش نہادہ بر کنار ‏ ‏ می برد تا بکشدش قصاب وار
جیسے ماں فرزند کو گودی میں لے ‏ ‏ اس کو لے جاتی ہوا تا مار دے

[1] قولہ تعالیٰ: والنجم اذا ہوی ما ضل صاحبکم وما غوی۔ ما ینطق عن الہویٰ ان ہو الا وحی یوحیٰ۔ یعنی اس ستارے کی قسم ہے جب وہ ڈوبتا ہے تمہارا صاحب رفیق جو پیغمبر ہے نہ گمراہ ہے نہ بھٹکا ہوا۔ اور نفس کی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا۔ اور جو کچھ کہتا ہے وحی کے سوا نہیں جو اس پر القا کی جاتی ہے۔ یہ آیات سے مراد ہے۔

عادیاں را باد زاستکبار بود
یاری پنداشتند اغیار بود

تھی تکبر سے ہوا وہ عاد پہ
جانتے تھے یار۔ تھی دشمن مگر

چوں بگردانید ناگہ پوستین
خرد شاں بشکست آں بئس القرین

جب ہوا نے چولا بدلا ناگہاں
عادیوں کو پیس ڈالا بے گماں

باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد
پیش ازاں کت بشکند ہمچو عاد

توڑ دے اس باد کو۔ فتنہ ہے باد
توڑنے پائے نہ تجھ کو مثلِ عاد

ہود دادے پند کاے پُر کبر خیل!
بر کند از دستتاں ایں باد ذیل

ہود نے کہا اے گروہ پُر غرور
یہ ہوا دامن چھڑا لے گی ضرور

لشکرِ حق است باد و از نفاق
چند روزے با شما کرد اعتناق

ہے ہوا اک لشکرِ حق پُر نفاق
چند روزہ تم سے اس کا اتفاق

او بہ سِر با خالقِ خود راست است
چوں اجل آید برآرد باد دست

وہ ہے پوشیدہ خدا کے ساتھ ہاں
جب اجل آ جائے گی ہوگی عیاں

ایں ہماں باد است کایمن می گذشت
بود ہمچوں جاں ہمچوں مرگ گشت

یہ ہوا ہے بے خطر جو چلتی تھی
جان تھی۔ اب موت لیکن ہوگئی

دست آں کس کو بکردت دست بوس
وقتِ خشم آں دست می گردد دبوس

جیسے تو چومے کسی کے ہاتھ کو
وقتِ غصہ۔ ہاتھ وہ اک گرز ہو

باد را اندر دہاں بیں رہ گذر
ہر نفس آیاں رواں با کرّ و فر

منہ کے اندر بھی ہوا ہے دیکھ لے
سانس ان کی ہے رواں اک شان سے

حلق و دنداں ہا ازو ایمن بود
حق چو فرماید بدنداں در فتد

اس سے حلق اور دانت ہیں محفوظ سب
پھیلے دانتوں میں خدا فرمائے جب

کوہ گردد ذرّہ باد و ثقیل!
درد دنداں دارد وش زار و علیل

اس کا ذرّہ ہو پہاڑ اور ہو ثقیل
دانت کا درد اس کو رکھتا ہے علیل

یارب و یارب برآرد او ز جان — کہ بریں باد را اے مستعان
یارب و یارب وہ ہے اب کر رہا — دکھ کر دے اس ہوا کو اے خدا

اے دہان غافل بدی زیں یاد و رو — از بنِ دنداں در استغفار شو
اے دہن! غافل ہوا سے تو جو تھا — تو پکار اب عجز اور زاری سے جا

چشم سختش اشکہا باراں کند — منکراں را درد اللہ خواں کند
درد اُس کی آنکھ سے آنسو بہائے — منکروں کو اللہ اللہ وہ کرائے

چوں نمی یزداں نہ بد رفتی ز مرد — درد حق را لاجرم پذیرا شود درد
تو نے قولِ حق نہ مانا مرد سے — وہی حق کو مانے اب درد سے

باد گوید پیکم از شاہ بشر — گر خبر خیر آورم گاہے بہ شر
باد گوئے۔ میں ہوں قاصد شاہ کی — خیر کی لاؤں خبر۔ شر کی کبھی

زانکہ مامورم امیر خود نیم — من چو تو غافل ز شاہِ خود کیم
کیونکہ میں محکوم ہوں۔ حاکم نہیں — شہ سے تیری طرح غافل ہوں کہیں

گر سلیماںؑ وار بودے حال تو — چوں سلیماںؑ گشتمے حمالِ تو
جوں سلیمان ہوتا تیرا حال اگر — میں تری مزدور بنتی بے خطر

عاریہ استم گشتمے ملکِ کفت — کردمے بر رازِ خود من واقفت
عاریت ہوں۔ ہوتی تیری ملک اگر — رازداں تجھ کو بناتی سربسر

لیک چوں تو یاغی و من مستعار — می کنم خدمت ترا روزے سہ چار
تو مگر باغی ہے میں ہوں مستعار — تیری خادم ہوں فقط دن تین چار

پس چو عادت سرنگونیہا دہم — زانسپہ تو یاغیانہ برجہم
پھر کیے جوں عاد کردوں گی خراب — باغیانہ تجھ سے بھاگوں گی شتاب

تا بغیب ایمان تو محکم شود — آں زماں کایمانت مایۂ غم شود
اب کہیں ایمان ترا محکم ہوا — جبکہ ایمان مایۂ غم بن گیا

آں زماں خود جملگاں مومن شوند	آں زماں خود سرکشاں بر سر دوند
ہوں گے مومن اس زمانے میں تمام	سرکشی اس دم سر کے بل دوڑیں گے عام
آں زماں زاری کنند و افتقار	ہمچو دزد و راہزن در زیر دار
ہوں گے عاجز روئیں گے وہ زار زار	جس طرح چور اور راہزن زیر دار
لیک گر در غیب گردی مستوی	مالک دارین و شحنہ خود توی
غیب میں لیکن جو تو مومن ہوا	کوتوال اور شاہ دو عالم بنا
شحنگی و پادشاہی مقیم	نے دو روزہ مستعار است و سقیم
اور وہ شاہی جسے دائم قیام	عاریت اور نقص کا اس میں نہ کام
رستہ از پیکار و کار خود کنی	ہم تو شاہ و ہم تو طبل خود زنی
چھوٹ کے جھگڑے سے وہ کام اپنا کرے	خود ہی شہ، خود طبل زن اپنا بنے
چوں گلو تنگ آورد بر ما جہاں	کاش خوردے خاک ایں حلق و دہاں
جب دبائے گا گلا اک دن جہاں	کاش ہی کھاتا یہ حلق و دہاں
ایں دہاں خود خاک خوارے آمدست	لیک آں خاکے کہ آں رنگیں شدست
یہ دہن کھاتا ہے بے شک خاک ہی	خاک وہ لیکن جو رنگیں ہو گئی
ایں کباب و ایں شراب و ایں شکر	خاک رنگین است و نقشیں اے پسر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر	خاک ہے رنگین و منقوش اے پسر
چونکہ خوردی و شد آں لحم و پوست	رنگ لحمش داد ایں ہم خاک دوست
کھا کے کھال اور گوشت ان سے بن گیا	خاک کو کی گوشت کی رنگت عطا
ہم ز خاکے بخیہ بر ہم می زنند	جملہ را ہم باز خاکے می کنند
خاک میں بخیہ لگائی ہے قضا	خاک پھر سب کو بنا دے برملا
ہندو و قبچاق و رومی و حبش	جملہ یک رنگ اند اندر گور خوش
ہندی، ترکی، رومی، زنگی اے پسر	قبر میں یک رنگ ہیں یہ سر بسر

تا بپائی کاں ہمہ نقش و نگار — جملہ رو پوش است و ملک مستعار

تاکہ تو جانے وہ سب نقش و نگار — تھے نہاں اور اک متاع مستعار

رنگ باقی صبغۃ اللہ است و بس — غیر آں بر بستہ داں ہمچوں جرس

رنگ باقی رنگ اللہ کا ہے بس — دوسرے کو رنگ ہیں مثل جرس

رنگ صدق و رنگ تقویٰ و یقیں — تا ابد باقی بود بر صادقیں!

صدق و تقویٰ اور یقیں کا رنگ ہاں — صادقوں پر ہوگا دائم بے گماں

رنگ کفران و شک و شرک و نفاق — تا ابد باقی بود بر جان عاق

رنگ کفران و نفاق و شرک کا — تا قیامت جان سرکش پر رہا

چوں سیہ روئی فرعون دغا — رنگ او باقی و جسم او فنا

رنگ جیسے ہے دغا فرعون کا — رنگ باقی جسم اس کا مٹ گیا

برق و فر روئے خوب عابدیں — تن فشاندواں بقا تا یوم دیں

دیکھ تو نیکوں کے چہروں کی چمک — مٹ گیا تن۔ وہ ہے باقی حشر تک

زشت آں زشت است خوب آں خوب ایں — دائم ایں ضحاک و آں اندر عبس!

جو یہاں جیسا۔ وہاں ویسا ہے — ترش رو ترش و نیک ہنستا ہی رہے

خاک را رنگے و فرہنگے دہد — ہمچو کودک ما براں جنگے دہد

خاک کو عقل اور رنگینی ملی — ہم کو لڑکوں کی طرح جنگ اس پہ دی

از خمیرے اشتر و شیرے پزند — کودکاں از حرص آں کف می گزند

اونٹ اور شیر آٹے کے پکتے ہیں جو — ہاتھ چبائیں حرص سے لڑکے تمام

شیر و اشتر ناں شود اندر دہاں — در نگیرد ایں سخن با کودکاں

ناں منہ میں شیر اور شتر ہے — کب لگے یہ بات لڑکوں پہ کہے

لہ یعنی جب چبایا۔ اُتار دیا

دامن پُر خاک ما چوں کودکاں	رفتہ از سر جہد اسباب دکاں
دامن پُر خاک مثلِ کودکاں	کچھ نہیں پروائے اسباب دکاں
کودک اندر جہل و پندار و شک است	شکر باری قوت او اندک است
لڑکا اندر جہل اور پندار کے	شکر باری کی نہیں طاقت اُسے
وائے زاں طفلاں کہ پیری می کنند	لنگ مور اند و میری می کنند
حیف اُن لڑکوں پہ جو پیری کریں	لنگڑے چیونٹے ہیں مگر میری کریں
طفل را استیزہ و صد آفت است	شکر آں کو بے فن و بے آلت است
طفل کو جھگڑے ہیں اور سو آفتیں	بے فن و بے اسلحہ کے شکر ہیں
وائے زاں پیران طفل نا ادیب	گشتہ از قوت بلائے ہر لبیب
وائے پیر طفل نا ہموار ہے	ناروا تا سے پھرا جو سر لبیب
چوں سلاح و جہل جمع آمد بہم	گشت فرعونے جہاں سوز از ستم
جب سلاح و جہل اکٹھے ہوگئے	اک بنا فرعون ظلم و جور سے
شکر کن اے مرد درویش از قصور	کہ ز فرعونی رہیدی وز کفور
شکر اے درویش کر نقصان کا	تو جو فرعونی سے کفراں سے بچا
شکر کہ مظلومی و ظالم نۂ	ایمن از فرعونی و ہر فتنۂ
شکر کر ظالم نہیں مظلوم ہے	فتنے۔ فرعونی سے ایمن ہے بے پے
خالی اشکم[1] لاف اللہی نزد	کاتشش را نیست از ہیزم مدد
بھوکے نے اپنے کو کب اللہ کہا	آگ کو اس کی نہ کچھ ایندھن ملا
اشکم خالی بود زندان دیو	کش غم ناں مانع است از مکر و ریو
پیٹ خالی دیو کا زندان بنا	ناں کا غم مکر سے مانع ہوا

[1] یعنی جسم ۔
[2] یعنی سامانِ آخرت ۔

اشکم پر لوت وال بازار دیو — تاجران دیو را در وے غلو

پرشکم بازار ہے اک دیو کا ! — تاجران دیو کا ہے غل مچا

تاجران ساحراں لاشے فروش — عقل ہا را تیرہ کردہ از خروش

ساحروں نے سحر سے دھوکا دیا — شور و غل سے عقل کو حیراں کیا

خم رواں کردہ ز سحرے چوں فرس — کرد کرپاسے ز مہتاب و غلس

سحر سے چوں اسپ خم دوڑا کیا — چاندنی تاریکی کو کپڑا کیا

چوں بریشم خاک را بہ می تنند — خاک بر چشم تمیز می زنند

خاک کو وہ مثل ریشم کے تنیں — خاک ڈالیں چشم دانش مند میں

چندلے را رنگ عودے می دہند — بر کلوخے آں حسودے می دہند

عود سنگ سخت کو گویا کیا — ڈھیلے پہ ہم کو حسد ہونے لگا

پاک آں کو خاک را رنگے دہد — ہمچو کودک آں بداں جنگے دہد

پاک اللہ۔ خاک کو جو رنگ دے — مثل طفلاں ہم کو اسے جنگ دے

دامن پر خاک ما چوں کودکاں — در نظرماں خاک ہمچو زرکاں

دامن پر خاک مثل اطفال کے — خاک سونا ہے ہمارے واسطے

طفل را با کودکاں نبود جدال — طفل را حق کے نشاند با رجال

طفل کو لڑکوں سے کب جنگ جدال — کب ہوئے ہم مرتبہ طفل ورجال

میوہ گر کہنہ بود تا ہست خام — پختہ نبود غورہ خوانندش بنام

گو پرانا میوہ ہو جب تک ہے خام — اور نہیں پختہ ہے غورہ اسکا نام

گر شود صد سالہ آں خام ترش — طفل و غورہ ست او بر تیزہش

میوہ خام ترش صدسالہ ہو گو — طفل و غورہ تر دو انا یاں وہ ہو

سلہ یعنی شیطان اور اس کی اولاد

گرچہ باشد ریش و موئے و سپید — ہم در آں طفلی خوف است و امید

بال اور ڈاڑھی سفید اس کی ہو گو — وہ اُمید و خوف کی طفلی میں ہو

ماند خواہم نا رسیدہ یا رسم — حق کند با من غضب یا خود کرم

نارسا رہ جاؤں یا میں ہوں رسا — حق سے مجھ پر ہو غضب یا ہو عطا

گر رسم یا نارسیدہ مانَدم — اے عجب با من کند گرم آں کرم

ہوں رسا۔ یا نارسا چھوڑے مجھے — کیا تعجب وہ کرم مجھ پر کرے

با چنیں نا قابلی و دوریے — بخشد ایں غورہ مرا انگوریے

دوری اور نا اہلی کے ہوتے ہوئے — میرا خام انگور وہ پختہ کرے

نیستم امیدوار از ہیچ سُو — واں کرم می گویدم لا تیأسوا

ہے کہاں مجھ کو کسی جانب سے آس — وہ کرم کہتا ہے مت ہو وقفِ یاس

دائماً خاقانِ ما کردہ است طَو — گوش ما را می کشد لا تقنطوا

شہ نے دعوت دی ہے دائم اے نکو — کھینچتا ہے کان کو لا تقنطوا

گرچہ ما زیں ناامیدی در گویم — چوں صلا زد دست اندازاں رَویم

یاس سے گو ہم پڑے ہیں کھائی میں — جب بلائے وہ تو اٹھلاتے چلیں

دست اندازیم چوں اسپاں سپس — در دویدن سوئے مرعائے انس

بعد اس کے مثلِ اسپاں بے گماں — ہوں چراگاہِ محبت کو دواں

گام اندازیم آنجا گام نے — جام پرّاں زیم آنجا جام نے

گام زن ہوں گام پر اُس جا کہاں — جام پی لیں۔ جام پر اُس جا کہاں

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی است — معنی اندر معنی و رباّنی است

اس جگہ کی ساری چیزیں جانی ہیں — معنی اندر معنی اور ربانی ہیں

ہست صورت سایہ معنی آفتاب — نورِ بے سایہ بود اندر خراب

سایہ صورت معنی سورج بے گماں — نورِ بے سایہ ہے ویرانے میں ہاں

چونکہ آنجا خشت بر خشتے نماند ۔۔۔ نور مہ را سایۂ زشتے نماند

اینٹ پہ اینٹ اس جگہ کب ہے بھلا ۔۔۔ نور مہ کا سایۂ بد کب رہا

خشت اگر زریں بود بر کندنیست ۔۔۔ چوں بجائے خشت حی روشنیست

خشت زر بھی ہو تو ہے بر کندنی ۔۔۔ اینٹ کے بدلے ہے دمی روشنی

کوہ بہر دفع سایہ مند کیست ۔۔۔ پارہ گشتن بہر ایں نورانہ کیست

کوہ سائے کے مٹانے کو پھٹا ۔۔۔ پھٹنا خاطر نور کی ناچیز تھا

بر برون کہ چو زد نور صمد ۔۔۔ پارہ شد تا در درونش ہم زند

نور حق کا کوہ پر جس دم پڑا ۔۔۔ پھٹ گیا تا اس میں وہ جائے سما

گرسنہ چوں بر کفش زد قرص ناں ۔۔۔ وا شگافد از ہوس چشم و دہاں

بھوکے کو مل جاتی ہیں جب روٹیاں ۔۔۔ کھولتا ہے حرص سے چشم و دہاں

صد ہزاراں لخت گشتن ارزد ایں ۔۔۔ از میان چرخ برخیز اے زمیں

لاکھوں ٹکڑے ہونا زیبا بالیقیں ۔۔۔ درمیاں سے چرخ کے بھاگ اے زمیں

تا کہ نور چرخ گردد سایہ سوز ۔۔۔ شب ز سایہ است اے باغیِ روز

تا کہ نور آسماں ہو سایہ سوز ۔۔۔ شب ترا سایہ ہے اے باغیِ روز

ایں مکان گاہوارہ کودکاں ۔۔۔ بالغاں را تنگ می دارد مکاں

یہ مکاں جھولا ہے بچوں کے لئے ۔۔۔ بالغوں پر تنگ ہے اس واسطے

بہرِ طفلاں حق زمیں را مہد خواند ۔۔۔ شیر در گہوارہ بر طفلاں فشاند

حق نے جھولا اس زمیں کو ہے کہا ۔۔۔ اس میں ان کا دودھ ہے چھڑکا دیا

ؔ یعنی وہاں قصیر تن یا جسم نہیں ہوگا +

ؔ کھود ڈالنے کے قابل +

ؔ یعنی دنیا +

ؔ قولہ تعالی ۔ وَجَعَلْنَا الْاَرْضَ مِهَادًا ۔ یعنی ہم نے زمین کو جھولا بنایا +

خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا — طفلکاں را زود بالغ کن شہا
تنگ ان گہواروں سے گھر ہو گیا — جلد کر بچوں کو بالغ اے خدا

ہاں کمن اے گاہوارہ خانہ تنگ — تا تو اندر رفت بالغ بے درنگ
تو بھی اے جھولے بنا کر اس گھر کو تنگ — تا کہ بالغ اس سے نکلے بے درنگ

خانہ اے گہوارہ رو تنگی مدار — تا تو اندر کرد بالغ انتشار
گھر کو اے جھولے نہ رکھ تو تنگ و تار — تا کہ اس میں آئے بالغ کو قرار

شہزادے کا بے پرواہ و مغرور ہو جانا

چوں مسلم گشت بے بیع و شری — از درون شاہ در جانش جری
شاہزادہ مفت ہی میں یہ ملا — باطن شہ سے غذا کھانے لگا

قوت می خورد از نور جان شہ — ماہ جانش ہمچو از خورشید مہ
شاہ سے وہ نور لیتا تھا فزوں — چاند جیسے لیتا ہے سورج سے نور

راتبہ جانی ز شاہ بے ندید — دمبدم در جان مستش می رسید
شاہ بے ہمتا سے روحانی غذا — ہر دم اُس کی جان کو ملتی برملا

آں نہ کش ترسا و مشرک می خورند — زاں غذائے کش ملائک می چرند
وہ نہیں، حاصل کریں مشرک جسے — بلکہ ایسی جو فرشتوں کو ملے

اندرون خویش استغنا بدید — گشت طغیانی ز استغنا پدید
اس کے دل میں دیکھی بے پروائی ہوئی — سرکشی پھر اُس سے ظاہر ہو گئی

کہ نہ من ہم شاہ و ہم شہزادہ ام — چوں عنان خود بدیں شہ دادہ ام
میں ہوں شہزادہ بھی شہ بھی یکساں — کیوں پھر اس سلطان کو دوں میں عناں

چوں مرا ماہے برآمد بالمع — پس چرا باشم غبارے را تبع
چاند جب میرے لئے روشن ہوا — گرد کا تابع بنوں پھر کیوں بھلا

آب در جوئے منست و وقتِ ناز ۔ ناز غیر از چہ کشم من بے نیاز

نہر میں پانی ہے اور ہے وقتِ ناز ۔ کیوں اُٹھاؤں ناز ہو کر بے نیاز

سر چرا بندم چو دردِ سر نماند ۔ وقت روئے زرد و چشمِ تر نماند

سر کو کیوں باندھوں جو دردِ سر نہیں ۔ زرد چہرہ اور آنکھیں تر نہیں

چوں شکر لب گشتہ ام عارض قمر ۔ باز باید کرد دُکانِ دگر

جب شکر لب اور مہ رو ہوگیا ۔ پھر دکاں اپنی نہ کیوں کھولوں جُدا

سروِ قد و ماہ رخساری طرست ۔ ہیچ من شہزادہ اکنوں کجاست

سرو قد ہوں، ماہ رُو ہوں بے گماں ۔ اب کوئی مجھ سا ہے شہزادہ کہاں

زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت ۔ صد ہزاراں ژاژ خائیدن گرفت

اس تکبر سے جو نفس اس کا بھرا ۔ وہ بکثرت بیہودہ بکنے لگا

صد بیاباں زاں سوئے حرص و حسد ۔ تا بداں جا چشمِ بد ہم می رسد

وشت[1] سو حرص و حسد کے طے کئے ۔ چشم بد پڑتی تھی اس پہ۔ جان لے

بحر شہ کہ مرجع ہر آب اوست ۔ چوں نداند آنچہ اندر سیل و جوست

بحر شہ جو مرجع ہر آب تھا ۔ نہر کی حالت نہ کیوں کر جانتا

شاہ را دل درد کرد از فکرِ او ۔ ناسپاسی و عطائے بکرِ او

اس کی ان باتوں سے شہ کا دل دُکھا ۔ اس نے ناشکری جو کی۔ دھوکا دیا

گفت آخر اے خسِ واہی ادب ۔ ایں جزائے دادِ من بود اے عجب

شاہ نے آخر کہا اے بے ادب ۔ میری بخشش کی سزا یہ تھی عجب

من چہ کردم با تو زیں گنجِ نفیس ۔ تو چہ کردی با من از خوئے خسیس

کیا کیا میں نے خزانہ دے دیا ۔ اپنی بدخوئی سے تو نے کیا کیا

[1] یعنی وہ حرص و حسد میں ایسا کامل ہؤا کہ اُس سے نظر لگتی تھی۔

من ترا ماہے نہادم در کنار — کز غروبش نیست تا روز شمار

دیا ماہ تیری بغل میں رکھ دیا — حشر تک روشن رہے گا برملا

در جزائے آں عطائے نورِ پاک — تو زدی در دیدۂ[1] من خار و خاک

نور کے بدلے میں تو نورِ پاک کے — خاک و خار آنکھوں میں میری بھر دئے

من ترا بر چرخ گشتہ نردباں — تو شدہ در حربِ من تیر و کماں

چرخ کی تیرے لئے میں نردباں — تو ہوا میرے لئے تیر و کماں

دردِ غیرت آمد اندر شہ پدید — عکس دردِ شاہ اندر وے رسید

دردِ غیرت شاہ میں پیدا ہوا — عکس شہ کے درد کا اس کو ملا

مرغِ دولت در عتابش بر طپید — پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید

مرغِ دولت غصے کا تڑپا وہیں — پردہ دل کے گوشے کا پھاڑا وہیں

چوں درون خود بدید آں خوش پسر — از سیہ کاری خود گردہ اثر

دل پہ شہزادے نے جس دم کی نظر — اپنی بدکاری کا دیکھا اک اثر

آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ — خانۂ شادی او پر غم شدہ

لطف و نعمت کا وظیفہ گم ہوا — اس کا راحت خانہ غم سے بھر گیا

با خود آمد او ز مستیِ عقار — زاں گنہ گشتہ سرش خانۂ خمار

مستی سے اُسے ہوش آ گیا — اس گنہ سے نشہ اترا برملا

ہر کہ خود بینی کند در راہِ دوست — مغز را بگذاشت گیرد پوست

دوست سے خود بیں رہا کوئی اگر — مغز چھوڑا - چھلکے ہی پہ کی نظر

دشمنِ من در جہاں خود بیں مباد — زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد

کیا دشمن ہو خود بیں بدنہاد — اس سے ہوتا ہے فقط ظاہر فساد

[1] یعنی دل

می ازاں آمد حرام اندر جہاں | کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں
مے حرام اس وجہ سے تھی ہو گئی | پیتے ہی اس کو ہو خود بیں آدمی

بہتر از خود در تصور نایدت | ویں ہمہ از نفس خود بیں زایدت
اپنے سے بہتر نہیں آتا نظر | نفس کے کرتوت ہیں یہ سربسر

آنکہ با خودی خورد مے با خود است | ہمچنیں مے خوارہ خوار و مرتد است
ساتھ اپنے پی کے جو ہشیار ہے | ایسا مے آشام مرتد خوار ہے

وانکہ با او مے خورد بادش حلال | وانکہ بے او دم زند بادش وبال
جو پئے ساتھ اس کے مے وہ ہے حلال | دم بغیر اس کے جو مارے ہو وبال

چونکہ با خود مے خورد از جام ہو | چشم بکشایم بہ بینم روئے او
جام ہو سے مے پئے ہشیار اگر | اس کا منہ دیکھوں گا آنکھیں کھول کر

بعد ازاں از خود بکلی بگسلم | ہم نہ مے خوردن بود ایں جا صلم
بعد اس کے بے خودی ہو جائیگی | لطف یہ مجھ کو نہ دے گی مے کشی

اے کہ می خواہی کہ از خود بگسلی | تا کہ اندر بند ایں جان و دلی
تو جو چاہے چھوٹ جائے اپنے سے | تا کجا بند اس دل و جاں میں رہے

جاں بجاناں دہ کہ گردد جان من | تا بہ بینی یار دل رنجان من
جانِ من! جاناں کو یہ جاں سونپ دے | تا کہ تیرا آفتِ جاں دیکھ لے

دل بہ دلدار دہ و آزاد شو | غم خور او باش و از وے شاد شو
دے کے دل دلدار کو آزاد ہو | اس کا غم کھا اور اس سے شاد ہو

نفس خود بر خود مگرداں چیر تو | زود او را باز گیر از شیر تو
نفس کو غالب نہ اپنے پہ بنا | جلد اس کو شیر خوارگی سے چھڑا

ہر چہ ہست آں مستیٔ او دا یقیں | خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں
جو بھی ہے مستی ہے اس میں بالیقیں | دودھ ہو یا مے ہو یا ہو انگبیں

مستی گندم بد آں اے آدمی — کہ بکرد آں آدمی را انجمی
مستی گندم ہی تھی وہ بے ملا — حضرت آدمؑ کو جو ننگا سا کر دیا

خورد گندم حلہ زاں بیروں شدہ — خانہ بر وے بادیہ و ہاموں شدہ
کھائی گندم حلہ اترا خلد کا — ان پہ فردوس ایک جنگل ہو گیا

دیدگاں شربت را بیمار کرد — زہر آں مادمنی را کار کرد
کیسا بیمار ان کو شربت نے کیا — مادمی وہ زہر سارا بن گیا

جان چوں طاؤس در گلزار ناز — ہمچو جغدے شد بہ ویرانہ مجاز
باغ میں طاؤس کی صورت تھی جان — آئی شکل الو کے جنگل میں یہاں

ہمچو آدمؑ دور ماند او از بہشت — در زمیں می راند گاوے بہر کشت
مثل آدمؑ دور جنت سے ہوئی — بیل کھیتی کو زمیں پے ہانکتی

اشک می راند او کہ اے ہستاد زاو — شیر را کردی اسیر دم گاو
رو کے کہتی تھی کہ اے مرشد قوی — تو نے باندھا شیر دم سے بیل کی

کردی اے نفس بد بارد نفس — بے حفاظی با شہ فریاد رس
نفس بد! کیں تو نے بد تمیزیاں — اپنے شاہ دادرس سے بے تکاں

دام بگزیدی ز حرص از گندمے — بر تو شد ہر گندم او کژدمے
حرص گندم سے پھنسا تو آپ ہی — تجھ پہ گندم ایک بچھو بن گئی

در سرت آمد ہوائے ما و من — قید بیں بر پائے خود پنجاہ من
بھر گئی سر میں ہوائے ما و من — دیکھ بیڑی پاؤں پہ پنجاہ من

نوحہ می کرد ایں نمط بر جان خویش — کہ چرا گشتم ضد سلطان خویش
اپنی جان پہ نوحہ گر اس طرح تھی — میں مخالف اپنے شہ کی کیوں ہوئی

آمد او با خویش و استغفار کرد — با انابت چیز دیگر یار کرد
ہوش میں پھر آئی۔ استغفار کی — اور بھی اک چیز سے امداد لی

ے یعنی اس ارشاد باری تعالیٰ سے کہ ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین

دردِ کاں از وحشتِ ایماں بود	رحم کن کاں دردِ بے درماں بود
درد جو ایمان کی وحشت سے ہوا	رحم کر وہ درد بے درماں بنا
مر بشر را خود مبا جامہ درست	چوں رہید از صبر در حیں صدر جست
حق بشر کو جامۂ زیبا نہ دے	صدر ڈھونڈے جب وہ چھوٹ کر
مر بشر را پنجہ و ناخن مباد	کو نہ دیں اندیشد آنگہ نے سداد
حق بشر کو پنجہ و ناخن نہ دے	پھر نہ یاد دین و حق پہ وہ چلے
آدمی اندر بلا کشتہ بہ است	نفس کافر نعمت است و گمرہ است
خوب ہے۔ انسان رہے وقفِ بلا	نفس کافر نعمت و گمرہ ہوا
نفس کافر خود ہمی ندہد اماں	گشت طاغی چونکہ فارغ شد زناں
نفس کافر امن دیتا ہی نہیں	حد سے گزرا۔ روٹیاں جب مل گئیں
آدمی خود مبتلا بہتر بود	زانکہ زار و عاجز و مضطر بود
مبتلا ہی آدمی بہتر رہے	تاکہ زار و عاجز و مضطر رہے

اللہ تعالیٰ اور عزرائیل میں سوال و جواب

حق بہ عزرائیل می گفت اے نقیب	بر کہ رحم آمد ترا از ہر کئیب
پوچھا عزرائیل سے اللہ نے	رحم کس غمناک پہ آیا تجھے
گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد	لیک نتواں امر را اہمال کرد
پایا سب پہ درد سے دل جل اٹھے	پر نہ تیرا حکم ہرگز ٹل سکے
تا بگویم کاشکے یزداں مرا	در عوض قرباں کند بہر فتیٰ
تا کہوں قرباں مجھے کرتا خدا	اس جواں کے بدلے میں تو خوب تھا
گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت	از کہ دل پر سوز و بریاں تر شدت
پوچھا۔ رحم آیا تجھے کس پر سوا	کس سے دل پر سوز و بریاں تر ہوا

گفت روزے کشتیے بر موج تیز — در شکستم زامر تا شد ریز ریز

بولا اک دن کشتی اک طوفاں میں تھی — توڑی تیرے حکم سے ٹکڑے ہوئی

پس بگفتی قبض کن جان ہمہ — جز زنے با طفلکے اندر رمہ

پھر کہا تو نے کہ سب کی جان لے — پر بجز اک زن اور اس کے طفل کے

ہر دو آں بر تختۂ دریا بُدند — موجہا آں تختہ را می راندند

تختۂ دریا پہ دونوں رہ گئے — موجیں اس تختے کو جاتی تھیں لئے

چوں بساحل اوفگند آں تختہ باد — از خلاص ہر دوم دل گشت شاد

لے گئی ساحل پہ تختے کو ہوا — ان کے بچنے سے مرا دل خوش ہوا

باز گفتی جان مادر قبض کن — طفل را بگذار تنہا زامر کن

پھر کہا تو نے کہ ماں کی جان لے — بچہ تنہا چھوڑ کُن کے حکم سے

چوں ز مادر بگسلیدم طفل را — خود تو می دانی چہ تلخ آمد مرا

ماں سے بچے کو چھڑایا جس گھڑی — دل دکھا۔ معلوم ہے یہ تجھ کو بھی

پس بدیدم درد و ماتم ہائے زفت — تلخی آں طفل از یادم نرفت

درد و ماتم میں نے دیکھے ہیں بڑے — رنج بچے کا نہیں بھولا مجھے

گفت حق آں طفل را از فضل خویش — موج را گفتم فگن در بیشہ ایش

بولا حق۔ میں نے کہا یہ موج سے — ایک جنگل میں یہ بچہ ڈال دے

بیشۂ پُر سوسن و ریحان و گل — ہر درختے میوہ دار و خوش اُکل

تھا گل و ریحاں سے وہ جنگل بھرا — ہر شجر تھا عمدہ میووں سے لدا

چشمہائے آب شیرین زلال — پروریدم طفل را با صد دلال

میٹھے پانی کے تھے چشمے بہ رہے — میں نے پالا بچے کو سو ناز سے

صد ہزاراں مرغ مطرب خوش صدا — اندر آں روضہ فگندہ صد نوا

لاکھوں گانے والے طائر خوش صدا — اس چمن میں رہتے تھے نغمہ سرا

بسترش کردم ز برگ نسترن — کردم او را ایمن از صد فتن

میں نے بستر اس کا پھولوں سے کیا — آفتوں سے اس کو ایمن کر دیا

گفتہ ام خورشید را کورا مگز — باد را گفتم برو آہستہ وز

کہہ دیا سورج سے مت ڈالے خلل — اور ہوا سے کہہ دیا آہستہ چل

ابر را گفتم برو باراں مریز — برق را گفتم برو بگرا سے تیز

کہہ دیا بادل سے مت اس پر برس — کہہ دیا بجلی سے تیزی کر نہ بس

زیں چمن لے دے بلاز اعتدال — پنجہ اے بہمن بریں غنچہ ممال

یہ خزاں سے کہہ دیا۔ رکھ اعتدال — پھیر گلشن پر نہ دست پر و بال

شیبانؒ کی کرامت اور ہودؑ کا معجزہ

ہمچو آں شیبانؒ کز گرگ عنید — وقت جمعہ بر رما خط می کشید

جیسے شیبانؒ بھیڑیے کے خوف سے — جمعہ کو گلے پہ خط تھے کھینچتے

تا بروں نایدازاں خط گوسپند — نے درآید دزد و گرگ با گزند

تا نہ بکری اس سے باہر جا سکے — اور نہ اس میں چور یا گرگ آ سکے

بر مثال دائرہ تعویذ ہودؑ — کاندراں صرصر امان آل بود

دائرہ کھینچا تھا جیسے ہودؑ نے — امن میں صرصر سے آل ان کی رہے

ہشت روزے اندریں خط تن زنید — وز بروں مثلہ تماشا می کنید

آٹھ دن اس دائرے میں چپ رہو — اور باہر قطع اعضا دیکھ لو

بر ہوا بردے فگندے بر حجر — تا بدیدے لحم و عظم از ہمدگر

صرصر ان[1] کو پھینکتی پتھر پہ تھی — گوشت پھٹتا اور ہڈی ٹوٹتی

[1] یعنی قوم عاد کو۔

آں گروہ را بر ہوا بر ہم زدے ... تا چو خشخاش استخواں ریزہ شدے
جس طرح اُن کو ہوا نے مار دی ... چور ہوتیں ہڈیاں خشخاش سی

آں سیاست را کہ لرزید آسماں ... مثنوی اندر نگنجد شرح آں
جس سزا سے کانپ اُٹھا آسماں ... مثنوی میں کب سمائے وہ بیاں

گر بطبع ایں می کنی اے باد سرد ... گرد خطہ و دائرہ آں ہود گرد
یہ جو خود ہی کر رہی ہے اے ہوا ... گرد خطِ ہود کے تو جا بھلا

ور بحرص ایں می کنند گرگ نژند ... گو بیا در خطہ را ہمی کن گزند
حرص سے پھاڑے جو بکری بھیڑیا ... خط کھینچا میں بھی تو جاتا ذرا

اے طبیعی فوق طبع ایں ملک بیں ... یا بیا و محو کن از مصحف ایں
دیکھ لے اے فلسفی! حکم خدا ... یا پھر آ قرآں سے یہ آیت مٹا[1]

مقریاں را منع کن بندے بنہ ... یا معلم را بمال و خوف دہ
قاریوں کو روک۔ کردے قید یا ... یا معلم کو سزا دے اور ڈرا

عاجزی و خیرہ کاں عجز از کجاست ... عجز تو تلبے ازاں روز جزاست
تو ہے عاجز عجز یہ کیونکر ہوا ... عجز تیرا تابش روزِ جزا

عجزہا داری تو در پیش اے لجوج ... وقت شد پنہانیاں را نک خروج
عجز کا اقرار کر اے بے گماں ... وقت آیا۔ جبوں چھپی چیزیں عیاں

خرم آنکہ عجز و حیرت قوت اوست ... در دو عالم خفتہ اندر ظل دوست
وہ مبارک۔ عجز ہے جس کی غذا ... زیرِ ظلِّ حق دو عالم میں رہا

ہم در آخر عجز خود را او بدید ... مردہ شد دین عجائز را گزید
اُس نے اپنا عجز پہلے دیکھا تھا ... مردہ ہو کر دینِ بڑھیوں کا لیا[2]

[1] یعنی ان ربک فعال لما یرید بیشک تیرا رب جو ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ [2] حدیث شریف۔
علیکم بدین العجائز یعنی بڑھیوں کے دین کی حفاظت کرو۔ ایک بڑھیا چرخہ سامنے رکھا ہوا تھا رحبت کسی چلانے والے کے
بغیر نہیں چل سکتا۔ تو چرخہ عالم کا عظیم الشان چرخہ کسی کی مدد کے بغیر کیونکر چل سکتا ہے۔

چوں زلیخا یوسفے بروے بتافت — از عجوزی در جوانی راہ یافت
جوں زلیخا یوسف آن پہ چمکے جب — نوجواں وہ ہو گئیں بڑھیا سے تب

زندگی در مردن و در محنت است — آب حیواں در درون ظلمت است
زندگی مرنے میں اور محنت میں ہے — چشمۂ حیواں نہاں ظلمت میں ہے

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است — زیر او صد فائدہ بنہادہ است
ہر بلا جو عاشقوں کو ہے ملی — اس میں ہیں سو فائدے پنہاں اجی

قصۂ نمرود کی طرف رجوع

حاصل آں روضہ چو باغ عارفاں — از سموم صرصر آمد در اماں
الغرض تھی مثل باغ عارفاں — اس چمن کو باد صرصر سے اماں

یک پلنگے بچگاں نوزادہ بود — گفتم او را شیر دہ طاعت نمود
مادہ چیتا نے نئے بچے جنے — دے دیا دودھ اس کو میرے حکم سے

پس بداوش شیر و خدمت ہاش کرد — تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد
دودھ دے کر اس کی خدمت خوب کی — ہو گیا حتی کہ وہ بالغ - قوی

چوں فطامش شد بگفتم با پری — تا ورا آموزند نطق و داوری
دودھ جب چھوٹا - تو پریوں سے کہا — نطق اور شاہی سکھائیں اس کو جا

پرورش دادم ورا زاں پر چمن — کہ بگفت اندر نیاید فن من
میں نے پالا اس کو اس گلزار سے — کب بیاں ہو سکتے ہیں یہ فن مرے

دادہ من ایوب را مہر پدر — بہر مہمانی کرماں بے ضرر
دی تھی الفت باپ کی ایوب میں — تا کہ کیڑوں کی وہ مہمانی کریں

دادہ کرماں را بجد مہر ولد — بہر پدر من نیست قدرت ہا پدید
بیٹے کو جیسی ہو الفت باپ سے — کیڑوں کو دی میں نے قدرت دیکھ لے

مادراں را مہر من آموختم | چوں بود شمعے کہ من افروختم

ماستاؤں نے سکھائی ماؤں کو | شمع وہ کیسی جلائی میں نے جو

صد عنایت کردم و صد البطر | تا ببیند لطف من بے واسطہ

سو عنایت میں نے کی سو البطر | دیکھے تا میرا کرم بے واسطے

تا نباشد از سبب در کشمکش | تا بود ہر استعانت از منش

تا سبب سے وہ نہ حیرت میں پھنسے | تا کہ اس کو ہر مدد مجھ سے ملے

تا خود از ما ہیچ عذرے نبودش | شکوۂ نبود ز ہر یار بدش

تا نہ اس کو عذر کچھ ہم سے رہے | اور نہ یار بد کا وہ شکوہ کرے

ایں حصانت دید با صد البطر | کہ بپروردم ورا بے واسطہ

یہ حفاظت دیکھی با صد البطر | میں نے یوں پالا اسے بے واسطہ

شکر او آں بود اے بندہ جلیل | کہ شد او نمرود سوزندہ خلیل[ع]

شکر یہ نمرود نے اس کا کیا | تھا جلانے والا ابراہیم[ع] کا

ہمچنیں کایں شاہزادہ شکر شاہ | کرد ز ستکہا روز استکبار جاہ

جیسے شہزادے نے شکر شاہ کیا | اس سے اپنا مرتبہ جانا بڑا

کہ چرا من تابع غیرے شوم | چونکہ صاحب ملک و اقبالے بوم

غیر کا تابع بنوں میں کس لئے | ملک و دولت جب ہے میرے واسطے

لطف ہائے شہ کہ ذکر آں گذشت | از تکبر جو دلش پوشیدہ گشت

لطف شہ کے جو بیاں اوپر ہوئے | کبر سے شہزادے کے دل پہ چھپے

ہمچناں نمرود آں الطاف را | زیر پا بنہاد از جہل و عمی

ایسے ہی الطاف حق نمرود نے | روند ڈالے اندھے پن سے جہل کے

اس زماں کافر شد و رہ می زند | کبر و دعوائے خدائی می کند

اس گھڑی کافر ہوا رہزن ہوا | کبر سے دعوائے خدائی کا کیا

رفت سوئے آسمان با جلال | باشد او کس تا کند با من قتال

آسماں پہ بیٹھ کے وہ اکڑا | مجھ سے لڑنے پہ وہ آمادہ ہوا

صد ہزاراں طفل بے تلویم را | کشت او تا یابد ابراہیم را

لاکھوں بچے مارے تھے معصوم جو | تاکہ پائے وہ ابراہیم کو

کز منجم گفت اندر حکم سال | زاد خواہد دشمنے بہر قتال

تھا نجومی نے کہا ہے وہ سال | ہوگا پیدا اک عدو بہر قتال

پس بکن در دفع آں خصم احتیاط | ہر کہ می زائید می کشت از خیاط

پس تو اس کے دفع میں ہشیار ہو | مارتا تھا اس لئے وہ بچوں کو

کوری او رست طفل وحی کش | ماند خونہائے دگر در گردنش

حکم حق پہنچانے والا بچ گیا | اوروں کا خون اس کی گردن پہ رہا

از پدر یابید آں ملک اے عجب | تا غرورش داد و ظلمات نسب

باپ سے کیا ملک پایا اے عجب | ہو گیا جس سے وہ مغرور نسب

دیگراں را گر اب و ام شد حجیب | او ز ما یابید گوہرہا عجیب

باپ ماں اوروں کو پردہ ہو گئے | اس نے میرے ہاتھ سے موتی لئے

گرگ درندہ است نفس بد یقیں | چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں

نفس بد تیرا ہے ظالم بھیڑیا | ہمنشیں پہ رکھتا ہے الزام کیا

در ضلالت ہست صد کل را کلہ | نفس زشت و کفرناک پر سفہ

تاج بخشا اس نے گنجوں کو | نفس ان کا بد تھا اور پر کفر گو

زیں سبب می گویم اے بندۂ فقیر | سلسلہ از گردن سگ بر مگیر

اس لئے کہتا ہوں اے صاحب کمال | طوق گردن سے نہ اس سگ کی نکال

گر معلم گشت ایں سگ ہم سگ ست | باش ذلت نفسہ کو بد رگ ست

پڑھ گیا بھی سگ تو کیا سگ ہی تو ہے | خوار اس بدبخت کو کر پے بہ پے

فرض می آری بجا گر طائفی ۔۔۔ بر سہیلے چوں ادیم طائفی

فرض ہے گر طوق کعبہ ہے سہیل ۔۔۔ طائفی چمڑا ہے تو پیش سہیل

تا سہیلت[۱] وا خرد از رنگ پوست ۔۔۔ ہم شوی چوں موزہ ہم پائے دوست

جب سہیل اس کھال سے کردے رہا ۔۔۔ پھر بنے موزہ تو پائے دوست کا

جملہ قرآں شرح خبث نفس ہاست ۔۔۔ بنگر اندر مصحف آں چشمت کجاست

شرح تخبث نفس ہے قرآں میں ہاں ۔۔۔ دیکھ۔ ہے وہ آنکھ ہی تیری کہاں

ذکر نفس عادیاں کالت بیافت ۔۔۔ در قتال انبیا مو می شگافت

عادیوں کے نفس کا ذکر آگیا ۔۔۔ تھے وہ کوشاں بہر جنگ انبیا

قرن قرن از نفس شوم بے ادب ۔۔۔ ناگہاں اندر جہاں می زد لہب

قرنوں میں یاں نفس بد نے بے گماں ۔۔۔ آگ دنیا میں لگائی ناگہاں

قصہ کوتہ کن کہ رائے نفس کور ۔۔۔ برد او را بعد سالے سوئے گور

نفس شہزادے کو آخر لے گیا ۔۔۔ سوئے گور اک سال بعد اے باصفا

شہزادے کے قصے کی طرف رجوع

شاہ چوں از محو شد سوئے وجود ۔۔۔ چشم مریخیش آں خوں کردہ بود

چشم باطن سے جو دیکھا شاہ نے ۔۔۔ خوں کیا تھا اس نے قہر و خشم سے

چوں بہ ترکش بنگرید آں بے نظیر ۔۔۔ دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر

دیکھا ترکش کو جو اس نے اے پسر ۔۔۔ ایک تیر اس میں سے کم آیا نظر

گفت کو آں تیر و از حق باز جست ۔۔۔ گفت اندر حلق او آں تیر تست

پوچھا سچ کہ۔ تیر وہ کس جا گیا ۔۔۔ بولا۔ اس کے حلق میں وہ ہے گیا

[۱] میلان۔ رغبت

عفو کرد آں شاہِ دریا دل وے — آمدہ بُد تیر او بر مقتلے!

شاہ دریا دل نے عفو اس کو کیا — تیر لیکن جان ہی لے کر ملا

کشتہ شد در نوحہ او می گریست — اوست جملہ ہم کشندہ ہم ولیست

مرگیا وہ شہ نے کی نوحہ گری — کیونکہ خود قاتل تھا وہ۔ خود ہی ولی

ورنہ باشد ہر دو او پس جملہ نیست — ہم کشندہ خلق و ہم ماتم کنیست

دونوں یہ باتیں نہ ہوں تو کل نہیں — کل ہے قاتل۔ ماتمی بھی بالیقیں

شکر می کرد آں شہید زرد خد — کاں بزد بر جسم و بر معنی نزد

کرتا تھا شہزادہ شکر اس بات کا — تیر معنی پہ نہیں۔ تن پہ لگا

جسم ظاہر عاقبت خود رفتنی ست — تا ابد معنی بخواہد شاد زیست

جسم ظاہر جائے آخر سر بسر — زندہ جاوید معنی ہے مگر

آں عتاب ار رفت ہم بر پوست رفت — دوست بے آزار سوئے دوست رفت

صرف غصہ پوست پہ ظاہر ہوا — دوست بے غم دوست کی جانب گیا

گرچہ او فتراک شاہنشہ گرفت — آخر از عین الکمال او رہ گرفت

اس نے گو پکڑا تھا دامن شاہ کا — لیکن آخر چشم بد سے مرگیا

آں سوم کاہل ترین ہر سہ بود — صورت و معنی بہ کلی در ربود

تیسرا دونوں سے گو تھا سست تر — پا گیا کل صورت و معنی مگر

دختر و ملکے خلافت او گرفت — می سزد گر زیں نمانی در شگفت

اس کو لڑکی بھی ملی خلافت بھی ملی — یہ مناسب ہے۔ نہ ہو حیراں بھی

من ز طول قصہ گشتم ملول — من غریق بحر معنی تو عجول

میں ہوا ہوں مضمحل طول قصہ سے — غرق معنی میں ہوں۔ تو جلدی کرے

آنکہ او از ذلت و عجز و نیاز — یافت مقصود از کریم کارساز

اس نے ذلت اور عجز و آہ سے — اپنا مقصد پا لیا اللہ سے

ایک شخص کی وصیت کاہل ترین بیٹے کے حق میں

آں یکے شخصے بوقتِ مرگِ خویش — گفتہ بُد اندر وصیت پیش پیش

کی وصیت مرتے دم اک شخص نے — سامنے سب کے وہاں حاضر جو تھے

سہ پسر بودش چو سہ سروِ رواں — وقفِ ایشاں کردہ او جانِ رواں

تین بیٹے اس کے تھے سرو رواں — وقف جن پر کی تھی اس نے اپنی جاں

گفت ہر چہ کالہ و سیم و زر است — آں بفرزنداں پسر کو کاہل ترست

بولا جو کچھ بھی ہے میرا سیم و زر — لے وہی - تینوں میں جو ہے سست تر

گفت با قاضی و بس اندرز کرد — بعد ازاں جامِ شرابِ مرگ خورد

اس نے قاضی کو نصیحت خوب کی — اس کے بعد اس نے شرابِ مرگ پی

گفت فرزنداں بقاضی کاے کریم — نگذریم از حکمِ تو ما سہ یتیم

عرض کی لڑکوں نے قاضی سے کریم — حکم کے تابع ہیں ہم تینوں یتیم

سمع و طاعت می کنیم او راست حق — آنچہ او فرمود ما را قدر است

وہ ہے مختار اس کا ہم مانیں کہا — ہم پہ واجب۔ جو کچھ اُس نے کر دیا

ما چو اسمٰعیل ز ابراہیمؑ خود — سر نہ پیچیم ار چہ قرباں می کند

مثلِ اسمٰعیلؑ ابراہیمؑ سے — ہم نہ سر پھیریں وہ گو قرباں کرے

گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش — تا بگوید قصۂ از کاہلیش

بولا قاضی ہر اک اپنی عقل سے — کاہلی کا اپنی اب قصہ کہے

تا ببینم کاہلیِ ہر یکے! — تا بدانم حالِ ہر یک بے شکے

تا کہ دیکھوں کاہلی ہر اک کی ہاں — تا کہ جانوں حال سب کا بے گماں

عارفاں از دو جہاں کاہل ترند — زانکہ بے شدیار خرمن می برند

سست تر کونین سے عارف ہوئے — کیونکہ بے بوئے انہیں خرمن ملے

کاہلی را کردہ اند ایشاں سند
کار ایشاں را چو یزداں می کند

تکیہ سستی پہ انہوں نے کر لیا
کیونکہ ان کے کام کرتا ہے خدا

کار یزداں را نمی بینند عام
می نیاسایند از کد صبح و شام

کام حق کا دیکھتے ہیں کب عوام
چین لیتے ہی نہیں وہ صبح و شام

کار دنیا را ز کل کاہل ترند
در رہِ عقبیٰ ز مہ گو می برند

کار دنیا میں وہ کاہل تر ہوئے
کارِ عقبیٰ میں بڑھے ہیں چاند سے

ایں گزیند ہر کہ او باشد رشید
ہیں کہ دنیا رفت و عقبیٰ در رسید

جو ولی ہے۔ ایسا کرتا ہے۔ وہی
آخرت اب آ گئی۔ دنیا گئی

مہتریں را گفت قاضی باز گو
قصۂ از کاہلی اے مال جو

پھر بڑے بیٹے سے قاضی نے کہا
قصہ اپنی کاہلی کا کہہ ذرا

ہیں ز حدِ کاہلی گو شمہ باز
تا بدانم حد آں از کشف راز

اپنی اپنی کاہلی کر دو بیاں
تا کہ میں حد اس کی جانوں بے گماں

بے گماں خود ہر زباں پردۂ دل است
چوں بجنبد پردہ سرہا واصل است

دل کا پردہ ہے بلا شک ہر زباں
جب ہلے پردہ تو چہرہ ہو عیاں

پردۂ کوچک چو یک شرحۂ کباب
می بپوشد صورت صد آفتاب

چھوٹا پردہ جیسے اک ٹکڑا کباب
ہے چھپاتا صورتِ صد آفتاب

گر بیانِ نطق کاذب نیز ہست
یک ہوا از صدق و کذبش مخبر است

گرچہ جھوٹے نطق کا بھی ہو بیاں
بو مگر سچ جھوٹ کو کر دے عیاں

آں نسیمے کہ بیاید از چمن !
ہست پیدا از سموم گولخن

جو نسیم آئے چمن سے بے گماں
گولخن کی گندی ہوا سے ہے عیاں

بوئے صدق و بوئے کذب گول گیر
ہست پیدا از نفس چوں مشک و سیر

ویسے ایسی جھوٹ سچائی کی بھی
جیسے ہو ظاہر بو لہسن مشک کی

بوئے اخلاص و نفاق بے مزہ — ہست ظاہر ہمچو عود و انگزہ

بوئے اخلاص و نفاق اے میری جاں — ہینگ کی اور عود کی صورت عیاں

گر ندانی یار را از دہ دلہ — از مشامِ فاسدِ خود کن گلہ

گر نہ جانے یار کو غدار کو — شاکی اپنے تو دماغ بد کا ہو

ور ندانی تو عجوز از شاہدے — بیگماں گشتہ است چشمت فاسدے

فرق بڑھیا میں نہ دلبر میں کرے — تو ہے تیری آنکھ ناقص جان لے

ور تو نشناسی شکر را از صبر — بے گماں شد حسِ ذوقِ تو خدر

گر نہ تو جانے شکر اور ایلوا — نقص حس میں ذائقہ میں آ گیا

ور یکے شد صوت بلبل با غراب — ہست بے شک حسِ سمع تو خراب

اک ہوئی گر زاغ و بلبل کی صدا — فرق حس سامعہ میں آ گیا

ور یکے گشتت سمور و خار پشت — حسِ لمسِ تو بجو ہم و درشت

سمور اور سیہ کو سمجھے ایک ہی — تیری حس لامسہ جاتی رہی

بانگ حیزان و شجاعان دلیر — ہست پیدا چوں فغانِ روباہ و شیر

بانگ نامرد و جوانمرد دلیر — ہے عیاں مثل فغان روباہ و شیر

چارۂ کارِ حواسِ خویش کن — وانگہے راہِ طلب درپیش کن

کر حواس اپنے تو پہلے ٹھیک یار — بعد ازاں راہ طلب کر اختیار

یا زباں ہمچو سرِ دیگ است راست — چوں بجنبد تو بدانی چہ باست

یا زباں سرپوش ہے اک دیگ کا — جب ہلے جانے تو اس میں کیا پڑا

از بخارش آں بداند تیز ہش — دیگ شیریں یا زسکباج ترش

بھاپ سے جانے جو اہل ہوش ہے — دیگ میں میٹھی ہے یا کھٹی ہے شے

دست بر دیگ نوی چوں زد فتا — وقت بخریدن بداند اشکستہ را

جب نئی اک دیگ لے کر نوجواں — ٹوٹی پھوٹی دیکھ لے وہ بیگماں

آں یکے پرسید صاحب درد را — گفت در چندے شناسی مرد را

اک نے پوچھا ایک صاحب درد سے — مرد کو کتنے دن میں تو پہچان لے

گفت دانم مرد را در حین ز پوز — ور نگوید دانمش اندر سہ روز

بولا۔ صورت دیکھ کر پہچان لوں — تین دن میں نیک و بد کو جان لوں

آں دگر گفت ار نگوید دانمش — ور نگوید در سخن پیچانمش

اس کا نیک و بد میں جانوں۔ پھر کہا — چپ رہے تو توں میں باتوں میں لگا

گفت گر ایں مکر بشنیدہ بود — لب بہ بندد و در خموشی در رود

بولا۔ یہ حیلہ اگر وہ جان لے — لب نہ کھولے اور گم سم ہی رہے

گفت می رد گرچہ تا ہفتم زمیں — تا ابد پوشیدہ ماند حال ایں

بولا۔ گر پاتال میں جا کر گھسے — تا ابد حال اُس کا پوشیدہ رہے

حال یک تن گر ندانم چہ بود — و ندراں نقصان دینم چہ شود

حال اک کا گر نہ جانوں۔ کیا ہوا — اس میں کیا نقصان میرے دین کا

مثال

آنچناں کہ گفت مادر بچہ را — گر خیالے آیدت در شب فرا

جیسے اک ماں نے کہا تھا بچے سے — گر خیال آئے کوئی شب کو تجھے

یا بگورستان و جائے سہمگیں — تو خیالے زشت بینی پُر ز کیں

یا ہو قبرستان۔ جگہ ہو [illegible] وہاں — اور تو دیکھے زشت و پُر کینہ خیال

دل قوی دار و بکن حملہ بر او — او بگردد اندر زتو در حال او

دل قوی رکھ اور حملہ اس پہ کر — تا وہ فوراً پھیرے تجھ سے نظر

زانکہ بے ترسے بسویش سر گرفت — آں خیال و بوش بگریخت تفت

کیونکہ جو اُس کی طرف بے ڈر گیا — دیو جیسا وہ خیال اک دم بھگا

گفت کودک با خیال دیو وش	این چنیں گر گفتہ باشد مادرش
بچہ بولا۔ گر خیال بد سے بھی	اس کی ماں نے کہہ دیا ہو ایسا ہی
حملہ آرد افتد اندر گردنم	زامر مادر پس من آنگہ چوں کنم
کیا کروں میں وہ بھی گر حملہ کرے	ماں کے فرمانے سے گردن پر چڑھے
تو ہمی آموزیم کہ چست ایست	واں خیال زشت را ہم مادریست
تو کہے رہ چست اور ہشیار ہاں	اس خیال بد کی بھی کوئی ہے ماں
دیو و مردم را ملقن آں خداست	غالب آمد بر شہاں آں کدخداست[1]
دیو و انساں کو کرے تلقیں خدا	غالب آئے شاہوں پر گو ہے گدا
تا کجا بگریزم باشد آں پرش	اللہ اللہ رو تو ہم آں سوئے باش
بھاگ کر جاؤں بھی تو جاؤں کہاں	اللہ اللہ تو بھی جا اس سمت ہاں
گفت اگر از مکر ناید در کلام	حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
بولا۔ پھر بھی وہ اگر چپ ہی رہے	اور ہو آگاہ حیلے سے ترے
سر او را چوں شناسی راست گو	گفت من خامش نشینم پیش او
بھید اس کا سچ بتا کیونکر ملے	بولا۔ چپ بیٹھوں گا اس کے سامنے
صبر را سلم کنم پیش درج	تا بر آید بر سر بام فرج
صبر کی سیڑھی لگاؤں سامنے	تا وہ بام کامرانی پہ چڑھے
ہست مر ہر صبر را آخر ظفر	ہست روئے بعد ہر تلخی شکر
صبر کے ہے واسطے آخر ظفر	بعد ہر تلخی کے اک دن ہے شکر
چوں بجوشد در حضورش از دلم	منطقے بیروں ازیں شادی و غم
اس کے آگے میرے دل میں آئے گر	بات اس شادی و غم سے دور تر
من بدانم کو فرستادہ بمن	از ضمیر چوں سہیل اندر یمن
سمجھوں اس کے دل سے آئی بے گماں	دل ہے جو مثل سہیل ضو فشاں

[1] یعنی اگرچہ دیو گدا ہے۔

در دل من گر بیاں سخن زاں مبہم است	زانکہ از دل جانب دل روزنہ است
میرے دل میں ہے خوشی اس بات سے	دل سے دل کو راہ ہے یہ جان لے
مرحبا سی زودا گردن نہم!	منتے ہم بر دل و بر تن نہم
اس کی عظمت کو کروں تسلیم ہاں	اس کے ہوں ممنون میرے قلب و جاں

چوں فتاد از روزن دل آفتاب

دل کے روزن سے ہشادہ آفتاب

ختم شد واللہ اعلم بالصواب

ختم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب



ہر قسم کی سستی

کتابیں

ملنے کا

پتہ

ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب اشاعت منزل بل روڈ لاہور

خاتمہ

(حضرت بہاء الدینؒ خلف حضرت مولانا رومؒ کی طرف سے)

مدتے زیں مثنوی چوں والدم — شد خمش گفتم ورا کاے زندہ دم

مثنوی والد نے جس دم چھوڑ دی — عرض کی میں نے کہ صاحبدل! دلی

از چہ رو دیگر نمی گوئی سخن — از چہ بستی در علم لدن

شعر کہنا ترک اب کیوں کر دیا — کر دیا کیوں بند در عرفان کا

قصۂ شہزادگاں نامد بسر — ماند ناسفتہ دُرِ سوم پسر

قصہ شہزادوں کا بے بھی رہ گیا — ہے ادھورا تیسرے کا ماجرا

گفت نطقم چوں شتر زیں ناقہ خفت — نیستش با ہیچ کس تا حشر گفت

ہوئے میرا نطق سویا یک بیک — مثل اشتر چپ رہیگا حشر تک

ہست باقی شرح ایں لیکن دروں — بستہ شد دیگر نمی آید بروں

شرح باقی ہے۔ مگر باطن مرا — بند ہے۔ اب کچھ نہ لکھا جائیگا

ہمچو اشتر ناطقہ اینجا بخفت — او بگوید من دہاں بستم ز گفت

ناطقہ مانند اشتر سو گیا — کہتا ہے۔ بس اب نہ بولوں گا ذرا

وقت رحلت آمد و جستن ز جو — کل شیءٍ ہالک الا وجہہ

کوچ کا جبر سے وقت آ گیا — بجز خدا سب کچھ فنا ہو جائیگا

باقی ایں گفتہ آید بے زباں — در دل آں کس کہ دارد نور جاں

اب کہا جائے گا باقی بے زباں — اس کے دل میں رکھتا ہے جو نور جاں

گفتگو آخر رسید و عمر ہم — مژدہ کامد وقت کز تن وارہم

گفتگو اور عمر دونوں ختم ہیں — مژدہ۔ وقت آیا۔ رہا ہوں تن سے میں

در جہانِ جاں کنم جولاں ہمے / بگذرم زیں تم وز آں یم درتگے

جان کی دنیا میں اب دوڑوں گا ہاں / تم سے نکلوں۔ یم لدہ میں ڈوبوں بے گماں

زانکہ ایں عالم ز تم زندہ ست و خوش / از یم تم یافت زاں خوب ست و کش

زندہ و تازہ ہے تم سے یہ جہاں / یم سے تم پانی تو خوبی ہے عیاں

چونکہ جاں در خاک و تم زندہ بود / در جہانِ یم ببیں تا چوں شود

خاک و تم میں جاں ہے زندہ بے ملا / پھر جہانِ یم میں حالت ہو گی کیا

یم چو شہرست و تم دروازہ ہم / تم چو قطرہ دان و بے اندازہ یم

یم ہے مثلِ شہر مثلِ در ہے تم / تم ہے مثلِ قطرہ بے اندازہ یم

زیں تم کو ہمچو جان است اندر آ / در یم جاناں کہ تا یابی بقا

مثلِ جاں یہ تم ہے۔ اس سے اندر آ / تو یم جاناں میں۔ تا پائے بقا

چونکہ تم از بحرِ جاں ست ایں طرف / پس ز راہِ جاں طلب کن ایں شرف

چونکہ تم ہے بحرِ جاں سے اس طرف / پس طلب کر راہِ جاں سے یہ شرف

تا ترا آنجا برد کو بودہ است / جستن اندر خاک و تم بیہودہ است

بحرِ جاں تجھ کو وہاں لے جائے تا / بیہودہ ہے خاک و تم میں ڈھونڈنا

جزو ہر خاکے بخاکستاں برد / موج بحرِ جاں سوئے جاناں برد

سوئے خاکستان جائے جزوِ خاک / بحرِ جاں جاناں سے مل کرتا تپاک

پس ز جاں کن وصلِ جاناں را طلب / بے لب و بے کام می گو نامِ رب

جان سے کر وصلِ جاناں کو طلب / بے لب و بے حلق تو لے نامِ رب

تا رہی از حبسِ ایں فانی جہاں / در جہانِ جاں بمانی جاوداں

تا چھٹے تو اس جہاں کی قید سے / جان کی دنیا میں تو دائم رہے

تخم ہائے عمر را در شورہ خاک / می بکاری تا شوی آخر ہلاک

تخم ہائے عمر تو ہے بو رہا / خاکِ شورہ میں کہ ہو جائے فنا

ایں چنیں عمر عزیز بے بہا ۔ بے عوض ضائع کنی ہر دم چرا

زندگی ایسی عزیز و بے بہا ۔ بے عوض تو کیوں ہے ضائع کر رہا

غبن می ناید ترا اے مرد کار ۔ تا دہی گلزار و گیری خارزار

کیا تجھے نقصاں نہیں اے مرد کار ۔ باغ دے کر لے رہا ہے خار زار

عمر کاں شد صرف در دنیا نماند ۔ خرم آں کش حق بسوئے خویش خواند

عمر دنیا میں جو گزری ۔ ہو چکی ۔ خوش وہ ۔ حق جس کو بلائے ، اے اخی

عمر معدودہ شمردہ چوں دہی ۔ در رہ حق گرد و آں نا منتہی

عمر گنتی کی گزارے اگر ۔ راہ حق میں دائمی سو گنتی پھیر!

بے شمار و بے عدد بے حد شود ۔ عمر وہ روزہ کہ در طاعت بود

بے شمار و بے عدد بے حد ہوئی ۔ عمر وہ روزہ جو طاعت میں گئی

ہیں تجارت کن دریں بازار تو ۔ صد ہزاراں گل بر از یک خار تو

ہاں ۔ تجارت کر تو اس بازار میں ۔ پھول لاکھوں پا لیں اک خار میں

از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار ۔ دانہ بر گیری ز فضل کردگار

دانہ گر اک بوئے گا ۔ تو سو ہزار ۔ دانے لے گا تو بفضل کردگار

خود شمار آنجا بود کا خر بود ۔ بے شمار است آں طرف انجا بود

بے شمار اس جا ۔ جہاں ہو اختتام ۔ بے طرف بخشش کی بے حد لا کلام

سوئے کل خود رو اے جزو جدا ۔ از خودی بگذر زمانے با خود آ

اپنے کل کی سمت جا جزو جدا ۔ بے خودی چھوڑ ۔ آپ میں اب آ ذرا

در تن ہمچو سبو ہستی چو آب ۔ گفتگو و صلح و جنگت چوں حباب

تو سبو سے تن میں ہے مانند آب ۔ قول و صلح و جنگ تیرے چوں حباب

چوں حباب است ایں نقوش و ایں صور ۔ بر سر آب وجود اے نامور

نقش و صورت بلبلے ہیں سر بسر ۔ سطح پہ آب وجود کی نامور

یا چو کفی بر سر آب درون — تا شود بہتر درون پیدا بروں
جھاگ کی مانند پانی پر ہے یا — بھید اندر کا تو ہے ظاہر ہوتا

از تف و از کف و از بوے قدور — می نماید خوردنیہا در تنور
بو سے کف سے بھاپ سے دیگچیاں — حال ہو جاتا ہے کھانوں کا عیاں

تا کہ شیرینے و یا وحشیست آں — می شود ظاہر بہ پیر و جواں
وحش ہوں شیریں ہوں ۔ [illegible] — ہوتا ہے آگاہ ہر پیر و جواں :

ہمچنیں از قول و فعل مردماں — می شود پیدا کہ چہ سانست جاں
ایسے ہی لوگوں کے قول و فعل سے — بھید ہو جاتے ہیں ظاہر جان کے

جان او در مرتبہ چونست و چیست — مومن است و یا کہ کافر یا ولیست
جان رتبے میں ہے کیسی اور ہے کیا — وہ ہے مومن یا ولی ۔ کافر ہے یا

آب را اندر سبو بے یم مدار — تا نہ گردد آب شیریں ناگوار
رکھ نہ بے یم تو سبو میں آب کو — بد مزہ تا آب شیریں یہ نہ ہو

کاب ساکن بے مدد ناخوش بود — رنگ و بو و طعم خوب از وے رود
آب ساکن بے مدد بے لطف سا — رنگ و بو اور ذائقہ جاتا رہا

گفت احمد ہر کہ دو روزش یکیست — ہمچو مغبون و گرفتار شکیست
بولے حضرت جس کے دو دن اک ہوئے — وہ خسارے میں ہوا اور وہمی رہے

بے یقینے می زید وز ابلہی — پُر ز بادے ہمچو انبان تہی
بے یقیں کی احمقانہ زندگی — ہے ہوا سے جیسے خالی دھونکنی

ہر دمے پس می رود از پیش صف — می شود صافیش دُردی ہمچو کف
اگلی صف سے جائے پیچھے ہر گھڑی — اس کو صافی دُرد مثل کف ہوئی

رنج او ہر لحظہ بد تر می شود — ہر دمے او زشت و ابتر می شود
رنج اس کا ہر گھڑی بد تر ہوا — وہ ہمیشہ زشت اور ابتر ہوا

سوئے دوزخ می رود آں تو باب
بے عذاب بجر در ہجر عذاب

سوئے دوزخ جاتا ہے وہ تو باب
ہجر سے بے لطف ہو وقف عذاب

پیش ازاں کہ کار تو آنجا رسد
ہر دمے غفلت ترا واپس برد

پیشتر اس سے کہ تو پہنچے وہاں
تجھ کو غفلت کھینچے لائے بے گماں

رو بسوئے اصل خود ہمچوں خلیل
بگذر از استارہ و چرخ نبیل

اصل کی جانب تو جا مثل خلیل
چھوڑ دے یہ اختر و چرخ جلیل

پائے ہمت بر غرور برماہ نہ
سر بر آں ایواں و آں درگاہ نہ

پائے ہمت مہر پے اور مہ پہ رکھ
سر کو اس ایوان، اس درگہ پہ رکھ

ایں خودی را خرچ کن اندر خدا
تا نمانی ہمچو ابلیسے جدا

اس خودی کو تو خدا ہی میں مٹا
تا نہ ہو ابلیس کی صورت جدا

آب جاں را ریز اندر بحر جاں
تا شوی دریائے بے حد گراں

آب جاں کو بحر جاں میں ڈال دے
تا کہ تو دریا بنے بے پایاں بنے

قصہ کوتہ کن کہ در شتم در حجاب
بہ کہ خمش واللہ اعلم بالصواب

چھوڑ قصہ میں ہوا دشمن حجاب
چپ ہو اب۔ واللہ اعلم بالصواب

شکر کیں نامہ بعنوانے رسید
گر نہ شد نقد و با خوانے رسید

پہنچا عنواں کو یہ خط۔ شکر خدا
ہے سلامت نقد، اخواں کو ملا

نردبان آسمان است ایں کلام
ہر کہ از ایں بر رود آید بہ بام

یہ سخن زینہ فلک کا اے پسر
جو چڑھے اس سے چڑھے وہ بام پر

نے بہ بام چرخ کاں اخضر بود
بل بہ بامے کز فلک برتر بود

بام وہ گردون اخضر کا نہیں
بلکہ وہ جس کو کہیں عرش بریں

بام گردوں را ازو آید نوا
گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا

اس سے بام چرخ کو قوت ملے
وہ فضائے عرش میں گردش کرے

لسان العصر

مرتب :- عبدالرحمن طارق

قیمت :- ۳ روپے ۸ آنے

حضرت اکبر الہ آبادی اردو زبان کے سب سے پہلے اور یکتائے روزگار سخنور ہیں جنہوں نے متانت و سنجیدگی کے دامن کو ہاتھ میں رکھتے ہوئے ظریفانہ اور مزاحیہ انداز میں مسلمانوں کو اصلاح اخلاق جذبات ملی اور احساسات اسلامی کا غیر فانی درس دیا۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جہاں تک تعلیم و اصلاح کا تعلق ہے اکبر کا شوخ اور طنزیہ کلام واعظ کے ہزاروں خطبات سے کہیں زیادہ مؤثر اور کارگر ثابت ہوا ان کا وار اتنا بھرپور اور ان کا نشانہ اس قدر صحیح ہوتا تھا کہ الامان ان کے کلام کی کیفیت ہے کہ برسوں گذر جانے کے بعد بھی پڑھنے والے کو یہی محسوس ہوتا ہے گویا یہ آج کے لئے لکھا گیا ہے۔

یہ کتاب اس غیر فانی کلام کی مصلحانہ اور تعمیری و اصلاحی خصوصیات پر ایک فصیح و دلچسپ اور جامع تبصرہ ہے۔ اور اس کی حیثیت موجودہ لٹریچر میں اسی طرح ممتاز ہے جس طرح اکبر اپنے ہم عصر شعراء میں۔ کتابت و طباعت عمدہ اور دیدہ زیب۔

ملک دین محمد اینڈ سنز۔ اشاعت منزل بل روڈ۔ لاہور۔